حصہ اوّل

قیمت ۱۲/ | وی پی ۱/ | محصولڈاک ۲/

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا

اِزالۂ اوہام

فیہ بأس شدید و منافع للناس

الحمد للہ والمنت کہ بماہ مبارک محرم الحرام ۱۳۲۰ھ کتاب جامع معارف قرآنی و شارح اسرار کلام ربانی از تالیفات مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

تعداد ۲۰۰۰

۱۹/ اپریل ۱۹۰۲ء

انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں
بار دوم طبع ہوئی

اے شک کرنیوالو آسمانی فیصلہ کی طرف آجاؤ

اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میرے اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمنت باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت واشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوا لست مسلمًا واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔ اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزما لو خدا کس کے ساتھ ہے۔ اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو اور سجادہ نشینو!!! جو مکفر اور مکذب ہو مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ تمہیں شرمندہ کریگا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دیگا اور اس وقت تم دیکھوگے کہ وہ میرے ساتھ ہے کیا کوئی تم میں ہے کہ اس آزمائش کے لئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دیکر ان تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اسی کی مدد کریگا جسکو وہ سچا جانتا ہے چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑوگے کیا کوئی متکبر اپنے اچھلنے سے درحقیقت اونچا ہو سکتا ہے کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دوگے اس ذات سے ڈرو جسکا غضب سب غضبوں سے بڑھکر ہے من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحییٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد قادیانی از لودیانہ محلہ اقبال گنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی قوم موجع سیما علی امام الاصفیاء وسید الانبیاء محمد ن المصطفیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اللّٰھم ارزقنا انوار اتباعہ واعطنا ضوءہٗ بجمیع انواعہ برحمتک علیہ واشیاعہ

اس سوال کا جواب کہ حضرت مسیح بن مریم نے مردوں کو زندہ کیا اور اندھوں کو آنکھیں بخشیں بہروں کے کان کھولے تو تم مثیل مسیح نے کیا دکھایا

اس جگہ اول تو یہ جواب کافی ہے کہ جس مسیح کے مسلمان لوگ منتظر ہیں اُسکی نسبت ہرگز احادیث میں یہ نہیں لکھا کہ اس کے ہاتھ سے مُردے زندہ ہوں گے بلکہ یہ لکھا ہے کہ اس کے دم سے زندے مریں گے علاوہ اس کے خدا تعالےٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا روحانی طور پر مردے زندہ کیے جائیں بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوموں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے جائیں اور نیز یہی وجہ مماثلت ہے کہ جیسے مسیح بن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا اسی کام کے لئے یہ عاجز مامور ہے تا غافلوں کی سمجھائی کے لئے قرآن شریف کی اصلی تعلیم پیش کیجائے مسیح صرف اسی کام کیلئے آیا تھا کہ توریت کے احکام شد و مد کے ساتھ ظاہر کرے ایسا ہی یہ عاجز بھی اسی کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ قرآن شریف کے احکام بہ وضاحت بیان کر دیوے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مسیح موسیٰ کو دیا گیا تھا اور یہ مسیح مثیل موسیٰ کو عطا کیا گیا سو یہ تمام مشابہت تو ثابت ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونیوالے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئیگا جو مجھے دیا گیا ہے اور ہرگز نہیں مریگا وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور

وہ حکمت جو میرے مونہہ سے نکلتی ہے اگر اور بھی اُس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدایتعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عُذر نہیں کہ تم نے اُس کے چشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اُسکو کوئی بند نہیں کر سکتا سو تم مقابلہ کے لئے جلدی نہ کرو اور دیدہ و دانستہ اس الزام کے نیچے اپنے تئیں داخل نہ کرو۔ جو خدایتعالیٰ فرماتا ہے لاتقف مالیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئك کان عنہ مسئولا۔ بدظنی اور بدگمانی میں حد سے زیادہ مت بڑھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے پکڑے جاؤ اور پھر اس دکھ کے مقام میں تمہیں یہ کہنا پڑے کہ مالنا لانری رجلا نعدھم من الاشرار۔

آں نہ دانائی بود کز ناشکیبائے نفس ✤ خویشتن را زود تر بر ضد و انکار آورد ✤
صبر باید طالب حق را کہ تخم اندر جہاں ✤ ہر چہ پنہاں خاصیت دارد ہماں بار آورد ✤
اندکے نور فراست باید اینجا مرد را ✤ تا صداقت خویشتن را خود باظہار آورد ✤
صادقاں را صدق پنہانی نمی ماند نہاں ✤ نور پنہاں بر جبین مرد انوار آورد ✤
ہر کہ از دست کسے خورد است کاسات وصال ✤ ہر زماں رویش خبر ہا از وصل یار آورد ✤

اے مسلمانوں اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اُسکے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اُسکی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کے پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدایتعالیٰ نے بڑی ضرورت کیوقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے اُس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اُٹھا لیا سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا۔

خدا تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کے راستبازوں کے خونوں سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جسمیں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور پہونچاتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھکر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے افسوس کہ تم اس دنیا کے ظاہری قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اُس روحانی قانون فطرت سے جو اُسی کا ہم شکل ہے بکلی بے خبر ہو۔

اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں اور تم پیر مغاں بنے رہو اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹولو کیا تمہاری زندگی دنیا پرستی سے منزہ ہے کیا تمہارے دلوں پر وہ زنگار نہیں جسکی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو کیا تم اُن فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے پھر کیا یہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لئے مسیحی مشابہت کا ایک گونہ سامان اپنے ہاتھ سے ہی پیش کر رہے ہو تا خدا تعالیٰ کی حجت ہر یک طور سے تم پر وارد ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے بہت سے لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے اور اس خوان نعمت سے حصہ لیں گے لیکن تم اسی زنگ کی حالت میں ہی مرو گے کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔

اور مشابہت کے لئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں اس بارہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کیلئے

یہ عاجز آیا ہے اور اُسکا ظہور ہوگا ماسوا اسکے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو اُن خواشی سی الگ کر کے دیکھا جاوے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جسقدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اسقدر صحیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہودا اسکریوطی کو بہشت کے باراں تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے آخر وہ محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دیدی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اُسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اُس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا ایسی ہی اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں مگر یہ بات الزام کے لایق نہیں کیونکہ امور اخبار یہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیا سے بھی ہوجاتی ہے حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اَوروں سے زیادہ غلط نکلیں مگر یہ غلطی نفس الہام میں نہیں بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جا سکتی ہے اس لئے اجتہادی طور پر لغزشیں پیش آگئیں۔

اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف

انکار کرکے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکہا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا انکی طرف منسوب کر رہے ہیں نہیں دیکھتے کہ وہ تو کُھلے کُھلے انکار کیے جاتے ہیں چنانچہ ھیرودیس کے سامنے حضرت مسیح جب پیش کئے گئے تو ہیرودیس مسیح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اسے اسکی کوئی کرامات دیکھنے کی امید تھی پر ہیرودیس نے ہرچند اس بارہ میں مسیح سے بہت درخواست کی لیکن اُس نے کچھ جواب نہ دیا تب ہیرودیس اپنے تمام مصاحبوں کے سمیت اُس سے بے اعتقاد ہو گیا اور اُسے ناچیز ٹھہرایا دیکھو لوقا باب ۲۳ -

اب خیال کرنا چاہیئے کہ اگر حضرت مسیح میں اقتداری نور جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے معجزہ نمائی کی قوت ہوتی تو ضرور حضرت مسیح ہیرودیس کو جو ایک خوش اعتقاد آدمی اور انکے وطن کا بادشاہ تہا کوئی معجزہ دکھاتے مگر وہ کچھ بھی دکہا نہ سکے بلکہ ایک مرتبہ فقیہوں اور فریسیوں نے جنکی قیصر کی گورنمنٹ میں بڑی عزت تہی حضرت مسیح سے معجزہ مانگا تو حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کرکے پُر اشتعال اور پُر غضب الفاظ سے فرمایا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں * یونس نبی کے نشان کے سوائے کوئی نشان اُنہیں دکھایا نہیں جائیگا دیکھو متی باب ۱۲ آیت ۳۹ - اور حضرت مسیح نے یونس نبی کے نشان کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اس سے حضرت مسیح کا یہ مطلب تہا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں ہلاک نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا اور زندہ نکل آیا ایسا ہی میں بھی صلیب پر نہیں مروں گا اور نہ قبر میں مردہ

* حاشیہ - اس جگہ حضرت مسیح تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ متی باب ۲۳ آیت ۲ میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تہا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتدا کہلاتے ہیں اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص کُرسیوں پر بٹھائے جاتے

ہوں گا۔

ہم اور ہمارے نکتہ چین

بعض صاحبوں نے نکتہ چینی کے طور پر اس عاجز کی عیب شماری کی ہے اور اگرچہ انسان عیب سے خالی نہیں اور حضرت مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں

بقیہ حاشیہ

تیر پھر باوجود ان سب باتوں کے انہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کرکے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مودبانہ الفاظ سے سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی کہ اے استاد ہم تم سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں اس کے جواب میں حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کرکے یہ الفاظ استعمال کئے کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں الخ اور پھر ایسے پر بس نہیں کی بلکہ وہ ان معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے کبھی انہیں کہا اے سانپو اے سانپ کے بچو دیکھو متی باب ۲۳۔ آیت ۳۳ کبھی انہیں کہا اندھے دیکھو متی باب ۱۵ آیت ۱۴ کبھی انہیں کہا اے ریاکارو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۳ کبھی انہیں نہایت فحش کلمات سے یہ کہا کہ کنجریاں تم سے پہلے خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں اور کبھی اُن کا نام سور اور کتا رکھا دیکھو متی باب ۲۱۔ آیت ۳۱۔ اور کبھی انہیں احمق کہا دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۷۔ کبھی انہیں کہا کہ تم جہنمی ہو دیکھو متی باب ۲۳۔ آیت ۱۶۔ حالانکہ آپ ہی حلم اور خلق کی نصیحت دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہو۔ اس اعتراض کا جواب ان مطاعن کے جواب میں دیا جائیگا جو تہذیب کے بارہ میں بعض کوتہ فہم آدمیوں نے اس عاجز کی نسبت کئے ہیں۔ منہ

نیک ایک ہی ہے یعنے خدا لیکن چونکہ ایسی نکتہ چینیاں دینی کارروائیوں پر بداثر ڈالتی ہیں اور حق کے طالبوں کو رجوع لانے سے روکتی ہیں اس لیئے برعایت اختصار بعض نکتہ چینوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی نُکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔ قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سب اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالیٰ کی نسبت سب وشتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق مامور بہ کے سب وشتم سے کام لیا گیا۔ اما الجواب پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم انکے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور درحقیقت سب و شتم میں داخل ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دہوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اسکے کسی قدر مرارت کیوجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اُس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے

کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور اُن کے بارہ میں لعنت ملامت کے
سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے
سننے سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے
غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدا تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کرکے یہ فرمانا
کہ انتم وما تعبدون حصب جہنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق
گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شرالبریہ قرار دینا اور
تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رو سے دشنام
دہی میں داخل نہیں ہوگا کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں واغلظ علیھم نہیں
فرمایا کیا مومنوں کی علامت میں اشداء علی الکفار نہیں رکھا گیا کیا حضرت مسیح کا
یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے
عالی مرتبہ فرماں روا ہیرودیس کا لومڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو
کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں
اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کریہہ اور نہایت
دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو حرامکار ہو شریر
ہو بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطان ہو جہنمی ہو تم سانپ ہو
سانپوں کے بچے ہو کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی
گالیاں نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری
کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے
رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے اور یہ حملہ انجیل پر
سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے
اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے

مارنے کے لئے پتھر اُٹھائے اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے
مونہہ پر طمانچے بھی کھائے اور جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میں صلح کرانے نہیں آیا
بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سو اُنہوں نے زبان کی تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں
ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر
مسیح کو کیا کچھ آزار اٹھانے پڑے ایسا ہی حضرت یحیٰی نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور
بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر اُنکی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا مگر سوال
تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پرلے درجہ کے غیر مہذب تھے کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی
اُنکو بُو بھی نہیں پہونچی تھی اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادر و پدرم براو فدایاد حضرت
خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہہ
آیتیں اُتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرالبریہ ہیں سفہا ہیں اور ذریت شیطان ہیں
اور اُنکے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابو طالب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
بلاکر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور
قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی تو نے اُنکے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور اُنکے
بزرگوں کو شرالبریہ کہا اور اُن کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا اور
عام طور پر اُن سب کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھیرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے
کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی
طاقت نہیں رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی
نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے
میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول
کرتا ہوں میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رُک نہیں سکتا
اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تو مجھے پناہ میں رکھنے سے

دست بردار ہو جا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہونچانے سے
کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ
میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں یہ خوف
کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اسکی راہ میں دکھ اُٹھاؤں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی
رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی
دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے
بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک
میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دونگا اب حاصل* کلام
یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان
مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہریک معترض کے ساکت کرنے کے لئے کافی
ووافی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت
ہو دوسری شے ہے ہریک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے

---

*حاشیہ۔ یہ سب مضمون ابوطالب کے قصہ کا اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے
جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کے لئے اس عاجز
کیطرف سے ہے اس الہامی عبارت سے ابوطالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن بکمال
یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوت و آثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوئی
تھی ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو چالیس برس ہے بیکسی اور
پریشانی اور یتیمی میں بسر کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اُس زمانہ تنہائی میں کوئی حق خویشی اور
قرابت کا ادا نہیں کیا تھا یہانتک کہ وہ روحانی بادشاہ اپنی صغرسنی کیحالت میں لاوارث بچوں کی
طرح بعض بیابان نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا اور اسی بیکسی اور غریبی کی حالت میں

طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہونچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سنکر افروختہ ہو تو ہوا کرے
ہمارے علماء جو اس جگہ لا تسبوا کی آیت پیش کرتے ہیں میں حیران ہوں کہ اس آیت کو
ہمارے مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے اس آیت کریمہ میں تو صرف دشنام دہی سے منع
فرمایا گیا ہے نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر
دشنام دہی کی صورت میں اسکو سمجھ لیوے اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے تو
کیا اس سے امر معروف کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی
نہیں دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال

بقیہ حاشیہ

اس سید الانام نے شیرخواری کے دن پورے کئے اور جب کچھ سن تمیز پہنچا تو یتیم اور بیکس
بچوں کیطرح جنکا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا اُن بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چرانے کی خدمت
اُس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اس تنگی کے دنوں میں بجز دو نے قسم کے اناجوں یا بیریوں کے
اور کوئی غذا نہ تھی جب سن بلوغ پہونچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی
کے لئے کسی چچا وغیرہ نے باوجود آنحضرت کے اول درجہ کے حسن و جمال کی کچھ فکر نہیں کی بلکہ پچیس
برس کی عمر ہونے پر اتفاقی طور پر محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکی رئیسہ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے پسند کر کے آپ سے شادی کر لی یہ نہایت تعجب کا مقام
ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابوطالب اور حمزہ اور عباس جیسے موجود
تھے اور بالخصوص ابوطالب رئیس مکہ اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے اور دنیوی جاہ و حشمت و دولت
و مقدرت بہت کچھ رکھتے تھے مگر باوجود ان لوگوں کی ایسی امیرانہ حالت کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وہ ایام بڑی مصیبت اور درویشی اور بیکسی اور ناداری سے گذرے یہاں تک کہ جنگلی
لوگوں کی بکریاں چرانے تک نوبت پہونچی اور اس دردناک حالت کو دیکھ کر کسی کے آنسو جاری
نہیں ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شباب پہونچنے کے وقت کسی چچا کو خیال تک
نہیں آیا کہ آخر ہم بھی تو باپ ہی کی طرح ہیں شادی وغیرہ کے امور ضروریہ کی کچھ فکر کریں حالانکہ

نہیں فرمائے۔ بلکہ بُت پرستوں کے اُن یتیموں کو جو انکی نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا ہی ہے اسلام نے مداہنہ کو کب جایز رکھا اور ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے بلکہ اللہ جل شانہ مداہنہ کی ممانعت میں صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی انکی کُفر کی حالت میں مداہنہ کا برتاؤ کریں وہ بھی اُن جیسے ہی بے ایمان ہیں اور کفار مکہ کی طرف سے حکایت کر کے فرماتا ہے ودوا لو تدہن فیدہنون یعنے اِس بات کو کفار مکہ دوست رکھتے ہیں کہ اگر تو حق پوشی کی راہ سے نرمی اختیار کرے تو وہ بھی تیرے دین میں ہاں میں ہاں ملا دیا کریں مگر ایسا ہاں میں ہاں ملانا خدا یتعالیٰ کو منظور نہیں۔

غرض آیت قرآنی جو معترض نے پیش کی ہے وہ اگر کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو صرف اسی بات پر کہ معترض کو کلام الٰہی کے سمجھنے کی مس تک نہیں نہیں خیال کرتا کہ اگر یہ آیت ہریک طور کی سخت زبانی سے متعلق سمجھی جائے اور پھر امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جانا چاہیئے اور نیز اس صورت میں خدا یتعالیٰ کا کلام دو متناقض امروں کا جامع ماننا پڑیگا یعنے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اول تو اُسنے ہریک طور کی سخت کلامی سے منع فرمایا اور ہریک محل میں کفار کا دل خوش رکھنے کے لئے تاکید کی اور پھر آپ ہی اپنے قول کے مخالف کاروائی

بقیہ حاشیہ

اُنکے گھر میں، اور اُنکے دوسرے قارب میں بھی لڑکیاں تھیں سو اسجگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسقدر سرد مہری اُن لوگوں سے کیوں ظہور میں آئی اس کا واقعی جواب یہی ہے کہ اِن لوگوں نے ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک لڑکا یتیم ہے جس کا باپ نہ ماں ہے بے سامان ہے جسکے پاس کسی قسم کی جمعیت نہیں نادار ہے جسکے ہاتھ پلے کچھ بھی نہیں ایسے مصیبت زدہ کی ہمدردی سے فائدہ ہی کیا ہے اور اُسکو اپنا داماد بنانا تو گویا اپنی لڑکی کو تباہی میں ڈالنا ہے مگر اس بات کی خبر نہیں تھی کہ وہ ایک شہزادہ اور روحانی بادشاہوں کا سردار ہے جس کو دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی جائیں گی۔ منہ

شروع کردی اور ہریک قسم کی گالیاں منکروں کو سنائیں بلکہ گالیاں دینے کے لئے تاکید کی سو جاننا چاہیئے کہ جن مولوں نے ایسا خیال کیا ہے کہ گویا عام طور پر ہریک سخت کلامی سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے یہ اُنکی اپنی سمجھ کا ہی قصور ہے ورنہ وہ تلخ الفاظ جو اظہار حق کے لئے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہریک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے تا مداہنہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ایسی سخت تبلیغ کے وقت میں کسی لائم کی لعنت اور لایم کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرے کیا معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جسقدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اُسکا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو اُن نادانوں نے دشنام کی صورت پر سمجھ لئے تھے جنکی وجہ سے آخر لسان سے سنان تک نوبت پہونچی ورنہ اول حال میں تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کرتے تھے کہ عشق محمد علی ربہٖ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہوگئے ہیں جیسے آجکل کے ہندو لوگ بھی کسی گوشہ نشین فقیر کو ہرگز بُرا نہیں کہتے بلکہ نذریں نیازیں دیتے ہیں۔

اِس جگہ مجھے نہایت افسوس اور غمگین دل کے ساتھ اس بات کے ظاہر کرنے کی بھی حاجت پڑی ہے کہ یہ اعتراض جو مجھ پر کیا گیا ہے یہ صرف عوام الناس کی طرف سے ہی نہیں بلکہ میں نے سُنا ہے کہ بانی مبانی اس اعتراض کے بعض علماء بھی ہیں سو میں انکی شان میں یہ تو ظن نہیں کر سکتا کہ وہ قرآن شریف اور کتب سابقہ سے بیخبر ہیں اور کسی طور سے جائے ظن ہے* لیکن میں جانتا ہوں کہ آجکل کی یورپ کی جھوٹی تہذیب نے جو

---

*حاشیہ۔ قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اُس سے بے خبر نہیں رہ سکتا مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر اُنپر لعنت

ایمانی غیوری سے بہت دور پڑی ہوئی ہے ہمارے عہارے دلوں کو بھی کسی قدر دبالیا ہے
اس سخت آندھی کے چلنے کی وجہ سے انکی آنکھوں میں بھی کچھ غبار سا پڑ گیا ہے اور انکی فطرتی
کمزوری اس نزلہ کو قبول کر گئی ہے اسی وجہ سے وہ ایسے خیالات پر زور دیتے ہیں جنکا
کوئی اصل صحیح حدیث و قرآن میں نہیں پایا جاتا ہاں یورپ کی اخلاقی کتابوں میں تو ضرور
پایا جاتا ہے اور ان اخلاق میں یورپ نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ ایک جوان عورت بھی ایک
نامحرم طالب کی بجلی دلشانی مناسب نہیں سمجھی گئی مگر کیا قرآن شریف یورپ کے ان اخلاق سے
اتفاق رکھتا ہے کیا وہ ایسے لوگوں کا نام یوتش نہیں رکھتا میں ایسے علماء کو محض للہ متنبہ
کرتا ہوں کہ وہ ایسی نکتہ چینیاں کرنے اور ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق
بینی سے بہت دور جا پڑے ہیں اگر وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہوں تو بیشک منطق سے جو
چاہیں کہیں لیکن اگر وہ ہمداہتی از سے خوف کر کے کسی قدر سوچیں تو یہ ایسی بات نہیں ہے جو

بقیہ حاشیہ

بیجا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اولئک علیہم لعنت اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین
خالدین فیھا - الجزو - سورۃ بقرہ - اولئک یلعنہم اللّٰہ ویلعنہم اللاعنون
الجزو نمبر - ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے لیکن قرآن شریف
نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے
ان شر الدواب عند اللّٰہ الذین کفروا - ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لیکر
یا اشارہ کے طور پر اسکو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے لیکن خدا تعالیٰ نے
قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر رکھا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے
ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں
معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے - فلا تطع المکذبین ودوا لو تدھن
فیدھنون ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر
معتد اثیم عتل بعد ذالک زنیم سنسمہ علی الخرطوم دیکھو سورہ القلم

انکی نظر سے پوشیدہ رہ سکے نیک بخت انسان کا فرض ہے کہ سچائی کے طریقوں کو ہاتھ سے نہ دیوے بلکہ اگر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی زبان پر کلمہ حق جاری ہو اور اپنے آپ سے غلطی ہو جائے تو اپنی غلطی کا اقرار کرکے شکرگذاری کے ساتھ اُس حقیر آدمی کی بات کو مان لیوے اور انا خیر منہ کا دعویٰ نہ کرے ورنہ تکبر کی حالت میں کبھی رشد حاصل نہیں ہوگا بلکہ ایسے آدمی کا ایمان بھی معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے۔

اور سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں ایک تحریک ہو جاتی ہے مثلاً ہندوؤں کی قوم ایک ایسی قوم ہے کہ اکثر ان میں سے ایسی عادت رکھتے ہیں کہ اگر انکو اپنی طرف سے چھیڑا نہ جائے تو وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بنکر دینی امور میں ہاں سے ہاں ملاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و

بقیہ حاشیہ

بجز و بند ۹ سے جیسے تو ان مکذبوں کے کہنے پر مت چل جو بدل اس بات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے معبودوں کو برا مت کہو اور ہمارے مذہب کی توہین مت کرو تو پھر ہم بھی تمہارے مذہب کی نسبت ہاں میں ہاں ملاتے رہینگے انکی چرب زبانی کا جواب مت کرو یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے جھوٹی قسمیں کھانیوالا اور ضعیف الرائے اور ذلیل آدمی ہے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی راہوں سے روکنے والا زناکار اور بااینہمہ نہایت درجہ کا بدخلق اور ان سب عیبوں کے بعد ولدالزنا بھی ہے۔ عنقریب ہم اسکی اس ناک پر جو سور کی طرح بہت لمبا ہو گیا ہے داغ لگا دیں گے لمبی ناک سے مراد رسوم اور ننگ و ناموس کی پابندی ہے جو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔ (اے خدائے قادر مطلق ہماری قوم کے بعض لمبی ناک والوں کی ناک پر بھی اُسترہ رکھ) اب کیوں حضرت مولوی صاحب کیا آپکے نزدیک ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے۔ اور اسجگہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی اختیار کرکے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے اس کے جواب میں اسکے تمام پردے کھولے گئے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے مداہنہ کی امید مت رکھو۔ منہ

توصیف اور اس دین کے اولیا کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں لیکن دل اُنکے نہایت درجہ
کے سیاہ اور سچائی سے دور ہوتے ہیں۔ اُن کے روبرو سچائی کو اُسکی پوری مرارت اور
تلخی کے ساتھ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیر کا منتج ہوتا ہے کہ اسی وقت اُنکا مداہنہ دور ہوجاتا
ہے اور بالجہر بیعنے وانکشاف اور علانیہ اپنے کفر اور کینہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں
گویا اُنکی دق کی بیماری محرقہ کی طرف انتقال کر جاتی ہے سو یہ تحریک جو طبیعتوں میں سخت
جوش پیدا کر دیتی ہے اگرچہ ایک نادان کی نظر میں سخت اعتراض کے لایق ہے مگر ایک
فہیم آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہی تحریک رد بحق کرنے کے لئے پہلا زینہ ہے جب تک
ایک مرض کے مواد مخفی ہیں تب تک اُس مرض کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا لیکن مواد کے
ظہور اور بروز کے وقت ہر یک طور کی تدبیر ہو سکتی ہے انبیا نے جو سخت الفاظ استعمال
کئے حقیقت میں اُنکا مطلب تحریک ہی تھا تا خلق اللہ میں ایک جوش پیدا ہوجائے اور خواب
غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جائیں اور دین کی طرف خوض اور فکر کی نگاہیں
دوڑانا شروع کر دیں اور اس راہ میں حرکت کریں گو وہ مخالفانہ حرکت ہی سہی اور اپنے
دلوں کا اہل حق کے دلوں کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر لیں گو وہ عدوانہ تعلق ہے کیوں
نہ ہو اسی کی طرف اللہ جلشانہ اشارہ فرماتا ہے فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔
یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ دین اسلام کو سچے دل سے ایک دن وہی لوگ قبول کریں گے جو
بباعث سخت اور پُر زور جگانے والی تحریکوں کے کتب دینیہ کے ورق گردانی میں لگ
گئے ہیں اور جوش کے ساتھ اس راہ کی طرف قدم اُٹھا رہے ہیں گو وہ قدم مخالفانہ
ہی سہی۔ ہندوں کا وہ پہلا طریق ہمیں بہت مایوس کرنیوالا تھا جو اپنے دلوں میں وہ
لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لایق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات چیت
نہیں کرنی چاہیئے اور ہاں میں ہاں ملا کر گذارہ کر لینا چاہیئے لیکن اب وہ مقابلہ پر آگر اور
میدان میں کھڑے ہو کر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آپڑے ہیں اور اُس صید قریب

کی طرح ہو گئے ہیں جسکا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہو سکتا ہے اُنکی آہوانہ سرکشی سے ڈرنا
نہیں چاہیئے دشمن نہیں ہیں وہ تو ہمارے شکار ہیں عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ تم
نظر اُٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو
بھی تمہیں دکھائی نہیں دیگا سو تم اُنکے جوشوں سے گھبرا کر نومید مت ہو کیونکہ وہ اندر ہی
اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب
پہونچے ہیں میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج
تمہیں نظر آتے ہیں تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم اُنہیں دیکھو گے۔ حال میں جو آریوں نے
ہم لوگوں کی تحریک سے مناظرات کی طرف قدم اُٹھایا ہے تو اس قدم اُٹھانے میں گو
کیسی ہی سختی کے ساتھ اُنکا برتاؤ ہے اور گو گالیوں اور گندی باتوں سے بھری ہوئی
کتابیں وہ شائع کر رہے ہیں مگر وہ اپنے جوش سے درحقیقت اسلام کے لئے اپنی قوم کی
طرف راہ کھول رہے ہیں اور ہماری تحریکات کا واقعی طور پر کوئی بد نتیجہ نہیں ہاں یہہ
تحریکات کوتہ نظروں کی نگاہ میں بدنما ہیں مگر کسی دن دیکھنا کہ یہ تحریکات کیونکر بڑی بڑی
سنگین دلوں کو اس طرف کھینچ لاتے ہیں یہ رائے کوئی ظنی اور شکی رائے نہیں بلکہ ایک
یقینی اور قطعی امر ہے لیکن افسوس اُن لوگوں پر جو خیر اور شر میں فرق نہیں کر سکتے اور
شتاب کاری کی راہ سے اعتراض کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ نے
ہمیں مداہنہ سے تو صاف منع فرمایا ہے لیکن حق کے اظہار سے باندیشہ اُسکی [illegible]
تلخی کے باز آجانا کہیں حکم نہیں فرمایا فتدبروا ایہا العلماء المستعجلون
الا تقرؤن القرآن مالکم کیف تحکمون۔

میرے ایک مخلص دوست مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی جو نو تعلیم یافتہ ہو نیکے
اور تربیت جدیدہ کے رنگ سے رنگین اور نازک خیال آدمی ہیں جنکے دل پر میرے
محب صادق اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے مربیانہ اور اُستادانہ صحبت کا

نہایت عمدہ بلکہ خارق عادت اثر پڑا ہوا ہے وہ بہی جناب قادیان میں میرے ملنے کے
لئے آئے وعدہ فرما گئے ہیں کہ میں بہی تہذیب حقیقی کے بارے میں ایک رسالہ تالیف
کرکے شائع کرونگا کیونکہ مولوی صاحب موصوف اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ دراصل
تہذیب حقیقی کی راہ وہی راہ ہے جس پر انبیاء علیہم السلام نے قدم مارا ہے جس میں سخت
الفاظ کا دارو کی طرح گاہ گاہ استعمال کرنا حرام کیطرح نہیں سمجھا گیا بلکہ ایسی درشت
الفاظ کا اپنے محل پر بقدر ضرورت و مصلحت استعمال میں لانا ہر یک مبلغ اور واعظ
کا فرض وقت ہے جسکے ادا کرنے میں کسی واعظ کا سستی اور کاہلی اختیار کرنا اسبات کی
نشانی ہے کہ غیر اللہ کا خوف جو شرک میں داخل ہے اُس کے دل پر غالب اور ایمانی
حالت اُسکی ایسی کمزور اور ضعیف ہے جیسے ایک کیڑے کی جان کمزور اور ضعیف ہوتی
ہے سو میں اس دوست کے لئے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس تالیف کے ارادہ میں
روح القدس سے اُسکی مدد فرماوے میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ اپنے اس رسالہ
کا نام تہذیب ہی رکھیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے اس دوست کو یہ جوش
ایک مولوی صاحب کے اعتراض سے ہوا ہے جو قادیان کی طرف آتے وقت اتفاقاً لاہور
میں مل گئے تھے جنہوں نے اس عاجز کی نسبت اسی بارہ میں اعتراض کیا تہا اے خداوند
قادر مطلق اگرچہ قدیم سے تیری یہی عادت اور یہی سنت ہے کہ تو بچوں اور اُمیوں کو سمجھ
عطا کرتا ہے اور اس دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھوں اور دلوں پر سخت پردے
تاریکی کے ڈالدیتا ہے مگر میں تیری جناب میں عجز اور تضرع سے عرض کرتا ہوں کہ ان
لوگوں میں سے بہی ایک جماعت ہماری طرف کھینچ لا جیسے تو نے بعض کو کھینچا بہی ہے
اور انکو بہی آنکھیں بخش اور کان عطا کر اور دل عنایت فرما تا وہ دیکھیں اور سُنیں اور
سمجھیں اور تیری اس نعمت کا جو تو نے اپنے وقت پر نازل کی ہے قدر پہچان کر اُسکے
حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہو جاویں اگر تو چاہے تو تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بات

تیرے آگے ان ہونی نہیں آمین ثم آمین۔

دوسری نکتہ چینی یہ ہے کہ مالیخولیا یا جنون ہو جانیکی وجہ سے مسیح موعود ہونیکا دعوٰے کر دیا ہے

اسکا جواب یہ ہے کہ میں تو میں کسی کے مجنون کہنے یا دیوانہ نام رکھنے سے ناراض نہیں ہو سکتا بلکہ خوش ہوں کیونکہ ہمیشہ نا سمجھ لوگ ہر ایک نبی اور رسول کا بھی انکے زمانہ میں یہی نام رکھتے آئے ہیں اور قدیم سے ربانی مصلحوں کو قوم کی طرف سے یہی خطاب ملتا رہا ہے اور نیز اس وجہ سے بھی مجھے خوشی ہو پہنچی ہے کہ آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو براہین میں طبع ہو چکی ہے کہ تجھے مجنون بھی کہیں گے لیکن حیرت تو اس بات میں ہے کہ اس دعوی میں کون سے جنون کی علامت پائی جاتی ہے کونسی خلاف عقل بات ہے جسکی وجہ سے معترضین کو جنون ہو جانیکا شک پڑ گیا اس بات کا فیصلہ ہم معترضین کی ہی کانشنس اور عقل پر چھوڑتے ہیں اور انکے سامنے اپنے بیانات اور اپنے مخالفوں کی حکایات رکھ دیتے ہیں کہ ہم دونوں گروہ میں سے مجنون کون ہے اور عقل سلیم کس کی طرز تقریر کو مجانین کی باتوں کے مشابہ سمجھتی ہے اور کس کے بیانات کو قول موجہ قرار دیتی ہے۔

میرا بیان مسیح موعود کی نسبت جسکی آسمان سے اترنے اور دوبارہ دنیا میں آنیکی انتظار کی جاتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میرے پر کھول دیا ہے یہ ہے کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنیکا قرآن شریف میں تو کہیں ذکر نہیں قرآن شریف تو ہمیشہ کے لئے اسکو دنیا سے رخصت کرتا ہے البتہ بعض حدیثوں میں جو استعارات سے پر ہیں مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کے لئے بطور پیشگوئی بیان کیا گیا ہے سو ان حدیثوں کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اسجگہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا ہی دوبارہ دنیا میں آجانا ہرگز مراد نہیں ہے۔

بلکہ یہ ایک لطیف استعارہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جو مسیح ابن مریم کے زمانہ کا ہمرنگ ہوگا ایک شخص اصلاح خلایق کے لئے دنیا میں آئیگا جو طبع اور قوت اور اپنے منصبی کام میں مسیح بن مریم کا ہمرنگ ہوگا اور جیسا کہ مسیح بن مریم نے حضرت موسیٰ کے دین کی تجدید کی اور وہ حقیقت اور مغز توریت کا جسکو یہودی لوگ بھول گئے تھے انپر دوبارہ کھولدیا ایسا ہی وہ مسیح ثانی مثیل موسیٰ کے دین کیلئے جو جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تجدید کریگا اور یہ مثیل موسیٰ کا مسیح اپنی سوانح میں اور دوسرے تمام نتائج میں جو قوم پر انکی اطاعت یا انکی سرکشی کی حالت میں موثر ہونگے اس مسیح سے بالکل مشابہ ہوگا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا اب جو امر کہ خدا یتعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہی ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔

مسلمانوں کا پُرانے خیالات کے موافق جو انکے دلوں میں جمے ہوئے چلے آتے ہیں یہ دعویٰ ہے کہ مسیح بن مریم سچ مچ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ دھرے ہوئے آسمان سے اُتریگا اور منارہ شرقی دمشق کے پاس آٹھہرے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ منارہ پر اُتریگا۔ اور وہاں سے مسلمان لوگ زینہ کے ذریعہ سے اُسکو نیچے اُتاریں گے اور فرشتے اُسی جگہ سے رخصت ہوجائیں گے اور عمدہ پوشاک پہنے ہوئے اُتریگا یہ نہیں کہ ننگا ہو اور پھر مہدی کے ساتھ ملاقات اور مزاج پُرسی ہوگی اور باوجود اسقدر مدت گذر نیکے وہی پہلی عمر تینتیس یا چونتیس ۳۳ برس کی ہوگی اسقدر گردش ماہ و سال نے اُسکے جسم و عمر پر کچھ اثر نہ کیا ہوگا اُسکے ناخن اور بال وغیرہ اسقدر سے نہ بڑھے ہونگے جو آسمان پر اُٹھائے جانیکے وقت موجود تھے اور کسی قسم کا تغیر اُسکے وجود میں نہ آیا ہوگا لیکن زمین پر اُترکر پھر سلسلہ تغیرات کا شروع ہوگا وہ کسی قسم کا جنگ و جدل نہیں کریگا بلکہ اُسکے مونہہ کی ہوا میں ہی ایسی تاثیر ہوگی کہ جہانتک اُسکی نظر پہونچے گی کافر مرتے جائیں گے یعنے اُسکے دم میں ہی یہ خاصیت ہوگی کہ زندوں کو مارے جیسی پہلے یہ خاصیت تھی کہ مردونکو زندہ کرے

پھر ہمارے علماء اپنے اس پہلے قول کو فراموش کر کے یہ دوسرا قول جو اُسکا نقیض ہے پیش کرتے ہیں کہ وہ جنگ اور جدل بھی کریگا اور دجّال یک چشم اُس کے ہاتھ سے قتل ہوگا یہودی اُسکے حکم سے مارے جائیں گے پھر ایک طرف تو یہ اقرار ہے کہ مسیح موعود وہی مسیح بن مریم نبی اللہ ہے جسپر انجیل نازل ہوئی تھی جسپر حضرت جبریل اُترا کرتا تھا جو خدا تعالیٰ کے بزرگ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دوبارہ زمین پر آکر اپنی نبوّت کا نام بھی نہیں لے گا بلکہ منصب نبوّت سے معزول ہوکر آئیگا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہوکر عام مسلمانوں کی طرح شریعت قرآنی کا پابند ہوگا نماز اوروں کے پیچھے پڑھے گا جیسے عام مسلمان پڑھا کرتے ہیں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ حنفی ہوگا امام اعظم صاحب کو اپنا امام سمجھے گا مگر ابتک اس بارہ میں تصریح سے بیان نہیں کیا گیا کہ چار سلسلوں میں سے کس سلسلہ میں داخل ہوگا آیا وہ قادری ہوگا یا چشتی یا سہروردی یا حضرت مجدد سرہندی کی طرح نقشبندی غرض ان لوگوں نے عنوان میں نبوّت کا خطاب جتا کر جس درجہ پر پھر اسکا تنزل کیا ہے کوئی فہیم آدمی ایسا کام کبھی نہیں کرسکتا پھر بعد اس کے اُسکے خاص کام استعارات کو حقیقت پر حمل کرکے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ وہ صلیب کو توڑیگا خنزیروں کو قتل کریگا اب جائے تعجب ہے کہ صلیب کو توڑنے سے اُسکا کونسا فایدہ ہے اور اگر اُسنے مثلاً دس بیس لاکھ صلیب توڑ بھی دی تو کیا عیسائی لوگ جنکو صلیب پرستی کی دھن لگی ہوئی ہے اور صلیبیں بنوا نہیں سکتے۔ اور دوسرا فقرہ جو کہا گیا ہے کہ خنزیروں کو قتل کریگا یہ بھی اگر حقیقت پر محمول ہے تو عجیب فقرہ ہے کیا حضرت مسیح کا زمین پر اُترنے کے بعد عمدہ کام یہی ہوگا کہ وہ خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے اور بہت سے کتّے ساتھ ہونگے اگر یہی سچ ہے تو پھر سکھوں اور چماروں اور سانسیوں اور گندیلوں وغیرہ کو جو خنزیر کے شکار کو دوست رکھتے ہیں خوشخبری کی جگہ ہے کہ ان کی

خوب بن آئیگی مگر شائد عیسائیوں کو انکی اس خنزیر کشی سے کچھ چنداں فائدہ نہ پہونچ سکے کیونکہ عیسائی قوم نے خنزیر کے شکار کو پہلے ہی کمال تک پہونچا رکھا ہے بالفعل خاص لنڈن میں خنزیر کا گوشت فروخت کرنے کے لئے ہزار دوکان موجود ہے اور بذریعہ معتبر خبروں کے ثابت ہوا ہے کہ صرف یہی ہزار دوکان نہیں بلکہ پچیس ہزار اور خنزیر ہر روز لنڈن میں سے مفصلات کے لوگوں کے لئے باہر بھیجا جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا نبی اللہ کی یہی شان ہونی چاہیئے کہ وہ دنیا میں اصلاح خلق کے لئے تو آوی مگر پھر اپنی اوقات عزیز ایک مکروہ جانور خنزیر کے شکار میں ضائع کرے حالانکہ توریت کے رو سے خنزیر کو چھونا ہی سخت معصیت میں داخل ہے پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اول تو شکار کھیلنا ہی کار بیکاران ہے اور اگر حضرت مسیح کو شکار ہی کی طرف رغبت ہوگی اور دن رات جو کام پسند آیگا تو پھر کیا یہ پاک جانور جیسے ہرن اور گورخر اور خرگوش دنیا میں کچھ کم ہیں تا ایک ناپاک جانور کے خون سے ہاتھ آلودہ کریں۔

اب میں نے وہ تمام خاکہ جو میری قوم نے مسیح کے ان سوانح کا کھینچ رکھا ہے جو دوبارہ زمین پر اُترنے کے بعد اُن پر گذریں گے پیش کر دیا ہے عقلمند لوگ اسپر غور کریں کہ کہانتک اسمیں خلاف قانون قدرت باتیں ہیں کہانتک اسمیں اجتماع نقیضین موجود ہے کہانتک یہ شان نبوت سے بعید ہے لیکن اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ یہ تمام ذخیرہ رطب و یابس کا صحیحین میں نہیں ہے امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ نے اس بارہ میں اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ یہ مسیح آنیوالا درحقیقت اور سچ مچ وہی پہلا مسیح ہوگا بلکہ اُنہوں نے دو حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسی لکھی ہیں جنہوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور۔ کیونکہ ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ابن مریم تم میں اُتریگا اور پھر بیان کے طور پر کھولدیا ہے کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا پس ان لفظوں پر خوب غور کرنی چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لفظ ابن مریم کی تصریح میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا اور تم سے ہی پیدا ہوگا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وہم کو دفع کرنیکے لئے جو ابن مریم کے لفظ سے دلوں میں گذر سکتا تہا مابعد کے لفظوں میں بطور تشریح فرمادیا کہ اُسکو مسیح ابن مریم ہی نہ سمجہ لو بل ھو امامکم منکم اور دوسری حدیث جو اس بات کا فیصلہ کرتی ہے وہ یہ ہی کہ مسیح اول کا حلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور طرح کا فرمایا ہے اور مسیح ثانی کا حلیہ اور طرز کا ذکر کیا ہے جو اس عاجز کے حلیہ سے بالکل مطابق ہے اب سوچنا چاہیئے کہ ان دونوں حلیوں میں تناقض صریح ہونا کیا اِسبات پر بجنتہ دلیل نہیں ہے کہ درحقیقت مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور۔

ایک اور بات قابل توجہ یہ ہی کہ ہمارے علماء کی ضد تو اِسبات پر ہے کہ ابن مریم کے اُترنے کے بارے میں جو حدیث ہے اُسکو حقیقت پر حمل کرنا چاہیئے لیکن اِنکے بعض عقلمندوں سے جب اِس حدیث کے معنے پوچھے جائیں کہ ابن مریم اُتریگا اور صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کریگا تو ابن مریم کے لفظ کو تو حقیقت پر ہی حمل رکھتے ہیں اور صلیب اور خنزیر کے بارہ میں کچہ دبی زبان سے ہماری طرح استعارہ اور مجاز سے کام لینا شروع کردیتے ہیں پس وہ لوگ اپنی اِس کارروائی سے خود ملزم ٹہیرتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اِنپر یہ حجت وارد ہوتی ہے کہ اِن تین لفظوں میں سے جو ابن مریم کا اُترنا اور صلیب کا توڑنا اور خنزیروں کا قتل کرنا ہے دو لفظوں کی نسبت تو تم آپ ہی قایل ہوگئے کہ بطور استعارہ اُن سے اور معنے مراد ہیں تو پہر یہ تیسرا کلمہ جو ابن مریم کا اُترنا ہے کیوں اسمیں ہی بطور استعارہ کوئی اور شخص مراد نہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان خیالات مجموعہ تناقضات پر جمے رہنا طریق عقلمندی و فرزانگی ہے یا وہ معارف قریب بفہم و مطابق عقل ہیں جو اِس عاجز پر کہولے گئے ہیں

ماسوا اِسکے اور کئی طریق سے ان پُرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے

وارد ہوتے ہیں جنسے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

از انجملہ ایک یہ ہے کہ قرآن شریف کے کسی مقام سے ثابت نہیں کہ حضرت مسیح اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے بلکہ قرآن شریف کے کئی مقامات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا صریح ذکر ہے اور ایک جگہ خود مسیح کیطرف سے فوت ہو جانے کا اقرار موجود ہے اور وہ یہ ہے کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علیٰ کل شیئ شہید۔ اب جبکہ فوت ہو جانا ثابت ہوا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُنکا جسم اُن سب لوگوں کی طرح جو مر جاتے ہیں زمین میں دفن کیا گیا ہوگا کیونکہ قرآن شریف بصراحت ناطق ہے کہ فقط انکی روح آسمان پر گئی نہ کہ جسم۔ تب ہی تو حضرت مسیح نے آیت موصوفہ بالا میں اپنی موت کا صاف اقرار کر دیا اگر وہ زندوں کی شکل پر خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف پرواز کرتے تو اپنے مرجانیکا ہرگز ذکر نہ کرتے اور ایسا ہرگز نہ کہتے کہ میں وفات پا کر اس جہان سے رخصت کیا گیا ہوں اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان پر اُنکی روح ہی گئی تو پھر نازل ہونیکے وقت جسم کہاں سے ساتھ آجائے گا۔

از انجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہونچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہونچکر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جسمیں زندہ رہنا ممکن نہیں پس اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہونچنا کسقدر لغو خیال ہے * از انجملہ ایک

---

* حاشیہ * اور جبکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جایز ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جسکو درحقیقت بیداری

یہ اعتراض ہے کہ جو لوگ آسمانوں کے وجود کے قائل ہیں وہ البتہ انکی حرکت کے بھی قایل ہیں اور حرکت بھی دولابی خیال کرتے ہیں اب اگر فرض کیا جائے کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ہر وقت اوپر کی سمت میں ہی نہیں رہ سکتے بلکہ کبھی اوپر کی طرف ہونگے اور کبھی زمین کے نیچے آجائیں گے۔ اس صورت میں اسبات پر وثوق ہی نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ضرور اوپر کی ہی طرف سے اتریں گے کیا یہ ممکن نہیں کہ زمین کے نیچے سے ہی نکل آویں کیونکہ حقیقت انکا ٹھکانا تو کسی جگہ نہ ہوا اگر صبح آسمان کے اوپر ہوئی تو شام کو زمین کے نیچے پس ایسی صعوبت انکے لئے روا رکھنا کس درجہ کی بے ادبی میں داخل ہے۔

ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر ہم فرض محال کے طور پر قبول کرلیں کہ حضرت مسیح اپنے جسم خاکی کے سمیت آسمان پر پہونچ گئے تو اسبات کے اقرار سے ہمیں چارہ نہیں کہ وہ جسم جیسا کہ تمام حیوانی و انسانی اجسام کے لئے ضروری ہے آسمان پر بھی تاثیر زمانہ سے ضرور متاثر ہوگا اور بمرور زمانہ لابدی اور لازمی طور پر ایک دن ضرور اس کے لئے موت واجب ہوگی پس اس صورت میں اول تو حضرت مسیح کی نسبت یہ ماننا پڑتا ہے کہ اپنی عمر کا دورہ پورا کر کے آسمان ہی پر فوت ہو گئے ہوں اور کواکب کی آبادی جو آجکل تسلیم کیجاتی ہے اُسکے کسی قبرستان میں دفن

بقیہ حاشیہ

کتابوں میں ایسے کشف لکھے ہیں کہ انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کے اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہونچی ہوئی تھی اسلئے وہ اپنی معراجی سیر میں عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے پہونچ گئے سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے میں اسکا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اسکو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے اس جگہ زیادہ لکھنے کی گنجایش نہیں انشاء اللہ کسی اور محل میں مفصل طور پر بیان کیا جائیگا۔ منہ

کے گئے ہوں اور اگر بہ فرض کیطورپر ابتک زندہ رہنا انکا تسلیم کرلیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی
مدت کے گذرنے پر ہبیر فرتوت ہو گئے ہونگے اور اسکام کے ہرگز لایق نہیں ہونگے کہ کوئی
خدمت دینی ادا کرسکیں پہر ایسی حالتمیں انکا دنیا میں تشریف لانا بجز ناحق کی تکلیف
کے اور کچھہ فائدہ بخش معلوم نہیں ہوتا۔

وہ علامات جو مسیح نے استعارہ کیطورپر اپنے آنیکے بیان کیے ہیں اور نیز سورۃ الزلزال کی تفسیر

مسیح نے اپنے دوبارہ آنیکا نشان یہ بتلایا ہے کہ اُن دنوں میں تُرت سورج اندہیرا ہو جائیگا
اور چاند اپنی روشنی نہیں دیگا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائینگی
تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کیساتھ آسمان کے
بادلوں پر آتے دیکھینگے اور وہ نرسنگے کے بڑے شور کیساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجیگا اور وے
اُسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمانکی اس حد سے اُس حد تک جمع کرینگے جب تم یہ سب
کچھہ دیکھو تو جانو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازے پر ہے میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک
یہ سب کچھہ ہو نہ لے اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائیں گے آسمان و زمین ٹل جائینگی پر میری
باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی لیکن اُس دن اور اُس گہڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں
تک کوئی نہیں جانتا جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کا آنا ہی ہوگا کیونکہ
جسطرح ان دنوں میں طوفان کے پہلے کہاتے پیتے بیاہ کرتے بیاہے جاتے تہے اس دن تک کہ
نوح کشتی پر چڑہا اور نہ جانتے تہے جب تک کہ طوفان آیا اور اُن سب کو لے گیا اسی طرح
ابن آدم کا آنا ہی ہوگا یعنے جسطرح کہ نوح کی کشتی بنانے سے پہلے لوگ امن اور آرام سے
بستے تہے کوئی ارضی یا سماوی حادثہ اُنپر وارد نہ ہتا اسیطرح ابن آدم یعنے مسیح بہی لوگوں
کے آرام اور خوشحالی کیوقت میں آئیگا اُسکے آنے سے پہلے کسی قسم کا حادثہ لوگوں پر

نازل نہیں ہوگا بلکہ معمولی طور پر امن اور راحت سے دنیا اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوگی دیکھو متی باب ۲۴۔ حضرت مسیح کے اِس بیان میں بلحاظ ہر صورت جسقدر تناقض ہے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کیونکہ اُنہوں نے اپنے اُترنے سے پہلے اِس امر کو ضروری ٹھیرایا ہے کہ سورج اندھیرا ہو جائے اور چاند روشنی نہ دیوے اور ستارے آسمان کے زمین پر گر جائیں سو اِن علامات کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے تو یہ معنے بدیہی البطلان ہیں کیونکہ جسوقت سورج اندھیرا ہوگیا اور چاند کی روشنی جاتی رہی تو پھر دنیا کیونکر نوح کے زمانہ کیطرح امن سے آباد رہ سکتی ہے بھلا یہ بھی جانے دو شاید دنیا سخت مصیبت سے ساتھ گذارہ کر سکے لیکن زمین پر ستاروں کے گرنے سے کیا زمین کے باشندوں میں سے کوئی باقی رہ سکتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر آسمان کا ایک ہی ستارہ زمین پر گرے تو تمام دنیا کے ہلاک کرنیکے لئے کافی ہے کیونکہ کوئی ستارہ عرض طول میں زمین کے معمورہ سے کم نہیں ہے ایک ستارہ گر کر زمین کی تمام آبادی کو دبا سکتا ہے چہ جائیکہ تمام ستارے زمین پر گریں اور اُنکے گرنے سے باشندوں کو بھی آسیب نہ پہونچے بلکہ حضرت نوح کے زمانہ کیطرح مسیح کے اُترنے سے پہلے امن و جمعیت سے آباد ہوں اور مسیح کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں۔

سو اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ یہ سب استعارات ہیں حقیقت پر ہرگز محمول نہیں حضرت مسیح کا مطلب صرف اتنا ہے کہ وہ دین کے لئے ایک تاریکی کا زمانہ ہوگا اور ایسی ضلالت کی تاریکی ہوگی کہ اُسوقت نہ آفتاب کی روشنی سے جو رسول مقبول اور اُسکی شریعت و اُسکی کتاب ہے لوگ آنکھیں کھولیں گے کیونکہ اُنکے نفسانی حجابوں کی وجہ سے آفتاب شریعت اُنکے لئے اندھیرا ہو جائیگا اور ماہتاب بھی اُنہیں روشنی نہیں دیگا یعنے اولیاء کے وجود سے بھی اُنہیں کچھ فایدہ نہ ہوگا کیونکہ بیدینی کے بڑھ جانے سے مردان خدا کی محبت بھی اُنکے دلوں میں نہیں رہیگی اور آسمان کے ستارے گر گئے یعنے حقانی علماء فوت ہو جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی یعنے آسمان اوپر کیطرف کسی کو کھینچ نہیں سکیگا۔ دن بدن لوگ زمین کی طرف کھینچے چلے جائیں گے یعنے

لوگوں پر نفس امارہ کے جذبات غالب ہوگئے اُسوقت نہ لڑائیاں ہونگی اور نہ عامہ خلائق کے امن
اور عافیت میں خلل ہوگا بلکہ نوح کے زمانہ کیطرح ایک امن بخش گورنمنٹ کے تحت میں* وہ لوگ
زندگی بسر کرتے ہونگے جنمیں مسیح موعود نازل ہوگا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت نوح کا زمانہ باعتبار
اپنی معاشرت کے اصولوں کے نہایت امن کا زمانہ تہا لوگ اپنی لمبی لمبی عمروں کو نہایت
آسایش اور امن اور خیر و عافیت سے بسر کر رہے تہے اسی وجہ لوگ سخت درجہ کے غافل ہوگئے
تہے۔ معلوم نہیں کہ اُسوقت کوئی شخصی سلطنت تہی یا جمہوری اتفاق سے اِس درجہ پر عامہ
خلایق کے لیئے ہر طرح سے آسودگی پیدا ہوگئی تہی بہر حال اُس زمانہ کے لوگ آرام پانے میں
اور امن اور عافیت میں زندگی بسر کرنے میں اس زمانہ کے اُن لوگوں سے بہت مشابہ
ہیں جو گورنمنٹ برطانیہ کے سایۂ عاطفت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں گورنمنٹ کیطرف سے جسقدر
اسباب آرام اور امن اور خوشحالی کے رعیت کے لیئے مہیا کیئے گئے ہیں اُنکا شمار کرنا مشکل ہے گویا اِنکی
اِس زندگی کو ایک نمونہ بہشت کا بنا دیا گیا ہے لیکن غایت درجہ کے آرام پانے سے اور نہایت درجہ کے
امن کی وجہ سے یہ آفت دلوں میں پیدا ہوگئی ہے کہ دنیا کی زندگی نہایت شیریں متصور ہوکر
دن بدن اُسکی محبت دلوں میں بڑھتی جاتی ہے جسطرف نظر ڈال کر دیکھو یہی خواہش جوش مار رہی ہے
کہ دنیا کی یہ مراد حاصل ہوجائے وہ مراد حاصل ہوجائے اور بباعث امن پہیل جانیکے دنیا کی ہر یک

---

* حاشیہ۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کیطرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جسنے زمین پر
ایسا امن قایم کیا ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت
حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھکر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے اگر یہ امن اور آزادی
اور بے تعصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی تو وہ لوگ ہرگز تلوار سے
ہلاک نہ کیئے جاتے اگر یہ امن اور آزادی اور بے تعصبی اُس وقت کے قیصر اور کسریٰ کی گورنمنٹوں
میں ہوتی تو وہ بادشاہتیں ابتک قایم رہتیں۔ منہ

ہوتا ہے کیونکہ صرف ایک کافر کا قتل کرنا کوئی ایسا بڑا کام نہیں جسکے لئے ایک نبی کی ضرورت ہو جسکو مقدر کہا گیا جو
اگر مسیح قتل ہی کرتا تب بھی بجائے خود کچھ تکمیل کرنا بڑا ضروری ہو جاتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مسیح کا آنا اس لئے خدا تعالیٰ
کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ تا تمام قوموں پر دین اسلام کی سچائی کی حجت پوری کرے تا دنیا کی
ساری قوموں پر خدا تعالیٰ کا الزام وارد ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہا گیا ہے
کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنے دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ کی رو سے ہلاک ہو جائینگے
دوسرا کام مسیح کا یہ ہے کہ اسلام کو غلطیوں اور الحاقات بیجا سے منزہ کر کے وہ تعلیم
جو روح اور راستی سے بھری ہوئی ہے خلق اللہ کے سامنے رکھے۔

تیسرا کام مسیح کا یہ ہے کہ ایمانی نور کو دنیا کی تمام قوموں کے مستعدوں کو بخشے اور منافقوں کو
مخلصوں سے الگ کر دیوے سو یہ تینوں کام خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے مقرر کر رکھے ہیں اور
حقیقت میں ابتداء سے یہی مقرر ہے کہ [illegible]
خدمت خدا تعالیٰ اس سے لیگا اور یہ تینوں موعود ہیں جو خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے
جو اس عاجز کے ذریعہ سے ظہور میں آئیں سو خدا اپنے ارادہ کو پورا کریگا اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ احادیث صاف اور صریح لفظوں میں بتلا رہی ہیں کہ مسیح ابن مریم آسمان
سے اتریگا اور دمشق کے منارہ شرقی کے پاس اسکا اترنا ہوگا اور دو فرشتوں کے کندھوں
پر اسکے ہاتھ ہونگے تو اس مصرح اور واضح بیان سے کیونکر انکار کیا جائے اسکا جواب یہ ہے کہ
آسمان سے اترنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سچ مچ خاکی وجود آسمان سے اترے بلکہ صحیح
حدیثوں میں تو آسمان کا لفظ بھی نہیں ہے اور یوں تو نزول کا لفظ عام ہے جو شخص ایک
جگہ سے چلکر دوسری جگہ ٹھیرتا ہے اسکو بھی یہی کہتے ہیں کہ اسجگہ اترا ہے جیسے کہا جاتا ہے
کہ فلاں جگہ لشکر اترا ہے یا ڈیرہ اترا ہے کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ لشکر یا وہ ڈیرہ آسمان سے
اترا ہے ماسوا اسکے خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان سے ہی اترے ہیں بلکہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ لوہا بھی

ہم نے آسمان سے اتارا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ آسمان سے اترنا اُس صورت اور رنگ کا نہیں ہے جس صورت پر لوگ خیال کر رہے ہیں اور باوجود عام طور پر استعارات کے پائے جانے کے جیسے حدیثیں پڑھتے ہیں اور مکاشفات اور رؤیا صالحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بھری پڑی ہیں پھر دمشق کے لفظ سے دمشق ہی مراد رکھنا دعویٰ بلا دلیل والتزام مالا یلزم ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنے کے لایق ہے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں بعض امور کا اخفا اور بعض کا اظہار ہوتا ہے اور ایسا ہونا شاذ و نادر ہے کہ من کل الوجوہ اظہار ہی ہو کیونکہ پیشگوئیوں میں حضرت باری تعالیٰ کے ارادہ میں ایک قسم کی خلق اللہ کی آزمایش بھی منظور ہوتی ہے اور اکثر پیشگوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا۔ اسی وجہ سے بعض

٭ حاشیہ۔ استعارات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات اور خوابوں میں پائے جاتے ہیں وہ حدیثوں کے پڑھنے والوں پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ کبھی کشفی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں میں دو سونے کے کڑے پہنے ہوئے دکھائی دیئے اور اُن سے دو کذاب مراد لئے گئے جنہوں نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیا اور کشف میں گائیاں ذبح ہوتی نظر آئیں اور اُن سے مراد وہ صحابہ تھے جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ ایک بہشتی خوشہ انگور ابوجہل کے لئے آپ کو دیا گیا ہے تو آخر اس کی مراد عکرمہ نکلا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفی طور پر نظر آیا کہ گویا آپ نے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے کہ آپ کے خیال میں یمن تھا مگر درحقیقت اُس زمین سے مراد مدینہ منورہ تھا ایسا ہی بہت سی نظیریں دوسرے انبیاء کے مکاشفات میں پائی جاتی ہیں کہ بظاہر صورت کچھ ظاہر کیا گیا اور دراصل اُس سے مراد کچھ اور تھا سو انبیاء کے کلمات میں استعارہ اور مجاز کا دخل ہونا کوئی شاذ و نادر امر نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے کہ جو تصنع اور بناوٹ سے گھڑی گئی ہے بلکہ عادت انبیاء کی شائع متعارف ہے کہ وہ روح القدس سے پُر ہو کر مثالوں اور استعاروں میں بولا کرتے ہیں اور وحی الٰہی کو بھی یہی طرز پسند آئی ہوئی ہے کہ روحانی عالم میں جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اکثر انہیں استعارات مجازات سے پر ہوتے ہیں عام طور پر جو ہر ایک ذہن بشر کو کوئی نہ کوئی

ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑ کر پیشگوئی کے ظہور کے وقت دہوکا کھا جاتے ہیں اور زیادہ تر انکار کرنے والے اور حقیقت مقصود سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف پیشگوئی کا ظاہری طور پر جیسے کہ سمجھا گیا ہو پورا ہو جائے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا مثلاً مسیح کی نسبت بعض بائیبل کی پیشگوئیوں میں یہ درج تھا کہ وہ بادشاہ ہوگا لیکن چونکہ مسیح غریبوں اور مسکینوں کی صورت پر ظاہر ہوا اس لئے یہودیوں نے اُسکو قبول

سچی خواب آپ ہی ہے جو نبوت کا چہیالیسواں حصہ بیان کی گئی ہے اُس کے اجزا پر بھی اگر نظر ڈالکر دیکھو تو شاذو نادر کوئی ایسی خواب ہوگی جو استعارات اور مجازات سے بکلی خالی ہو

اب یہ بھی جاننا چاہیئے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنے صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید شرقی کے پاس اُتریں گے یہ لفظ ابتدا سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق کو مسیح سے کیا خصوصیت ہاں اگر یہ لکھا ہوتا کہ مسیح مکہ معظمہ میں اُتریگا یا مدینہ منورہ میں نازل ہوگا ان ناموں کا ظاہر پر حمل کرنا موزون بھی ہوتا۔ کیونکہ مکہ معظمہ خانہ خدا کی جگہ اور مدینہ منورہ رسول اللہ کا پایہ تخت ہے مگر دمشق میں تو کوئی ایسی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ چھوڑ کر نزول کے لئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنے مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کیطرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنے کیا ہیں کہ اسی اثنا میں میرے ایک دوست اور محب واثق مولوی حکیم نورالدین صاحب اس جگہ قادیاں میں تشریف لائے اور انہوں نے اس بات کے لئے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز اور ایسے چند مجمل الفاظ ہیں اُنکے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کیجائے لیکن چونکہ ان دنوں میں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدوجہد تھا اس لئے میں اُن تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا صرف تھوڑی سی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنے دمشق کے لفظ کی حقیقت

نہ کیا اور اس رد اور انکار کی وجہ صرف الفاظ پرستی تھی کہ انہوں نے بادشاہت کے لفظ کو فقط ظاہر پر حمل کر لیا ایسا ہی حضرت موسیٰ کی توریت میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیشگوئی درج تھی کہ وہ بنی اسرائیل میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے پیدا ہوگا اس لئے یہودی لوگ اس پیشگوئی کا منشا یہی سمجھتے رہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوگا حالانکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسمٰعیل مراد ہیں خدا تعالےٰ نے قدر رکھا کہ بجائے بنی اسرائیل کے بھائیوں کے

بقیہ حاشیہ

میرے پر کھولی گئی اور نیز ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنے حراث آنے والا جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا ہے یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کے رو سے ایک ہی ہیں یعنے ان دونوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے جو یہ عاجز ہے۔ سو اول میں دمشق کے لفظ کی تعبیر جو الہام کے ذریعہ سے مجھ پر کھولی گئی بیان کرتا ہوں پھر بعد اس کے ابوداؤد والی پیش گوئی جس طور سے مجھے سمجھائی گئی ہے بیان کرونگا۔ پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جنکے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اپنے نفس امّارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی انکی نظر میں سہل اور آسان امر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا تعالیٰ کا موجود ہونا انکی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو انہیں سمجھ نہیں آتا اور چونکہ طبیب کو بیماروں ہی کی طرف آنا چاہیئے اس لئے ضرور تھا کہ مسیح ایسے لوگوں میں ہی نازل ہو۔ غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی

بنی اسماعیل ہی لکھ دیتا تا کروڑہا آدمی ہلاکت سے بچ جاتے مگر اُس نے ایسا نہیں کیا
کیونکہ اُس کو ایک عقدہ درمیان میں رکھ کر صادقوں اور کاذبوں کا امتحان منظور تھا
اسی بنا پر اور اسی مدعا کی غرض سے تمثیل کے پیرایہ میں یا استعارہ کے طور پر بہت
باتیں ہوتی ہیں جن پر نظر ڈالنے والے دو گروہ ہو جاتے ہیں ایک وہ گروہ کہ جو
فقط ظاہر پرست اور ظاہر بین ہوتا ہے اور استعارات سے بکلی منکر ہو کر اُن پیشگوئیوں
کے ظہور کو ظاہری صورت میں دیکھنا چاہتا ہے یہ وہ گروہ ہے کہ جو وقت پر حقیقت

بقیہ حاشیہ

مشہور خاصیت پائی جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ نے مسیح کے اُترنے کی جگہ جو دمشق کو
بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصل مسیح نہیں ہے جس پر
انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی
رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید
ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے
وہ دمشق ہی ہے اور یزیدیوں کو اُن یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح
کے وقت میں تھے ایسا ہی حضرت امام حسین کو بھی اپنی مظلومانہ زندگی کے رو سے
حضرت مسیح سے غایت درجہ کی مماثلت ہے پس مسیح کا دمشق میں اُترنا صاف دلالت
کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کی مماثلت
رکھتا ہی یزیدیوں کی تنبیہ اور ملزم کرنے کیلئے جو مثیل یہود ہیں اُترےگا اور ظاہر ہے کہ یزیدی الطبع
لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ در اصل یہودی ہیں اس لئے دمشق کا
لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اُترنے والا ہے وہ بھی در اصل مسیح نہیں ہے
بلکہ جیسا کہ یزیدی لوگ مثیل یہود ہیں ایسا ہی مسیح جو اُترنے والا ہی وہ بھی مثیل مسیح ہے
اور حسینی الفطرت ہے یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف
طور پر کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے

حق کے ماننے سے اکثر بے نصیب اور محروم رہ جاتا ہے بلکہ سخت درجہ کی عداوت اور بغض اور کینہ تک نوبت پہونچی ہے جسقدر دنیا میں ایسے نبی یا ایسے رسول آئے جنکی نسبت پہلی کتابوں میں پیش گوئیاں موجود تھیں اُنکے سخت منکر اور اشد دشمن وہی لوگ ہوئے ہیں کہ جو پیشگوئیوں کے الفاظ کو اُنکی ظاہری صورت پر دیکھنا چاہتے تھے مثلاً ایلیا نبی کا آسمان سے اُترنا اور خلق اللہ کی ہدایت کے لئے دُنیا میں آنا بائبل میں اس طرح پر لکھا ہے کہ ایلیا نبی جو آسمان پر اُٹھایا گیا پھر دوبارہ وہی نبی دنیا میں

بقیہ حاشیہ

چونکہ امام حسین کا مظلومانہ واقعہ خدائے تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگا اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ آنے والے زمانہ کو بھی اُسکی عظمت سے اور مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے اسوجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیا کے محاصرہ میں آکر قتل کئے گئے سو خدا تعالیٰ نے اُس دمشق کو جس سے ایسے پُر ظلم احکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے سنگ دل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہوگئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈکوارٹر ہوگا - کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں اور خدا تعالیٰ لعنت کی جگہوں کو برکت کے مکانات بناتا رہا ہے اس استعارہ کو خدا تعالیٰ نے اسلئے اختیار کیا کہ تا پڑھنے والے دو فائدے اس سے حاصل کریں ایک یہ کہ امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جسکی دمشق کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے اس کی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے دوسرے یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جیسے دمشق میں رہنے والے دراصل یہودی نہیں تھے - مگر یہودیوں کے کام انہوں نے کئے ایسا ہی جو مسیح اُترنے والا ہے دراصل مسیح نہیں ہے مگر مسیح کی روحانی حالت کا مثیل ہے اور اسجگہ بغیر اُس شخص کے کہ جسکے دل میں واقعہ حسین کی وہ عظمت نہ ہو

آئندگان ظاہر الفاظ پر یہودیوں نے سخت پنجہ مارا ہوا ہے اور باوجودیکہ حضرت مسیح جیسے ایک بزرگوار نبی نے صاف صاف گواہی دی کہ وہ ایلیا جسکا آسمان سے اُترنا انتظار کیا جاتا ہے یہی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے کہ جو آپکا مرشد ہے لیکن یہودیوں نے قبول نہ کیا بلکہ انہیں باتوں سے حضرت مسیح پر سخت ناراض ہو گئے اور حضرت مسیح کی نسبت یہ خیال کرنے لگے کہ وہ توریت کی عبارتوں کو اور اور معنے کر کے بگاڑنا چاہتا ہے کیونکہ اُنہیں اپنے جسمانی خیال کی وجہ سے پختہ طور پر امید

بقیہ حاشیہ

جو ہونی چاہیئے ہر یک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح صدر قبول کر لیگا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے گویا حق الیقین تک پہونچ جائیگا اور حضرت مسیح کو جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی استعارہ در استعارہ ہے جسکو ہم آگے چلکر بیان کرینگے اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیاں بوجہ اسکے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اسمیں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنےٰ مماثلت کیوجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث سے ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً ایک بہادر انسان کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیر ہے اور شیر نام رکھتے ہیں تو فرد یہ نہیں سمجھا جاتا کہ شیر کیطرح اسکے پنجے ہوں اور ایسی ہی بدن پر پشم ہو اور ایک دُم بھی ہو بلکہ صرف صفت شجاعت کے لحاظ سے ایسا اطلاق ہو جاتا ہے اور عام طور پر جمیع انواع استعارات میں یہی قاعدہ ہے سو خدا تعالےٰ نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیاں کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیاں کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منه اليزيديون یعنے اسمیں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں اب اگرچہ میرا یہ دعوےٰ تو نہیں اور نہ ایسے کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں

ملی ہوئی تھی چنانچہ ابھی تک وہی خیال خام دل میں ہے کہ سچ مچ ایلیا یہودیوں کی جماعت کے سامنے آسمان سے اُتریگا اور فرشتے اُسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھوں کا سہارا دیکر بیت المقدس کی کسی اونچی عمارت پر آکر اُتار دینگے پھر کسی زینہ کے ذریعہ سے حضرت ایلیا نیچے اُتر آئینگے اور یہودیوں کے تمام مخالفوں کو روئے زمین سے نابود کر ڈالینگے اور چونکہ انکی کتابوں میں جو کتب الہامیہ ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ضرور ہی کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا آسمان سے اُترے اسی دقت کیوجہ سے یعنی اس سبب سے کہ ایلیا انکے گمان میں اب تک

بقیہ حاشیہ

خلاصہ دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اُس نے قادیاں کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں یعنے اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان و بالحق انزلناہ و بالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولا یعنی ہمنے اُسکو قادیاں کے قریب اُتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اُتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اُترا اور ایکدن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا۔ اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیاں میں خدا تعالیٰ کیطرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی کے پہلے سے لکھا گیا تھا اب چونکہ قادیاں کو اپنی ایک خاصیت کے رو سے دمشق سے مشابہت دیگئی تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیاں کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کیطور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی بیان کیگئی ہوگی کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیاں کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا اور یہ الہام جو براہین احمدیہ میں بھی چھپ چکا ہے بصراحت و باواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیاں کا نام قرآن شریف میں یا احادیث نبویہ میں بطور پیشگوئی ضرور موجود ہے اور چونکہ موجود نہیں تو بجز اسکے اور کسطرف خیال جاسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قادیاں کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور لکھا ہوگا اور اب جو ایک نئے الہام سے یہ بپایۂ ثبوت پہنچ گئی کہ قادیاں کو خدا تعالیٰ کے نزدیک دمشق سے مشابہت ہے تو اس پہلے الہام کے معنے بھی اس سے کھل گئے

آسمان سے نہیں اترا مسیح ابن مریم پر وہ ایمان نہیں لائے اور صاف کہدیا کہ ہم نہیں جانتے کہ تو کون ہے کیونکہ وہ مسیح جسکی ہمیں انتظار ہے ضرور ہے کہ اُس سے پہلے ایلیا آسمان سے اُتر کر اُسکی راہوں کو درست کرے اِسکے جواب میں ہر چند حضرت مسیح نے بہت زور دیکر اُنہیں کہا کہ وہ ایلیا جو آنیوالا تھا یہی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے جسکو تمنے شناخت نہیں کیا لیکن یہودیوں نے مسیح کے اِس قول کو ہرگز قبول نہیں کیا بلکہ خیال کیا کہ یہ شخص توریت کی پیشگوئیوں میں الحاد اور تحریف کر رہا ہے اور اپنے مرشد کو ایک عظمت دینے کے لئے ظاہری معنے کو کھینچ تان کر کچھ کا

بقیہ حاشیہ

گویا یہ فقرہ جو اللہ جلشانہ نے الہام کیطور پر اِس عاجز کے دل پر القا کیا ہے کہ انا انزلناہ قریباً من القادیان اسکی تفسیر یہ ہے کہ انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے منارہ کے پاس ہیں یہ فقرہ الہام الٰہی کا کہ وکان وعد اللہ مفعولا اس تاویل پر پوری پوری تطبیق کہا کہ یہ پیشگوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔ اِس عبارت تک ملا پہونچا تھا کہ یہ الہام ہوا۔ قل لو کان الامر من عند غیر اللہ لوجدتم فیہ اختلافاً کثیراً۔ قل لو اتبع اللہ اھواءکم لفسدت السموات والارض ومن فیھن ولبطلت حکمتہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ پھر اسکے بعد الہام کیا گیا کہ اِن علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا میری عبادتگاہ میں انکے چولہے ہیں میری پرستش کیجگہ میں انکے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کیطرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ (ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی پیالیاں ہیں جنکو ہندوستانی میں سکوریاں کہتے ہیں۔ عبادتگاہ سے مراد اس الہام میں زمانۂ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں جو دُنیا سے بھر گئے ہیں)۔ اِس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جسمیں قادیان میں نازل ہونیکا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر مینے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم میرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے اُنہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ

کچھہ بنا رہا ہے۔ سو ظاہر پرستی کی شامت نے یہودیوں کو حقیقت فہمی سے محروم رکھا اور
ہمیشہ الفاظ پر زور مارنے اور استعارہ کو حقیقت سمجھنے کی وجہ سے ابدی لعنتوں کا ذخیرہ انہیں
ملا حالانکہ وہ بیچارے خود اپنے تئیں معذور سمجھتے تھے کیونکہ انکی بائبل کے ظاہری الفاظ پر نظر تھی۔
افسوس کہ ہمارے مسلمان بھائی بھی اسی گرداب میں پڑے ہوئے ہیں اور حضرت مسیح کی نسبت
یہودیوں کی طرح انکے دلوں میں بھی یہی خیال بندھا ہوا ہے کہ ہم انہیں سچ مچ آسمان سے اترتے
دیکھینگے اور یہ عجوبہ ہم بچشم خود دیکھیں گے کہ حضرت مسیح زرد رنگ کی پوشاک پہنی ہوئی

بقیہ حاشیہ

انا انزلناہ قریباً من القادیان تو مینے سنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف
میں لکھا ہوا ہے تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب مینے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ
فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی
موجود ہے تب مینے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور مینے
کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا
جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا اور اس کشف میں جو مینے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات
پاچکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا اور اس الہامی فقرہ کو انکی زبان سے قرآن شریف میں پڑھتے سنا تو اس
میں یہ بھید مخفی ہے جسکو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولدیا کہ انکے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھہ تعلق ہے
یعنی انکے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا
کام ہے اس سے کچھہ تعجب نہیں کرنا چاہئیے اس کے عجائبات قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں
کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک
میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اسکے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہجاتے ہیں اور
اور ایک ذلیل حقیر امی جاہل نالایق منتخب ہوکر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے ہمیشہ سے
اسکی کچھہ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء۔

آسمان سے اترتے چلے آتے ہیں اور دائیں بائیں فرشتے انکے ساتھ ہیں اور تمام بازاری لوگ اور دیہات کے آدمی ایک بڑے میلے کیطرح اکٹھے ہوکر دور سے انکو دیکھ رہے ہیں اور بڑے بڑے چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ وہ آئے وہ آئے یہانتک کہ دمشق کے شرقی منارہ پر اترآئے اور بذریعہ زینہ کے نیچے اُتارے گئے اور ایک دوسرے سے سلام علیک اور مزاج پرسی ہوئی۔ تعجب کہ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ دنیا میں کہ ایک دارالابتلا جگہ ہے ایسے معجزات ظہور پذیر ہرگز نہیں ہوتے ورنہ دعوت اسلام ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہوجائے۔ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ کفار مکہ نے اسی قسم کا معجزہ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل سے بھی مانگا تھا جنکو صاف یہ جواب دیا گیا کہ ایسا ہونا سنت اللہ سے باہر ہے افسوس کہ ہماری قوم کے لوگ استعارات کو حقیقت پر حمل کرکے سخت پیچوں میں پھنس گئے ہیں اور ایسی سخت مشکلات کا سامنا انہیں پیش آگیا ہے کہ اب اُنسے باسانی نکلنا ان

۱۳

اَب میں وہ حدیث جو ابوداود نے اپنی صحیح میں لکھی ہے ناظرین کے سامنے پیش کرکے اسکے مصداق کیطرف انکو توجہ دلاتا ہوں سو واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابوداود کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے یعنی سمرقند کیطرف سے نکلیگا جو آل رسول کو تقویت دیگا جسکی امداد اور نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔ مسیح کے نام پر جو پیشگوئی ہے اسکی [illegible] حقیقت دو ہی ہیں ایک یہ کہ جب وہ مسیح آئیگا تو مسلمانوں کی اندرونی حالت کو جو اسوقت خراب [illegible] جب بگڑی ہوئی ہوگی اپنی صحیح تعلیم سے درست کردیگا۔ دوسرے انکے روحانی افلاس اور [illegible] ناداری کو بکلی دور فرما کر جواہرات علوم و حقایق و معارف انکے سامنے رکھدیگا یہانتک کہ وہ لوگ اس دولت کو لیتے لیتے تھک جائیں گے اور ایسا نہیں کوئی طالب حق روحانی طور پر مفلس اور نادار نہیں رہیگا بلکہ جسقدر سچائی کے بھوکے اور پیاسے ہیں انکو کثرت سے خدا صداقت کی [illegible] شیریں

لوگوں کے لئے سخت دشوار ہے اور جو نکلنے کی راہیں ہیں وہ انہیں قبول نہیں کرتے مثلاً صحیح
مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اُتریںگے تو اُنکا لباس زرد
رنگ کا ہوگا۔ اِس لفظ کو ظاہری لباس پر حمل کرنا ایک لغو خیال ہے زرد رنگ پہننے کی کوئی وجہ
معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر اس لفظ کو ایک کشفی استعارہ قرار دیکر معتبرین کے مذاق اور تجارب کے
موافق اسکی تعبیر کرنا چاہیں تو یہ معقول تعبیر ہوگی کہ حضرت مسیح اپنے ظہور کے وقت یعنی اسوقت میں
کہ جب وہ مسیح ہونیکا دعویٰ کرینگے کسیقدر بیمار ہونگے اور حالت صحت اچھی نہیں رکھتے ہونگے کیونکہ
کتب تعبیر کے رو سے زرد رنگ پوشاک پہننے کی یہی تاویل ہے اور ظاہر ہے کہ یہی تاویل عالم
کشف اور رویا کی نہایت مناسب حال اور سراسر معقول اور قریب قیاس ہے کیونکہ تعبیر کی
کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے عالم رویا یا عالم کشف میں زرد رنگ کی پوشاک
دیکھی جائے تو اسکی یہ تعبیر کرنی چاہیئے کہ وہ شخص بیمار ہے یا بیمار ہونیوالا ہے کاش اگر اس محققانہ
مذاق کے موافق ہمارے مفسر اور محدث اس فقرہ کی یہی تاویل کرتے یعنی یہ کہتے کہ جب مسیح ظہور فرماکر
اپنا مسیح موعود ہونا خلق اللہ پر ظاہر کریگا تو اسوقت اسکی صحت کی حالت اچھی نہیں ہوگی بلکہ
ضرور کسی قسم کی علالت جسمانی اور ضعف باقی اُسکے شامل حال ہوگا جو اُسکے ظہور کے لئے

بقیہ حاشیہ

معرفت کا پلایا جائیگا اور علوم حقہ کے موتیوں سے انکی جھولیاں پُر کر دیجائینگی اور جو مغز اور لب لباب
قرآن شریف کا ہے اُس علم کے بھرے ہوئے تھیلے اُنکو دئے جائینگے۔

دوسری علامت خاصہ یہ ہے کہ جب وہ مسیح موعود آئیگا تو صلیب کو توڑیگا اور خنزیروں کو قتل کریگا اور
دجّال یک چشم کو قتل کر دیگا اور جس کافر تک اسکے دم کی ہوا پہونچیگی وہ فی الفور مر جائیگا سو اس علامت کی اصل
حقیقت جو روحانی طور پر مراد رکھی گئی ہے یہ ہے کہ مسیح دنیا میں آکر صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے
نیچے کچل ڈالیگا اور ان لوگوں کو جنمیں خنزیروں کی بے حیائی اور کتوں کی بے شرمی اور نجاست خواری ہے اُنپر دلائل
قاطعہ کا ہتھیار چلا کر اُن سب کا کام تمام کریگا اور وہ لوگ جو صرف دنیا کی آنکھ رکھتے ہیں مگر دین کی آنکھ بکلی ندارد
بلکہ ایک بدنما ٹینٹ اسمیں نکلا ہوا ہے اُنکو بھی حجتوں کی سیف قاطع سے ملزم کر کے انکی منکرانہ ہستی کا

ایک خاص وردی کیطرح ایک علامت اور نشانی ہوگی تو ایسی تاویل کیا عمدہ اور لطیف اور سراسر راستی پر مبنی ہوتی لیکن افسوس کہ ہمارے علماء نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ تو اپنی نہایت سادگی اور خام خیالی کی وجہ سے بعینہ یہودیوں کی طرح انتظار کر رہے ہیں کہ سچ مچ مسیح جب آسمان سے اُتریگا تو ایک زرد رنگ کی پوشاک زعفران کے رنگ سے رنگین کی ہوئی اُسکے زیب تن ہوگی کاش اگر ایسے علما کو کبھی ایسی خواب ہی آئی ہوتی کہ انہوں نے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور پھر اُسکے بعد بیمار ہی ہو جاتے تو آج اُنکی نگاہ میں ہماری یہ باتیں قابل قدر ٹھہرتیں لیکن مشکل تو یہ ہے کہ روحانی کوچہ میں اُنکو دخل ہی نہیں یہودیوں کے علماء کیطرح ہر یک بات کو جسمانی قالب میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں لیکن ایک دوسرا گروہ بھی ہے جنکو خدا تعالیٰ نے یہ بصیرت اور فراست عطا کی ہے کہ وہ آسمانی باتوں کو آسمانی قانون قدرت کیموافق سمجھنا چاہتے ہیں اور استعارات اور مجازات کے قائل ہیں مگر افسوس کہ وہ لوگ بہت تھوڑے ہیں اور اکثر یہی جنس ہماری قوم میں بکثرت پھیلی ہوئی ہے کہ جو جسمانی خیالات پر گرے جاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کا عام قانون قدرت جو اُسکی وحی اور اُسکے مکاشفات سے متعلق ہے صریح صریح انکے زعم کے مخالف

بقیہ حاشیہ

خاتمہ کریگا ورنہ صرف ایسے یک چشم لوگ بلکہ ہر یک کا فر جو دین محمدی کو بنظر استحقار دیکھتا ہے مسیحی دلائل کی بلاغی زم ثت روحانی حربہ مارا جائیگا۔ غرض یہ سب عبارتیں استعارہ کیطور پر واقعہ ہیں جو اس عاجز پر بخوبی کھولی گئی ہیں اب چاہے کوئی اسکو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن آخر کچھ مدت اور انتظار کر کے اور اپنی بے بنیاد امیدوں سے یاس کلی کی حالتیں ہو کر ایکدن سب لوگ اسطرف رجوع کرینگے۔ اسوقت ان مسیحی علامات کو لکھتے لکھتے مجھے ایک رویا صالحہ اپنی یاد آگئی ہے وہ بامذاق لوگوں کے سرور وقت کرنیکے لئے اسکو میں اسجگہ لکھتا ہوں۔ ایک مرتبہ کسی غائبی سبب سے جیسے کہ حضرت مسیح جو مردان خدا میں سے تھے اور مکالمہ الہیہ کے شرف سے بھی مشرف تھے وہ بمرتبہ کمال اتباع سنت کرنے والے اور

شہادت دے رہا ہے صدہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور درحقیقت اس سے مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے ایک شخص کو انسان خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ آگئی اور پھر صبح اُس کا کوئی ہونگ آجاتا ہے انبیا کی کلام میں تمثیل کے ساتھ یا استعارہ کے طور پر بہت باتیں ہوتی ہیں دیکھو ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات امہات المومنین کو فرمایا تھا کہ تم میں سے پہلے اس کی وفات ہوگی جسکے ہاتھ لمبے ہوں گے اور اُن تمام اہلبیت کو اس حدیث کے سُننے سے یہی یقین ہوگیا تھا کہ درحقیقت لمبے ہاتھوں سے اُنکا لمبا ہونا ہی مراد ہے یہانتک کہ آنجناب کی ان پاکدامن بیویوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کئے لیکن جب سب سے پہلے زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تب اُنہیں سمجھ آیا کہ لمبے ہاتھوں سے ایثار اور سخاوت کی صفت مراد ہے جو زینب رضی اللہ عنہا پر سب کی نسبت زیادہ غالب تھی۔

تقوے اور طہارت [illegible] اور [illegible] کو ملحوظ اور مرعی رکھنے والے تھے اور اُن صادقوں اور راستبازوں میں سے تھے جن کو خدا [illegible] [illegible] کھینچا ہوا ہوتا ہے اور [illegible] [illegible] یاد الٰہی میں محو اور غریق اور اسی [illegible] [illegible] [illegible] غزنوی تھا ایک [illegible] اس بزرگ [illegible] میں انکی وفات کے بعد دیکھا [illegible] کی صورت پر بڑی عظمت اور شان کے ساتھ بڑے پہلوانوں کی مانند مسلح ہونے کی حالت میں کھڑے ہیں تب میں نے کچھ اپنے الہامات کا ذکر کرکے اُن سے پوچھا کہ مجھے ایک خواب آئی ہے [illegible] اسکی تعبیر فرمائیے میں نے خواب میں یہ

اور یہ خیال کہ تناسخ کے طور پر حضرت مسیح بن مریم دنیا میں آئیں گے سب سے زیادہ ردی اور شرم کی لایق ہے تناسخ کے ماننے والے تو ایسے شخص کا دنیا میں دوبارہ آنا تجویز کرتے ہیں جس کے تزکیہ نفس میں کچھ کسر رہ گئی ہو لیکن جو لوگ بکلی مراحل کمالات طے کرکے اِس دنیا سے سفر کرتے ہیں وہ برہم اُن کے ایک مدت دراز کے لیے مکتی خانہ میں داخل کیے جاتے ہیں۔ ماسوائے اِس کے ہمارے عقیدہ کے موافق خدا یتعالیٰ کا بہشتیوں کے لیے یہ وعدہ ہے کہ وہ کبھی اُس سے نکالے نہیں جائیں گے پھر تعجب کہ ہمارے علماء کیوں حضرت مسیح کو اُس فردوس بریں سے نکالنا چاہتے ہیں آپ ہی یہ قصے سناتے ہیں کہ حضرت ادریس جب فرشتہ ملک الموت سے اجازت لیکر بہشت میں داخل ہوئے تو ملک الموت نے چاہا کہ پھر باہر آدیں لیکن حضرت

بقیہ حاشیہ

دیکھا ہے کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کا قبضہ میرے پنجہ میں اور نوک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے جب میں اُسکو دائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزاروں مخالف اُس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزارہا دشمن اُس سے مارے جاتے ہیں۔ تب حضرت عبداللہ صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس میری خواب کو سُنکر بہت خوش ہوئے اور بشاشت اور انبساط اور انشراح صدر کے علامات و امارات اُن کے چہرہ میں نمودار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ خدا یتعالیٰ آپ سے بڑے بڑے کام لے گا اور یہ جو دیکھا کہ دائیں طرف تلوار چلا کر مخالفوں کو قتل کیا جاتا ہے اِس سے مراد وہ اتمام حجت کا کام ہے کہ جو روحانی طور پر انوار و برکات کے ذریعہ سے انجام پذیر ہوگا اور یہ جو دیکھا کہ بائیں طرف تلوار چلا کر ہزارہا دشمنوں کو

اور میں نے باہر آنے سے انکار کیا اور یہ آیت سُنادی وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ
اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت مسیح اس آیت سے فایدہ حاصل کرنے کے مستحق نہیں
ہیں کیا یہ آیت اُن کے حق میں منسوخ کا حکم رکھتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ اسلئے
اس تنزل کی حالت میں بھیجے جائیں گے کہ بعض لوگوں نے اُنہیں ناحق خدا بنایا
تھا تو یہ اُنکا قصور نہیں ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ماسوا اس کے یہ بات بھی نہایت
غور کے قابل ہے کہ یہ خیال کہ سچ مچ مسیح بن مریم ہی بہشت سے نکل کر دُنیا میں آجائیگا
تصریحات قرآنیہ سے بکلّی مخالف ہے - قرآن شریف تین جگہ حضرت مسیح کا فوت
ہوجانا کھلے کھلے طور پر بیان کرتا ہے اور حضرت مسیح کی طرف سے یہ عذر پیش کرتا
ہے کہ عیسائیوں نے جو اُنہیں اپنے زعم میں خدا بنا دیا تو اس سے مسیح پر کوئی الزام
نہیں کیونکہ وہ اس ضلالت کے زمانہ سے پہلے فوت ہوچکا تھا غرض تعلیم قرآن تو یہ ہے
کہ مسیح مدت سے فوت ہوچکا ہے اب اگر ہمارے علماء کو قرآن شریف کی نسبت

بقیہ حاشیہ

مارا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ سے عقلی
طور پر خدا تعالیٰ الزام و اسکات خصم کریگا اور دنیا پر دونوں طور
سے اپنی حجت پوری کر دیگا - پھر بعد اس کے اُنہوں نے فرمایا
کہ جب میں دُنیا میں تھا تو میں امیدوار تھا کہ خدا تعالیٰ ضرور
کوئی ایسا آدمی پیدا کریگا پھر حضرت عبداللہ صاحب مرحوم مجھکو ایک
وسیع مکان کیطرف لے گئے جسمیں ایک جماعت راستبازوں اور
کامل لوگوں کی بیٹھی ہوئی تھی لیکن سب کے سب مسلّح اور سپاہیانہ
صورت میں ایسی چستی کی طرز سے بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے تھے
کہ گویا کوئی جنگی خدمت بجالانے کے لئے کسی ایسے حکم کے منتظر بیٹھے
ہیں جو بہت جلد آنیوالا ہے پھر اسکے بعد آنکھ کھل گئی - یہ رویا صالحہ جو

حدیثوں کے ساتھ زیادہ پیار ہے تو اُنپر یہ فرض ہے کہ احادیث کے ایسے معنے کریں
جنسے قرآن شریف کے مضمون کی تکذیب لازم نہ آوے میرے خیال میں جہانتک میں
سوچتا ہوں یقینی طور پر یہ بات منقش ہے کہ ابتک ہمارے مولویوں نے حدیثونکو
قرآن کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے ایک ذرہ توجہ مبذول نہیں فرمائی جس طرف
کسی اتفاق سے خیال کا رجوع ہو گیا اُسی پر زور دیتے چلے گئے ہیں میں یقیناً جانتا
ہوں کہ ہمارے علماء کے لئے یہ امر کچھ سہل یا آسان بات نہیں کہ وہ قرآن شریف
اور اپنے خیالات میں جو ظواہر الفاظ حدیثوں سے اُنہوں نے پیدا کئے ہیں تطبیق
و توفیق کر کے دکھلا سکیں بلکہ جسوقت وہ اِس طرف متوجہ ہوں گے تو اُنکا نور قلب
یا یوں کہو کہ کانشنس خود اُنہیں ملزم کریگا کہ وہ اُن خیالات کو جو جسمانی طور پر اُن کے
دلوں میں منقش ہیں ہرگز ہرگز نصوص بینہ قرآنیہ سے مطابق نہیں کر سکتے اور نہ قرآن
شریف کی اُن آیات میں کوئی راہ تاویل کی کھول سکتے ہیں اور یہ بات خود ظاہر ہے
کہ جب کوئی حدیث اپنے کسی مفہوم کی رو سے قرآن شریف کی بینات سے مخالف
واقعہ ہو تو قرآن شریف پر ایمان لانا مقدم ہے کیونکہ حدیث کا مرتبہ قرآن شریف
کے مرتبہ سے ہرگز مساوی نہیں اور جو کچھ حدیثوں کے بارہ میں ایسے احتمال پیدا

بقیہ حاشیہ

در حقیقت ایک کشف کی قسم ہے استعارہ کے طور پر اُنہیں علامات پر دلالت کر رہے ہیں
جو مسیح کی نسبت ہم ابھی بیان کر آئے ہیں یعنے مسیح کا خنزیروں کو قتل [illegible] علی العموم
تمام کفار کو مارنا اِنہیں معنوں کی رو سے ہے کہ وہ حجت الٰہی اُنپر پوری کریگا اور بینہ کی
تلوار سے اُنکو قتل کر دیگا واللہ اعلم بالصواب اور دجال کے نام پر جو پیشگوئی
ہے اُس کے علامات خاصہ پانچ بیان کئے گئے ہیں پہلی یہ کہ وہ [illegible] کی ساتھ
نہ سنان کے ساتھ بلکہ اپنی قوت ایمانی کے ساتھ اور اپنے نور عرفان اور برکات
بیان کے ساتھ حق کے طالبوں اور سچائی کے بھوکوں پیاسوں کو تقویت دے گا

ہو سکتے ہیں جو حدیثوں کے وثوق کے درجہ کو کمزور کریں ان احتمالوں میں سے ایک بھی قرآن شریف کی نسبت عائد نہیں ہو سکتا پس کیوں نہ ہم ہر حال میں قرآن شریف کو ہی مقدم رکھیں جسکی صحت پر تمام قوم کو اتفاق اور جسکے محفوظ چلے آنیکے لئے اعلیٰ درجہ کے دلائل ہمارے پاس ہیں اور ہمارے علماء پر یہ بات لازم و واجب ہے کہ قبل اسکے کہ اس بارہ میں اس عاجز پر کوئی اعتراض کریں پہلے قرآن شریف اور احادیث کے مضامین میں پوری پوری تطبیق و توفیق کر کے دکھلا دیں اور معقول طور پر ہمیں سمجھا دیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کھلے کھلے طور پر حضرت مسیح کی وفات پا جانیکا قائل ہے تو پھر باوجود اُنکی وفات پا جانے اور بہشت میں داخل ہو جانیکے پھر کیونکر اُنکا وہ جسم جو بموجب نص قرآنی کے زمین میں دفن ہو چکا آسمان سے اُتر آئیگا اور اس جگہ صرف قرآن شریف ہی اُنکے مدعا کے منافی نہیں بلکہ

بقیہ حاشیہ

اور اپنی مخلصانہ شجاعت اور مومنانہ ثبات و قوت کیوجہ سے اُنکے قدم کو استوار کر دیگا اُسی کے موافق جو مومنین قریش نے مکہ معظمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو قبول کر کے اور پھر سارے زور اور سارے اخلاص اور کامل ایمانی کے آثار دکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بازوئے دعوت کو قوت دیدی تھی اور اسلام کے پیروں کو مکہ معظمہ میں جما دیا تھا۔ دوسری علامت یہ ہے کہ وہ حارث وراء النہر میں سے ہوگا جس سے مطلب یہ ہے کہ سمرقندی یا بخاری الاصل ہوگا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ وہ زمینداری کے معزز خاندان میں سے اور کھیتی کرنیوالا ہوگا۔ چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ جس وقت میں آل محمدؐ یعنے اتقیاء مسلمین جو سادات قوم و شرفاء ملت ہیں کسی حامی دین اور مبارز میدان کے محتاج ہونگے آل محمدؐ کے لفظ میں ایک افضل اور طیب جز کو ذکر کر کے کل افراد جو پاکیزگی اور طہارت میں اس جز سے مناسبت رکھتے ہیں اُسی کے اندر داخل کئے گئے ہیں جیسا کہ یہ عام طریقہ متکلمین ہے کہ بعض اوقات ایک چیز کو ذکر کر کے کل اُس سے مراد لیا جاتا ہے۔ پانچویں علامت اُس حارث کی یہ ہے کہ امیروں اور بادشاہوں اور جمعیت لوگوں کی

احادیث صحیحہ سے سخت منافی و مبائن پڑی ہیں مثلاً بخاری کی یہ حدیث کہ جو امامکم منکم ہے اگر تاویلات کے شکنجہ پر نہ چڑھائی جاوے اور جیسا کہ ظاہر الفاظ حدیث کے ہیں انہیں کے موافق معنے لئے جائیں تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر ظاہر یہی معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہی ہوگا یعنے ایک مسلمان ہوگا نہ یہ کہ سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی ہے جسکو ایک الگ امت دیگئی آسمان سے اتر آئیگا۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ امام محمد اسمٰعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری میں آنیوالے مسیح کی نسبت صرف اسقدر حدیث بیان کر کے چُپ کر گئے کہ امامکم منکم اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ در اصل حضرت اسمٰعیل بخاری صاحب کا یہی مذہب تھا کہ وہ ہرگز اس بات کے قایل نہ تھے کہ سچ مچ ابن مریم آسمان سے اتر آئیگا بلکہ انہوں نے اس فقرہ میں جو امامکم منکم ہے صاف اور

بقیہ حاشیہ

صورت پر ظاہر نہیں ہوگا بلکہ اس اعلیٰ درجے کے کام کے انجام دہی کے لئے نبی قوم کی امداد کا محتاج ہوگا۔

اب اول ہم داؤد کی حدیث کو اُسکے اصل الفاظ میں بیان کر کے پھر جسقدر مناسب ہے کافی ہو اپنی نسبت اُسکا ثبوت پیش کرینگے سو واضح ہو کہ حدیث یہ ہے عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج رجل من وراء النهر يقال له الحارث حراث على مقدمته رجل يقال له منصور يوطن او يمكن لآل محمد كما مكنت قريش لرسول الله صلعم وجب على كل مومن نصره او قال اجابته یعنے روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص پیچھے نہر کے سے نکلیگا یعنی بخارا یا سمرقند اُسکا اصل وطن ہوگا اور وہ حارث کے نام سے پکارا جاویگا یعنی باعتبار اپنے آبا و اجداد کے پیشہ کے افواہ عام میں یا اُس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک زمیندار کہلائیگا۔ پھر آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائیگا اسوجہ سے کہ وہ حراث ہوگا یعنے ممیز زمینداروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنیوالوں میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جاویگا پھر اس کے بعد فرمایا کہ اُسکے لشکر یعنی اسکی جماعت کا سردار و سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جسکو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائیگا کیونکہ خدا تعالیٰ اُس کے خادمانہ ارادوں کا جو اسکی دلی ہونگی

اور صریح طور پر اپنا مذہب ظاہر کر دیا ہے ایسا ہی حضرت بخاری صاحب نے اپنی صحیح میں
معراج کی حدیث میں جو ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا حال دوسرے
انبیاء سے آسمانوں پر لکھا ہے تو اس جگہ حضرت عیسیٰ کا کوئی خاص طور پر مجسم ہونا ہرگز بیان نہیں کیا
بلکہ جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ کی روح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر
کیا ہے ایسا ہی بغیر ایک ذرہ فرق کے حضرت عیسیٰ کی روح سے ملاقات ہونا بیان کیا ہے بلکہ حضرت
موسیٰ کی روح کا کھلے کھلے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنا مفصل طور پر لکھا ہے۔
پس اس حدیث کو پڑھکر کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ اگر حضرت مسیح جسم کیساتھ آسمان کیطرف
اُٹھائے گئے ہیں تو پھر ایسا ہی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء بھی اس جسم کے
ساتھ اُٹھائے گئے ہونگے کیونکہ معراج کی رات میں وہ سب نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک

[illegible]

آپ ماموں ہو کہ اسجگہ اگرچہ اُس منصوبہ کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی
ظاہری جنگ و جدل مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی جو اُس حارث کو دیجائیگی جیسا کہ کشفی
حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور
ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اُس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی
ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اُس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت
کے قریب اور آسمان کیطرف تھا اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ
میری اس بات کو سنکر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملیگی مگر پانچہزار سپاہی دیا جائیگا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ
اگرچہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اسوقت میں نے
یہ آیت پڑھی كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ پھر وہ منصوبہ مجھے کشف
کے طور پر دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہو خوشحال ہے مگر خدا تعالیٰ کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو
اُس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔ اب بقیہ ترجمہ حدیث کا
یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ حارث جب ظاہر ہوگا تو وہ آل محمد کو (آل محمدؐ سے

ہی رنگ میں آسمانوں پر نظر آئی ہیں یہ نہیں کہ کوئی خاص وَرْدِی یا کوئی خاص علامت مجسم اٹھائے جانے کی حضرت مسیح میں دیکھی ہو اور دوسرے نبیوں میں وہ علامت نہ پائی گئی ہو تمام حدیثوں کے پڑھنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں جن جن نبیوں سے ملاقات کی اُن سب کا ایک ہی طرز اور ایک ہی طور پر حال بیان کیا ہے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت بیان نہیں فرمائی۔ کیا یہ مقام علماء کے توجہ کرنے کے لایق نہیں ؟

ایک نہایت لطیف نکتہ جو سورۃ القدر کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں صاف اور صریح لفظوں میں فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اُتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں۔ پس ان آیات کے مفہوم سے یہ جدید فایدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر سخت ضلالت اور غفلت کے

بقیہ حاشیہ

فقرہ کی تفسیر بیان ہو چکی ہے] قوت اور استواری بخشے گا اور اُنکی پنہ ہو جائیگا یعنے ایسے وقتیں کہ جب مومنین غربت کی حالتیں ہونگے اور دین اسلام بیکس کی طرح پڑا ہوگا اور چاروں طرف سے مخالفوں کے حملے شروع ہونگے یہ شخص اسلام کی عزت قایم کرنیکے لئے بقوت تمام اُٹھیگا اور مومنین کو جہال کی زبان سے بچا نیکے لئے بجوش ایمان کھڑا ہوگا اور نور عرفان کی روشنی سے طاقت پاکر اُنکو مخالفوں کے حملوں سے بچائیگا اور اُن سب کو اپنی حمایت میں لے لیگا۔ اور ایسا اُنہیں ٹھکانا دیگا جیسے قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تہا یعنے دشمن کے ہر ایک الزام اور ہر یک باز پرس اور ہر یک طلب ثبوت کے وقت میں سب مومنوں کے لئے سپر کی طرح ہو جائیگا اور اپنے اُس قوی ایمان سے جو نبی کے اتباع سے اُسنے حاصل کیا ہے صدیق اور فاروق اور حیدر کی طرح اسلامی برکتوں اور استقامتوں کو دکھلا کر مومنوں کے امن میں آجانیکا موجب ہوگا۔ ہر یک مومن پر واجب ہے جو اُسکی مدد کرے یا یہ کہ اُسکو قبول لیوے۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ ایک ایسا عظیم الشان سلسلہ اُس حارث کی سپرد کیا جائیگا جسمیں قوم کی امداد کی ضرورت ہوگی جیسا کہ ہم رسالہ فتح اسلام میں اُس سلسلہ کی پانچوں شاخوں کا مفصل ذکر کر آئے ہیں اور نیز اسجگہ یہ بھی اشارۃً سمجھا یا گیا ہے کہ وہ حارث بادشاہوں

زمانہ میں یکدفعہ ایک خارق عادت طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کیطرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو وہ اسبات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں اور وہ حرکت حسب استعداد طبائع دو قسم کی ہوتی ہے حرکت تامہ اور حرکت ناقصہ۔ حرکت تامہ وہ حرکت ہے جو روح میں صفائی اور سادگی بخشکر اور عقل اور فہم کو کافی طور پر تیز کرکے روبحق کر دیتی ہے۔ اور حرکت ناقصہ وہ ہے جو روح القدس کی تحریک سے عقل اور فہم تو کسیقدر تیز ہو جاتا ہے مگر بباعث عدم سلامت استعداد کے وہ روبحق نہیں ہو سکتا بلکہ مصداق اس آیت کا ہو جاتا ہے کہ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا یعنے عقل اور فہم کے جنبش میں آنیسے پچھلی حالت اُس شخص کی پہلی حالت سے بدتر ہو جاتی ہے جیسا کہ

بقیہ حاشیہ: یا اسیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہو سکے اور تاکید شدید کے کرنے سے اسبات کیطرف بھی اشارہ ہے کہ اُس حارث کے ظہور کیوقت جو مثیل مسیح ہونیکا دعویٰ کریگا لوگ امتحان میں پڑ جائینگے اور بہتیرے اُنمیں سے مخالفت پر کھڑے ہونگے اور مدد دینے سے روکیں گے بلکہ کوشش کریں گے کہ اُسکی جماعت متفرق ہو جائے اس لئے آنحضرت صلعم پہلے سے تاکید کرتے ہیں کہ اے مومنو تم اُس حارث کی امداد واجب سمجھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی کے بہکانے سے اُس سعادت سے محروم رہ جاؤ۔ پھر جو پیغمبر خدا صلعم نے بیان فرمایا جو مومنوں کو اُسکی ظہور سے قوت پہونچیگی اور اسکے میدان میں کھڑے ہو جانے سے اُس تفرقہ زدہ جماعت میں ایک استحکام کی صورت پیدا ہو جائیگی اور وہ پھر کیطرح اُنکے لئے ہو جائیگا اور اُنکے قدم جم جانیکا موجب ہوگا جیسا کہ مکہ میں اسلام کے قدم جمنے کے لئے صحابہ کبار موجب ہو گئے تھے۔ اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ وہ تیغ اور تیر سے حمایت اسلام نہیں کریگا اور نہ اسکی کیلئے بھیجا جائیگا کیونکہ مکہ میں بیٹھکر جو مومنین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی جس حمایت میں کوئی دوسری قوم کا آدمی اُنکے ساتھ شریک نہیں تھا الاشاذ و نادر وہ صرف ایمانی قوت اور عرفانی طاقت کی حمایت تھی نہ کوئی تلوار میان سے نکالی گئی تھی اور نہ کوئی نیزہ ہاتھ میں پکڑا گیا تھا بلکہ اُنکو جسمانی مقابلہ کرنے سے سخت ممانعت تھی صرف قوت ایمانی اور نور عرفان کی چمکدار ہتھیار اور اُن ہتھیاروں کی جوہر جو صبر اور

تمام نبیوں کیوقتمیں یہی ہوتا رہا کہ جب انکی نزول کیساتھ ملایک کا نزول ہوا تو ملایکہ کی اندرونی تحریک سے ہر ایک طبیعت عام طور پر جنبش میں آگئی تب جو لوگ راستی کے فرزند تھے وہ اُن راستبازوں کیطرف کھینچے چلے آئے اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اِس تحریک سے خوابِ غفلت سے جاگ تو اُٹھے اور دینیات کیطرف متوجہ بھی ہو گئے لیکن بباعث نقصان استعداد حق کیطرف رُخ نہ کر سکے سو فعل ملایک کا جو ربانی مصلح کیساتھ اُترتے ہیں ہر ایک انسان پر ہوتا ہے لیکن اس فعل کا نیکو پر نیک اثر اور بدوں پر بد اثر پڑتا ہے ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

اور جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ہیں یہ آیت کریمہ فِی قُلُوبِہِم مَّرَضٌ فَزَادَہُمُ اللہُ مَرَضًا اسی مختلف طور کے اثر کیطرف اشارہ کرتی ہے۔

بقیہ حاشیہ

استقامت اور محبت اور اخلاص اور وفا اور معارف الٰہیہ اور حقایق عالیہ دینیہ اُنکے پاس موجود تھے لوگوں کو دکھلاتے تھے گالیاں سنتے تھے جان کی دھمکیاں دیکر ڈرائے جاتے تھے اور سب طرح کی ذلتیں دیکھتے تھے پر کچھ ایسے نشہ میں مدہوش تھے کہ کسی خرابی کی پرواہ نہیں رکھتے تھے اور کسی بلا سے ہراساں نہیں ہوتے تھے دنیوی زندگی کے رو سے اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا رکھا تھا جسکی توقع سے وہ اپنی جانوں اور عزتوں کو معرض خطر میں ڈالتے اور اپنی قوم سے پرانے اور پرنفع تعلقات کو توڑ لیتے اسوقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنگی اور عسر اور کس مپرسی اور کس نشناسی کا زمانہ تھا اور آئندہ کی امیدیں باندھنے کے لئے کسی قسم کے قرائن و علامات موجود نہ تھے سوا انہوں نے اُس غریب درویش کا [جو دراصل ایک عظیم الشان بادشاہ تھا] ایسے نازک زمانہ میں وفاداری کیساتھ محبت اور عشق سے بھرے ہوئے دل سے جو دامن پکڑا جس زمانہ میں آئندہ کے اقبال کی تو کیا امید خود اُس مرد مصلح کی چندہ روز میں جان جاتی نظر آتی تھی یہ وفاداری کا تعلق محض قوت ایمانی کے جوش سے تھا جسکی مستی سے وہ اپنی جانیں دینے کے لئے ایسے کھڑے ہو گئے جیسے سخت درجہ کا پیاسا چشمہ شیریں پر بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسیطرح وہ حارث آئیگا تو وہ مومنین کو تیر دے سے مدد دیگا میں ... دیگر مومنین قریش کی اُس مخصوص حالت اور اُس مخصوص امداد کیطرح جو مکہ میں اُنپر گزرتا تھا جبکہ اُنکے ساتھ دوسری

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر نبی کے نزول کیوقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے جسمیں وہ نبی اور وہ کتاب جو اُسکو دیگئی ہے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور وہ جو کچھ انسانوں میں دلی اور دماغی قُویٰ کی جنبش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ سعید دنیکے عقلی قُویٰ میں کامل اور مستقیم طور پر وہ جنبشیں ہوتی ہیں اور اشقیا کی عقلی قُویٰ ایک کج اور غیر مستقیم طور سے جنبش میں آتی ہیں اور جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام

بقیہ حاشیہ

قوموں میں سے کوئی نہ تھا اور نہ ہتیار استعمال کئے جاتے تھے بلکہ صرف قوت ایمانی اور نورعرفانی کی چمکاریں گفتار اور کردار سے دکھلا رہے تھے اور انہیں کے ذریعہ سے مخالفوں پر اثر ڈال رہے تھے یہی طریق اُس حارث کا بھی مومنوں کو اپنی پناہ میں لانیکے بارہ میں ہوگا کہ وہ اپنی قوت ایمانی اور نورعرفانی کے آثار وانوار دکھلا کر مخالفین کے مُنہ بند کریگا۔ مستعد دلوں پر اُسکا اثر ڈالیگا اور اسکی قوت ایمانی ونورعرفانی کا چشمہ جیسا شجاعت واستقامت وصدق وصفا ومحبت وفا کی رو سے بہتا ہوگا ایسا ہی روحانی امور کے بیان کرنے اور دعا اور عقلی حجتوں کو مخالفونپر پورا کرنیکے لئے بڑے زور سے رواں ہوگا اور وہ چشمہ اُسی چشمہ کا ہمرنگ ہوگا جو قریش کے مقدس بزرگوں صدیقؓ اور فاروقؓ اور علی مرتضےٰؓ جنکو ملا تھا جنکے ایمان کو آسمان کے فرشتے بھی تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے اور جنکے صافی عرفان میں سے اسقدر علوم وانوار وبرکات وشجاعت واستقامت کے چشمے بہتے تھے کہ جسکا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں سو ہمارے سید مولیٰ فرماتے ہیں کہ وہ حارث بھی جب آئیگا تو اسی ایمانی چشمہ وعرفانی منبع کے ذریعہ سے قوم کے پودوں کی آبپاشی کریگا اور انکے مرجھائے ہوئے دلوں کو پھر تازہ کردیگا اور مخالفوں کے تمام بیجا الزاموں کو اپنی صداقت کے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا تب اسلام پھر اپنی بلندی اور عظمت

کرتی ہیں بلکہ اسی زمانہ سے کہ وہ نائب رحم مادر میں آوے پوشیدہ طور پر انسانی قویٰ کچھ کچھ جنبش شروع کرتے ہیں اور حسب استعداد ان میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور اس نائب کے نیابت کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے پس نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت اُس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے یا یوں کہو کہ اُسکا ظل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے خدا تعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے جیسا کہ اُسکے حق میں یہ آیت کریمہ ہے کہ فیها یفرق کل امر حکیم یعنے اُس لیلۃ القدر کے زمانہ میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر یک حکمت اور معرفت کی باتیں دُنیا میں شائع کر دیجائینگی اور انواع اقسام کے علوم غریبہ و فنون نادرہ و صناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائینگے اور انسانی قوتوں میں

بقیہ حاشیہ

دکہا ئیگا اور بے حیا خنزیر قتل کئے جاویں گے اور مومنین کو وہ عزت کی کرسی ملجائیگی جسکے وہ مستحق ہیں الغرض حدیث نبوی کی تشریح ہو جو اسجگہ ہم نے بیان کردی اور اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کرتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہو بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد۔ اور اسی کی طرف وہ الہام بھی اشارہ کرتا ہو جو اس عاجز کی نسبت بحوالہ ایک حدیث نبوی کے جو پیشگوئی کے طور پر اس عاجز کے حق میں ہے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہو جو براہین میں درج ہو اور وہ یہ ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ رد علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس اس الہام میں صریح اور صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ فارسی الاصل جسکا دوسرا نام حارث بھی ہے بڑی خصوصیت یہ رکھتا ہو کہ اسکا ایمان نہایت درجہ کا قوی ہو اگر ایمان ثریا میں بھی ہوتا تو وہ مرد وہیں اُسکو پا لیتا خدا اُسکا شکر گذار ہے کہ اُس نے دین اسلام کے منکروں کے سب الزامات و شبہات کو رد کیا اور حجت کو پورا کر دیا توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے

موافق اُنکی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل کے جو کچھ
لیاقتیں مخفی ہیں یا جہانتک وہ ترقی کر سکتے ہیں سب کچھ منصۂ ظہور لایا جائیگا لیکن یہہ
سب کچھہ ان دونوں نہیں پُرزور تحریکوں سے ہوتا رہیگا کہ جب کوئی نائب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم دُنیا میں پیدا ہوگا درحقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال میں مفصل طور پر بیان
کیا گیا ہے کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ
سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے
اور اُسکا نبی لیلۃ القدر میں ہی دنیا میں نزول فرماتا ہے اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے
اُترتے ہیں جنکے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کیطرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت
کی پُرظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی

بقیہ حاشیہ

ابنائے فارس یعنے توحید کی راہیں صاف کرو اور توحید جو دنیا سے گری جاتی اور گم ہوتی جاتی ہے
اسکو پکڑو کیونکہ یہی سب سے مقدم ہے اور اسی کو لوگ بھول گئے اور اسجگہ ابن کیجگہ جو ابناء کا لفظ اختیار کیا
گیا حالانکہ مخاطب صرف ایک شخص ہے یعنے یہ عاجز یہ بطور اعزاز کے حضرت باریتعالی کیطرف سے
ہے جیسا کہ بعض حدیثوں میں بجائے اس حدیث کے کہ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من
فارس ہے رجال من فارس لکھا ہے وہ بھی درحقیقت اسی اعزاز کے ارادہ سے ہے ورنہ ہر جگہ درحقیقت
رجل ہی مراد ہے اس تمام تحقیق سے معلوم ہوا کہ حارث کی نسبت یہی عمدہ علامت احادیث
میں ہے کہ ایمانی نمونہ لیکر دُنیا میں آئیگا اور اپنی قوت ایمانی کی شاخیں اور اُنکی پھل ظاہر کر کے
ضعیفوں کو تقویت بخشیگا اور کمزوروں کو سنبھال لیگا اور اپنی صداقت کی شعاعوں سے
شپرسیرت مخالفوں کو خیرہ کر دیگا لیکن مومنوں کے لئے آنکھ کی روشنی اور کلیجے کی ٹھنڈک
کیطرح سکینت اور اطمینان اور تسلی کا موجب ہوگا اور ایمانی معارف کا معلم بنکر ایمانی روشنی کو
قوم میں پھیلائیگا اور ہم رسالہ فتح اسلام میں ظاہر کر آئے ہیں کہ درحقیقت مسیح بھی ایک ایمانی
معارف کا سکھلانیوالا اور ایمانی معلم تھا اور یہ بھی ظاہر کر آئے ہیں کہ مسیح بھی ظاہری لڑائیوں کے لئے

کیطرف کھینچتے رہیں۔ پھر بعد اس سورۃ کے خدا تعالیٰ نے سورۃ البینۃ میں بطور نظیر کے
بیان کیا کہ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین
حتی تاتیھم البینۃ یعنے جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے ان سے
نجات پانیکی کوئی سبیل نہ تھی بجز اس سبیل کے کہ خدا تعالیٰ نے آپ پیدا کر دی کہ وہ
زبردست رسول بھیجا جسکے ساتھ زبردست تحریک دینیوالے ملایک نازل کئے تھے
اور زبردست کلام بھیجا گیا تھا پھر بعد اسکے آنیوالے زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ سورۃ
الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اسبات کی طرف
اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمامتر زور کیساتھ
پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدا تعالیٰ کیطرف سے مع ہدایت پھیلانے

بقیہ حاشیہ

نہیں آئیگا بلکہ بخاری نے یضع الحرب اسکی علامت لکھی ہے اور یہ کہ اسکا قتل کرنا اپنے دم کی ہوا سے ہوگا نہ تلوار سے یعنے موجّہ باتوں سے روحانی طور پر قتل کرے گا سو مسیح اور حارث کا ان دونوں علامتوں میں شریک ہونا اسبات پر پختہ دلیل ہے کہ حارث اور مسیح موعود دراصل ایک ہی ہیں اور یہ حارث موعود کی پہلی علامت ہے جو ہم نے لکھی ہے یعنی یہ کہ وہ نہ سیف کے ساتھ نہ سنان کے ساتھ بلکہ اپنی قوت ایمان کیساتھ اور اپنے انوار عرفان کے ساتھ اپنی قوم کو تقویت دیگا جیسے قریش نے یعنے صدیق رضؓ و فاروق رضؓ و حیدر کرار و دیگر مومنین مکہ نے انہیں صفات استقامت کے ساتھ دین احمدی کے مکہ معظمہ میں قدم جما دئے تھے۔

اس پہلی علامت کا ثبوت اس عاجز کی نسبت ہر یک غور کرنیوالے پر ظاہر ہوگا کہ یہ عاجز اسی قوت ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوت اسلام کے لئے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوت اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیان ملک کے نام روانہ کئے یہانتک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ویلیہ کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈ ستون کے نام بھی ایک پرچہ

والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اذا زلزلت الارض زلزالھا
واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا یومئذ تحدث
اخبارھا بان ربک اوحیٰ لھا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا
اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی
اُن دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور
فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اُسکا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی
یعنے طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ پر جنبش دیجائیگی اور خیالات عقلی
اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائینگی اور زمین
اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنے انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات مخفیہ کو

بقیہ حاشیہ

اشتہار اور خط روانہ کیا گیا ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات
وخطوط روانہ کئے گئے جن سے یک صندوق پُر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجز قوت ایمانی کے انجام پذیر
نہیں ہو سکتا یہ بات خود ستائی کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت نمائی کے طور پر ہے تا حق کے طالبوں پر کوئی بات
مشتبہ نہ رہے ماسوا اسکے قوت ایمانی کے انوار جو تائیدات غیبیہ کے پیرایہ میں بطور خارق عادت ظاہر
ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل و رحم اور قرب پر دلالت کرتے ہیں انکے بارہ میں بھی اُنہیں اشتہارات
میں لکھا گیا ہے جو باعث قوت ایمانی و قدم بر صراط مستقیم یہ سب نعمتیں اس عاجز کو خاص طور پر عطا کی گئی
ہیں کسی مخالف مذہب کو یہ مرتبہ ہرگز حاصل نہیں اگر ہے تو وہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہو وے اور اپنی روحانی
برکات کا جو اپنے مذہب کے اتباع سے اُسکو حاصل ہوں اس عاجز سے موازنہ کرے لیکن آجتک کوئی
مقابل پر نہیں اُٹھا اور نہ انسان ضعیف اور ہیچ کی یہ طاقت ہے کہ صرف اپنی مکاری اور شرارتوں کے منصوبے
سے یا متعصبانہ ہٹ سے اس سلسلہ کے سامنے اپنی برکات نمائی کی رو سے کھڑا ہو تو نہایت درجہ کی ذلت
سے گرا دیا جائیگا کیونکہ یہ کام اور یہ سلسلہ انسان کیطرف سے نہیں بلکہ اُس ذات زبردست اور قوی
کیطرف سے ہے جس کے ہاتھوں سے آسمانوں کو اُن کے تمام اجرام کے ساتھ بنایا اور زمین کو اس

بنصۂ ظہور لائیں گے اور جو کچھ اُنکے اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی و
دماغی طاقتیں و لیاقتیں نہیں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی اور انسانی قوتوں کا
آخری نچوڑ نکل آئیگا اور جو جو ملکات انسان کے اندر ہیں یا جو جو جذبات اُسکی فطرت میں مودع
ہیں وہ تمام ملکن قوت سے حیز فعل میں آجائیں گے اور انسانی حواس کی ہر یک نوع
کی تیزیاں اور بشری عقل کی ہر قسم کی باریک بینیاں نمودار ہو جائیں گی اور تمام دفائن و
خزائن علوم مخفیہ و فنون مستورہ کے جو چھپے ہوئے چلے آتے تھے اُن سب پر انسان فتحیاب
ہو جائیگا اور اپنی فکری اور عقلی تدبیروں کو ہر یک باب میں انتہا تک پہونچا دیگا۔ اور انسان
کی تمام قوتیں جو نشاء انسانی میں مخمر ہیں صد ہا طرح کی تحریکوں کیوجہ سے حرکت میں آجائیگی اور
فرشتے جو اُس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کیساتھہ آسمان سے اُترے ہونگے ہر یک شخص پر

[illegible] نشندوں کے لئے بچھا دیا افسوس کہ ہماری قوم کے مولوی اور علماء یوں تو تکفیر کے لئے بہت جلد
کاغذ اور قلم دوات لیکر بیٹھہ جاتے ہیں لیکن نہیں سوچتے نہیں کہ کیا یہ ہیبت اور رعب باطل میں
ہوا کرتا ہے کہ تمام دُنیا کو مقابلہ کے لئے کہا جائے اور کوئی سامنے نہ آسکے کیا وہ شجاعت
اور استقامت جھوٹوں میں بھی کسی نے دیکھی ہے جو ایک عالم کے سامنے اس جگہ ظاہر کیگئی
اگر اُنہیں شک ہے تو مخالفین اسلام کے جسقدر پیشوا اور واعظ اور معلم ہیں اُنکے دروازہ
جائیں اور اپنے ظنون فاسدہ کا سہارا دیکر اُنہیں میرے مقابلہ پر روحانی امور کے موازنہ
کے لئے کھڑا کریں پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ میری حمایت کرتا ہے یا نہیں۔ اے خشک مولویا
اور پُر بدعت زاہدو تمپر افسوس کہ تمہاری آنکھیں عوام الناس سے زیادہ تو کیا ان کے
برابر بھی نہیں دیکھہ سکتیں آپ ہی یہ حدیثیں سناتے ہو کہ الآیات بعد المأتین
[illegible] کہتے ہو کہ بارہ سو برس کے بعد مسیح موعود وغیرہ نشانیوں کا ظاہر ہونا ضروری ہے
[illegible] تم میں سے وہ مولوی ہی ہیں جنہوں نے شرعی طور پر کتابیں لکھہ ماریں اور چھپوا بھی
[illegible] چودہویں صدی کے اوائل میں مسیح اور مہدی موعود کا ظاہر ہونا ضروری ہے

اُسکی استعداد موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے یعنی نیک لوگ اپنے نیات نیت
ترقی کریں گے اور جنکی نگاہیں دنیا تک محدود ہیں وہ اُن فرشتوں کی تحریکات سے دنیوی
عقلوں اور معاشرت کی تدبیروں میں وہ یدبیضا دکھلائیں گے کہ ایک مرد عارف
متحیر ہوکر اپنے دل میں کہیگا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں
تب اُس روز ہر یک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی
طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر یک
استعداد پر بحسب اسکی حالت کے اُتر رہی ہے یعنی صاف نظر آئیگا کہ جو کچھ لوگوں
کے دل و دماغ کام کر رہے ہیں یہ اُنکی طرف سے نہیں بلکہ ایک غیبی تحریک ہے

(۱۹) حاشیہ

لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنے پاک نشانوں کو ظاہر کیا تو والمنکرین تم لوگ ہی مجھ کو
اور قوت ایمانی کے آثار میں سے جو اس عاجز کو دیگئی ہے استجابت دعا ہی ہے اس عاجز پر
ظاہر کیا گیا ہے کہ جو بات اس عاجز کی دعا کے ذریعہ سے رد کی جائے وہ کسی اور ذریعہ سے
قبول نہیں ہو سکتی اور جو دروازہ اس عاجز کے ذریعہ سے کھولا جائے وہ کسی اور ذریعہ سے بند
نہیں ہو سکتا لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف اُن لوگوں پر اپنا اثر ڈالتی ہیں کہ جو غایت درجہ
کے دوست یا غایت درجہ کے دشمن ہوں جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے یعنے
ایسے اخلاص سے جسمیں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جسکا انجام بدظنی و بد اعتقادی نہیں جسمیں
کوئی چھپی ہوئی نفاق کی زہر نہیں وہ بیشک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے اور ان سے حصہ
پا سکتا ہے اور وہ بلاشبہ اس چشمہ کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کرے گا مگر جو خلوص کی راہ نہیں
ڈھونڈتا ہے گا وہ اپنی ہی قصور کی وجہ سے محروم رہیگا اور اپنی ہی اجنبیت کے باعث سے بیگانہ
رہے گا۔

اور ایک پہلو قوت ایمانی کا اسرار حقہ و معارف دینیہ کا ذخیرہ ہے جو اس عاجز کو حضرت
تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا ہے پس جو شخص اس عاجز کی تالیفات پر نظر ڈالے گا یا اس عاجز کی

کہ اُن سے یہ کام کرا رہی ہے سو اُس دن ہر یک قسم کی قوتیں جوش میں دکھائی دینگی دنیا پرستوں کی قوتیں فرشتوں کی تحریک سے جوش میں آکر اگرچہ بباعث نقصان استعداد کے سچائی کیطرف رُخ نہیں کرینگی لیکن ایک قسم کا اُبال اُنمیں پیدا ہو کر اور انجماد اور افسردگی دور ہو کر اپنی معاشرت کے طریقوں میں عجیب قسم کی تدبیریں اور صنعتیں اور کلیں ایجاد کر لیں گے اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ صاف صاف طور پر بہتا نظر آئیگا اور یہ بات شاذ و نادر ہوگی کہ مومن کی خواب جھوٹی نکلے تب انسانی قویٰ کے ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائیگا

صحبت میں رہیگا اُسپر یہ حقیقت آپ ہی کھل جائیگی کہ کسقدر خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو دقایق وحقایق دینیہ سے حصہ دیا ہے۔

دوسری اور تیسری علامت یعنی یہ کہ بخاری یا سمرقندی الاصل ہونا اور زمیندار اور زمینداری کے ممیز خاندان سے ہونا یہ دونوں علامتیں صریح اور بیّن طور پر اس عاجز میں ثابت ہیں اور اس جگہ مجھے قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آبا کی لایف یعنی سوانح زندگی کسی قدر اختصار کے ساتھ لکھوں سو پہلے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ عرصہ قریب بیس برس کے ہوا ہوگا کہ ایک انگریز مسٹر گریفن نام نے جو اس ضلع میں ڈپٹی کمشنر رہ چکا ہے اور ریاست بھوپال اور راجپوتانہ ریاستوں کا ریزیڈنٹ بھی رہا ہے پنجاب کے رئیسوں کا ایک سوانح تاریخ کے طور پر تالیف کر کے چھپوایا تھا اس میں اُنہوں نے میرے والد مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا ذکر کر کے کچھ مختصر طور پر اُنکے زمینداری خاندان کا حال اور سمرقندی الاصل ہونا لکھا ہے لیکن میں اس جگہ کسی قدر مفصل بیان کرنے کی غرض سے اُن تمام امور کو وضاحت سے لکھنا چاہتا ہوں جو اس حدیث نبوی کی کامل تشریح کے لئے بطور مصداق کے ہیں تا اس عاجز کا ابتدا سے سمرقندی الاصل ہونا اور ابتدا سے یہ خاندان ایک زمینداری خاندان ہونا جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا منشا ہے اچھی طرح پر لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

اور جو کچھ انسان کے نوع میں پوشیدہ طور پر ودیعت رکھا گیا تھا وہ سب خارج میں جلوہ گر
ہو جائیگا تب خدا تعالیٰ کے فرشتے اُن تمام راستبازوں کو جو زمین کی چاروں طرف
ہیں پوشیدہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے ایک گروہ کی طرح اکٹھا کردیں گے اور دُنیا
پرستوں کا بھی کُھلا کُھلا ایک گروہ نظر آئیگا تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے
ثمرات کو دیکھ لیویں تب آخر ہو جائیگی یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جسکی
بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے جسکی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو

واضح ہو کہ اُن کاغذات اور پُرانی تحریرات سے کہ جو اکابر اس خاندان کے چھوڑ گئے ہیں
ثابت ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ کے وقت میں کہ جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا
بزرگ اجداد اس نیازمند الٰہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے
جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کرکے دہلی میں پہونچے اور دراصل یہ بات اُنکا کاغذات
سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تھے
یا بعد اسکے بلا توقف اس ملک میں پہونچ گئے لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکھنے سے
بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ ساتھ پہنچے ہوں یا کچھ دن پیچھے سے آئے ہوں مگر انہیں
شاہی خاندان سے کچھ ایسا خاص تعلق تھا جسکی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز
سرداروں میں سے شمار کئے گئے تھے چنانچہ بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے
دیہات بطور جاگیر کے اُنہیں ملے اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹھہرائے گئے
اور اُن دیہات کی وسط میں ایک میدان میں اُنہوں نے قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی سکونت
کے لئے آباد کیا جسکا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا یہی اسلام پور ہے جو اب قادیان کے
نام سے مشہور ہے اس قصبہ کے گرداگرد ایک فصیل تھی جسکی بلندی بیس۲۰ فٹ کے قریب ہوگی
اور عرض اسقدر تھا کہ تین چھکڑے ایک دوسرے کے برابر اسپر چل سکتے تھے چار بڑے بڑے
بُرج تھے جنمیں قریب ایکہزار کے سوار و پیادہ فوج رہتی تھی اور اسجگہ کا نام جو اسلام پور قاضی

بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ أَنْتَ أَشَدُّ مُنَاسَبَةً بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ خُلُقًا وَخَلْقًا وَزَمَانًا۔ مگر یہ تاثیرات اس لیلۃ القدر کی اب بعد اسکے کم نہیں ہونگی بلکہ بالاتصال کام کرتی رہیں گی جبتک وہ سب کچھ پورا نہ ہولے جو خدا تعالےٰ آسمان پر مقرر کر چکا ہے۔

بقیہ حاشیہ

ماہی تھا تو اُسکی یہ وجہ تھی کہ ابتدا میں شاہان دہلی کیطرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دیگئی تھی اور منصب قضا یعنے رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا اُنکی سپرد تھا اور یہ طرز حکومت اسوقت تک قایم و برقرار رہی کہ جسوقت تک پنجاب کا ملک دہلی کے تخت کا خراج گذار رہا لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ چغتائی گورنمنٹ میں بباعث کاہلی و سستی و عیش پسندی و نالیاقتی تخت نشینوں کے بہت سا فتور آگیا اور کئی ملک ہاتھ سے نکل گئے انہیں دنوں میں اکثر حصہ پنجاب کا گورنمنٹ چغتائی سے منقطع ہو کر یہ ملک ایک ایسی بیوہ عورت کیطرح ہوگیا جس کے سر پر کوئی سرپرست نہ ہو اور خدا تعالےٰ کی تجویز قدرت نے سکھوں کی قوم کو جو دہقان بے تمیز تھی ترقی دینا چاہا چنانچہ انکی ترقی اور تنزل کے دونوں زمانے پچاس برس کے اندر اندر ختم ہو کر اُنکا قصہ بھی خواب خیال کیطرح ہوگیا۔ غرض اُس زمانہ میں کہ جب چغتائی سلطنت نے اپنی نالیاقتی اور اپنی بدانتظامی سے پنجاب کے اس حصہ سے بکلی دست برداری اختیار کی تو ان دنوں میں بڑے بڑے زمیندار اس نواح کے خودمختار بنکر اپنے اقتدار کامل کا نقشہ جمانے لگے سو انہیں ایام میں بفضل و احسان الٰہی اس عاجز کے پردادا صاحب مرزا گل محمد مرحوم اپنے تعلقہ زمینداری کے ایک مستقل رئیس اور طوایف الملوک میں سے بنکر ایک چھوٹے سے علاقہ کے جو صرف چوراسی یا پچاسی گاؤں رہگئے تھے کامل اقتدار کے ساتھ فرمانروا ہوگئے اور اپنی مستقل ریاست کا پورا پورا انتظام کر دیا اور دشمنوں کے حملے روکنے کے لئے کافی فوج اپنے پاس رکھ لی اور تمام زندگی انکی

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اترنے کے لیے جو زمانہ انجیل میں بیان
فرمایا ہے یعنے یہ کہ وہ حضرت نوح کے زمانہ کیطرح امن اور آرام کا زمانہ ہوگا درحقیقت
اسی مضمون پر سورۃ الزلزال جسکی تفسیر ابھی کی گئی ہے دلالت التزامی کے طور پر
شہادت دے رہی ہے کیونکہ علوم و فنون کے پھیلنے اور انسانی عقول کی ترقیات
کا زمانہ درحقیقت ایسا ہے چاہیے جس میں غایت درجہ کا امن و آرام ہو کیونکہ لڑائیوں
اور فسادوں اور خوف جان اور خلاف امن زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں کہ لوگ عقلی

بقیہ حاشیہ

ایسی حالت میں گذری کہ کسی دوسرے بادشاہ کے ماتحت نہیں تھے اور نہ کسی کے خراج
گذار بلکہ اپنی ریاست میں خود مختار حاکم تھے اور قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ انکی فوج
تھی اور تین توپیں بھی تھیں اور تین چار سو آدمی عمدہ عمدہ عقلمندوں اور علماء میں سے اُنکے
مصاحب تھے اور پانسو کے قریب قرآن شریف کے حافظ وظیفہ خوار تھے جو اس جگہ قادیان
میں رہا کرتے تھے اور تمام مسلمانوں کو سخت تقید سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور دین اسلام
کے احکام پر چلنے کی تاکید تھی اور منکرات شرعی کو اپنی حدود میں رائج ہونے نہیں دیتے تھے
اور اگر کوئی مسلمان ہو کر خلاف شعار اسلام کوئی لباس یا وضع رکھتا تھا تو وہ سخت مورد
عتاب ہوتا تھا اور یتیم الحال اور غربا اور مساکین کی خبرگیری اور پرورش کے لئے ایک خاص سرمایہ
نقد اور جنس کا جمع رہتا تھا جو وقتاً فوقتاً اُنکو تقسیم ہوتا تھا یہ اُن تحریرات کا خلاصہ ہے جو اس
وقت کی لکھی ہوئی ہم کو ملی ہیں جنکی زبانی طور پر بھی شہادتیں بطریق مسلسل ابتک پائی جاتی
ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان دنوں میں ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا غیاث الدولہ نام قادیان
میں آیا اور میرزا گل محمد صاحب مرحوم کے استقلال و حسن تدبیر و تقویٰ و طہارت و نجابت و استقامت
کو دیکھ کر چشم پُر آب ہو گیا اور کہا کہ اگر مجھے پہلے سے خبر ہوتی کہ خاندان مغلیہ میں سے ایک ایسا مرد
پنجاب کے ایک گوشہ میں موجود ہے تو میں کوشش کرتا کہ تا وہی دہلی میں تخت نشین ہو جاتا اور خاندان
مغلیہ تباہ ہونے سے بچ جاتا غرض مرزا صاحب مرحوم ایک مرد اولی العزم اور متقی اور

وعلمی امور میں ترقیات کر سکیں یہ باتیں تو کامل طور پر ہی سوجھتی ہیں کہ جب کامل طور پر امن حاصل ہو۔

ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اُس سے زیروزبر ہو جائیگی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی

بقیہ حاشیہ

غایت درجہ کے بیدار مغز اور اول درجہ کے بہادر تھے اگر اُسوقت مشیت الہی مسلمانوں کے مخالف نہ ہوتی تو بہت امید تھی کہ ایسا بہادر اور اولی العزم آدمی سکھوں کی بلند شورش سے پنجاب کا دامن پاک کر کے ایک وسیع سلطنت اسلام کی اِس ملک میں قایم کر دیتا جسحالتمیں رنجیت سنگھ نے باوجود اپنی تھوری سی پدری ملکیت کے جو صرف نو گانوؔ تھے تھوڑی ہی عرصہ میں اسقدر پیر پھیلا لئے تھے جو پشاور سے لدھانہ تک خالصہ ہی خالصہ نظر آتا تھا اور ہر جگہ ٹڈیوں کی طرح سکھوں کی ہی فوجیں دکھائی دیتی تہیں تو کیا ایسے شخص کے لئے یہہ فتوحات قیاس سے بعید تہیں جسکی گم شدہ ملکیت میں سے ابھی چوراسی یا پچاسی گانو باقی تھے اور ہزار کے قریب فوج کی جمعیت بہم پہنچی تھی اور اپنی ذاتی شجاعت میں ایسے مشہور تھے کہ اُسوقت کی تہمارتوں سے بہ بداہت ثابت ہوتا ہے کہ اِس ملک میں اُنکا کوئی نظیر نہ تہا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا تہا کہ مسلمانوں پر اُنکی بیشمار غفلتوں کی وجہ سے تنبیہ نازل ہو اِس لئے مرزا صاحب مرحوم اِس ملک کے مسلمانوں کی ہمدردی میں کامیاب نہ ہو سکے اور میرزا صاحب مرحوم کے حالات عجیبہ میں سے ایک یہ ہے کہ مخالفین مذہب بھی اُنکی نسبت ولایت کا گمان رکھتے تہے اور اُنکے بعض خارق عادت امور عام طور پر دلوں میں نقش ہو گئے تھے یہ بات شاذونادر ہوتی ہے کہ کوئی مذہبی مخالف اپنے دشمن کی کرامات کا قایل ہو لیکن اِس راقم نے مرزا صاحب مرحوم کے بعض خارق عادت اُن سکھوں کے مُنہ سے سُنے ہیں جنکے باپ دادا مخالف گروہ میں شامل ہو کر لڑتے تھے اکثر آدمیوں کا بیان ہے کہ

اور انسان یعنے کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجہے کیا ہوا تب اس روز زمین باتیں
کریگی اور اپنا حال بتائیگی یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن شریف کے سیاق وسباق سے
مخالف ہے۔ اگر قرآن شریف کے اس مقام پر بنظر غور تدبر کرو تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ
یہ دونوں سورتیں یعنے سورۃ البینۃ اور سورۃ الزلزال سورۃ لیلۃ القدر کے متعلق ہیں

بقیہ حاشیہ

بسا اوقات مرزا صاحب مرحوم صرف ایک ہزار آدمی سے مقابل پر میدان جنگ میں
نکلکر اُنپر فتح پالیتے تھے اور کسی کی مجال نہیں ہوتی تہی کہ اُنکے نزدیک آسکے اور ہرچند جان
توڑکر دشمن کا لشکر کوشش کرتا تہا کہ توپوں یا بندوقوں کی گولیوں سے اُن کو ماردیں مگر
کوئی گولی یا گولا اُنپر کارگر نہیں ہوتا تہا۔ یہ کرامت اُنکی صدہا موافقین اور مخالفین بلکہ سکہوں کے
مونہہ سے سُنی گئی ہے جنہوں نے اپنے اُنہی کے باپ دادوں سے سنداً بیان کی تہی لیکن
میرے نزدیک یہ کچہ تعجب کی بات نہیں اکثر لوگ ایک زمانہ دراز تک جنگی فوجوں میں نوکر
رہکر بہت سا حصہ اپنی عمر کا لڑائیوں میں بسر کرتے ہیں اور قدرت حق سے کبہی ایک خفیف سا
زخم بہی تلوار یا بندوق کا اُنکے بدن کو نہیں پہونچتا سو یہ کرامت اگر معقول طور پر بیان کیجاوے
کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے دشمنوں کے حملوں سے اُنہیں بچاتا رہا تو حرج کی بات نہیں
اسمیں کچہ شک نہیں ہوسکتا کہ مرزا صاحب مرحوم دن کیوقت ایک پُرہیبت بہادر اور رات کے
وقت ایک باکمال عابد تھے اور معمور الاوقات اور متشرع تہے۔ اس زمانہ میں قادیان میں وہ نور
اسلام چمک رہا تہا کہ اردگرد کے مسلمان اس قصبہ کو مکہ کہتے تہے لیکن مرزا گل محمد صاحب مرحوم کے عہد ریاست
کے بعد مرزا عطا محمد صاحب کے عہد ریاست میں جو اس عاجز کے دادا صاحب تھے یکدفعہ
ایک سخت انقلاب آگیا اور اُن سکہوں کی بے ایمانی اور بدذاتی اور عہد شکنی کی وجہ سے جنہوں نے
مخالفت کے بعد محض نفاق کیطور پر مصالحہ اختیار کرلیا تہا انواع واقسام کی مصیبتیں اُنپر نازل
ہوئیں اور بجز قادیاں اور چند دیہات کے تمام دیہات اُنکے قبضہ سے نکل گئے بالآخر سکہوں نے
قادیان پر بہی قبضہ کرلیا اور دادا صاحب مرحوم معہ اپنے تمام لواحقین کے جلاوطن کئے گئے

اور آخری زمانہ تک اُسکا کل حال بتارہی ہیں ماسوا اسکے ہر ایک عقل سلیم سوچ سکتی ہے کہ ایسے بڑے زلزلہ کیوقت میں کہ جب ساری زمین تہ و بالا ہو جائیگی ایسے کافر کہاں زندہ رہیں گے۔ جو زمین سے اُسکے حالات استفسار کرینگے کیا ممکن ہے کہ زمین تو

بقیہ حاشیہ

اس روز سکھوں نے پانسو کے قریب قرآن شریف آگ سے جلا دیا اور بہت سی کتابیں چاک کر دیں اور مساجد میں سے بعض مساجد مسمار کیں بعض میں اپنے گھر بنائے اور بعض کو دھرم سالہ بنا کر قایم رکھا جو اب تک موجود ہیں اس فتنہ کیوقت میں جسقدر فقراء و علماء و شرفاء و نجباء قادیان میں موجود تھے سب نکل گئے اور مختلف بلاد و امصار میں جا کر آباد ہو گئے اور یہ جگہ اُن شریروں اور یزیدی الطبع لوگوں سے پُر ہو گئی جنکے خیالات میں بجز بدی اور بدکاری کے اور کچھ نہیں پھر انگریزی سلطنت کے عہد سے کچھ عرصہ پہلے یعنے ان دنوں میں جبکہ رنجیت سنگھ کا عام تسلط پنجاب پر ہو گیا تھا اس عاجز کے والد صاحب یعنے میرزا غلام مرتضےٰ صاحب مرحوم دوبارہ اس قصبہ میں آکر آباد ہوئے اور پھر بھی سکھوں کی جور و جفا کی نیش زنی ہوتی رہی اُن دنوں میں ہم لوگ ایسے ذلیل و خوار تھے کہ ایک گائے کا بچہ جو دو یا ڈیڑھ روپے کو آسکتا ہے صدہا درجہ زیادہ ہماری نسبت بنظر عزت دیکھا جاتا تھا اور اس جانور کو ایک ادنیٰ خراش پہونچانے کیوجہ سے انسان کا خون کرنا مباح سمجھا گیا تھا صدہا آدمی ناکردہ گناہ صرف اس شک سے قتل کئے جاتے تھے کہ انہوں نے اس جانور کے ذبح کرنیکا ارادہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے جاہل ریاست کہ جو حیوان کے قتل کے عوض انسان کو قتل کر ڈالنا اپنا فرض سمجھتے تھی اس لایق نہیں تھے کہ خدا تعالیٰ بہت عرصہ تک انکو مہلت دیتا اس لئے خدا تعالیٰ نے اُس تنبیہ کی صورت کو مسلمانوں کے سر پر سے بہت جلد اٹھا لیا اور ابر رحمت کیطرح ہمارے لئے انگریزی سلطنت کو دور سے لایا اور وہ تلخی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اٹھائی تھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ آکر ہم سب بھول گئے اور ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گذار رہیں۔

ساری زیر و زبر ہو جائے یہانتک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر آجائے اور یہ لوگ زندہ بچ رہیں بلکہ اس جگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں اور یہ عام محاورہ قرآن شریف کا ہے کہ زمین کے لفظ سے انسانوں کے دل اور اُنکی باطنی قویٰ مراد

بقیہ حاشیہ

انگریزی سلطنت میں تین گانو تعلقداری اور ملکیت قادیان کا حصہ جدی والد صاحب مرحوم کو ملے جو ابتک ہیں اور حراث کے لفظ کے مصداق کے لئے کافی ہیں۔ والد صاحب مرحوم اس ملک کے ممیز زمینداروں میں شمار کئے گئے تھے گورنری دربار میں انکو کرسی ملتی تھی اور گورنمنٹ برطانیہ کے وہ سچے شکر گذار اور خیر خواہ تھے ۱۸۵۷ء کے غدر کے ایام میں پچاس گھوڑے انہوں نے اپنی پاس سے خرید کر اور اچھے اچھے جوان مہیا کر کے پچاس سوار بطور مدد کے سرکار کو دیئے اسوجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں وہ بہت ہر دل عزیز تھے اور گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام دلجوئی کے ساتھ انکو ملتے تھے بلکہ بعض اوقات صاحبان ڈپٹی کمشنر و کمشنر مکان پر آکر انکی ملاقات کرتے تھے اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ خاندان ایک معزز خاندان زمینداری ہے جو شاہان سلف کے زمانہ سے آجتک آثار عزت کسی قدر موجود رکھتا ہے فالحمد للہ الذی اثبت ھٰذہ العلامۃ اثباتا بینا واضحا من عندہ اور چوتھی اور پانچویں علامت کی تصریح کچھ ضروری نہیں خود ظاہر ہے اور قادیان کو جو خدا تعالیٰ نے دمشق کے ساتھ مشابہت دی اور یہ بھی اپنے الہام میں فرمایا کہ اخرج منہ الیزیدیون یہ تشبیہ وجہ اُن ملحدوں اور شریروں کی ہے جو اس قصبہ میں رہتے ہیں کیونکہ اس قصبہ میں اکثر ایسے لوگ بھرے ہوئے ہیں جنکو موت یاد نہیں دن رات دنیا کے فریبوں اور مکروں میں لگے ہوئے ہیں اگر انتظام گورنمنٹ انگریزی مانع نہ ہو تو ان لوگوں کے دل ہر یک جرم کے کرنیکو طیار ہیں الا ماشاء اللہ انمیں ایسے بھی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کے وجود سے بکلی منکر ہیں اور کسی چیز کو حرام نہیں سمجھتے میں انکے دلوں کو دیکھتا ہوں کہ زنا سے لیکر خون ناحق تک ہر ایک موقعہ پاویں انکے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ یہ سب کام تعریف کے لایق ہیں انکے نزدیک شاید تمام دنیا سے بدتر ہوں مگر مجھے افسوس نہیں میرے روحانی بھائی مسیح کا قول مجھے یاد آتا ہے کہ نبی بیعزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگرچہ

ہوتی ہیں جیساکہ اللہ جلشانہ ایک جگہ فرماتا ہے اِعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا اور جیساکہ فرمایا ہے البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لایخرج الا نکدا ایسا ہی قرآن شریف میں بیسوں نظیریں موجود ہیں جو پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ماسوا اسکے روحانی واعظوں کا ظاہر ہونا اور انکے ساتھ فرشتوں کا آنا ایک روحانی قیامت کا نمونہ ہوتا ہے جس سے مردوں میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے اور جو قبروں کے اندر ہیں وہ باہر آجاتے ہیں اور نیک اور بد لوگ اپنی سزا جزا پالیتے ہیں سو اگر سورۃ الزلزال کو قیامت کی آثار میں سے قرار دیا جائے تو اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ ایسا وقت روحانی طور پر ایک قسم کی قیامت ہی ہوتی ہے خدا تعالیٰ کے تائید یافتہ بندے قیامت کا ہی روپ بنکر آتے ہیں اور انہیں کا وجود قیامت کے نام سے موسوم ہوسکتا ہے جنکے آنے سے روحانی مردے زندہ ہونے شروع ہوجاتے ہیں اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ جب ایسا زمانہ آجائیگا کہ تمام انسانی طاقتیں اپنے کمالات کو ظاہر کر دکھائینگی اور جس حد تک بشری عقل اور افکار کا پرواز ممکن ہے اس حد تک وہ پہنچ جائینگی اور جن مخفی حقیقتوں کو ابتدا سے ظاہر کرنا مقدر ہے وہ سب ظاہر ہوجائینگی تب اس عالم کا دائرہ پورا ہوکر یکدفعہ اسکی صف لپیٹ دیجائیگی۔

کُلُّ شَیْءٍ فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

بقیہ حاشیہ

لوگ امام حسینؓ کا وقت پاتے تو میرے خیال میں ہے کہ یزید اور شمر سے پہلے انکا قدم ہوتا اور اگر مسیح کے زمانہ کو دیکھتے تو یہی مکار یہودی ہوتے سو یہی کچھ ذاتی خصوصیت تھی جو خدا تعالیٰ نے جو انکو یزیدیوں سے مناسبت دی کچھ بیوجہ نہیں دی اُسنے انکے دلوں کو دیکھا کہ سیدھے نہیں انکے چلن پر نظر ڈالی کہ درست نہیں تب اُسنے مجھے کہا کہ یہ لوگ بد الطبع ہیں اور یہ قصبہ دمشق سے مشابہ ہے سو خدا تعالیٰ نے ایک بڑے کام کیلئے اس دمشق جیسے میں عاجز کو اُتارا بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء من المسجد الذی من دخلہ کان آمنا فتبارک الذی انزلنی فی ہذا المقام والسلام علی رسولہ افضل الرسل و خیر الانام۔ منہ

بدین آمدیم و بدین بگذریم	زعشاق فرقان و پیغمبریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اِس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جسکے ساتھ ہم بفضل و توفیق باریتعالے اِس عالم گذران سے کوچ کرینگے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جنکے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہونچ چکی جسکے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدا یتعالیٰ تک پہونچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اِس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اُسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اِس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اُس امام الرسل کے حاصل کر ہی نہیں سکتے ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے اور ہم اِس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُنکے کمالات

کی نسبت ہی ہمارے کمالات اگرچہ ہمیں حاصل ہوں بلحاظ [illegible] وقت ہیں اور اُنہیں بعض ایسی
جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ غرض ہمارا اُن تمام باتوں پر
ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ
کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے
والی راہ یقین رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقایق
اور معارف قرآنیہ اور دقایق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف و الہام زیادہ تر
صفائی سے کُھلتے ہیں محدثات اور بدعات میں ہی داخل کر لیتے ہیں حالانکہ معارف مخفیہ
قرآن و حدیث ہمیشہ اہل کشف پر کھلتے رہے ہیں اور علماء وقت اُنکو قبول کرتے رہے ہیں
لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا الہام و ولایت جس کا کبھی
سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ
قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار و استہزا اُسکو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ
یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کیلئے ظہر و بطن دونوں ہیں اور اُس کے عجائبات
قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے مونہہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین
کشوف و الہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے حکم میں سمجھتے رہے ہیں۔

ہم نے جو رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام میں پیشگوئی [illegible] کو
شائع کیا ہے [illegible]
[illegible] افروختہ ہوئے ہیں اور انہوں نے [illegible]
[illegible] خلاف عقل و متفق علیہا کے [illegible]
بڑی غلطی ہے۔

اول تو یہ جاننا چاہیئے [illegible] نہیں ہے جو ہماری
ایمانیات کی [illegible] کے رکنوں میں سے کوئی [illegible] پیشگوئی ہے

یہ ایک پیشگوئی ہے جسکو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان
نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام
کچھ [illegible] ضروری نہیں کہ وہ [illegible]
[illegible] پیشگوئی
[illegible] پیشگوئی صورت پر
سمجھ لیں دیکھو جس حالت میں [illegible] اقرار کرتے ہوں کہ بعض
پیشگوئیوں کے سمجھنے میں [illegible] صورت پر ہوا تو پھر دوسرے
لوگ [illegible] دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری
سمجھ میں غلطی نہیں [illegible] پیشگوئی
پر ایمان لے آویں [illegible] تفصیل [illegible]
[illegible] میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ قرب امن جس سے ایمان [illegible] ہو سکتا
[illegible] ڈال جاتے اور تحکم کی راہ سے [illegible]
[illegible] کیونکہ اگر خدا نخواستہ انجام کار ایسا نہ
تو پھر پیشگوئی کی صداقت [illegible] پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا اور ایسی کوئی
وصیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کہ تمنے
پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرنے [illegible] استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز دخل نہ کرنا اب
سمجھنا چاہیئے کہ جبکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارہ میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے
تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ماسوا اسکے ہم کئی دفعہ بیان کر آئے ہیں کہ اس پیشگوئی پر اجماع امت
بھی نہیں قرآن شریف قطعی طور پر اپنی آیات بینات میں مسیح کے فوت ہوجانیکا
قائل اور ہمیشہ کے لئے اسکو رخصت کرتا ہے بخاری صاحب اپنی صحیح [illegible]

امامکم منکم کہ کر چپ ہو گئے ہیں یعنی صحیح بخاری میں صرف یہی مسیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا ہاں دمشق میں عندالمنارہ اترنے کی حدیث مسلم میں موجود ہے مگر اس سے اجماع امت ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بھی ثابت ہونا مشکل ہے کہ مسلم کا درحقیقت یہی مذہب تھا کہ دمشق کے لفظ سے سچ مچ یہی مراد ہے اور اگر ایسا فرض ہی کر لیں تو فقط ایک شخص کی رائے ثابت ہوئی مگر پیشگوئیوں کے بارہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی رائے اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں رہ سکتی تو پھر مسلم صاحب کی رائے کیونکر معصوم ٹھہرے گی۔

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں کا گو اُنہیں اولیاء بھی داخل ہوں اجماع کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتا مسلمانوں نے صورت پیشگوئیوں کو مان لیا ہے انکی طرف سے یہ ہرگز دعویٰ نہیں اور نہ ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ اسبات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیشگوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو ابتک کھلی نہیں درحقیقت تمام انبیا کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیشگوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں اسیوجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانیکے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ہمارے سید و مولیٰ رو رو کر دعائیں کرتے رہے اس خیال سے کہ شاید پیشگوئی میں کوئی ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جنکا علم ہمکو نہیں دیا گیا۔

اور یہ دعویٰ کہ تمام صحابہ اور اہلبیت اسی طرح مانتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ہم یہ بالکل لغو اور بلا دلیل ہے فرد فرد کی رائے کا خدا ہی کو علم ہوگا کسی نے اُن سب کے اظہارات لکھ کر کب قلمبند کئے ہیں یا کب کسی نے اپنے مونہہ سے انکے بیانات سُنکر شائع کئے ہیں باوجودیکہ صحابی دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ تھے مگر اس

پیشگوئی کے روایت کرنیوالے شاید دو یا تین تک نکلیں تو نکلیں اور اُنکی روایت بھی عام طور پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ بخاری جو حدیث کے فن میں ایک ناقد بصیر ہے اُن تمام روایات کو معتبر نہیں سمجھتا یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ بخاری جیسے جد و جہد کرنے والے کو وہ تمام روایات رطب و یابس پہونچی ہی نہیں۔ بلکہ صحیح اور قرین قیاس یہی ہے کہ بخاری نے اُنکو معتبر نہیں سمجھا اُسنے دیکھا کہ دوسری حدیثیں اپنی ظاہری صورت میں امام مسلم کی حدیث سے معارض ہیں اور یہ حدیث غایت درجہ کی صحت پر پہونچ گئی ہے اس لئے اُسنے ان مخالف المفہوم حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ کر اپنی صحیح کو اُنسے پُر نہیں کیا۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ہرگز خیر القرون کا اِس امر پر اجماع ثابت نہیں ہو سکتا کہ ضرور حضرت مسیح دمشق میں ہی نازل ہونگے کیونکہ بخاری امام فن نے اِس حدیث کو نہیں لیا ابن ماجہ اِس حدیث کا مخالف ہے اور بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھتا ہے اسیطرح کسی کے مونہہ سے کچھہ نکل رہا ہے اور کسی کے مونہہ سے کچھہ پس اجماع کہاں ہے۔

اگر فرض کے طور پر اجماع ہی ہوتا تو پھر بھی کیا حرج تھا کیونکہ ان بزرگوں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ اِس سے بڑھکر اور معنے نہیں ہو سکتے بلکہ وہ تو مسنون طور پر تفاصیل کو حوالہ بخدا کرتے رہے ہیں۔

پھر یہ بھی ہم بخوبی ظاہر کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کو صرف ظاہری الفاظ تک محدود رکھنے میں بڑی بڑی مشکلات ہیں قبل اس کے جو مسیح آسمان سے اُترے صدہا اعتراض پہلے ہی سے اُتر رہے ہیں ان مشکلات میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور ہمیں اسبات کی کیا حاجت کہ ابن مریم کو آسمان سے اُتارا جائے اور اُنکا نبوت سے الگ ہونا تجویز کیا جائے اور اُنکی اِسطرح پر تحقیر کیجائے کہ دوسرا شخص امامت کرے اور وہ پیچھے مقتدی بنیں اور دوسرا شخص اُنکے روبرو لوگوں سے بیعت امامت و خلافت لے اور وہ بدیدہ حسرت

دیکھتے رہیں اور احد المسلمین بنکر اپنی نبوت کا دم نہ مار سکیں اور ہم اس قریب الشرک بلکہ سراسر شرک سے بھرے ہوئے کلمے کو کیوں موںہہ سے بولیں کہ دجّال یک چشم خدا تعالیٰ کیطرح اپنے اقتدار سے مُردوں کو زندہ کریگا اور صریح صریح خدائی کی علامتیں دکھلاویگا اور کوئی اُسسے یہ نہیں کہے گا کہ اے یک چشم خدا پہلے تو اپنی آنکھہ درست کر۔ کیا وہ توحید جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے ایسی قدرتیں کسی مخلوق میں روا رکھتی ہے کیا اسلام نے ان واہیات باتوں کو اپنے پیروں کے نیچے کچل نہیں دیا عجیب بات ہیکہ مسلمانوں کے نزدیک خر دجّال بھی گویا ایک حصہ خدائی کا رکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس خر کا پیدا کرنیوالا دجّال ہی ہے پہ جبکہ وہ دجال محیی و ممیت اور خالق بھی ہے تو اُسکے خدا ہونیمیں کسر کیا رہ گئی اور اس گدھے کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ وہ مشرق و مغرب میں ایکروز میں سیر کر سکیگا مگر ہمارے نزدیک ممکن ہیکہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا انکا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔ پھر مسیح کے بارہ میں یہ بھی سوچنا چاہئیے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسینگے کہ جبکہ تیس یا چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کیطرف جانا موت کا موجب ہی تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتہہ آسمان تک کیونکر پہونچ گئے۔ اور کیا یہ مخالفوں کے لئے ہنسنے کی جگہ نہیں ہوگی کہ حلیہ اول اور اخیر کے اختلاف کیوجہہ یہ بیان کیجائے کہ تغیر عمر کے سبب سے حلیہ میں فرق آگیا ہوگا۔

ایک اور بات ہمارے علماء کیلئے غور کے لایق ہے کہ احادیث میں صرف ایک دجال کا ذکر نہیں بلکہ بہت سے دجال لکھے ہیں اور لکلِّ دجّالٍ عیسیٰ کی شان پر تدبّر کی نظر ڈالکر یہ بات آپ ہی سمجہہ آسکتی ہے کہ عیسیٰ کے لفظ سے مثیل عیسیٰ مراد ہونا چاہئیے اس ہماری بات کو وہ حدیث اور بھی تائید دیتی ہے جو مثیل مصطفیٰ کی نسبت ایک پیشگوئی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ

اُس حدیث میں یہ لفظ ہیں جن سے بصراحت یہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پیشگوئی میں اپنے ایک مثیل کی خبر دے رہے ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ مہدی خلق اور
خُلق میں میری مانند ہوگا یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یعنے میرے نام جیسا اُسکا نام ہوگا اور
میرے باپکے نام کیطرح اُس کے باپکا نام اب دیکھو کہ خلاصہ اِس حدیث کا یہی ہے کہ وہ میرا
مثیل ہوگا اِس صورت میں ایک دانا کو نہایت آسانی سے یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ جیسے حدیث
میں ایک مثیل مصطفےٰ کا ذکر ہے ایسا ہی مثیل مسیح کا ذکر بھی ہے نہ یہ کہ ایک جگہ مثیل مصطفےٰ
اور دوسری جگہ خود حضرت مسیح ہی آجاینگے فتدبر۔

اب ظاہر ہے کہ جسقدر ہم نے اپنے الہامی عقیدہ کی تائید میں دلایل عقلی ونقلی
وشرعی لکھے ہیں وہ ہمارے اثبات مدعا کے لئے کافی ہیں اگر اس جگہ ہم بطور فرض محال
تسلیم ہی کرلیں کہ ہم بکلی شہادت پیش آمدہ کا تصفیہ نہیں کر سکے تو اسمیں ہی ہمارا کچھ حرج
نہیں کیونکہ الہام الٰہی وکشف صحیح ہمارا موید ہے اسلئے اِسی قدر ہمارے لئے کافی ہے
ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ الہام اور کشف کا نام سُنکر چپ ہوجائے اور بلبی چون و
چرا سے باز آجائے اگر مخالف الرائے لوگوں کے ہاتھ میں بعض احادیث کی رو سے کچھ
دلایل ہیں تو ہمارے پاس ایسے نقلی وشرعی دلائل اُنسے کچھ تھوڑے نہیں قرآن شریف ہمارے
اُنکے ساتھ نہیں صحیح بخاری حدیثیں ہماری موید ہیں اُنکی موید نہیں۔ علاوہ اسکے معقولی
دلایل جو تجارب فلسفہ وطبعیہ سے لئے گئے ہیں وہ سب ہمارے پاس ہیں اُنکے پاس ایک بھی
نہیں اور ان تمام امور کے بعد الہام ربانی وکشف آسمانی ہمارے بیان کا شاہد ہے اور اُنکے
پاس اِس اصرار پر کوئی ایسا شاہد نہیں۔

اِس جگہ ہم اسبات کا لکھنا بے محل نہیں سمجھتے کہ الہام اور کشف کی حجت اور دلیل
ہونے کے قایل گرچہ بعض خشک متکلمین اور اصولی نہ ہوں لیکن ایسے تمام محدث اور
صوفی جو معرفت کامل اور تفقہ تام کے رنگ سے رنگین ہوئے ہیں بذوق تمام قائل ہیں اس

اِس بارہ میں ہمارے دوست مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں بہ بسط تمام بیان فرمایا ہے چنانچہ ازانجملہ امام عبد الوہاب شعرانی کی کتاب میزان کبریٰ اور فتوحات شیخ محی الدین کا جو مولوی صاحب موصوف نے بتائید اپنی رائے کے ذکر کیا ہے اُنہیں سے ہم کسیقدر ناظرین کیلئے لکھتے ہیں۔

امام صاحب اپنی کتاب میزان کے صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اُسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔

اور پھر امام صاحب اسجگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صاحب کشف اُن علوم کا محتاج نہیں جو مجتہدوں کے حق میں اُنکی صحت اجتہاد کے لئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کے مانند ہے۔

پھر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو اُنکی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث محدثین کے نزدیک جرح سے خالی نہیں مگر اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جو کلام اہل کشف کو رد کرے نہ عقلی نہ نقلی نہ شرعی کیونکہ کشف کی خود شریعت موید ہے۔

پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور اُن کے ہم عصروں نے اُن کے دعوے کو تسلیم کیا۔

پھر امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جنہیں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا بخطی انکے صحبتی شیخ عبد القادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے اُن سے

بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اِس کے جواب میں
لکھا تھا کہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لیے جنکو محدثین ضعیف کہتے ہیں
حاضر ہوا کرتا ہوں چنانچہ اسوقت تک پچہتر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا
ہوں اگر مجھے یہ خوف نہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانیکے سبب اِس حضوری سے
رُک جاؤں گا تو قلعہ میں جاتا اور تمہاری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے جو فتوحات میں اسبارہ میں لکھا ہے اس میں سے
بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلعم سے احکام پوچھتے
ہیں اور انمیں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوجاتا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نازل
ہوتے ہیں اور آنحضرت جبرائیل سے وہ مسئلہ جسکی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر
اُس ولی کو بتا دیتے ہیں یعنے ظلی طور پر وہ مسئلہ بنزول جبرائیل منکشف ہوجاتا ہے۔
پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت صلعم سے احادیث کی
تصحیح کرا لیتے ہیں بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور
وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت
کے قول سے بذریعہ کشف کے صحیح ہوجاتی ہیں تم کلامہ

اور فتوحات مکیہ میں ابن عربی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم
لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علوم لدنیہ اور اسرار و معارف
انبیا و اولیا سے مخصوص ہیں۔ اور جنید بغدادی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے
تیس سال اِس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے اور ابو یزید بسطامی سے نقل کیا ہے
کہ علماء ظاہر نے علم مُردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدا تعالےٰ ہے
تم کلامہ۔

ایسا ہی مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے رئیس محدثین حضرت شاہ ولی اللہ
قدس سرہ کے کلمات قدسیہ اس بارہ میں بہت کچھ لکھے ہیں اور دوسرے علماء و فقرا کی
بھی شہادتیں دی ہیں مگر ہم اُن سب کو اِس رسالہ میں لکھ نہیں سکتے اور نہ لکھنے کی کچھ
ضرورت ہے الہام اور کشف کی عزت اور پایہ عالیہ قرآن شریف سے ثابت ہے وہ
شخص جسنے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جسکا ذکر قرآن شریف میں ہے
وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا الہام اور کشف کا مسئلہ اسلام میں ایسا ضعیف
نہیں سمجھا گیا کہ جسکا نورانی شعلہ صرف عوام الناس کے مونہہ کی پھونکوں سے منطفی ہو سکے
یہی ایک صداقت تو اسلام کیلئے وہ اعلیٰ درجہ کا نشان ہے جو قیامت تک بینظیر شان و
شوکت اسلام کی ظاہر کر رہا ہے یہی تو وہ خاص برکتیں ہیں جو غیر مذہب والوں میں پائی
نہیں جاتیں ہمارے علماء اس الہام کے مخالف بنکر احادیث نبویہ کے مکذب ٹھہرتے
ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدّد کا آنا ضروری
ہے اب ہمارے علماء کہ جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلادیں کہ
کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے الہام پاکر مجدّد ہونیکا دعویٰ کیا ہے
یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدّد خدا تعالیٰ
کیطرف سے آئیگا یعنے علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ اب بتلادیں کہ اگر یہ
عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جسنے اِس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونیکا ایسا
دعویٰ کیا جیساکہ اس عاجز نے کیا کوئی الہامی دعاوی کے ساتھ تمام مخالفوں کے مقابل پر
ایسا کھڑا ہوا جیساکہ یہ عاجز کھڑا **تفکروا وتندموا واتقوا اللہ ولا تغلوا**
اور اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونیکے دعوے میں غلطی پر ہے تو پھر آپ لوگ کچھ کوشش کریں کہ
مسیح موعود جو آپکے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اُتر آوے کیونکہ میں تو
اسوقت موجود ہوں مگر جسکے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا

صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ آسمان سے اُتر ہی آوے تا میں ملزم ٹھہر سکوں آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اُترتے دکھائی دیں اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائیگی کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابل پر قبول ہو جایا کرتی ہے لیکن آپ یقیناً سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں مسیح تو آچکا لیکن آپ نے اسکو شناخت نہیں کیا اب یہ امید موہوم آپکی ہرگز پوری نہیں ہوگی یہ زمانہ گذر جائیگا اور کوئی اِنمیں سے مسیح کو اترتے نہیں دیکھے گا۔

حالانکہ تیرھویں صدی کے اکثر علماء چودھویں صدی میں اسکا ظہور معین کر گئے ہیں اور بعض تو چودھویں صدی والوں کو بطور وصیت یہی کہہ گئے ہیں کہ اگر انکا زمانہ پاؤ تو ہمارا السلام علیکم انہیں کہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب رئیس المحدثین بھی انہیں میں سے ہیں۔

با اینہمہ ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بنکر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جسکو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اُترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور انکو جو شبہات کے زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دیگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ لیکن یہ عاجز ایک خاص پیشگوئی کے مطابق جو خدا تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود	گویم سخن اگرچہ ندارند باورم

کاندر دلم دمید خداوند کردگار ‏— کان برگزیده را ز رہِ صدق مظہرم

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم ‏— حیف است گر بدیدہ نبینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است ‏— ز انسان کہ آمد است در اخبار سرورم

این مقدمم نہ جاۓ شکوک است والتباس ‏— سیّد جدا کند ز مسیحاۓ احمرم

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار ‏— چون خود ز مشرق است تجلّی نیّرم

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم ‏— عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

آخر اکہ حق بجنّت خُلدش مقام داد** ‏— چون بر خلاف وعدہ برون آرد از ارم

چون کافرا ستم بپرستند مسیح را ‏— غیوریِ خدا بسرش کرد ہمسرم

رو یک نظر بجانبِ فرقان غور کن ‏— تا بر تو منکشف شود این راز مضمرم*

یارب کجاست محرمِ رازِ مکاشفات ‏— تا نورِ باطنش خبر آرد ز مُخبرم

** دیکھو انجیل متی

* ءانت قلت للناس الخ

آن قبله رو که نیست بکار دو عالمم | [illegible]

خورشید آن چنان کرم تیغ قیب | [illegible]

ای معترض بخوف الهی صبور باش | تا خود خداعیان کند آن [illegible]

آخر نخوانده که گمان نکو کنید | چون [illegible]

بر من چه کشتی تو چنین خنجر زبان | از خود نیم ز قادر ذوالمجد اکرم

ماموروم و مرا چه درین کار اختیار | رو این سخن بگو به خداوند آدم

ای آنکه سوی من بدویدی بصد تبر | از باغبان بترس که من شاخ مثمرم

حکم است ز آسمان بزمین میرسانمش | گر بشنوم نگویمش آنرا کجا برم

ای قوم من نگفته مشو تنگدل مباش | ز اول چنین مجوش ببین تا باخرم

من خود نگویم این که بلوح خدا همین است | گر طاقتست محو کن آن نقش داورم

در تنگنای حیرت و فکرم ز قوم خویش
یارب عنایتی که ازین فکر مضطرم

نی چشم مانده است و نه گوش و نه نور دل
جز یک زبان‌شان که نیرزد بیکدرم

بد گفتنم ز نوع عبادت شمرده اند
در چشم‌شان پلید تر از هر مزورم

ایدل تو نیز خاطر ایشان نگاه دار
کاخر کنند دعوی حب پیمبرم

ای منکر پیام سروش و ندای حق
از من خطا مبین که خطا در تو بنگرم

جانم گداخت از غم ایمانت ای عزیز
واین طرفه‌تر که من بگمان تو کافرم

خواهی که روشنت شود احوال صدق ما
روشندلی بخواه ازان فیات و اکرم

گوش دلم بجانب تکفیر کس کجاست
من مست جامهای عنایات دلبرم

از طعن دشمنان خبری چون شود مرا
کاندر خیال دوست بخواب خوش اندرم

من میزیم بوحی خدایکه با من است
پیغام اوست چون نفس روح پرورم

من رخت برده‌ام بعمارات یار خویش — دیگر خبر مپرس از این تیره کشورم

عشقش بتار و پود دل من درون شدست — مهرش شدست در ره دین مهر انورم

راز محبت من او فاش گر شدی — بسیار تن که جان بفشاندی بپیکرم

ابناء روزگار ندانند راز من — من نور خود نهفته ز چشمان شپرم

بعد از رهم هر آنچه پسندید هیچ نیست — بد قسمت آنکه در نظرش هیچ محترم

هر لحظه میخوریم ز جام وصال دوست — هر دم انیس رعنای زخم نشترم

باد بهشت بر دل پرسوز من وزد — صد نکهت لطیف ز هر دود مجمرم

بد بوی حاسدان نرساند زیان بمن — من هر زمان ز نافهٔ یادش معطرم

کارم ز قرب یار بجائی رسیده است — کانجا ز فهم و دانش اغیار برترم

پایم ز لطف یار بجنت خزیده است — واز فضل آن حبیب بتیستباغم

جوشِ اجابتش کہ وقتِ دعا بود — زان گونہ زاریم نشنیدہ است مادرم

ہر سوے و ہر طرف رخِ آن یا بنگرم — آن دیگری کجاست کہ آید بخاطرم

ای حسرت این گروہِ عزیزان انید — وقتی بہ بینم کہ ازین خاک بگذرم

گر خون شدہ است دل ز غم و دردِ شان چہ شد — ہست آرزو کہ سر بدہم دریں سرم

ہر شب ہزار غم بمن آید ز دردِ قوم — یارب نجات بخش ازین و زبر شرم

یارب بآبِ چشمِ من این سیلِ شان بشو — کامروز تر شدہ است ازین دو بسترم

دریاب چونکہ آب بہر تو ریختیم ✢ — دریاب چونکہ جز تو نماندست دیگرم

تاریکیِ غموم بآخر نمی رسد — این شب مگر تمام شود روزِ محشرم

دل خون شدہ است از غمِ این قومِ ناشناس — و از عالمانِ کج کہ گرفتند چنبرم

گر علمِ خشک و کوریِ باطن نہ رہزنے — ہر عالم و فقیہ شدی ہمچو چاکرم

بر سنگ میکند اثر این منطقم مگر — بی بهره این کسان ز کلام مؤثرم

علم آن بود که نور فراست رفیق او — این علم تیره را به پشیزی نمیخرم

امروز قوم من نشناسد مقام من — روزی بگریه یاد کند وقت خوشترم

ای قوم من بصبر نظر سوی غیر دار — تا دست خود بعجز ز بهر تو گسترم

گر همچو خاک پیش تو قدرم بود چه باک — چون خاک پی که از خس و خاک کمترم

لطف و فضل او که نوازد وگرنه من — کرم نه آدمی صدف استم نه گوهرم

زانگونه دست او دلم از غیر خود کشید — گوئی گهی نه بود دگر در تصورم

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم — گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

هر تار و پود من بسر آید بعشق او — از خود تهی و از غم آن دلستان پرم

من در حریم قدس چراغ صداقتم — دستش محافظ است ز هر باد صرصرم

هردم فلک شهادت صدقم همی دهد | زینهم کدام غم که زمین گشت منکرم
واللہ کہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار | بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم
این آتشی کہ دامنِ آخر زمان بسوخت | از بہر چارہ آتش بخدا نہر کوثرم
من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب | ہان مُلہم استم و ز خداوند مُنذرم
یارب بزاریم نظری کن بلطف و فضل | جُز دستِ رحمتِ تو دگر نیست یاورم
جانم فدا شود برہِ دین مصطفیٰ | این است کام دل اگر آید میسرم

قریب تر بامن و نزدیک تر بسعادت
کون لوگ ہیں کیا وہ لوگ جنہوں
نے اِس عاجز کا مسیح موعود
ہونا مان لیا یا وہ لوگ جو
منکر ہو گئے؟

واضح ہو کہ یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان

لیا ہے وہ لوگ ہر یک خطرہ کی حالت سے محفوظ اور معصوم ہیں اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوت ایمانی کے وہ مستحق ٹھہر گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا ہے اور اسکو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اُسکی نسبت کسیطرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں جگہ نہیں دی۔ اِسوجہ سے اُس ثواب کا انہیں استحقاق حاصل ہوا کہ جو بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہے۔

دوسری یہ کہ وہ حق کے قبول کرنے کیوقت کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرے اور نہ نفسانی جذبات اُنپر غالب ہو سکے اِسوجہ سے وہ ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کہ انہوں نے دعوت حق کو پاکر اور ایک ربانی منادی کی آواز سنکر پیغام کو قبول کر لیا اور کسی طرح کی روک سے رُک نہیں سکے۔

تیسری یہ کہ پیشگوئی کے مصداق پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ اُن تمام وساوس سے مخلصی پا گئے کہ جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کیحالت میں ایمان دور ہو جانے کا موجب ٹھہرتے ہیں اور اُن سعید لوگوں نے نہ صرف خطرات مذکورۂ بالا سے مخلصی پائی بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان اور اُسکے نبیؐ کی پیشگوئی اپنی زندگی میں پوری ہوتی دیکھ کر ایمانی قوت میں بہت ترقی کر گئے اور اُنکے سماعی ایمان پر ایک معرفت کا رنگ آگیا اب وہ اُن تمام حیرتوں سے چھوٹ گئے جو اُن پیشگویوں کے بارہ میں دلوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں جو پوری ہونے میں نہیں آتیں۔

چوتھی یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لا کر اُس سخط اور غضب الٰہی سے بچ گئے جو اُن نافرمانوں پر ہوتا ہے کہ جنکے حصہ میں بجز تکذیب و انکار کے اور کچھ نہیں۔

پانچویں یہ کہ وہ اُن فیوض اور برکات کے مستحق ٹھہر گئے جو اُن مخلص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اُس شخص کو قبول کر لیتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔

یہ وہ فوائد ہیں کہ جو انشاء اللہ الکریم اُن سعید لوگوں کو بفضلہ تعالیٰ ملیں گے

جنہوں نے اس عاجز کو قبول کر لیا ہے لیکن جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ اُن تمام سعادتوں سے محروم ہیں
اور اُنکا یہ وہم بھی لغو ہے کہ قبول کرنے کی حالت میں نقصان دین کا اندیشہ ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ
نقصان دین کس وجہ سے ہو سکتا ہے نقصان تو اس صورت میں ہوتا کہ اگر یہ عاجز برخلاف
تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کے لئے اُنہیں مجبور کرتا مثلاً کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال
بتلاتا یا اُن ایمانی عقاید میں جو نجات کے لئے ضروری ہیں کچھ فرق ڈالتا یا یہ کہ صوم وصلوٰۃ و حج
و زکوٰۃ وغیرہ اعمال شرعیہ میں کچھ بڑھاتا یا گھٹا دیتا مثلاً پانچ وقت کی نماز کی جگہ دس وقت کی نماز
کر دیتا یا دو وقت ہی رہنے دیتا یا ایک مہینہ کی جگہ دو مہینے کے روزے فرض کر دیتا یا اُس سے
کم کیطرف توجہ دلاتا تو بیشک سراسر نقصان بلکہ کفر و خسران تھا لیکن جس حالت میں عاجز بار بار یہی
کہتا ہے کہ اے بھائیو میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لیکر نہیں آیا بلکہ میں بھی تم میں سے اور تمہاری
طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر
عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے
اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتدا نہیں جسکی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں تو
پھر ایک متدین مسلمان کے لئے میرے اس دعوے پر ایمان لانا جسکی الہام الٰہی پر بنا ہے
کونسی اندیشہ کی جگہ ہے۔ بفرض محال اگر میرا یہ کشف اور الہام غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے
اُس کے سمجھنے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں حرج ہی کیا ہے کیا اس نے
کوئی ایسی بات مان لی ہے جسکی وجہ سے اُس کے دین میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے اگر ہماری
زندگی میں سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم ہی آسمان سے اُتر آئے تو دل ماشاد چشم ما روشن
ہم اور ہمارا گروہ سب سے پہلے اُن کو قبول کر لیگا اور اس پہلی بات کے قبول کرنے کا بھی ثواب
پائیگا جسکی طرف محض نیک نیتی اور خدا تعالیٰ کے خوف سے اُس نے قدم اُٹھایا تھا بہر حال اس
غلطی کیصورت میں بھی (اگر فرض کیجائے) ہمارے ثواب کا قدم آگے ہی رہا اور ہمیں دو ثواب
ملے اور ہمارے مخالف کو صرف ایک لیکن اگر ہم سچے ہیں اور ہمارے مخالف آئندہ کی اُمیدیں

باندھنے میں غلطی پر ہیں تو ہمارے مخالفوں کا ایمان سخت خطرہ کی حالت میں ہے کیونکہ اگر سچ مچ انہوں نے اپنی زندگی میں حضرت مسیح ابن مریم کو بڑے اقبال و جلال کے ساتھ آسمان سے اُترتے دیکھ لیا اور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ فرشتوں کے ساتھ اُترتے چلے آتے ہیں تب تو اُنکا ایمان سلامت رہا ورنہ دوسری صورت میں ایمان سلامت رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اگر اخیر زندگی تک کوئی آدمی آسمان سے اُترتا نہیں دکھائی نہ دیا بلکہ اپنی ہی طیاری آسمان کی طرف جانیکے لئے ٹھہر گئی تو ظاہر ہے کہ کیا کیا شکوک و شبہات ساتھ لے جائیں گے اور نبی صادق کی پیشگوئی کے بارہ میں کیا کیا وساوس دل میں پڑیں گے اور قریب ہے کہ کوئی ایسا سخت وسوسہ پڑ جائے کہ جس کے ساتھ ایمان ہی برباد ہو کیونکہ یہ وقت انجیل اور احادیث کے اشارات کے مطابق وہی وقت ہے جسمیں مسیح اُترنا چاہئے اسی وجہ سے سلف صالح میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع سال بتلا گئے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی بھی یہی رائے ہے اور مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے بھی اپنے ایک رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور اکثر محدثین اس حدیث کے معنی میں کہ **الآیات بعد المائتین** ہے اسی طرف گئے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ مسیح موعود کا آسمان سے دمشق کے منارہ کے پاس اُترنا تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ اس بات پر ہرگز اجماع نہیں قرآن شریف میں اسکا کہاں بیان ہے وہاں تو صرف موت کا ذکر ہے بخاری میں حضرت یحییٰ کی روح کے ساتھ حضرت عیسیٰ کی روح دوسرے آسمان پر بیان کیا ہے اور دمشق میں اُترنے سے اعراض کیا ہے اور ابن ماجہ صاحب بیت المقدس میں انکو نازل کر رہے ہیں اور ان سب میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ تمام الفاظ و استعارات ظاہر پر ہی محمول ہیں بلکہ صرف صورت پیشگوئی پر ایمان لے آئے ہیں یہ اجماع اس بات پر ہے ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی

عقیدہ معلوم ہوتا ہو سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے
اُتار کر دکھلا دیں صالحین کی اولاد ہو مسجد میں بیٹھ کر تضرع اور زاری کرو تا کہ عیسیٰ ابن
مریم آسمان سے فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لاویں اور تم سچے ہو جاؤ
ورنہ کیوں ناحق بدظنی کرتے ہو اور زیر الزام آیت کریمہ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهٖ عِلْمٌ آتے ہو خدا تعالیٰ سے ڈرو۔

لطیفہ چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث
کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح
موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور
اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی
کے پورے ہونے پر ظاہر ہونیوالا تھا پہلے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ
نام ہے **غلام احمد قادیانی** اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ
قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا
ہے کہ اسوقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔ اور اس
عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں
میرے پر ظاہر کر دیتا ہے ایکدفعہ میں نے آدم کے سن پیدایش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ کیا گیا
کہ ان اعداد پر نظر ڈال جو سورۃ العصر کے حروف میں ہیں کہ انہیں میں سے وہ
تاریخ نکلتی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اس مسجد کی تاریخ جسکے ساتھ میرا مکان ملحق ہے الہامی طور پر معلوم
کرنی چاہی تو مجھے الہام ہوا مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیہ
یہ مسجد کی صفت میں ہے اور یہ الہام [illegible] کہ میرا مکان اس قصبہ کے شرقی
حصہ آبادی کے کنارہ پر واقع ہے اسی مسجد کے قریب اور اس کے شرقی منارہ

گے تیج جیسا کہ ہمارے سید و مولیٰ کی پیشگوئی کا مفہوم ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد

تہجی میں مجھے خبر دی جسکا ماحصل یہ ہے کلب یموت علی کلب یعنی وہ کتا

ہے اور کتے کے عدد پر مریگا جو باون سال پر دلالت کر رہے ہیں یعنے اسکی عمر باون سال سے

تجاوز نہیں کریگی جب باون سال کے اندر قدم دھریگا تب اسی سال کے اندر اندر راہی ملک

بقا ہوگا۔

اب یہ میں تقریر مذکورہ بالا کیطرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ ہمارا گروہ ایک سعید گروہ ہے

جس نے اپنے وقت پر اس بندہ مامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے

اور انکے دلوں نے قبول کرنے میں کچھ تنگی نہیں کی کیونکہ وہ سعید تھے اور خدا تعالیٰ نے اپنے لئے انہیں

چن لیا تھا عنایت حق نے انہیں قوت دی اور دوسروں کو نہیں دی اور انکا سینہ کھولدیا

اور دوسروں کا نہیں کھولا سو جنہوں نے لے لیا انہیں اور بھی دیا جائیگا اور انکی بڑھتی

ہوگی مگر جنہوں نے نہیں لیا انسے وہ بھی لیا جائیگا جو انکے پاس پہلے تھا۔ بہت سے

راستبازوں نے آرزو کی کہ اس زمانہ کو دیکھیں مگر دیکھ نہ سکے مگر افسوس کہ ان لوگوں نے

دیکھا مگر قبول نہ کیا انکی حالت کو میں کس قوم کی حالت سے تشبیہ دوں انکی نسبت یہی

تمثیل ٹھیک آتی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وعدہ کے موافق ایک شہر میں

اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کر کے بھیجا تا وہ دیکھے کہ درحقیقت مطیع کون ہے اور

نافرمان کون اور تا ان تمام جھگڑوں کا تصفیہ بھی ہو جائے جو انمیں واقع ہو رہے ہیں

چنانچہ وہ حاکم عین اسوقت میں جبکہ اس کے آنیکی ضرورت بھی آیا اور اس نے اپنے آقا

نامدار کا پیغام پہونچا دیا اور سب لوگوں کو راہ راست کی طرف بلایا اور اپنا حکم ہونا ان پر

ظاہر کر دیا لیکن وہ اسکے ملازم جو کہ بھی ہونکی نسبت شک میں پڑ گئے تب اسنے ایسے

نشان دکھلائے جو ملازموں سے ہی خاص ہوتے ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور اسے قبول نہ کیا

اور اُسکو کراہت کی نظر سے دیکھا اور اپنے تئیں بڑا سمجھا اور اس کا حکم ہونا اپنے لئے قبول نہ کیا بلکہ اُس کو پکڑ کر بیعزت کیا اور اس کے مونہہ پر تہوکا اور اس کے مارنے کے لئے دوڑے اور بہت سی تحقیر و تذلیل کی اور بہت سی سخت زبانی کے ساتہہ اس کو جھٹلایا تب وہ ان کے ہاتہہ سے وہ تمام آزار اُٹھا کر جو اس کے حق میں مقدر تہے اپنے بادشاہ کی طرف واپس چلا گیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس کا ایسا بُرا حال کیا کسی اور حاکم کے آنے کے منتظر بیٹھے رہے اور جہالت کی راہ سے ایسے خیال باطل پر جمے رہے کہ یہ تو حاکم نہیں تہا بلکہ وہ اور شخص ہے جو آئے گا جس کی انتظاری ہمیں کرنی چاہیئے سو وہ سارا دن اس شخص کے انتظار سے لگے رہے اور اُٹہہ اُٹہہ کر دیکھتے رہے کہ کب آتا ہے اور اس وعدہ کا باہم ذکر کرتے رہے جو بادشاہ کی طرف سے تہا یہانتک کہ انتظار کرتے کرتے سورج غروب ہونے لگا اور کوئی نہ آیا آخر شام کے قریب بہت سے پولیس کے سپاہی آئے جنکے ساتہہ بہت سی ہتکڑیاں بہی تہیں سو اُنہوں نے آتے ہی اُن شریروں کے شہر کو پہونک دیا اور پہر سب کو پکڑ کر ایک ایک کو ہتکڑی لگا دی اور عدالت شاہی کی طرف بجُرم عدول حکمی اور مقابلہ ملازم سرکاری چالان کر دیا جہاں سے اُنہیں وہ سزائیں مل گئیں جن کے وہ سزاوار تہے۔

سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہی حال اس زمانہ کے جفاکار منکروں کا ہوگا ہر ایک شخص اپنی زبان اور قلم اور ہاتہہ کی شامت سے پکڑا جائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔
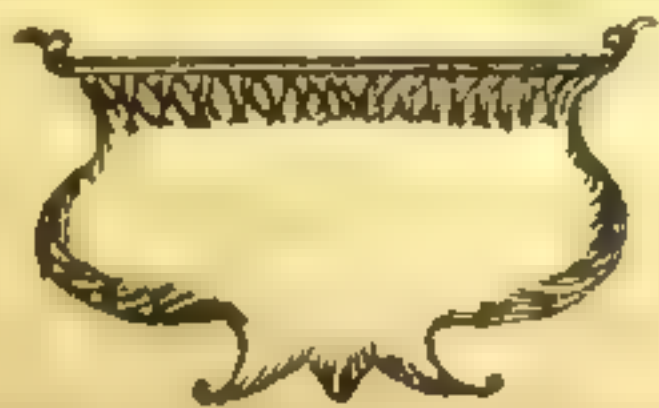
عُلماءِ ہند کی خدمت میں نیاز نامہ

اے برادران دین و علماء شرع متین آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سُنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونیکا دعویٰ کیا ہے جسکو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعوے نہیں جو آج ہی میرے مونہہ سے سُنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پاکر براھین احمدیہ کے کئی مقام پر بتصریح درج کر دیا تھا جسکے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا ہوگا میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادت اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھی ہیں اور دوسرے کئی امور میں جنکی تصریح انہیں رسالوں میں کر چکا ہوں میری زندگی کو مسیح ابن مریم کی زندگی سے اشد مشابہت ہے اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جسکے آنیکا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین احمدیہ میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جسکے آنیکی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے تعجب کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد سات میں جسمیں براہین احمدیہ کا ریویو لکھا ہے ان تمام الہامات کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل و جان مان چکے ہیں مگر یہ بھی سُنا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کو بھی اور لوگوں کا شور اور غوغا دیکھ کر کچھ منکرانہ جوش دلمیں اُٹھا ہے وہذا عجب العجائب اور الہامات جو اس بارہ میں براہین میں درج ہیں وہ صفحات نمبر ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۷ و ۴۹۸ و

و ۵ ، ۵ و ۱۰ ۵ و ۱۱ ۵ و ۱۲ ۵ و ۱۴ ۵ و ۷ ۵ و ۹ ۵ و ۲۰ ۵ و ۱۶ ۵ میں درج ہیں جنکی عبارتیں یہ ہیں۔

یا احمد بارك الله فيك ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى الرحمٰن علم القران لتنذر قوما ما انذر اباؤهم ولتستبين سبيل المجرمين قل انى امرت وانا اوّل المؤمنين۔ يا عيسى انى متوفيك ورافعك الىّ وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة هو الذي ارسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كلّه لا مبدل لكلمات الله انا انزلناه قريبا من القاديان وبالحق انزلناه وبالحق نزل صدق الله ورسوله وكان امر الله مفعولا وقالوا ان هذا الا افك افترى وما سمعنا بهذا فى اباءنا الاولين قل هو الله عجيب يجتبى من يشاء من عباده۔ لا يسئل

اے احمد خدا تعالیٰ نے تجھ میں برکت ڈالدی ہے جو کچھ تو نے چلایا جبکہ چلایا یہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا ہے وہی رحمٰن ہے جس نے قرآن تجھے سکھایا تا تو اُن لوگوں کو ڈراوے جنکے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تا مجرموں کی راہ صاف طور پر کھل جاوے یعنے تا معلوم ہو جاوے کہ کون لوگ تیرا ساتھ اختیار کرتے ہیں اور کون لوگ بوجہ بصیرت کامل کے مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب لوگوں کو کہہ دے کہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے حکم کیا گیا ہوں اور سب سے پہلا وہ آدمی ہوں جو اس حکم پر ایمان لایا ہے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا۔ وہ جو تیری تابع ہوئے ہیں میں انہیں اُن دوسرے لوگوں پر جو تیرے منکر ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھونگا خدا وہ قادر ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا دین دیکر بھیجا تا سب دینوں پر حجت کی رو سے اسکو غالب کرے (یہ وہ پیشگوئی ہے جو پہلے سے قرآن شریف میں انہیں دنوں کیلئے لکھی گئی) پھر بعد اس کے الہام الٰہی کا یہ ترجمہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کو جو پہلے سے اُسکی پاک کلام میں آچکے ہیں کوئی بدل نہیں سکتا یعنے وہ ہرگز ٹل نہیں سکتے اور پھر بعد اس کے فرمایا ہے کہ ہم نے اُن امور کو معہ اپنے نشانوں اور عجائبات کے قادیان کے قریب ہی

الناس فیعصمک اللہ من عندہ وما کان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون رب اغفر وارحم من السماء رب انی مغلوب فانتصر ایلی ایلی لما سبقتنی رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین بشریٰ لک یا احمدی انت مرادی ومعی غرستُ کرامتک بیدی انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی شانک عجیب واجرک قریب الارض

ہو جائیں گے تو یہ ایک آزمایش کی جگہ ہوگی پس اسوقت تو صبر کر جیسا کہ اولوالعزم رسول صبر کرتے رہے ہیں یاد رکھ کہ یہ منجانب اللہ آزمایش ہے تا وہ کامل طور پر تجھ سے محبت کرے یہ وہ محبت ہے جو خداوند غالب اور بہت بزرگ کیطرف سے ہے تیرا اجر خدا دیگا اور تیرا رب تجھ سے راضی ہوگا اور تیرا نام پورا کرے گا اور خدا تجھے بچائیگا اگرچہ لوگ تیرے بچانے سے دریغ ہی کریں اور خدا ایسا نہیں ہے کہ قبل اسکے جو خبیث اور طیب میں فرق کرکے دکھلاوے تجھے چھوڑ دیوے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ تم ایک امر کو جو تمپر وارد ہو کردہ سمجھو اور تمہارے دل کو اچھا نہ لگے مگر دراصل وہ تمہارے لئے اچھا ہو اور خدا تعالیٰ حقیقت اسرار جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے مجھ پر رحم نازل کر اور میرے لئے کھڑا ہو کہ میں مغلوب ہوں۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا {یہ اشارہ اس مشابہت کی طرف ہے کہ جو اس عاجز کو حضرت مسیح سے ہے کیونکہ ایلی ایلی کی دعا درحقیقت مسیح نے اپنی تنگی کے وقت کی تھی} اور پھر اس عاجز کیطرف سے خدا تعالیٰ نے الہامی طور پر یہ دعا ظاہر کی کہ مجھے دکھلا کہ تو کیونکر مردوں کو زندہ کرتا (یہی مسیحی مشابہت کیطرف اشارہ ہے) اور پھر اس عاجز کیطرف سے الہامی طور پر یہ دعا ظاہر کی کہ مجھے اکیلا مت چھوڑ۔ اور تو خیر الوارثین ہے۔ مجھ میں اور میری قوم میں سچا فیصلہ کر تو خیر الفاتحین ہے۔ اے میرے احمد تجھے بشارت ہو تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے میں نے تیری کرامت کا درخت تابت اد

والسماء معك كما هو معی جری اللہ فی حلل الانبیاء لا تخف انك انت الاعلی ینصرك اللہ فی مواطن ان یومی لفصل عظیم کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الا ان حزب اللہ هم الغالبون۔	مستحکم کردیا تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا تیری شان عجیب اور تیرا اجر قریب ہے۔ تیرے ساتھ زمین آسمان ایسا ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ تو خدا کا پہلوان ہے نبیوں کے حلوں میں مت خوف کر کہ غلبہ تجھ کو ہے خدا کئی میدانوں میں تیری مدد کریگا۔ میرا دن بڑے فیصلہ کا دن ہے میں لکھ چھوڑا ہے کہ ہمیشہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ یاد رکھ کہ خدا کا ہی گروہ غالب رہا کرتا ہے۔

یہ وہ الہامات ہیں جو براہین احمدیہ میں صفحات مذکورہ بالا میں ہم لکھ چکے ہیں جو صراحتاً و کنایتاً اس عاجز کے مثیل موعود ہونے پر دلالت کر رہے ہیں۔

ہاں براہین میں اس بات کا الہامی طور پر کچھ فیصلہ نہیں کیا گیا کہ حضرت مسیح بن مریم کے نزول کے جو لوگ منتظر ہیں کہ وہی سچ مچ بہشت سے نکل کر فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے زمین پر اتر آئیں گے اسکی اصل حقیقت کیا ہے بلکہ میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنیکا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جسکی طرف آجکل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔ سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے براہین میں لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے لیکن جب مسیح آئیگا تو اس کے ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہوگی یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے

نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعوے نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں
کر سکتے اسیوجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبتک خدا تعالیٰ کیطرف سے بعض عبادات
کے ادا کرنیکے بارہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی تب تک اہل کتاب کی سُنن دینیہ پر قدم
مارنا بہتر جانتے تھے اور بر وقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اسکو چھوڑ دیتے
تھے سو اسی لحاظ سے حضرت مسیح بن مریم کی نسبت اپنی طرف سے براہین میں کوئی بات نہیں
کی گئی تھی اب جو خدا تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام طور پر اس کا
اعلان ازبس ضروری تھا لیکن مجھے اگرچہ افسوس ہے تو اس زمانہ کے اُن مولوی صاحبان
پر ہے کہ جنہوں نے قبل اسکے جو میری تحریر پر غور اور خوض کی نگاہ کریں رد لکھنے شروع
کر دیئے ہیں منصفین خوب سمجھے ہیں کہ جسقدر حال کے بعض مولوی صاحبوں نے مجھے اپنی
دیرینہ رائے کا مخالف ٹھہرایا ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ درحقیقت اتنی بڑی مخالفت
نہیں ہے جس پر اتنا شور مچایا گیا میںنے صرف مثیل مسیح ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی
دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے
کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں ہاں اس زمانہ کے
لئے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سُود ہے اور یہ بھی ظاہر رہے کہ
یہ کچھ میرا ہی خیال نہیں کہ مثیل مسیح بہت ہو سکتے ہیں بلکہ احادیث نبویہ کا بھی یہی منشا
پایا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا کے اخیر تک قریب
تیس۳۰ کے دجال پیدا ہوں گے اب ظاہر ہے کہ جب تیس دجال کا آنا ضروری ہے تو بحکم
لکل دجّال عیسٰے تیس مسیح بھی آنے چاہیئے پس اس بیان کے رو سے ممکن اور
بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جسپر حدیثوں کے بعض ظاہری
الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ
نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لئے

اشکال ہی کیا ہے ممکن ہے کہ کسیوقت اُنکی یہ مراد بھی پوری ہوجاوے ہاں انکی یہ تمام
مراد کشفاً والہاماً وعقلاً ونقلاً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت
مسیح ابن مریم کو آسمان سے اُترتے دیکھ لیں گے سو انہیں اسبات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی
ایمان لائیں گے کہ جب مسیح کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اُترتا ہوا مشاہدہ کریں گے
ایک خطرناک ضد ہے اور یہ قول اُن لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جنکا خود ذکر
اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ حتّٰی نری اللہ جھرۃ کہتے رہے اور
ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔

اب میں نصیحتاً للہ اپنے عزیز علماء کی خدمت میں صحیحین کی وہ حدیثیں پیش
کرنا چاہتا ہوں جنکی نسبت اُنکا یہ خیال ہے کہ اُن سے ہمارا دعویٰ مسیح ابن مریم کے
آسمان سے اُترنے کا بخوبی ثابت ہوتا ہے اور جنپر زور مار کر وہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ
اُنکو اپنے دعاوی کے اُن احادیث کی رو سے ڈگری ملتی ہے سو وہ حدیثیں معہ ترجمہ
کے ذیل میں لکھتا ہوں۔

صحیح بخاری ص۴۹۰	ترجمہ
والذي نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم	یعنی قسم ہے اُس ذاتکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کریگا اور باطل پرستوں کو الگ اور حق پرستونکو الگ کردیگا پس وہ اسی حکم ہونیکی وجہ سے صلیب کو توڑیگا اور خنزیرونکو ماریگا اور مذہب کے جھگڑوں کا خاتمہ کردیگا تمہارا اُسدن کیا حال ہوگا جسدن ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تم جانتے ہو کہ ابن [illegible]

یہاں تک بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہو چکا اور آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام بخاری کی
صاحب امامکم منکم کے لفظ سے کسطرف اشارہ کر گئے ہیں العاقل تکفیہ الاشارہ اب مسلم کی حدیث صحیح

ترجمہ متوجہ ہو کر سنیں اور وہ یہ ہے۔

ترجمہ	صحیح مسلم
اور نواس بن سمعان سے روایت ہے٭ کہ رسول خدا صلعم نے دجال	وعن النواس بن سمعان
کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر میری زندگی میں دجال نکل آوے تو میں تمہارے	قال ذکر رسول اللہ صلعم
سامنے اُس سے جھگڑوں گا (یہ فقرہ آیندہ کی پیشگوئی کو جو ضرور مسیح	الدجال فقال ان یخرج
ابن مریم کے نازل ہونیکے وقت دجال نکلیگا ضعیف کرتا ہے بلکہ اس سے	وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم
معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجال کے نکلنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں	وان یخرج ولست فیکم
کیا گیا تب ہی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد پر بھی	فکل امرء حجیج نفسہ و
دجال ہونیکا گمان کیا تھا اُسوقت مسیح کہاں تھا) اور پھر فرمایا اگر دجال	اللہ خلیفتی علی کل
نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہریک شخص اپنی ذات سے اُس سے لڑیگا یعنی	مسلم انہ شاب قطط
دلایل عقلیہ و شرعیہ کے ساتھ اور فرمایا کہ میرے بعد خدا تعالیٰ ہر ایک	عینہ طافیۃ کانی اشبہہ
مسلمان پر خلیفہ ہے اور پھر فرمایا کہ اُس کے بال بہت مُڑے ہوئے	بعبد العزی ابن قطن
ہیں اور آنکھیں پھولی ہوئی گویا میں (عالم کشف میں) عبد العزی ابن	فمن ادرکہ منکم فلیقرأ
قطن کے ساتھ اوسکو تشبیہ دیتا ہوں	علیہ فواتح سورۃ الکھف
تشریح	فانہا جوارکم من فتنتہ انہ
مُلّا علی قاری نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو	خارج خلۃ بین الشام
خواب یا کشف کی حالت میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ ایک مثالی عالم	والعراق فعاث یمینا
ہے اس لئے آنحضرت صلعم نے اُسکا حلیہ بیان کرنے کے وقت	وعاث شمالا یا عباد اللہ
لفظ کانی یعنے گویا کا لفظ بتا دیا تھا اس بات پر دلالت کرے کہ یہ	فاثبتوا قلنا یا رسول اللہ
رویت حقیقی رویت نہیں بلکہ ایک امر تعبیر طلب ہے۔ میں کہتا ہوں	مالبثہ فی الارض قال
کہ اسی پر صحاح ستہ کی بہت سی حدیثیں یقینی اور قطعی دلالت کر رہی	اربعون یوما یوم کسنۃ

٭ حاشیہ۔ بانی مبانی اس تمام روایت کا صرف نواس بن سمعان ہے اور کوئی نہیں یہ بات نہایت عجیب ہے کہ اس روایت کی نسبت اصح ہونے کا خیال کیا جاتا ہے اور عنقریب یہ معلوم ہوگا کہ یہ روایتیں سنت کے برخلاف ہیں۔ منہ

ويوم كشهر ويوم كجمعة
وسائر ايامه كايامكم قلنا
يا رسول الله فذالك
اليوم الذى كسنة اتكفينا
فيه صلوٰة يوم قال لا
اقدروا له قدره قلنا
يا رسول الله وما اسراعه
فى الارض قال كالغيث
استدبرته الريح فيأتى على القوم
فيدعوهم فيؤمنون به
فيامر السماء فتمطر والارض
فتنبت فتروح عليهم سارحتهم
اطول ما كانت ذرى واسبغه
ضروعا وامده خواصر ثم يأتى القوم
فيدعوهم فيردون عليه
قوله فينصرف عنهم فيصبحون
ممحلين ليس بايديهم شيء
من اموالهم ويمر بالخربة
فيقول لها اخرجى كنوزك
فتتبعه كنوزها كيعاسيب
النحل ثم يدعوا رجلا

ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت عیسیٰ اور دجال کی
نسبت امور معلوم ہوئے تھے وہ حقیقت میں سب مکاشفات نبوت
تھے جو اپنے اپنے محل پر مناسب تاویل و تعبیر رکھتے ہیں انہیں میں سے
یہ دمشقی حدیث بھی ہے جو مسلم نے بیان کی ہے جسکا اسوقت
ہم ترجمہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس بیان پر کہ یہ تمام پیشگوئیاں
مکاشفات نبویہ ہیں اور رویا صالحہ کی طرح بالتزام قرآن محتاج
تعبیر ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات مقدسہ شاہد
ناطق ہیں جیسا کہ یہ حدیث مندرجہ ذیل صحیحین میں درج ہے
اور وہ یہ ہے وعن عبد الله بن عمر انّ رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال ارانى الليلة عند الكعبة
فرايت رجلا ادم كاحسن ما انت راءٍ من ادم الرجال
له لمة كاحسن ما انت راءٍ من اللمم قد رجّلها فهى
تقطر ماء متكئا على عواتق رجلين يطوف بالبيت
فسالت من هذا فقالوا هذا المسيح ابن مريم قال ثم
اذا انا برجل جعد قطط اعور العين اليمنى كان عينه طافية
كاشبه من رايتُ من الناس بابن قطن واضعا يديه على
منكبى رجلين يطوف بالبيت فسالتُ من هذا فقالوا
هذا المسيح الدجال متفق عليه وفى رواية قال فى
الدجال رجل احمر جسيم جعد الراس اعور عين اليمنى
اقرب الناس به شبها ابن قطن۔

یعنے عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

ممتلئا شبابا فيضربه
بالسيف فيقطعه
جزلتين رمية الغرض
ثم يدعوه فيقبل و
يتهلل وجهه يضحك
فبينما هو كذالك اذ
بعث الله المسيح ابن
مريم فينزل عند المنارة
البيضاء شرقي دمشق
بين مهرودتين واضعا
كفيه على اجنحة ملكين
اذا طاطا راسه قطر
واذا رفعه تحدر منه
مثل جمان كاللؤلؤ
فلا يحل لكافر يجد
من ريح نفسه الا
مات ونفسه
ينتهي حيث ينتهي
طرفه فيطلبه حتى
يدركه بباب
لد فيقتله -

علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے آج کی رات خواب میں یا رزاہ مکاشفہ
اپنے تئیں کعبہ کے پاس دیکھا اور وہاں مجھے ایک شخص گندم گوں
نظر آیا جسکا رنگ گندم گوں مردوں میں سے اول درجہ کا معلوم
ہوتا تھا اور اُس کے بال ایسے صاف معلوم ہوتے تھے کہ
جیسی کنگھی کی ہوتی ہے اور اُنہیں سے پانی ٹپکتا ہے اور
مینے دیکھا کہ وہ شخص دو آدمیوں کے مونڈھوں پر تکیہ کیے
خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے پس مینے پوچھا کہ یہ کون ہے
تو مجھے کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے پھر اُسی خواب میں
ایک شخص پر میں گذرا جس کے بال مڑے ہوئے تھے اور
داہنی آنکھ اُسکی کانی تھی گویا آنکھ اُسکی انگور سے پھولا ہوا
ہے اور اُن لوگوں سے بہت مشابہ تھا جو مینے
ابن قطن کے ساتھ دیکھے ہیں اور اس نے
دونوں ہاتھ دو شخصوں کے مونڈو پر
رکھے ہوئے تھے اور
خانہ کعبہ کا طواف
کر رہا تھا اور
مینے پوچھا
کہ یہ کون شخص
ہے لوگوں نے
کہا کہ مسیح
دجال ہے۔

اب اس تمام حدیث پر نظر غور ڈال کر معلوم ہوگا کہ جو کچھ دمشقی حدیث میں
مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اُسکی بطور اختصار اس حدیث میں درج ہیں اور
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث میں بیان فرما
دیا ہے کہ یہ میرا ایک مکاشفہ یا خواب ہے پس اس جگہ سے یقینی اور قطعی طور پر
ثابت ہوتا ہے کہ وہ دمشق والی حدیث جو پہلے ہم لکھ آئے ہیں درحقیقت وہ بھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خواب ہی ہے جیسا کہ اُس میں یہ اشارہ بھی کانی کا لفظ
بیان کرکے کیا گیا ہے اور یہ حدیث جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف اور
صریح طور پر فرماتے ہیں کہ میرا یہ ایک کشف یا خواب ہے، اسکو بخاری اور مسلم دونوں
نے اپنی صحیحین میں لکھا ہے اور علماء نے اس جگہ ایک اشکال پیش کرکے ایک لطیف
طور پر اسکا جواب دیا ہے جو ہمارے دعوی کا ایسا موید ہے کہ گویا ہم میں اور ہمارے
مخالفین میں فیصلہ کرنیوالا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو متفق علیہ ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مینے مسیح ابن مریم کو خانہ کعبہ کا طواف
کرتے دیکھا اور پھر بعد اس کے فرماتے ہیں کہ مینے مسیح دجال کو بھی خانہ کعبہ کا طواف
کرتے دیکھا۔ اس بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کا مدعا
ومقصد ایک ہی ہو اور وہ دونوں صراط مستقیم پر چلنے والے اور اسلام کے
سچے تابع ہوں حالانکہ دوسری حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال خدائی کا دعوےٰ
کریگا پھر اُسکو خانہ کعبہ کے طواف سے کیا کام ہے۔ اسکا علماء نے یہ جواب دیا
ہے کہ ایسے الفاظ و کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے یہ تو درحقیقت مکاشفات
اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں جنکی تعبیر و تاویل کرنی چاہیئے جیسا کہ عام طور پر
خوابوں کی تعبیر کیجاتی ہے سو اسکی تعبیر یہ ہے کہ طواف لغت میں گرد پھرنیکو کہتے
ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کیوقت

میں اشاعت دین کے کام کے گرد پھریں گے اور اُس کا انجام پذیر ہوجانا چاہیں گے
ایسا ہی مسیح دجال بھی اپنے ظہور کیوقت اپنے فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھریگا
اور اُس کا انجام پذیر ہوجانا چاہے گا۔

اب کہاں ہیں وہ حضرات مولوی صاحبان جو اِن حدیثو
کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور اُن کے
معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر والحاد سمجھتے ہیں ذرہ اپنی
گریبان میں مونہہ ڈال کر دیکھیں کہ سلف صالح نے
اِس حدیث کے معنی کرنیکے وقت مسیح دجال کے طواف کرنیکو
ایک خواب کا معاملہ سمجھ کر کیسی اُس کی تعبیر کردی
ہے جو ظاہر الفاظ سے بہت بعید ہے پھر جس
حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کی ایک جز
کی تعبیر کیگئی تو پھر کیا وجہ کہ باوجود موجود ہونے قرائن قویہ
کے دوسری جزو نکی تعبیر نہ کیجائے۔

واضح ہو کہ جس طرح ہمارے علماء نے مسیح دجال کے طواف کو ایک
کشفی امر سمجھ کر اُسکی ایک روحانی تعبیر کردی ہے ایسا ہی خود جناب خاتم الانبیاء صلی

علیہ وسلم نے کئی مقامات میں ظاہر فرما دیا کہ جو کچھ مجھے کشفی طور پر کھلتا ہے جبتک
منجانب اللہ قطعی اور یقینی معنے اس کے معلوم نہ ہوں میں ظاہر پر حمل نہیں کر سکتا
مثلاً اس حدیث کو دیکھو جو صحیح بخاری کے صفحہ ۱۰۵۵ میں درج اور وہ یہہ ہے

حدثنا معلّی قال حدثنا وهیب عن هشام بن عروة عن ابیه
عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لها اریتك فی المنام مرتین
اری انك فی سرقة من حریر ویقول هذه امرأتك فاکشف عنها فاذا
هی انت فاقول ان یك هذا من عند اللہ یمضه یعنے حضرت عائشہ رض
سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ تو خواب میں
مجھے دو دفعہ دکھائی گئی اور میں نے تجھ کو ایک ریشم کے ٹکڑے پر دیکھا اور کہا گیا کہ یہہ تیری
عورت ہے اور میں نے اسکو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تو ہی ہے اور میں نے کہا کہ اگر خدائے
تعالیٰ کی طرف سے یہی تعبیر ہے جو میں نے سمجھی ہے تو ہو رہے گی یعنے خوابوں اور
مکاشفات کی تعبیر ضرور نہیں کہ ظاہر پر ہی واقعہ ہو کبھی تو ظاہر پر ہی واقعہ ہو جاتی
ہے اور کبھی غیر ظاہر پر وقوع میں آتی ہے سو اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خواب کی سچائی میں شک نہیں کیا کیونکہ نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی
ہے بلکہ اسکی طرز وقوع میں تردد بیان کیا ہے کہ خدا جانے اپنی ظاہری صورت کے
لحاظ سے وقوع میں آوے یا اسکی اور کوئی تعبیر پیدا ہو اور اسجگہ پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیان سے یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو وحی کشف یا خواب کے ذریعہ سے کسی نبی کو
ہو اسکی تعبیر کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ اسی صفحہ ۱۰۵۵ میں ایک دوسری حدیث
ہے ایسی غلطی کے بارہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے اور وہ یہ ہے

قال ابو موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم رأیت فی المنام انی اهاجر من مکة الی
ارض بها نخل فذهب وهلی الی انها الیمامة او هجر فاذا هی المدینة یثرب یعنے

ابو موسیٰ سے روایت ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کیطرف ہجرت کرتا ہوں جسمیں کھجوریں ہیں پس میرا وہم اسطرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہوگا مگر آخر وہ مدینہ نکلا جسکو یثرب بھی کہتے ہیں۔ اِس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمادیا کہ کشفی امور کی تعبیر میں انبیاء سے بھی غلطی ہوسکتی ہے اور اِن احادیث سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کی نسبت پیشگوئیاں فرمائی ہیں حقیقت میں وہ سب مکاشفات نبویہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مذکورہ بالا میں صریح اور صاف طور پر اِس بات کی طرف اشارہ بھی کردیا کہ اِن مکاشفات کو صرف ظاہر پر حمل نہ کر بیٹھنا انکی روحانی تعبیریں ہیں اور یہ سب امور اکثر روحانی ہیں جو ظاہری اشکال میں متمثل کرکے دکھلائی گئی ہیں مگر افسوس کہ ہمارے آجکل کے علماء ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا نہیں چاہتے اور خواہ نخواہ کشفی استعارات کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں۔

واضح ہو کہ عالم کشف میں بڑے بڑے عجائبات ہوتے ہیں اور رنگا رنگ کی تمثیلات دکھائی دیتی ہیں بعض اوقات عالم کشف میں ایسی چیزیں مجسم ہوکر نظر آجاتی ہیں کہ دراصل وہ روحانی ہوتی ہیں اور بعض وقت انسان کی شکل پر کوئی چیز دکھائی دیتی ہے اور دراصل وہ انسان نہیں ہوتا مثلاً زرارہ صحابی کا نعمان بن المنذر کو جو ایک عرب کا بادشاہ تھا تمامتر آرایش کے ساتھ خواب میں دیکھنا اور اسکی تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمانا کہ اِس سے مراد ملک عرب ہے جو پھر اپنی زینت اور آرایش کی طرف عود کر آیا ہے یہ صریح اِس بات کی دلیل ہے کہ کشفی امور میں کہیں کی کہیں تعبیر چلی جاتی ہے چنانچہ اِس عاجز کو بھی اِس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض اوقات خواب یا کشف میں روحانی امور جسمانی شکل پر متشکل ہوکر مثل انسان نظر آجاتے ہیں مجھے

یاد ہے کہ میرے والد صاحب غفر اللہ لہ جو ایک معزز رئیس اور اپنی نواح میں عزت کیساتھ مشہور تھے انتقال کر گئے تو انکی فوت ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے روز ایک عورت نہایت خوبصورت خواب میں مینے دیکھی جسکا حُلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارات سے کہا کہ میں اس گھر کی عزت اور وجاہت ہوں اور کہا کہ میں چلنے کو تھی مگر تیرے لئے رہ گئی انہیں دنوں میں مینے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور مینے اُسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو تب اُس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بخت بیدار ہوں اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے اُس نے یہ جواب دیا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں اور ابھی تھوڑے دن گذرے ہیں کہ ایک مدقوق اور قریب الموت انسان مجھے دکھائی دیا اور اسنے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمدؐ ہے اور میرے دلمیں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے جو مجسم ہو کر نظر آیا ہے اور مینے اُسکو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پاجائیگا علیٰ ہذا القیاس کبھی اعمال نیک یا بد بھی اشکال جسمانیہ میں نظر آجایا کرتے ہیں اور قبر میں اعمال متشکل ہو کر نظر آنا عام عقیدہ مسلمانوں کا ہے اسی بنا پر آنحضرت صلعم خوابوں کی تعبیر میں اشخاص مرئیہ کی ناموں سے اشتقاق خیر یا شر کا کر لیا کرتے تھے۔

اب پھر ہم دمشقی حدیث کی بقیہ ترجمہ کیطرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اُسکو یعنے دجال کو پا دے تو چاہیے کہ اس کے سامنے سورہ کہف کی پہلی آیتیں پڑھے کہ اس کے فتنہ سے امان رہے۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ جہانتک ہو سکے اصحاب کہف کیطرح استقامت اختیار کرے کیونکہ ان آیتوں میں اُن لوگوں کی استقامت کا ہی ذکر ہے جو ایک مشرک بادشاہ کے ظلم سے ڈر کر ایک غار میں چھپ گئے تھے (اے میرے دوستو! اب تم بھی ان آیات کو پڑھا کرو کیونکہ دجال تمہارے سامنے ہیں)۔

پھر فرمایا رسول نبی اُمی نے فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي کہ دجال اُس راہ سے نکلنے والا ہے کہ جو شام اور عراق کے درمیان واقعہ ہے اور دائیں بائیں فساد ڈال دیگا [یہ بھی ایک استعارہ ہے جیساکہ مکاشفات میں عام طور پر استعارات وکنایات ہوا کرتے ہیں] پھر بعد اس کے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو تم نے اُس وقت ثابت قدم رہنا یعنے جیسے اصحاب الکہف ثابت قدم رہے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ یا رسول اللہ کس مُدت تک دجال دُنیا میں ٹھہرے گا تو آپ نے فرمایا کہ چالیس دن لیکن شرح السنیہ میں اسما بنت یزید سے روایت ہے کہ چالیس برس ٹھہرے گا مگر درحقیقت ان روایات میں کسی قسم کا اختلاف یا تناقض نہیں سمجھنا چاہیئے اور اِس بات کا علم حوالہ بخدا کرنا چاہیئے کہ ان چالیس دن یا چالیس برس سے کیا مراد ہے۔

اور مسلم کی حدیث کا بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ دجال کا ایک دن برس کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر باقی دن معمولی دنوں کیموافق (یہ سب استعارات وکنایات ہیں) پھر راوی کہتا ہے کہ ہم نے عرض کی کہ کیا اُن لمبے* دنوں میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کی مقدار پاندازہ کر لیا کرنا (واضح ہو کہ یہ بیان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علی سبیل الاحتمال ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کشفی امر کو

* حاشیہ لمبے دنوں سے مراد تکلیف اور مصیبت کے دن ہی ہوتے ہیں بعض مصیبتیں ایسی دردناک ہوتی ہیں کہ ایکدن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتیں ایسی کہ ایکدن ایک مہینے کی مانند معلوم ہوتا ہے اور بعض مصیبتوں میں ایکدن ایک ہفتہ جیسا لمبا سمجھا جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ صبر پیدا ہو جانے سے وہی لمبے دن معمولی دن دکھائی دینے لگتے ہیں اور صبر کرنیوالوں کے لئے آخر وہ گھٹائے جاتے ہیں غرض یہ ایک استعارہ ہے اِس پر غور کرو کہ درحقیقت یہ لمبے دن لمبے ہی ہیں جیسے آپ نے فرمایا تھا کہ میری بیویوں میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جس کے لمبے ہاتھ ہیں من

مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیدیا ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث عایشہ رضی اللہ عنہا میں جو بخاری کے صفحہ ١٥٥ میں درج ہو صاف طور تصریح فرما چکے ہیں کہ مکاشفات کی تعبیر کبھی تو ظاہر پر اور کبھی غیر ظاہر پر وقوع میں آجایا کرتی ہے اور درحقیقت یہی مذہب انبیا و اولیا کا آجتک چلا آیا ہے سو یہ جواب جو نمازوں کا اندازہ کر لیا کرنا آپنے فرمایا یہ سائل کے فہم اور استعداد اور رجوع خیال کے موافق برطبق کلموا الناس علی قدر عقولہم کے دیا گیا ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کشفی امر کو جبتک خدا تعالی خاص طور پر ظاہر نہ کرے کبھی ظاہری معنوں تک محدود نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ صدہا احادیث میں یہ طریق اور عادت نبویہ مقدسہ ثابت ہو رہی ہے)۔

پھر راوی کہتا ہے کہ ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ دجال کسقدر جلد زمین پر چلے گا اور اسکے جلد چلنے کی کیفیت کیا ہے تو آپنے فرمایا کہ اُس مینہ کی طرح تیز چلیگا جسکے پیچھے ہوا ہو یعنے ایکدم میں ہزاروں کوس پھر جائیگا اور ایک قوم پر گذر کر اُنکو اپنے دین کی طرف دعوت کریگا اور وہ اُسپر ایمان لے آوینگے تب وہ بادل کو حکم کریگا تا اُن کے لئے مینہ برساوے اور زمین کو حکم کریگا تا اُنکے لئے کھیتیاں اُگاوے (یہ سارے استعارات ہیں ہوشیار رہو دھوکہ نہ کھانا) پھر فرمایا کہ ایسا ہوگا کہ وقت پر بارشیں ہونے کی وجہ سے جو مویشی صبح چرنے کے لئے جاویں گے وہ شام کو ایسے تازہ و توانا ہو کر آئیں گے کہ بوجہ فربہی کوہان اُنکے دراز ہو جائینگی اور پستان دودھ سے بھر جائیں گے اور بباعث بہت سیر شکم ہونیکے کوکھیں کھچی ہوئی ہونگی۔

پھر دجال ایک اور قوم کی طرف جائیگا اور اپنی الوہیت کی طرف اُنکو دعوت کریگا پھر وہ لوگ اُس کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور اُس پر ایمان نہیں لاوینگے سو دجال اُن سے بارش کو روک لیگا اور زمین کو کھیتی نکالنے سے بند کر دے گا

اور وہ قحط کی بلا میں مبتلا ہو جائیں گے اور کھانے پینے کے لئے اُن کے پاس کچھ نہ رہیگا پھر دجال ایک ویرانہ پر گذریگا اور اُس کو کہیگا کہ اپنے خزانوں کو نکال تب فی الفور سب خزانے اُس ویرانے سے نکل کر اُس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے اور ایسے اُس کے پیچھے پیچھے چلیں گے جیسی شہد کی مکھیاں اُس بڑی مکھی کے پیچھے چلتی ہیں جو اُن کی سردار ہوتی ہے پھر دجال ایک ایسے شخص کو بلائے گا جو اپنی جوانی میں بھرا ہوا ہوگا اور اُسکو تلوار سے قتل کردیگا اور اُس کے دو ٹکڑے کرکے تیر کی مار پر علیحدہ علیحدہ پھینک دیگا پھر اُس کی لاش کو بلائیگا تب وہ شخص زندہ ہو کر ایک روشن اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ اُس کے سامنے آجائیگا اور اُسکی الوہیت سے انکار کریگا سو دجال اسی قسم کے گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہوگا کہ ناگہاں مسیح بن مریم ظاہر ہو جائیگا اور وہ ایک منارہ سفید کے پاس دمشق کے شرقی طرف اُتریگا مگر ابن ماجہ کا قول ہے کہ وہ بیت المقدس میں اُتریگا اور بعض کہتے ہیں کہ نہ بیت المقدس اور نہ دمشق بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اُتریگا جہاں حضرت مہدی ہوں گے۔

اور پھر فرمایا کہ جسوقت وہ اُتریگا اُسوقت اُسکی زرد پوشاک ہوگی یعنے زرد رنگ کے دو کپڑے اُس نے پہنے ہوئے ہوں گے (یہ اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت اُسکی صحت کی حالت اچھی نہیں ہوگی) اور دونوں ہتھیلی اُسکی دو فرشتوں کی بازوؤں پر ہوگی۔ مگر بخاری کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کو بجائے دو فرشتوں کے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کرتے دیکھا۔ پس اس حدیث سے نہایت صفائی سے یہ بات کھلتی ہے کہ دمشقی حدیث میں جو دو فرشتے لکھے ہیں وہ دراصل وہی آدمی ہیں کہ دوسری حدیث میں بیان کئے گئے ہیں اور انکے کندھوں پر ہاتھ رکھنے سے مطلب یہ ہے کہ وہ مسیح کے مددگار اور انصار ہو جائیں گے۔

اور پھر فرمایا کہ جس وقت مسیح اپنا سر جھکائیگا تو اُس کے پسینہ کے قطرات مترشح ہونگے اور جب اوپر کو اُٹھائیگا تو بالوں سے قطرے پسینہ کے چاندی کے دانوں کی طرح گریں گے جیسے موتی ہوتے ہیں اور کسی کافر کے لیے ممکن نہیں ہوگا کہ اُنکے دم کی ہوا پاکر جیتا رہے بلکہ فی الفور مرجائیگا اور دم اُنکا اُنکی حدِ نظر تک پہونچیگا پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں لگیں گے اور لُد کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اُس کو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالینگے **تمت ترجمۃ الحدیث** یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جسکو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسمٰعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے اسجگہ حیرانی کا یہ مقام ہے کہ جو کچھ دجال کے حالات وصفات اِس حدیث میں لکھے گئے ہیں اور جس طرز سے اُسکے آنیکی خبر بتائی گئی ہے یہ بیان دوسری حدیثوں کے بیان سے بالکل منافی اور مباین اور مخالف پایا جاتا ہے کیونکہ صحیحین میں یہ حدیث بھی ہے **وعن** محمد بن المنکدر قال رایت جابر بن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال قلت تحلف باللہ قال انی سمعت عمر یحلف علیٰ ذالک عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ اور ایک دوسری حدیث یہ بھی ہے **عن** نافع قال کان ابن عمر یقول واللہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد رواہ ابوداؤد والبیہقی فی کتاب البعث والنشور۔

پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد بن منکدر تابعی سے روایت ہے کہ کہا کہ مینے جابر بن عبداللہ کو دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی قسم کہاتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے اور محمد بن منکدر کہتا ہے کہ مینے جابر کو کہا کہ کیا تو خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے یعنی یہ امر تو ظنی ہے نہ یقینی پھر قسم کیوں کہاتا ہے جابر نے کہا کہ مینے عمر کو بحضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بارہ میں قسم کہاتے سنا یعنے عمر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر کہا کرتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے پھر دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ

نافع سے روایت ہی کہ ابن عمرؓ کہتے تھے کہ مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں ابن صیاد کے مسیح دجال ہونے میں شک نہیں کرتا۔ پھر ایک اور حدیث میں جو شرح السنہ میں لکھی ہے یہ فقرہ درج ہے لم یزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مشفقا انہ ھو دجال یعنے ہمیشہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس خوف میں تھے کہ ابن صیاد دجال ہوگا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ گمان غالب یہی رہا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اب جبکہ خاص صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بیان سے ثابت ہوگیا ابن صیاد ہی دجال معہود ہی بلکہ صحابہ نے قسمیں کھا کر کہا کہ یہی دجال معہود ہے تو کیا اس کے دجال معہود ہونے میں کچھ شک رہگیا ہی اب ابن صیاد کا حال سنئے کہ اسکا انجام کیا ہوا سو یہ مسلم کی حدیث سے واضح ہوتا اور وہ یہ ہے وعن ابی سعید الخدری قال صحبت ابن صیاد الی مکۃ فقال لی مالقیت من الناس یزعمون انی الدجال الست سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انہ لایولد لہ وقد ولد لی الیس قد قال و ھو کافر وانا مسلم اولیس قد قال لایدخل المدینۃ ولامکۃ وقد اقبلت من المدینۃ وانا ارید مکۃ* اور ابوسعید خدری سے روایت ہی کہ میں نے ہمراہی ابن صیاد کے بعزم مکہ سفر کیا۔ تب اس سفر میں ابن صیاد نے مجھ کو کہا کہ لوگوں کی یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان باتوں سے مجھے بہت ایذا پہونچتا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ دجال معہود میں ہی ہوں اور تم جانتے ہو کہ اصل حقیقت اُس کے برخلاف ہی تو نے سُنا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دجال لاولد رہے گا اور میں صاحب اولاد ہوں اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال کافر ہوگا اور میں مسلمان ہوں اور فرمایا تھا کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہوسکیگا

---

*حاشیہ - ابن صیاد کا یہ بیان کہ لوگ مجھے دجال معہود سمجھتے ہیں صاف دلیل اس امر کی ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو دجال معہود سمجھتے تھے کوئی اور دجال اس سے سوا نہیں ثابت ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسی بات پر اجماع ہوگیا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ منہ

اور میں مدینہ سے تو آیا ہوں اور مکہ کیطرف چلا جاتا ہوں

اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ بعض صحابہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ در صحیحین میں بروایت جابر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے قسم کھانے پر کہ دجال معہود یہی شخص ہے خاموشی اختیار کر کے اپنی رائے ظاہر کر دی کہ درحقیقت دجال معہود ابن صیاد ہی تھا اور صحیح مسلم میں ابن صیاد کا مشرف باسلام ہونا اور صاحب اولاد ہونا اور مکہ اور مدینہ میں جانا بوضاحت تمام لکھا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں حدیثوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابن صیاد مدینہ منورہ میں فوت ہو گیا اور اسپر نماز پڑھی گئی۔ اب ہر یک منصف بنظر انصاف دیکھ سکتا ہے کہ جن کتابوں میں دجال کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے اور حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے ماری جانیکی خبر لکھی ہے اُنہیں کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ دجال معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو گیا تھا اور مشرف باسلام ہو کر فوت ہو گیا تھا اور اُسکا مشرف باسلام ہونا بھی از روئے پیشگوئی کے ضروری تھا جو بخاری اور مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے بپیرایہ ایک خواب کے بیان ہو چکی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو عالم رویا میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا تھا ہر حال جبکہ اُنہیں حدیثوں میں دجال معہود کا اسطرح پر فیصلہ کیا گیا ہے تو پھر دوسری حدیثوں پر جو اُنکی ضد واقع ہیں کیونکر اعتبار کیا جاوے ہاں اگر علماء ان حدیثوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح سے موضوع ٹھہرا کر خارج کر دیں تو البتہ اُنکے دعویٰ کیلئے ایک بنیاد پیدا ہو سکتی ہے ورنہ اذا تعارضا تساقطا پر عمل کر کے دونوں قسم کی حدیثوں کو ساقط از اعتبار کرنا چاہیئے اور اس مقام میں نہایت تعجب کی یہ جگہ ہے کہ عام مسلمان صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ دجال معہود کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا ہوگا مگر یہ دجال تو اُنہیں کی حدیثوں کے رو سے مشرف باسلام ہو گیا پھر مسلم صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال معہود بادل کیطرح جسکے پیچھے ہوا ہوتی

سے مشرق مغرب میں پہر جائیگا مگر یہ دجال تو جب مکہ سے مدینہ کیطرف گیا تو ابی سعید سے
کچہہ زیادہ نہیں چل سکا جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے ایسا ہی کسی نے اس کی پیشانی پر
ک ف ر لکہا ہوا نہیں دیکہا اگر ابن صیاد کی پیشانی پر ک ف ر لکہا ہوا ہوتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُسکے قتل کرنیسے کیوں منع کرتے اور کیوں فرماتے
کہ ہمیں اسکے حال میں ابہی تک اشتباہ ہے اگر یہی دجال معہود ہے تو اسکا صاحب عیسیٰ ابن مریم
ہے جو اسے قتل کریگا ہم اسکو قتل نہیں کر سکتے تعجب تو یہ ہے کہ اگر ابن صیاد کی پیشانی پر ک
ف ر لکہا ہوا نہیں تہا تو اُسپر شک کرنے کی کیا وجہ تہی اور اگر لکہا ہوا تہا تو پہر اُسکو دجال
معہود یقین نکرنیکا کیا سبب تہا لیکن دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر اُسپر یقین کیا گیا
کہ یہی دجال معہود ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قسمیں کہا کر کہا کہ ہمیں اب اسمیں شک
نہیں کہ یہی دجال معہود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آخر کار یقین کر لیا مگر یہ غور کرنیکا
مقام ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح کہ دجال کی پیشانی پر ک ف ر لکہا ہوا ہو گا تو پہر اوائل دنوں میں ابن
صیاد کی نسبت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں شک اور تردد میں رہے اور کیوں یہ فرمایا
کہ شاید یہی دجال معہود ہو اور یا شاید کوئی اور ہو گمان کیا جاتا ہے کہ شاید اُسوقت تک
ک ف ر اسکی پیشانی پر نہیں ہوگا میں سخت متعجب اور حیران ہوں کہ اگر سچ مچ دجال
معہود آخری زمانہ میں پیدا ہونا تہا یعنے اُس زمانہ میں کہ جب مسیح بن مریم ہی آسمان سے
اُتریں تو قبل از وقت یہ شکوک اور شبہات پیدا ہی کیوں ہوئے اور زیادہ تر عجیب یہ کہ
ابن صیاد نے کوئی ایسا کام ہی نہیں دکہایا کہ جو دجال معہود کے نشانیوں میں سے سمجہا جاتا
یعنے یہ کہ بہشت اور دوزخ کا ساتہہ ہونا اور خزانوں کا پیچہے پیچہے چلنا اور مردوں کا زندہ کرنا
اور اپنے حکم سے مینہ کو برسانا اور کہیتیوں کو اُگانا اور ستر باع کے گدہے پر سوار ہونا۔

اب بڑی مشکلات یہ در پیش آتی ہے کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی اُن حدیثوں کو صحیح
سمجہیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اُتار رہے ہیں تو یہ حدیثیں اُنکی موضوع ٹہرتی ہیں

اور اگر اِن حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر اُنکا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہی اگر یہ متعارض و متناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں تو شاید ہم اِن دونوں کتابوں کی زیادہ تر پاسخاطر کرکے اُن دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے مگر اب مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ انہیں دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسموں کی حدیثیں موجود ہیں۔

اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈالکر گرداب حیرت میں پڑ جلتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کسکو غیر صحیح تب عقل خداداد ہمکو یہ طریق فیصلہ کا بتلاتی ہی کہ جن احادیث پر عقل و شرع کا کچھ اعتراض نہیں اُنہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے سو اس طریق فیصلہ کے رو سے یہہ حدیثیں جو ابن صیاد کے حق میں وارد ہیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ابن صیاد اپنے اوائل ایام میں بیشک ایک دجال ہی تہا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اُس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تہی جس سے اکثر لوگ فتنہ میں پڑتے تھی لیکن بعد اس کے خدا و ہدایت سے وہ مشرف باسلام ہوگیا اور شیطانی طریق سے نجات پاگیا اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کرتے اُسے دیکھا تہا ایسا ہی اُس نے طواف بہی کرلیا اور اُسکے معاملہ میں کوئی ایسا امر نہیں جو قانون قدرت اور عقل سے باہر ہو اور نہ اُسکی تعریف میں ایسا غلو کیا گیا ہے جو شرک میں داخل ہو لیکن جب ہم اُن دوسری حدیثوں دیکھتے ہیں جو دجال معہود کے ظاہر ہونیکا وقت اس دُنیا کا آخری زمانہ بتلاتی ہیں تو وہ سراسر ایسے مضامین سے بہری ہوئی معلوم ہوتے ہیں کہ جو نہ عند العقل درست و صحیح ٹھہر سکتی ہیں اور نہ عند الشرع اسلامی توحید کیموافق ہیں چنانچہ ہمنے قسم ثانی کے ظہور دجال کی نسبت ایک لمبی حدیث مسلم کی لکہکر مع اُسکے ترجمہ کی ناظرین کے سامنے رکہدی ہی ناظرین خود بخود سوچ سکتے ہیں کہ کہانتک یہ اوصاف جو دجال معہود کی نسبت لکہے ہیں عقل اور شرع کے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔ یہ بات بہت صاف اور روشن ہی کہ اگر ہم اُس دمشقی حدیث کو اُسکے ظاہری معنوں پر حمل کرکے اُسکو صحیح اور فرمودہ خدا اور رسول مان لیں تو ہمیں اِس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت

خدائی دیجائیگی اور زمین و آسمان اُسکا کہا مانینگے اور خدا یتعالیٰ کیطرح فقط اُسکے ارادہ سے
سب کچھ ہوتا جائیگا بارش کو کہیگا ہو تو ہو جائیگی بادلوں کو حکم دیگا کہ فلاں ملک کیطرف چلے جاؤ
توفی الفور چلے جائیں گے زمین کے بخارات اُسکے حکم سے آسمان کیطرف اُٹھینگے اور زمین گو
کیسی ہی کلّر و شور ہو فقط اُس کے اشارہ سے عمدہ اور اول درجہ کی زراعت پیدا کریگی
غرض جیسا کہ خدا یتعالیٰ کی یہ شان ہے کہ انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن
فیکون اسی طرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دکھائیگا مارنا زندہ کرنا اُسکے اختیار
میں ہوگا بہشت اور دوزخ اُسکے ساتھ ہونگے غرض زمین اور آسمان دونو اُسکی مُٹھی
میں آجائیں گے اور ایک عرصہ تک جو چالیس برس یا چالیس دن ہیں بخوبی خدائی کا
کام چلائیگا اور الوہیت کے تمام اختیار و اقتدار اُس سے ظاہر ہونگے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مضمون جو اِس حدیث کے ظاہر لفظوں سے نکلتا ہے
اُس موحدانہ تعلیم کے موافق و مطابق ہے جو قرآن شریف ہمیں دیتا ہے کیا صدہا آیات
قرآنی ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ ناطق نہیں سناتیں کہ کسی زمانہ میں بھی خدا کے اختیار انسان
هالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت کو حاصل نہیں ہو سکتے کیا یہ مضمون اگر ظاہر پر عمل کیا جائے
تو قرآنی توحید پر ایک سیاہ دھبہ نہیں لگاتا؟ تعجب کہ ایک طرف ہمارے بھائی موحدین
اِس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہمنے شرک سے بکلّی کنارہ کیا ہے اور دوسرے لوگ مشرک اور
بدعتی اور ہم موحد اور متبع سُنّت ہیں اور ہر ایک کے آگے بکمال فخر اپنے اِس موحدانہ
طریق کی ستائش اور تعریف بھی کرتے ہیں پھر ایسے پُر شرک اعتقادات اُن کے
دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا تمام تخت و تاج سُپرد کر رکھا
ہے اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اپنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدا یتعالیٰ
کے برابر سمجھ لیا ہے اولیا کی کرامات سے مُنکر ہو بیٹھے مگر دجال کی کرامات کا کلمہ پڑھ
رہے ہیں اگر ایک شخص اُنہیں کہے کہ سید عبد القادر جیلانی قدس سرّہٗ نے بارہا

برس کے بعد کشتی غرق ہوئی ہوئی زندہ آدمیوں سے بھری ہوئی نکالی تھی اور ایک دفعہ ملک الموت کی ٹانگ توڑ دی تھی اس غصہ سے کہ وہ بلا اجازت آپکے کسی مرید کی روح نکال کر لے گیا تھا تو ان کراماتوں کو ہرگز قبول نہیں کرینگے بلکہ ایسی مناجاتوں کے پڑھنے والوں کو مشرک بنائیں گے لیکن دجال ملعون کی نسبت کھلے کھلے طور پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملک الموت کیا تمام ملائک اور سارے فرشتے زمین و آسمان کے جو آفتات اور جمادات اور بادلوں اور ہواؤں اور دریاؤں وغیرہ پر موکل ہیں سب اُس کے حکم کے تابع ہوجائیں گے اور بکمال اطاعت اُسکے آگے سجدہ میں گر پڑینگے سوچنا چاہیے کہ یہ کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہا بھی ہے افسوس کہ ان لوگوں کے دلوں پر کیسے پردے پڑ گئے کہ انہوں نے استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے اور باوجود قراین قویہ کے ان استعارات کو قبول کرنا نہ چاہا جنکی حمایت میں قرآن کریم شمشیر برہنہ توحید کی لیکر کھڑا ہے افسوس کہ اکثر لوگ خشک ملاؤں کی پیروی کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسی حدیثوں کو ظاہر پر حمل کرنے سے کیا کیا خرابیاں پھیلیں گی وہ رسول کریم (مادر و پدرم فدا سے او باد) جسنے ہمیں لا الہ الا اللہ سکھلا کر تمام غیر اللہ کی طاقتیں ہمارے پیروں کے نیچے رکھدیں اور ایک زبردست معبود کا دامن پکڑا کر ہماری نظر میں ماسوا کا قدر ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی کمتر کر دیا کیا وہ مقدس نبی ہمارے ڈرانے کو آخری زمانہ کے لئے یہ ھوا چھوڑ گیا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ وہ موحدوں کا بادشاہ جسنے ہمارے رگ و ریشہ میں ہمیشہ کے لئے یہ دھنسا دیا کہ الہی طاقتیں کسی مخلوق میں آہی نہیں سکتیں کیا وہ اپنی متواتر تعلیموں کے برخلاف ہمیں ایسا سبق دینے لگا۔ سو اے بھائیو یقیناً سمجھو کہ اس حدیث اور ایسا ہی اسکی امثال کے ظاہری معنے ہرگز مراد نہیں ہیں اور قراین قویہ ایک شمشیر برہنہ لیکر اس کوچہ کیطرف جانے سے روک رہے ہیں بلکہ یہ تمام حدیث اُن مکاشفات کے قسم میں سے ہے جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لایق ہوتا ہے جیسا کہ میں ایک دوسری مسلم کی

حدیث لکھ کر ابھی ثابت کر آیا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اقرار اِس بات کا فرماتے
ہیں کہ یہ سب بیانات میرے مکاشفات میں سے ہیں اور اِس دمشقی حدیث میں ہی جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے کانی کا لفظ موجود ہے وہ بھی باواز بلند پکار رہا ہے کہ یہ
سب باتیں عالم رویا اور کشف میں سے ہیں جنکی مناسب طور پر تاویل ہونی چاہیئے چنانچہ
ملا علی قاری نے یہی بھی لکھا ہے اور خدا تعالیٰ کا قانون قدرت جو موافق آیت کریمہ
خلق الانسان ضعیفاً انسان کی کمزوری پر شاہد ناطق ہے کسی آدم زاد کے
لئے ایسی قوت و طاقت تسلیم نہیں کرتا کہ وہ ہوا کیطرح ایکدم میں مشارق و مغارب کا سیر کر سکے
اور آسمان کے سب اجرام اور زمین کے سب ذرات اُسکے تابع ہوں تعجب کہ جب خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مضمون اس حدیث کا از قبیل کشوف و رویا صالحہ ہے یعنی
قابل تعبیر ہے تو پھر کیوں خواہ نخواہ اِسکے ظاہر معنوں پر زور ڈالا جاتا ہے اور کیوں خوابوں
کی طرح اسکی تعبیر نہیں کیجاتی یا کشوف متشابہ کیطرح اسکی حقیقت حوالہ بخدا نہیں کی جاتی
ذکریا کی کتاب کو دیکھو جو ملاکی سے پہلے ہے کسقدر اسمیں اِسی قسم کے مکاشفات لکھے ہیں مگر
کوئی دانشمند انکو ظاہر پر حمل نہیں کرتا ایسا ہی حضرت یعقوب کا خدا تعالیٰ سے کشتی کرنا جو
توریت میں لکھا ہے کوئی عقلمند اِس کشف کو حقیقی معنی پر حمل نہیں کر سکتا۔

سو اے بھائیو میں محض نصیحتاً للہ پوری ہمدردی کے جوش سے جو مجھے آپ سے
اور اپنے پیارے دین اسلام سے ہے آپ لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں
اور سخت غلطی کر رہے ہیں کہ محض تحکم کیوجہ سے مکاشفات نبویہ کو صرف ظاہری الفاظ کی
محدود خیال کر بیٹھے ہیں یقیناً سمجھو کہ ان باتوں کو حقیقت پر حمل کرنا گویا اپنی ایمانی عمارت کی
اینٹیں اُکھیڑنا ہے میں متعجب ہوں کہ اگر آپ استعارات کو قبول نہیں کر سکتے تو کیوں
ان امور بر تراز فہم کی تفسیر کو حوالہ بخدا نہیں کرتے اِسمیں آپکا یا آپکے دینی جوش کا کیا حرج
ہے کس نے آپ پر زور ڈالا ہے یا کب اور کس وقت آپ کو رسول کریم کی طرف سے

ایسی تاکید لکھی ہے کہ ضرور ایسے الفاظ کو حقیقت پر ہی حمل کرو۔

آپ صاحبوں کا یہ عذر کہ اسپر اجماع سلف صالح ہے یہ ایک عجیب عذر ہے جس کے پیش کرنیکے وقت آپ صاحبوں نے نہیں سوچا کہ اگر فرض کیطور پر اجماع بھی ہو جو کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا پھر بھی ظاہری الفاظ پر اجماع ہوگا نہ یہ کہ فرد فرد نے حلف اُٹھا کر اسبات کا اقرار کیا ہے کہ اِس حدیث کے الفاظ سے جو ظاہری معنے نکلتے ہیں درحقیقت وہی مراد ہیں اُن بزرگوں نے تو اِن احادیث کو امانت کیطور پر پہونچا دیا اور اُنکی اصل حقیقت کے حوالہ بخدا کرتے رہے اجماع کی تہمت اُن بزرگوں پر کسقدر بے اصل تہمت ہے جسکا کوئی ثبوت نہیں دیسکتا۔ میں کہتا ہوں کہ اجماع تو ایک طرف اِس قسم کی حدیثیں بھی عام طور پر صحابہ میں نہیں پھیلیں تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر صحابہ کرام کا اسبات پر اتفاق ہوتا کہ دجال معہود آخری زمانہ میں نکلے گا اور حضرت مسیح اُسکو قتل کریں گے تو پھر حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیوں قسم کھا کر کہتے کہ دجال معہود جو آنیوالا تھا وہ یہی ابن صیاد ہے جو آخر مشرف باسلام ہو کر مدینہ منورہ میں فوت ہو گیا ہمانیوا یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں لکھی ہے اور ابو داؤد اور بیہقی میں بھی نافع کی معرفت سے یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ مجھے اسمیں کچھ بھی شک نہیں کہ مسیح دجال یہی ابن صیاد ہے۔ بھلا اس موخر الذکر حدیث کو جانے دو کیونکہ یہ ایک صحابی ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے غلطی کی ہو لیکن اُس حدیث کی نسبت کیا عذر پیش کروگے جسکو ابھی میں ذکر کر چکا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود جناب رسالت مآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قسم کھا کر کہا تھا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چُپ رہ کر اور انکار نہ کرنیکی وجہ سے اُس قسم پر مُہر لگا دی اور حضرت عمرؓ کے خیال سے اپنا اتفاق رائے کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کسقدر بڑا ہے یہاں تک کہ بعض

اوقات اُنکی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہوجایا کرتا تہا اور اُن کے حق میں یہ حدیث
ہے کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بہاگتا ہی دوسری یہ حدیث ہی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو
عمرؓ ہوتا تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی اُمتوں میں محدّث ہوتے رہی ہیں اگر اس اُمت
میں کوئی محدث ہی تو وہ عمرؓ ہے۔ اب سوچو اور خیال کرو کہ نواس بن سمعان کو پایہ عالیہ عمرؓ سے
کیا مناسبت ہی جو فہم قرآن اور حدیث کا حضرت عمرؓ کو دیا گیا تہا اُس سے نواس کو کیا نسبت
ہے ماسوا اسکے یہ حدیث متفق علیہ ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے لکھی ہے اور نواس
کی دمشقی حدیث جسمیں دجّال کی تعریفیں خلاف عقل وخلاف توحید درج ہیں صرف مسلم
میں لکھی گئی ہے ماسوائے اسکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قسم کھانا اور پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کا کچھ انکار نہ کرنا اسبات کا فیصلہ کرتا ہے کہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر
میں۔ اور نیز صحابہ کرام کی نگاہ میں دجال معہود ابن صیاد ہی تہا اور حدیث شرح السنہ سے
بہی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ اور مدت العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر
اسی بات سے ہراساں رہتے کہ ابن صیاد دجال معہود ہی اب جبکہ ابن صیاد کا دجال معہود
ہونا ایسے قطعی اور یقینی طور سے ثابت ہو گیا کہ اُسمیں کسی طور کے شک وشبہ کو راہ نہیں
تو اسجگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ جبکہ دجال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں پیدا ہوکر اور مشرف باسلام ہوکر اور آخر مدینہ میں فوت ہی ہو گیا تو حضرت مسیح کے دنیا
سے جسکے آنیکی علت غائی دجال کا مارنا ظاہر کیا جاتا ہے کون قتل کیا جائیگا کیونکہ دجال تو
موجود ہی نہیں جنکو وہ قتل کریں اور یہی خدمت تہی جو اُنکے سپرد کیگئی تہی۔ اس سوال کا
جواب ہم بجز اس صورت کے اور کسی طور سے دے نہیں سکتے کہ آخری زمانہ میں دجال معہود
کا آنا سراسر غلط ہے اب حاصل کلام یہ ہی کہ وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے
خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہی کہ نواس
راوی نے اُس حدیث کے بیان کرنے میں دہوکہ کہایا ہے یہ فرض صاحب مسلم کے سر پر تہا

کہ وہ اپنی ذکر کردہ حدیث کا تعارض اپنی قلم سے رفع کرتے مگر انہوں نے جو ایسے تعارض کا ذکر تک نہیں کیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد بن منکدر کی حدیث کو نہایت قطعی اور یقینی اور صاف اور صریح سمجھتے تھے اور نواس بن سمعان کی حدیث کو از قبیل استعارات وکنایات خیال کرتے تھے اور اُسکی حقیقت حوالہ بخدا کرتے تھے۔

غرض اے بھائیو اِن حدیثوں پر نظر ڈالکر ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ کبھی صدر اول کے لوگوں نے دجال معہود کے بارہ میں ہرگز اس بات پر اتفاق نہیں کیا کہ وہ آخری زمانہ میں آئیگا اور مسیح ابن مریم ظہور فرماکر اُسکو قتل کریگا بلکہ وہ تو ابن صیاد کو ہی دجال معہود سمجھتے رہے اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ جب انہوں نے ابن صیاد کو دجال معہود یقین کیا اور پھر یہ بھی اپنی زندگی میں دیکھ لیا کہ وہ مشرف باسلام ہوگیا اور پھر یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ مدینہ منورہ میں فوت بھی ہوگیا اور مسلمانوں نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی پھر ایسی صورتیں اُن بزرگوں کا اس بات پر کیوں کر ایمان یا اعتقاد ہو سکتا تھا کہ مسیح ابن مریم آخری زمانہ میں دجال معہود کے قتل کرنیکیلئے آسمان سے اُتریگے کیونکہ وہ بزرگوار لوگ تو پہلے ہی دجال معہود کا فوت ہوجانا تسلیم کرچکے تھے پھر اُس اعتقاد کیساتھ یہ دوسرا اعتقاد کیونکر جوڑ کھا سکتا ہے کہ اُنکو مسیح ابن مریم کے آسمان سے اُترنے اور دجال معہود کے قتل کرنیکی انتظار لگی ہوئی تھی یہ تو صریح اجتماع ضدین ہے اور کوئی دانشمند اور قایم الحواس آدمی ایسے دو متضاد اعتقاد ہرگز نہیں رکھ سکتا اب سوچنا چاہیئے کہ یہ بیان کہ صحابہ کرام کا دجال معہود اور مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں ظہور فرمانے کا ایک اجماعی اعتقاد تھا کسقدر اُن بزرگوں پر تہمت ہے۔

پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہر یک نبی اپنی قوم کو دجال کے نکلنے سے ڈراتا آیا ہے اور میں بھی تم سب کو ڈراتا ہوں کہ دجال آخری زمانہ میں نکلے گا تو چاہیئے تھا کہ اِس نصیحت اور تبلیغ کو

تمام صحابہ اپنے نفس پر ایک واجب التبلیغ سمجھ کر تابعین تک پہونچاتے اور آج ہزار ہا صحابہ
کی روایتوں سے یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہوتی حالانکہ بجز نواس بن سمعان اور
ایک دو اور آدمیوں کے کسی نے اِس حدیث کی روایت نہیں کی بلکہ نواس بن سمعان اپنی
تمام روایت میں منفرد ہے اب سوچو کہ ایک طرف تو یہ بتلایا جاتا ہے کہ اس حدیث کے
بارہ میں عام طور پر تمام صحابہ کو تاکید ہوئی تھی کہ تم نے اس مضمون کو تابعین تک پہونچا
دینا اور دوسری طرف جب دیکھتے ہیں تو بجز دو ایک آدمیوں کے کوئی پہونچانیوالا نظر
نہیں آتا اس صورت میں جسقدر ضعف اس حدیث میں پایا جاتا ہے وہ محققین کی نظر
سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پھر تواتر کا دعویٰ کرنا اگر پرلے درجہ کا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔
اب اے لوگو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور صحابہ اور تابعین پر تہمت مت لگاؤ کہ اُن
سب کو اِس مسئلہ پر اجماع تہا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے اُتریں گے اور دجال یک چشم خدائی
کے کرشمے دکھلانے والے کو قتل کرینگے اُن بزرگوں کو تو اس اعتقاد کی خبر ہی نہیں تھی اگر
اُنہیں خبر ہوتی اور جیسا کہ بعض حدیثوں میں لکہا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُنہیں وصیت فرمائی ہوتی تو کیا ممکن تہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس واجب التبلیغ امر کو
تابعین تک نہ پہونچاتے اور پہر تابعین تبع تابعین کو اسکی خبر نہ کرتے صاف ظاہر ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل نکرنا تحت معصیت میں داخل ہے پہر
کیونکر ممکن تہا کہ ایسا معصیت کا کام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سرزد ہوتا پس صاف
ظاہر ہے کہ اس تبلیغ کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے کوئی تاکید نہیں ہوئی
اور نہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اسکو تابعین تک پہونچانے کے لئے اپنے مجموعی جوش سے
متوجہ ہوئے اور یہاں تک مضمون اس حدیث کا نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری
جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارہ میں منارہ
کے پاس اُتریگا اور جتنے خدا تعالیٰ سے کام دنیا میں ہو رہے ہیں وہ سب دجال دکھا

دیگا۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس حدیث کے مضمون پر اجماع کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک اسی پر اتفاق اکابر اسلام رہا ہے کسقدر افترا ہے بلکہ یہ حدیث تو ان متواتر حدیثوں سے ہی کالعدم ہو جاتی ہے جنمیں بروایت ثقات صحابہ دجال کی نسبت یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ درحقیقت ابن صیاد ہی تھا جو یزید پلید کے عہد سلطنت میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گیا اور اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن شریف تو باآواز بلند مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہا ہے اور احادیث صحیحہ مسلم و بخاری باتفاق ظاہر کر رہی ہیں کہ در اصل ابن صیاد ہی دجال معہود تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ صحابی روبروآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کی قسم کھا رہے ہیں کہ درحقیقت دجال معہود ابن صیاد ہی ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسکی تصدیق کر رہے ہیں کہ درحقیقت ابن صیاد ہی دجال معہود ہے جو انجام کار مسلمان ہو گیا اور اسلام کی حالت میں ہی مدینہ میں مرا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا مگر پھر بھی ہمارے مسلمان بھائی اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔ بھائیو!!! اس بحث کی دو ٹانگیں تھیں (۱) ایک تو مسیح بن مریم کا آخری زمانہ میں جسم خاکی کے ساتھ آسمان سے اُترنا سو اُس ٹانگ کو تو قرآن شریف اور نیز بعض احادیث نے بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانیکی خبر دیکر توڑ دیا۔ (۲) دوسری ٹانگ دجال معہود کا آخری زمانہ میں ظاہر ہونا تھا سو اُس ٹانگ کو صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے متفق علیہ حدیثوں نے جو صحابہ کبار کی روایت سے ہیں دو ٹکڑے کر دیا اور ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر آخر مسلمانوں کی جماعت میں داخل کر کے مار ہی دیا۔ اب جبکہ اس بحث کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں تو پھر اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مُردہ جسکے دونوں پیر نہیں کیوں اور کس کے سہارے

کھڑا ہو سکتا ہے ؟ اتقوا اللہ ؟ اتقوا اللہ ؟ اتقوا اللہ ؟

اور مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانیکے بارہ میں ہمارے پاس اسقدر یقینی اور قطعی ثبوت ہیں کہ انکے مفصل لکھنے کیلئے اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں ہے پہلے قرآن شریف پر نظر غور ڈالو اور ذرہ آنکھ کھول کر دیکھو کہ کیونکر وہ صاف اور بیّن طور پر عیسیٰ بن مریم کے مرجانیکی خبر دے رہا ہے جسکی ہم کوئی بھی تاویل نہیں کر سکتے مثلاً یہ جو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کیطرف سے فرماتا ہے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کیا ہم اسجگہ تَوَفِّی سے نیند مراد لے سکتے ہیں؟ کیا یہ معنے اسجگہ موزون ہونگے کہ جب تو نے مجھے سلا دیا اور مجھ پر نیند غالب کر دی تو میرے سونے کے بعد تو انکا نگہبان تھا ہرگز نہیں بلکہ توفّی کے سیدھے اور صاف معنے جو موت ہے وہی اسجگہ چسپاں ہیں* لیکن موت سے مراد وہ موت نہیں جو آسمان سے اُترنے کے بعد پھر وارد ہو کیونکہ جو سوال اُنسے کیا گیا ہے یعنی اُنکی امت کا بگڑ جانا اسوقت کی موت سے اس سوال کا کچھ علاقہ نہیں کیا نصاریٰ اب صراط مستقیم پر ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ جس امر کے بارہ میں خدائے تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم سے سوال کیا ہے وہ امر تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہی کمال کو پہونچ چکا ہے۔

ماسوا اسکے حدیثوں کے رو سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہو جانا ثابت ہے چنانچہ تفسیر معالم کے صفحہ ۱۶۲ میں زیر تفسیر آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ لکھا ہے کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ انی ممیتك یعنے میں تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس پر دوسرے اقوال اللہ تعالیٰ کے دلالت کرتے ہیں قل یتوفٰکم ملك الموت ۔ الذین یتوفٰهم الملٰئکة طیبین ۔ الذین تتوفٰهم الملٰئکة ظالمی انفسهم غرض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ناظرین پر واضح ہوگا کہ حضرت ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اول درجہ والوں میں سے تھے اور اسبارہ میں اُنکے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی ہے۔ اور اسی معالم میں لکھا ہے کہ وہب سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ تین گھنٹہ کیلئے مرگئے تھے

* حاشیہ: قرآن شریف میں اول سے آخر تک جس جس جگہ توفّی کا لفظ آیا ہے اُن تمام مقامات میں توفّی کے معنے موت ہی لئے گئے ہیں۔ منہ

اور محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ سات گھنٹہ تک مرے رہے مگر مولف رسالہ ہذا کو تعجب ہے کہ محمد بن اسحاق نے سات گھنٹہ تک مرنیکی نصاریٰ کی کن کتابوں سے روایت لی ہے کیونکہ تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کیطرف اُٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عیسیٰ انجیلوں میں اپنی تین دن کی موت کا اقرار بھی کرتے ہیں بہر حال موت اُنکی ثابت ہے اور ماسوا ان دلائل متذکرہ کے یہود و نصاریٰ کا بالاتفاق انکی موت پر اجماع ہے اور تاریخی ثبوت بتواتر اُنکے مرنے پر شاہد ہے اور پہلی کتابوں میں بھی بطور پیشگوئی اُنکے مرنیکی خبر دیگئی تھی۔

اب یہ گمان کہ مرنیکے بعد پھر اُنکی روح اُسی جسم خاکی میں داخل ہوگئی اور وہ جسم زندہ ہوکر آسمان کیطرف اُٹھایا گیا یہ سراسر غلط گمان ہے یہ بات بالاتفاق جمیع کتب الٰہیہ ثابت ہے کہ انبیاء و اولیاء مرنیکے بعد پھر زندہ ہوجایا کرتے ہیں یعنے ایک قسم کی زندگی اُنہیں عطا کیجاتی ہے جو دوسروں کو نہیں عطا کیجاتی اسیطرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مجھے قبر میں میت رہنے نہیں دیگا ✝ اور زندہ

✝ حاشیہ۔ اصل ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ میری عزت خدا تعالیٰ کی جناب میں اس سے زیادہ ہے کہ مجھے چالیس دن تک قبر میں رکھے یعنی میں اس مدت کے اندر اندر زندہ ہوکر آسمان کیطرف اُٹھایا جاؤں گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں زندہ ہوجانے اور پھر آسمان کیطرف اُٹھائے جانیکی نسبت مسیح کے اُٹھائے جانے میں کونسی زیادتی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی حیات حضرت موسیٰ کی حیات سے بھی درجہ میں کمتر ہے اور اعتقاد صحیح جس پر اتفاق سلف صالح کا ہے اور نیز معراج کی حدیث بھی اُسکی شاہد ناطق ہے یہی ہے کہ انبیا بحیات جسمی مشابہ بحیات دنیاوی زندہ ہیں اور شہدا کی نسبت انکی زندگی اکمل و اقوی ہے اور سب سے زیادہ اکمل و اقوی و اشرف زندگی ہماری سید و مولیٰ

کر کے اپنی طرف اُٹھالیگا اور زبور نمبر ۱۶ میں بھی حضرت داؤد علیہ السلام بوحی الٰہی یہ ماتے ہیں کہ تو میری جان کو قبر میں رہنے نہیں دیگا۔ اور تو اپنے قدوس کو سڑنے نہیں دیگا یعنے بلکہ تو مجھے زندہ کریگا۔ اور اپنی طرف اُٹھالیگا۔ اسی طرح شہدا کے حق میں بھی قرآن کریم فرماتا ہے **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون** یعنے جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے تم انکو مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کیطرف سے رزق مل رہا ہے

ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئیگی تو آپنے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائیگی اور یہ اسبات کیطرف اشارہ تھا کہ سو برس کے

بقیہ حاشیہ

فداہ لہٗ نفسی وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے حضرت مسیح تو صرف دوسرے آسمان میں اپنے خالہ زاد بھائی اور نیز اپنے مرشد حضرت یحییٰ کیساتھ مقیم ہیں لیکن ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ مرتبہ آسمان میں جس سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں عند سدرۃ المنتہیٰ بالرفیق الاعلیٰ اور اُمت کے سلام و صلواۃ برابر آنحضرت کے حضور میں پہونچائے جاتے ہیں **اللھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمد اکثر مما صلیت علی احد من انبیائک وبارک وسلم** اور یہ خیال کہ انبیا زندہ ہو کر قبر میں رہتے ہیں مقیم نہیں ہاں قبر سے ایک قسم کا اُنکا تعلق باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشفی طور پر اپنی قبروں میں نظر آتے ہیں مگر یہ نہیں کہ وہ قبروں میں ہوتے ہیں بلکہ وہ تو ملایک کیطرح آسمانوں میں یا بہشت کی زمین ہے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق مقام رکھتے ہیں اور بیداری میں پاکدل لوگوں سے کبھی کبھی زمین پر آکر ملاقات بھی کر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر اولیا سے عین بیداری کی حالت میں ملاقات کرنا کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور مولف رسالہ ہذا بھی کئی دفعہ اس شرف سے مشرف ہو چکا ہے والحمد للہ علی ذالک اور حدیث نبوی کا یہ فقرہ کہ میں چالیس دن تک قبر میں نہیں رہ سکتا یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اول چند روز گو کیسا ہی مقدس آدمی ہو قبر سے اور اس عالم خاکی سے ایک

عرصہ سے کوئی شخص زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا اسی بنا پر اکثر علماء و فقرا اسی طرف گئے ہیں کہ خضر بھی فوت ہو گیا کیونکہ مخبر صادق کی کلام میں کذب جائز نہیں مگر افسوس کہ ہمارے علماء نے اس قیامت سے بھی مسیح کو باہر رکھ لیا تعجب ہے اور بنی اسرائیل کے انبیاء کی نسبت مسیح کو کیوں زیادہ عظمت دیجاتی ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانہ سے کہ جب بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہونگے اور پھر کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیالات ساتھ لائے ہوں گے اس بیجا عظمت دینے کے عادی ہو گئے ہیں جسکو قرآن شریف تسلیم نہیں کرتا اسلئے خاص طور پر مسیح کی تعریف کے بارہ میں انہیں حد موزوں سے زیادہ غلو پایا جاتا ہے انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ کتاب براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی کو علماء میں سے اس بات پر ذرہ بیچ دلیں نہیں گذرا اور پھر مثیل نوح قرار دیا اور کوئی رنجیدہ نہیں ہوا اور پھر مثیل یوسف علیہ السلام قرار دیا۔ اور کسی مولوی صاحب کو اس سے غصہ نہیں آیا۔ اور پھر مثیل حضرت داؤد بیان فرمایا۔ اور کوئی علماء میں سے رنجیدہ خاطر نہیں ہوا اور پھر مثیل موسیٰ کر کے بھی اس عاجز کو پکارا تو کوئی فقیہوں اور محدثوں میں سے مشتعل نہیں ہوا یہاں تک کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو مثیل ابراہیم بھی کہا تو کسی شخص نے ایک ذرہ بھی غیظ و غضب ظاہر نہیں کیا۔ اور پھر آخر مثیل ٹھہرانے کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء و امام الاصفیاء حضرت مقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا تو کوئی ہماری مفسروں اور محدثوں میں سے جوش و خروش میں نہیں آیا۔ اور جب خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ کر کے پکارا تو سب کے شدت طیش اور غضب کیوجہ سے چہرے سُرخ ہو گئے اور سخت درجہ کا اشتعال پیدا ہو کر کسی نے مجھ کو کافر ٹھہرا دیا اور کسی نے اس کو کا نام ملحد رکھا جیسا کہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب خلف مولوی محمد لکھو والے نے اس عاجز کا ملحد رکھا اور جا بجا یہ بھی ذکر کیا کہ یہ شخص بہت خراب آدمی ہے چنانچہ ایک شخص عبد القادر نام شرقپور ضلع لاہور کے رہنے والے پاس بھی

یہی ذکر کیا کہ یہ شخص ملحد اور بد مذہب اور خراب اور ملاقات کے لایق نہیں علاوہ اس کے ان لوگوں نے اشتعال کیحالت میں اسی پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے بھی استخارہ میں کوئی شہادت ملے تو بہت خوب ہو چنانچہ انہوں نے غصہ سے بھرے دل کیساتھ استخارے کئے اور چونکہ قدیم سے قانون قدرت خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ جو شخص نفسانی تمنا سے کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اُسکی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے بجز انبیا اور محدثین کے کہ اُنکی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کیجاتی ہے - پس اسی وجہ سے حضرت عبد الرحمان صاحب اور انکے رفیق نیک نیت میاں عبد الحق غزنوی کے استخارہ پر وہ بئس القرین تُرت حاضر ہو گیا اور اُنکی زبان پر جاری کرا دیا کہ وہ شخص یعنے یہ عاجز جہنمی ہے اور ملحد ہے اور ایسا کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہو گا - میں پوچھتا ہوں کہ کیا علماء کے لئے عند الشرع یہ جائز ہے کہ کسی ایسے مسئلہ میں جو خیر القرون کے لوگ بھی اُس پر اتفاق نہ کہتے ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اُس پر اجماع ثابت نہ ہو ایک ایسے ملہم کی نسبت جو بعض احادیث اور قرآن کریم امکانی طور پر اُسکے صدق پر شاہد ہوں تکفیر کا فتویٰ لگا دیں یہ بات سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ مثیل موعود ہونیکے بارہ میں اس عاجز کا الہام حدیث اور قرآن کے ہرگز مخالف نہیں اور کتب حدیث کو مہمل اور بیکار نہیں کرتا بلکہ اُنکا مصدق اور اُنکی سچائی کو ظاہر کرنیوالا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ قرآن کریم مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہا ہے اور دجال معہود مر جانا خود صحیح مسلم کی بعض حدیثیں ثابت کر رہی ہیں پھر قرآن اور بعض حدیث میں تطبیق دینے کے لئے بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ابن مریم کے اُترنے سے اُسکے کسی مثیل یا کئی مثیلوں کا اُترنا مراد لیا جاوے پھر جبکہ الہام بھی اسی راہ کیطرف رہنمائی کرے تو کیا وہ حدیث اور قرآن کے موافق ہوا یا مخالف ؟

اب رہا یہ امر کہ کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھہرانا عند الشرع جائز ہے یا نہیں - پس واضح ہو کہ حقیقت اگر غور کر کے دیکھو تو جسقدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں وہ اسی غرض کیلئے بھیجے گئے ہیں تا ہم اُنکے مثیل بننے کیلئے کوشش کریں اور ہم اُنکی پیروی کرنے سے اُنکے مثیل

نہیں بن سکتے بلکہ ایسے خیال سے انسان کافر و ملحد ہوجاتا ہے تو اس صورتمیں انبیا کا آنا عبث اور ہمارا انپر ایمان لانا ہی عبث ہے قرآن شریف صاف یہی ہدایت فرماتا ہے اور ہمیں سورہ فاتحہ ام الکتاب میں مثیل بنجانیکی امید دیتا ہے اور ہمیں تاکید فرماتا ہے کہ پنج وقت تم میری حضور میں کھڑے ہوکر اپنی نماز میں مجھ سے یہ دعا مانگو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم یعنے اے میرے خداوند رحمن و رحیم ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ کے مثیل ہوجائیں شیث نبی اللہ کے مثیل بنجائیں حضرت نوح آدم ثانی کے مثیل ہوجائیں۔ ابراہیم خلیل اللہ کے مثیل ہوجائیں موسیٰ کلیم اللہ کے مثیل ہوجائیں عیسیٰ روح اللہ کے مثیل ہوجائیں اور جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ حبیب اللہ کے مثیل ہوجائیں اور دنیا کے ہر ایک صدیق و شہید کے مثیل ہوجائیں۔ اب ہمارے علما جو مثیل ہونیکے دعوے کو کفر و الحاد خیال کرتے ہیں اور جس شخص کو الہام الٰہی کے ذریعہ سے اس ممکن الحصول مرتبہ کی بشارت دیجاے اسکو ملحد و کافر اور جہنمی ٹھہراتے ہیں ذرا سوچکر بتلادیں کہ اگر اس آیت کریمہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جو ہمنے بیان کئے ہیں تو اور کیا معنے ہیں اور اگر یہ معنے صحیح نہیں ہیں تو پھر اللہ جلشانہ کیوں فرماتا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے انکو کہدو کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے اور تمہیں اپنا محبوب بنا لیوے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ جو وقت انسان ایک محبوب کی پیروی سے خود ہی محبوب بن گیا تو کیا اس محبوب کا مثیل ہی ہوگیا یا ابھی غیر مثیل رہا افسوس! ہمارے پُر کینہ مخالف ذرہ نہیں سوچتے کہ طالب مولیٰ کے لیے یہی تو عمدہ اور اعلیٰ خواہش ہے جو اسکو مجاہدات کیطرف رغبت دیتی ہے اور یہی تو ایک رازِ آور انجن ہے جو تقویٰ اور طہارت اور اخلاص اور صدق اور صفا اور استقامت کے مراتب عالیہ کے طرف کھینچتا چلا جاتا ہے اور یہی تو وہ پیاس لگانیوالی آگ ہے جس سے ظاہر و باطن سالک کا

بجز ترک اشتباہ کے اگر اس مقصد کے حصول سے یاس کلی ہو تو پھر اس محبوب حقیقی کے سچے طالب جیتے ہی مرجائیں آجتک جسقدر اکابر متصوفین گذرے ہیں انہیں سے ایک کو بھی اسمیں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیا بننے کی راہ کھلی ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم روحانی اور ربانی علماء کے لئے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے کلمات طیبہ مندرجہ ذیل جو تذکرۃ الاولیا میں حضرت فریدالدین عطار صاحب نے بھی لکھے ہیں اور دوسری معتبر کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں اسی بنا پر ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہی آدم ہوں میں ہی شیث ہوں میں ہی نوح ہوں میں ہی ابراہیم ہوں میں ہی موسیٰ ہوں میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی محمدؐ ہوں صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ اخوانہ اجمعین اور اگرچہ انہیں کلمات کی وجہ سے حضرت بایزید بسطامی ستر مرتبہ کافر ٹھہرا کر بسطام سے جو ان کے رہنے کی جگہ تھی شہربدر کئے گئے اور میاں عبدالرحمن خلف مولوی محمد کی طرح ان لوگوں نے بھی بایزید بسطامی کے کافر اور ملحد بنانے میں سخت غلو کیا لیکن اس زمانہ کے گذرنے کے بعد پھر ایسے معتقد ہو گئے کہ جسکا حد انتہا نہیں اور ان کے شطحیات کی بھی تاویلیں کرنے لگے۔

ایسا ہی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں اسبات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ انسان بحالت ترک نفس واطلاق وفنافی اللہ تمام انبیاء کا مثیل بلکہ انہیں کی صورت کا ہو جاتا ہے اور اس عاجز کے دوست مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں جواز و امکان مثیلیت کے بارہ میں بہت کچھ لکھا ہے اور اگرچہ اس عاجز کے اس دعوے کی نسبت جو مثیل موعود ہونیکی بارہ میں براہین میں درج ہے اور تصریح ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبویہ میں اس عاجز کی نسبت بطور پیشگوئی خبر دیگئی ہے مولوی صاحب موصوف نے کھلے کھلے طور پر کوئی اقرار نہیں کیا لیکن امکانی طور پر تسلیم کر گئے ہیں کیونکہ انکا اس معرض بیان میں جو منصب

ریویو لکھنے کے اُن کے لئے ضروری تہا سکوت اختیار کرنا اور انکار اور منع سے زبان نہ کھولنا دلیل قوی اثبات کی ہے کہ وہ اس بات سے کبھی ہرگز مخالف نہیں کہ یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جسکی قرآن اور حدیث میں خبر دی گئی ہے کیونکہ براہین میں صاف طور پر اسبات کا تذکرہ کر دیا گیا تہا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی موعود مسیح ہے جسکی اللہ و رسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے ہاں اس بات سے اُسوقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو مگر فرق اسوقت کے بیان اور براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اسقدر ہے کہ اُسوقت بباعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تہا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا بہر حال مولوی صاحب موصوف نے اس عاجز کے مثیل مسیح ہونے کے بارہ میں امکانی ثبوت پیدا کرنے کے لئے بہت زور دیا ہے چنانچہ ایک جگہ وہ محی الدین ابن عربی صاحب کی کلام کو بغرض تائید مطلب ہذا فتوحات مکیہ باب ۲۲۳ سے نقل کرتے ہیں اور وہ عبارت معہ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

غاية الوصلة ان يكون الشيء عين ما ظهر ولا يعرف كما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد عانق ابن حزم المحدث فغاب احدهما في الآخر فلم نر الا واحدا وهو رسول الله صلعم فهذه غاية الوصلة وهو المعبر عنه بالاتحاد (فتوحات مکیہ)

یعنے نہایت درجہ کا اتصال یہ ہے کہ ایک چیز بعینہ وہ چیز ہو جائے جسمیں وہ ظاہر ہوا اور خود نظر نہ آوے جیسا کہ مینے خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپنے ابو محمد بن حزم محدث سے معانقہ کیا پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا بجز ایک رسول اللہ صلعم کے نظر نہ آیا۔ پھر بعد اس کے مولوی صاحب موصوف اپنے اس بیان کی تائید میں نواب صدیق حسن مرحوم کی کتاب اتحاف النبلاء میں سے ایک عربی رباعی معہ ترجمہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

توهمـ واشينا بليـل مـزاره فهم ليسعى بيننا بالتباعد

فعانقته حتی تعد ناتعانقنا + فلما اتانا مارای غیر واحد

جسکا ترجمہ یہ ہے ہمارے بدگو (رقیب) نے شب کو ہماری پاس ہمارے معشوق کی آنیکا گمان کیا تو ہم میں جدائی ڈالنے میں کوشش کرنے لگا بس میننے اپنے معشوق کو گلے سے لگا لیا پھر وہ (رقیب) آیا تو اُسنے بجز ایک کے کیکو نہ دیکھا - پھر یہ شعر فارسی نقل کیا ہے۔

جذبہ شوق بحدیست میان من و تو + کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من و تو

اسکے بعد یہ جملہ دعائیہ لکھا ہے رزقنا اللہ من ھذا الاتحاد فی الدنیا والآخرۃ یعنے خدایتعالی ہم کو بھی ایسا ہی اتحاد دنیا اور آخرت میں نصیب کرے۔

پھر میں مسیح ابن مریم کے فوت ہوجانیکی نسبت تتمہ کلام بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے گو احادیث اور فرقان اور انجیل کی رو سے مسیح ابن مریم کا فوت ہوجانا ثابت ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی فرقان حمید میں رافعک الی کا لفظ بھی تو موجود ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہو کر پھر آسمان کیطرف اُٹھایا گیا۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ آسمان کا تو کہیں اس جگہ ذکر ہی نہیں اسکے معنے تو صرف اسقدر ہیں کہ میں اپنی طرف تجھے اُٹھالونگا اور ظاہر ہے کہ جو نیک آدمی مرتا ہے اُسی کی طرف روحانی طور پر اٹھایا جاتا ہے کیا خدا تعالی دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے جہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کی روح ہے؟ اور نیز جبکہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ فوت ہوگئے ہیں تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے مراد جسم کیساتھ اُٹھایا جانا کمال درجہ کی غلطی ہے بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق و سباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونیکے بعد اُنکی روح آسمان کیطرف اُٹھائی گئی وجہ یہ کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اُسکی روح خدا یتعالی کیطرف اُٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کیجاتی ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے

یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی

وادخلی جنتی ای وہ نفس جو خدا تعالیٰ سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف چلا آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری بہشت میں اندر آ۔ اسجگہ صاحب تفسیر معالم اس آیت کی تفسیر کرکے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷۵ میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب بندہ مومن وفات پانے پر ہوتا ہی تو اُسکی طرف اللہ جلشانہ دو فرشتے بھیجتا ہی اور اُنکے ساتھ کچھ بہشت کا تحفہ بھی بھیجتا ہی اور وہ فرشتے آکر اُسکی روح کو کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ تو روح اور ریحان اور اپنے رب کیطرف جو تجھ سے راضی ہے نکل آ تب وہ روح مشک کی اُس خوشبو کی طرح جو بہت لطیف اور خوش کرنیوالی ہو جو ناک میں پہونچکر دماغ کو معطر کردیتی ہو باہر نکل آتی ہے اور فرشتے آسمان کے کنارونپر کہتے ہیں کہ ایک روح چلی آتی ہے جو بہت پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ تب آسمان کا کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوتا جو اس کے لیے کہولا نہ جائے اور کوئی فرشتہ آسمان کا نہیں ہوتا کہ اُسکے لئے دعا نہ کرے یہانتک کہ وہ روح پایہ عرش الٰہی تک پہونچ جاتی ہے تب خدا تعالےٰ کو سجدہ کرتی ہے پہر میکائیل کو حکم ہوتا ہے کہ جہاں اور روحیں ہیں وہیں اِسکو بھی لے جا۔ اب قرآن شریف کی اِس آیت اور حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت سی بخوبی ثابت ہو گیا کہ روح مومن کی اُسکے فوت ہونیکے بعد بلا توقف آسمانپر پہونچائی جاتی ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہی تو پہر قرآن شریف کی اِس آیت کو کہ یا عیسےٰ انی متوفیک و رافعک الی ہے یا اس آیت کو کہ بل رفعہ اللہ الیہ ہے اس طرف کو کہینچنا کہ گویا حضرت عیسیٰ جسم کے ساتہہ آسمان کیطرف اُٹھائے گئے تہے صریح تحکم اور زبردستی ہوگی کیونکہ جبکہ بر طبق روایت ابن عباس وسیاق وسباق کلام الٰہی متوفیک کے معنے یہی ہیں کہ میں تجھے ماروں گا تو پہر صاف ظاہر ہے جیسا کہ ابہی ہم بحوالہ کلام الٰہی لکھ چکے ہیں کہ موت کے بعد نیک بختوں کی روح بلا توقف آسمان کیطرف جاتی ہے یہ تو نہیں کہ فرشتہ ملک الموت روح کو نکال کر کئی گہنٹہ تک وہیں کہڑا رہتا ہے اب اگر ہم فرض کیطور پر وہب کی روایت کو قبول

اگر یہی کہ حضرت عیسیٰ تین گھنٹہ تک مرے رہے یا سات گھنٹہ تک مردہ پڑے رہے تو کیا
ہم یہ بھی قبول کر سکتے ہیں کہ تین گھنٹہ تک یا سات گھنٹہ تک فرشتہ ملک الموت انکی
روح اپنی مٹھی میں لیکر اسی جگہ بیٹھا رہا یا جہاں جہاں لاش کو لوگ لیجاتے رہے ساتھ
پھرتا رہا اور آسمان کیطرف اس روح کو اٹھا کر نہیں لیگیا۔ ایسا وہم تو سراسر خلاف نص و حدیث
اور مخالف تمام کتب الہامیہ ہے اور جبکہ ضروری طور پر یہی ماننا پڑا کہ ہر یک مومن کی روح
مرنیکے بعد آسمان کیطرف اٹھائی جاتی ہے تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ رافعك
الی کے معنے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ فوت ہوچکے تو انکی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی بلا تفسیر
ہر یک شخص کا نور قلب اور کانشنس انہیں دو باتوں کو سمجھ لیتا اور قبول کر لیتا ہے کہ ایک شخص
مومن کی موت کے بعد شرعی اور طبعی طور پر یہی ضروری امر ہے کہ اسکی روح آسمان کیطرف
اٹھائی جاوے اور اس طریق کا انکار کرنا گویا اثبات مسائل دین کا انکار ہے اور نص اور حدیث سے
کوئی ثبوت اسکا نہیں ملسکتا کہ حضرت عیسیٰ حقیقت میں موت کے بعد پھر جسم کے ساتھ اٹھائے
گئے تھے تو قرآن شریف میں عبارت یوں چاہیئے تھی یا عیسیٰ انی متوفیك ثم محییك
ثم رافعك مع جسدك الی السماء یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا پھر زندہ کرونگا
پھر تجھے تیرے جسم کے ساتھ آسمان کیطرف اٹھاؤنگا لیکن اب تو بجز مجرد رافعك کے جو متوفی
کے بعد ہے کوئی دوسرا لفظ رافعك کا تمام قرآن شریف میں نظر نہیں آتا جو ثم محییك کے بعد ہو
اگر کسی جگہ ہے تو وہ دکھلانا چاہیئے میں بدعویٰ کہتا ہوں کہ اس ثبوت کے بعد کہ حضرت عیسیٰ
فی الحقیقت فوت ہوگئے تھے یقینی امر یہی ماننا پڑیگا کہ جہاں جہاں رافعك یا
بل رفعه الله الیه ہے اس سے مراد انکی روح کا اٹھایا جانا ہے جو ہر یک مومن کے لئے
ضروری ہے۔ ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری کا خیال دل میں لانا سراسر جہل ہے ہم بیان
کر چکے ہیں کہ تمام نبی خدا تعالیٰ کیطرف ہی اٹھائے جاتے ہیں ؟
اب ہم بخوبی ثابت کر چکے کہ یہ عقیدہ کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا تھا قرآن شریف

اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا صرف بیہودہ اور بے اصل اور متناقض [illegible]
اسکی بنیاد معلوم ہوتی ہے مگر اس فلسفی تیز زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی [illegible]
ساتھ رکھتا ہے ایسے عقیدوں کے ساتھ دین اسلام کی اشاعت [illegible]
اگر افریقہ کی ریگستان یا عرب کے صحرا نشین اعراب اور بدوؤں میں [illegible]
اور وحشی لوگوں کی جماعتوں میں یہ بیسر و پا باتیں پھیلائی جاتیں [illegible]
لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی و فلسفہ سے بھی مخالف [illegible]
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ثابت نہیں ہو سکتیں بلکہ انکے مخالف حدیثیں بہت موجود
ہیں تعلیم یافتہ لوگوں میں ہرگز پھیلا نہیں سکتے اور نہ یورپ امریکہ کے محقق طبع لوگوں کو
جو اپنے دین کے لغویات سے دست بردار ہو رہے ہیں اطمینان دے سکتے ہیں
جن لوگوں کے دل اور دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوتوں میں ترقی دی ہے
وہ ایسی باتوں کو کیونکر تسلیم کریں گے جنمیں سراسر خدا تعالیٰ کی توہین اور اسکی توحید کی اہانت
اور اسکے قانون قدرت کا ابطال اور اس کے کتابی اصول کی تکذیب پائی جاتی ہے -

اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اسکے جسم کے ساتھ
چڑھنے کی فرع ہے لہذا یہ بحث بھی کہ مسیح اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اتریگا جو دنیا میں
اسے حاصل تھا اس دوسری بحث کی فرع ہوگی جو مسیح جسم کے ساتھ آسمانپر اٹھایا گیا تھا جبکہ یہ
بات قرار پائی تو اول ہمیں اس عقیدہ پر نظر ڈالنی چاہیئے جو اصل قرار دیا گیا ہے کہ کہانتک وہ قرآن
اور حدیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر اصل کا کماحقہ تصفیہ ہو جائیگا تو پھر اسکی فرع ماننے میں
کچھ تامل نہیں ہوگا اور کم سے کم امکانی طور پر ہم قبول کر سکیں گے کہ جب کہ ایک شخص کا جسم
خاکی کے ساتھ آسمانپر چلے جانا ثابت ہو گیا ہے تو پھر اسی جسم کے ساتھ واپس آنا اسکا کیا مشکل ہے
لیکن اگر اصل بحث قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو سکی بلکہ حقیقت امر اسکے مخالف ثابت ہو
تو ہم فرع کو کسیطرح سے تسلیم نہیں کر سکتے اگر فرع کی تائید میں بعض حدیثیں بھی ہونگی تو ہم پر فرض ہوگا

کہ اُنکو اصل سے تطبیق دینے کیلئے کوشش کریں اور اگر بر عایت اصل وہ حدیثیں حقیقت پر حمل نہ ہو سکیں تو پھر ہم پر واجب ہوگا کہ انہیں استعارات و مجازات میں داخل کر لیں اور بجائے مسیح کے اُترنے کے کسی مثیل مسیح کا اُترنا مان لیں جیسا کہ خود حضرت مسیح نے ایلیا نبی کی نسبت مان لیا حالانکہ تمام یہودیوں کا اسی پر اجماع تھا اور ابتک ہے کہ ایلیا آسمان سے اُتر آئیگا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ایلیا کا آسمان پر جانا اور پھر آسمان سے کسی زمانہ میں اُترنا بطور پیشگوئی ایک وعدہ تھا اور یہودیوں کا اجماعی عقیدہ مسلمانوں کیطرح ابتک یہی ہے کہ حضرت ایلیا جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے اور پھر آخری زمانہ میں اُسی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اُتریں گے چنانچہ ایلیا کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا سلاطین ۲ باب ۲ آیت ۱۱ میں مندرج ہے اور پھر اُسکے اُترنیکا وعدہ صحیفہ ملاکی کے باب ۴ آیت ۵ میں بطور پیشگوئی کے دیا گیا ہے جسکے ابتک یہودی لوگ منتظر ہیں اور حضرت مسیح نے جو حضرت یحییٰ کی نسبت کہا کہ ایلیا جو آنیوالا تھا یہی ہے یہ کلمہ جمہور یہود کے اجماع کے برخلاف تھا اسیوجہ سے اُنہوں نے نہ مسیح کو قبول کیا نہ یحییٰ کو کیونکہ وہ تو آسمان کی راہ دیکھ رہے تھے کہ کب ایلیا فرشتوں کے کندھوں پر اُترتا ہے اور بڑی مشکلات اُنکو یہ پیش آگئی تھیں کہ اسی طور کے اُترنے پر اُنکا اجماع ہو چکا تھا اور ظواہر نصوص صحیفہ سلاطین و صحیفہ ملاکی اسی پر دلالت کرتے تھے سو اُنہوں نے اس آزمایش میں پڑکر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قبول نہ کیا بلکہ مسیح کی نبوت سے بھی انکاری رہے کیونکہ انکی کتابوں میں لکھا تھا کہ ضرور ہے کہ مسیح کے آنیسے پہلے ایلیا آسمان سے اُتر آوے سو چونکہ ایلیا کا آسمان سے اُترنا جسطرح انہوں نے اپنے دلوں میں مقرر کر رکھا تھا اسی طرح ظہور میں نہ آیا اس لئے ظاہر پرستی کی شامت سے یہودیوں کو دو سچے نبیوں کی نبوت سے منکر رہنا پڑا یعنے مسیح اور یحییٰ سے اگر وہ لوگ اُس ظاہر پرستی سے باز آکر سلاطین اور ملاکی کی عبارتوں کو استعارات و مجازات پر حمل کر لیتے تو آج دنیا میں ایک بھی یہودی نظر نہ آتا سب عیسائی ہو جاتے کیونکہ صحیفہ سلاطین اور صحیفہ ملاکی میں ایلیا نبی کے دوبارہ آنیسے درحقیقت مراد یہی تھی کہ ظلی اور مثالی وجود کے ساتھ پھر ایلیا دنیا میں آئیگا جس سے

مراد حضرت یحییٰ کا آنا تھا جو باعتبار اپنے روحانی خواص کے مثیل ایلیا تھے لیکن یہودیوں نے
اپنی بدقسمتی اور بے سعادتی کیوجہ سے ان روحانی معنوں کیطرف رُخ نہ کیا اور ظاہر پرستی میں پھنسے
رہے اور درحقیقت ذرہ غور سے دیکھیں تو یہودیوں کو حضرت یحییٰ کے قبول کرنیکے بارہ میں جو
مشکلات پیش آگئے تھے اتنے بڑے مشکلات ہمارے بھائی مسلمانوں کو ہرگز پیش نہیں آئے کیونکہ
سلاطین ۲ باب ۲ میں صاف طور پر لکھا ہوا ابتک موجود ہے کہ ایلیا نبی جسم کے ساتھ آسمان
کیطرف اُٹھایا گیا اور چادر اُسکی زمین پر گر پڑی۔ اور پھر ملاکی باب ۴ آیت ۵ میں ایسی ہی
صفائی کے ساتھ وعدہ دیا گیا ہے کہ پھر وہ دُنیا میں آئیگا اور مسیح کے لئے راہ درست کریگا
لیکن ہمارے بھائی مسلمان ان تمام مشکلات سے بالکل آزاد ہیں کیونکہ قرآن شریف میں
جسم کے ساتھ اُٹھائے جانیکا اشارہ تک بھی نہیں بلکہ مسیح کے فوت ہوجانیکا بتصریح ذکر ہے
اگرچہ حدیثوں کے بے سروپا روایتوں میں سند متصل کے ساتھ ایسا ذکر بہت سی تناقض سے
بھرا ہوا کہیں کہیں پایا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی اُنہیں حدیثوں میں مسیح کا فوت ہونا بھی
بیان کیا گیا ہے اب ظاہر ہے کہ باوجود اس خارجی اور تناقض کی ضرورت ہی کیا ہے جو
غیر معقول شق کیطرف توجہ کیجائے جس حالت میں قرآن اور حدیث کے رو سے وہ راہ بھی کھلی ہوئی
نظر آتی ہے جسپر کوئی اعتراض شرع اور عقل کا نہیں یعنی مسیح کا فوت ہوجانا اور روح کا اُٹھایا
جانا تو کیوں ہم اُسی راہ کو قبول نہ کریں جسپر قرآن شریف کی بینات زور دے رہی ہیں۔

ہم ایلیا کے صعود و نزول کا قصہ اس غرض سے اسجگہ لکھتے ہیں کہ تا ہمارے بھائی مسلمان ذرہ
غور کرکے سوچیں کہ جس مسیح ابن مریم کیلئے وہ لڑتے مرتے ہیں اُسی نے یہ فیصلہ دیا ہے اور اُسی فیصلہ
کی قرآن شریف نے بھی تصدیق کی ہے اگر آسمان سے اُترنا اسی طور سے جائز نہیں جیسے طور سے
ایلیا کا اترنا حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے تو پھر مسیح منجانب اللہ نبی نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ
قرآن شریف پر بھی اعتراض آتا ہے جو مسیح کی نبوت کا مصدق ہے۔ اب اگر مسیح کو سچا نبی
ماننا ہے تو اُسکے فیصلہ کو بھی مان لینا چاہیئے زبردستی سے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ یہ ساری

کتابیں محرف و مبدل ہیں بلاشبہ ان مقامات سے تحریف کا کچھ علاقہ نہیں اور دونوں
فریق یہود و نصاریٰ ان عبارتوں کی صحت کے قائل ہیں اور پھر ہمارے امام محدثین حضرت
اسمٰعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں یہی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں۔
یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے اور پہلے بھی ہم کئی مرتبہ ذکر کر آئے ہیں کہ جسقدر پیشگوئیاں
خدا تعالیٰ کی کتابوں میں موجود ہیں اُن سب میں ایک قسم کی آزمائش ارادہ کی گئی ہے۔ اس میں کچھ
شک نہیں کہ اگر کوئی پیشگوئی صاف اور صریح طور پر کسی نبی کے بارہ میں بیان کیجاتی تو
سب سے پہلے مستحق ایسی پیشگوئی کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے کیونکہ اگر مسیح کے انبیؑ
سے انکار کیا جائے تو یہ امر کچھ موجب کفر نہیں۔ لیکن اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
سے انکار کیا جاوے تو بلاشبہ وہ انکار جاودانی جہنم تک پہونچائیگا۔ مگر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ
تمام توریت و انجیل میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور ایسا ہی حضرت مسیح کی نسبت
بھی کوئی ایسی کھلی کھلی اور صاف پیشگوئی نہیں پائی جاتی جسکے ذریعہ سے ہم یہودیوں کو جاکر
گردن سے پکڑ لیں حضرت مسیح بھی باربار یہودیوں کو کہتے رہے کہ میری بابت موسیٰ نے توریت
میں لکھا ہے مگر یہودیوں نے ہمیشہ اُنہیں یہی جواب دیا کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہماری کتابوں میں
ایک مسیح کے آنیکی بھی خبر دیگئی ہے مگر تم خود دیکھ لو کہ مسیح کے آنیکا ہمیں یہ نشان دیا گیا ہے
کہ ضرور ہے اُس سے پہلے ایلیا آسمان سے اترے جسکا آسمانپر جانا سلاطین کی کتاب میں
بیان کیا گیا ہے اس کے جواب میں ہرچند حضرت مسیح یہی کہتے رہے کہ وہ ایلیا یوحنا یعنے
یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے مگر اس دور دراز تاویل کو کون سنتا تھا اور ظاہر تقریر کے رو سے
یہودی لوگ اس عذر میں سچے معلوم ہوتے تھے سو اگرچہ خدا تعالیٰ قادر تھا کہ ایلیا نبی کو
آسمان سے اُتارتا اور یہودیوں کے تمام وساوس بکلی رفع کر دیتا لیکن اُسنے ایسا نہیں کیا
تا صادق اور کاذب دونوں آزمائے جائیں کیونکہ شریر آدمی صرف ظاہری حجت کی
رو سے بے شبہ ایسے مقام میں سخت انکار کر سکتا ہے لیکن ایک عجیب راستباز آدمی کے

بھیجنے کے لئے یہ راہ کھلی تھی کہ آسمان سے اُترنا کسی اور طور سے تعبیر کیا جائے اور ایک نبی جو
دوسری علامات صدق اپنے ساتھ رکھتا ہے [illegible] کے لحاظ سے اُسپر ایمان لایا جاوے
ہاں یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ اگر سلاطین اور ملاکی کے بیانات کو مسلمان لوگ بھی یہودیوں
کی طرح محمول بر ظاہر کریں تو وہ بھی کسی طرح یحییٰ بن زکریا کو مصداق اُسکی پیشگوئی کا نہیں ٹھیرا
سکتے اور اس صورت میں آکر مسیح ابن مریم کی نبوت بھی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف نے
مسیح کی تاویل کو جو ایلیا نبی کے آسمان سے اُترنے کے بارہ میں انہوں نے کی تھی قبول کر لیا اور
مسیح کو اور یحییٰ کو سچا نبی ٹھیرایا ورنہ اگر قرآن شریف ایلیا کا آسمان سے اُترنا اُسی طرح معنے سمجھتا
یعنے ظاہری طور پر جیسا کہ ہمارے بھائی مسلمان مسیح کے اُترنے کے بارہ میں سمجھتے ہیں تو ہرگز
مسیح کو نبی قرار نہ دیتا کیونکہ سلاطین اور ملاکی آسمانی کتابیں ہیں اگر ان مقامات میں انکے
ظاہری معنے معتبر ہیں تو ان معانی کے چھوٹنے سے وہ سب کتابیں نکمی اور بیکار ٹھیر جائینگی
ہمارے دوست مولوی محمد حسین صاحب اس مقام میں بھی غور کریں؟ اور اگر یہ کہا جائے
کہ یہ ممکن نہیں کہ سلاطین اور ملاکی کے وہ مقامات محرف و مبدل ہوں تو جیسا کہ ہم ابھی
بیان کر چکے ہیں تو یہ سراسر وہم و گمان باطل ہے کیونکہ اگر وہ مقام محرف و مبدل ہوتے تو مسیح ان
یہودیوں کے مقابل پر یہ عمدہ جواب [illegible] جو کچھ تمہاری کتابوں میں ایلیا کا آسمان پر
[illegible] وعدہ لکھا ہے یہ بات ہی غلط ہے وہ مقامات تحریف شدہ ہیں
[illegible] مسیح نے تو ایسا عذر پیش نہ کرنے سے اُن مقامات کی صحت کی تصدیق کر دی ماسوا اس کے
وہ کتابیں جیسے یہودیوں کے پاس تھیں ویسے ہی حضرت مسیح اور اُنکے حواری اُن کتابوں کو
پڑھتے تھے اور اُنکے نگہبان ہو گئے تھے [illegible] موجب عند العقل [illegible]
نہیں [illegible] ان مقامات کے [illegible] حاصل کلام یہ کہ مسیح کی
پیشگوئی [illegible] ایلیا کے قصہ [illegible] ڈالدے کہ ابتک [illegible]
اس راہ کو صاف نہیں کر سکے اور بیشمار [illegible] اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔

اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہیں توریت کی پیشگویوں پر نظر ڈالیں کہ اگرچہ
توریت کے دو مقام میں ایسی پیشگویاں ملتی ہیں کہ جو غور کرنیوالوں پر بشرطیکہ منصف ہی ہوں
ظاہر کرتے ہیں کہ درحقیقت وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لکھی گئی ہیں لیکن کج بحثی
کے لیے انہیں گنجائش ہی بہت ہی مثلاً توریت میں لکھا ہی کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو
کہا کہ خداوند تیرا خدا تیری لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند
ایک نبی قائم کریگا۔ اس پیشگوئی میں مشکلات یہ ہیں کہ اسی توریت کے بعض مقامات میں
بنی اسرائیل کو ہی بنی اسرائیل کے بھائی لکھا ہے اور بعض جگہ بنی اسمٰعیل کو ہی بنی اسرائیل
کے بھائی لکھا ہی ایسا ہی دوسرے بھائیوں کا بھی ذکر ہی اب اسبات کا قطعی اور بدیہی
طور پر کیونکر فیصلہ ہو کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے مراد فقط بنی اسمٰعیل ہی ہیں بلکہ
یہ لفظ کہ تیرے ہی درمیان سے لکھا ہی زیادہ عبارت کو مشتبہ کرتا ہے اور گو ہم لوگ بہت سے
دلائل اور قراین کو ایک جگہ جمع کرکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ میں جو
مماثلت ہی پایۂ ثبوت پہونچا کر ایک حق کے طالب کے لئے نظری طور پر یہ بات ثابت کر دکھلاتے
ہیں کہ درحقیقت اسجگہ اس پیشگوئی کا مصداق بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور
کوئی شخص نہیں لیکن یہ پیشگوئی ایسے صاف اور بدیہی تو نہیں کہ ہر ایک اجہل اور
احمق کو اسکے ذریعہ سے ہم قائل کرسکیں بلکہ اسکا سمجھا بھی پوری عقل کا محتاج ہے اور
پھر سمجھانا بھی پوری عقل کا محتاج۔ اگر خدا تعالیٰ کو ابتلا خلق اللہ کا منظور نہ ہوتا اور ہر طرح
سے کھلے کھلے طور پر پیشگوئی کا بیان کرنا ارادہ الٰہی ہوتا تو پھر اسطرح پر بیان کرنا چاہیئے تھا کہ
اے موسیٰ میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسمٰعیل میں سے میں ایک
نبی پیدا کرونگا جسکا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور انکے باپ کا نام عبد اللہ اور دادا کا
نام عبد المطلب اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا اور وہ مکہ شہر میں پیدا ہونگے اور انکا یہ حلیہ ہوگا
اب ظاہر ہی کہ اگر ایسی پیشگوئی توریت میں لکھی جاتی تو کسی کو چون وچرا کرنے کی

حاجت نہ رہتی اور تمام شریروں کے ہاتھہ پیر باندھے جاتے لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا
اب سوال یہ ہی کہ کیا خدا تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر نہ تھا اسکا جواب یہی ہے کہ بلا شبہ قادر تھا بلکہ اگر چاہتا
تو اس سے بڑھکر ایسے صاف صاف اور کھُلے کھُلے نشان لکھدیتا کہ سب گردنیں اسکی طرف جھک
جاتیں اور دنیا میں کوئی منکر نہ رہتا مگر اُسنے اس تصریح اور توضیح سے لکھنا اس لئے پسند نہیں کیا کہ
ہمیشہ پیشگوئیوں میں ایک قسم کا ابتلا بھی اُسے منظور ہوتا ہی تا سمجھنے والے اور حق کے سچے طالب سمجھ
لیں اور جنکے نفسوں میں نخوت اور تکبّر اور جلد بازی اور ظاہر بینی ہے وہ اُسکے قبول کرنے
سے محروم رہ جائیں۔

اب یقیناً سمجھو کہ یہی حال اُس پیشگوئی کا ہی کہ جو لکھا گیا ہی کہ ابن مریم دو فرشتوں کے
کندہوں پر ہاتھہ رکھے ہوئے دمشق کے شرقی طرف منارہ کے پاس اُتریگا کیونکہ اگر اسی طور اور اسی
ظاہری صورت پر پیشگوئی نے پورا ہونا ہے تو پھر ایسے طور سے اُترنے کیوقت میں دنیا کے
باشندوں میں سے کون منکر رہ سکتا ہی تمام قوموں کو جو اب دنیا پر بستے ہیں کیا یہودی اور کیا
عیسائی اور کیا ہندو اور بدھ مذہب والے اور مجوسی غرض سب فرقوں کو پوچھکر دیکھہ لو
کہ اگر اس طور سے اُترتا کوئی نبی تمہیں دکھائی دے تو کیا پھر بھی تم اُسکی نبوت اور اُسکی دین میں
کچھہ شک اور شبہ رکھتے رہوگے۔ بلا شبہ تمام لوگ یہی جواب دینگے کہ اگر ہم ایسا بزرگ فرشتوں کے
کندہوں پر ہاتھہ رکھے ہوئے آسمان سے اُترتا ہوا دیکھہ لیں تو بلا شبہ ایمان لے آوینگے حالانکہ
اللہ جلشانہٗ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہی یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ یعنے اے حسرت بندوں پر کہ ایسا کوئی نبی نہیں آتا جس سے وہ
ٹھٹھا نہ کریں ایسا ہی قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں جا بجا لکھا ہوا ہی کہ کوئی نبی ایسا
نہیں آیا جسکو لوگوں نے بالاتفاق مان لیا ہو اب اگر حضرت مسیح ابن مریم نے درحقیقت ایسے طور
سے ہی اُترنا ہی جس طور سے ہمارے علماء یقین کئے بیٹھے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے کوئی فرد
بشر انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن ہمارے علماء کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ

خدا تعالیٰ قرآن شریف میں صاف فرماتا ہے کہ اگر ہم فرشتوں کو بھی زمین پر نبی مقرر کر کے
بھیجتا تو انہیں بھی التباس اور اشتباہ سے خالی نہ رکھتا یعنے انہیں بھی شبہ اور شک کی جگہ
باقی رہتی ہے صاف ظاہر ہے کہ یہی معجزہ آسمان سے اترنیکا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مانگا گیا تھا
اور اُسوقت اس معجزہ کو دکھلانیکی بھی ضرورت بہت تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار
رسالت کرنیسے جہنم ابدی کی سزا تھی مگر پھر بھی خدا تعالیٰ نے یہ معجزہ نہ دکھایا اور سائلوں کو صاف
جواب ملا کہ اس دار الابتلا میں ایسے کھلے کھلے معجزات خدا تعالیٰ ہرگز نہیں دکھاتا تا ایمان بالغیب کی
صورتمیں فرق نہ آوے کیونکہ جب خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک بندہ اترتا ہوا دیکھ لیا اور فرشتے بھی آسمان سے
اُترتے ہوئے نظر آئے تو پھر تو بات ہی کل فیصلہ ہوگئی تو پھر کون بدبخت ہے جو اس سے منکر رہیگا
قرآن شریف اس قسم کی آیات سے بھرا پڑا ہے جنمیں لکھا ہے کہ ایسے معجزات دکہانا خدا تعالیٰ کی عادت
نہیں ہے اور کفار مکہ ہمیشہ ایسے ہی معجزات مانگا کرتے تھے اور خدا تعالیٰ برابر انہیں یہ کہتا تھا کہ اگر ہم چاہیں
تو کوئی نشان آسمان سے ایسا نازل کریں جسکی طرف تمام منکروں اور کافروں کی گردنیں جھک جائیں
لیکن اس دار الابتلا میں ایسا نشان ظاہر کرنا ہماری عادت نہیں کیونکہ اس سے ایمان بالغیب جسپر تمام
ثواب مترتب ہوتا ہے ضائع اور رد ہوجاتا ہے سو اے بھائیو میں محض نصیحتاً للہ آپ لوگوں کو سمجھاتا
ہوں کہ اس خیال محال سے باز آجاؤ اور ان دو قرینوں پر متوجہ ہو کر نظر ڈالو کہ کسقدر قوی اور کہلے کہلے ہیں
اول ایلیا نبی کا آسمان سے اترنا کہ آخر وہ اُتری تو کسطرح اتری دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی
سوال ہوا اور قل سبحان ربی اسکا جواب ملا اپنے دلوں میں سوچ کر یہ بات کے سمجھنے کے
لئے قرائن قویہ اور دلائل کافیہ نہیں کہ آسمان سے اترنے سے مراد حقیقی اور واقعی طور پر اترنا نہیں بلکہ
مثالی اور ظلی طور پر اترنا مراد ہے ابتداء عالم آفرینش سے آجتک اسی طور سے مقدس لوگ آسمان سے اترتے رہے ہیں اور
مثالی طور پر ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ یہ آدم ثانی آیا ہے اور یہ یوسف ثانی اور یہ ابراہیم ثانی لیکن آدمزاد کا
جسم خاکی کے ساتھ آسمان سے اترنا بجز کسی نے مشاہدہ نہیں کیا پس وہ امر جو اصول نظام عالم کے برخلاف
اور قانون قدرت کے مباین و مخالف اور تجارب موجودہ و مشہودہ کا ضد پڑا ہوا ہے علاوہ ماننے کیلئے صرف

ضعیف اور متناقض اور رکیک روایتوں سے کام نہیں چل سکتا سو ایسی بات رکھو کہ جو سچ اور درحقیقت
تمام دنیا پر ثابت ہو حضرت مسیح ابن مریم آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اترتے ہوئے دکھائی دینگے اگر اسی شرط سے پیشگوئی
پر ایمان رکھنا ہے تو پھر حقیقت معلوم ہو اترچکے تو تم ایمان لاؤ ایسا نہ ہو کہ کسی غبارہ (بیلون) پر چڑھنے
والے اور یہ تمہارے سامنے اترنیوالے کے دھوکہ میں آجاؤ سو ہوشیار رہنا چاہئے اور میں یہ بھی ہو کہ
خیال کیوجہ سے کسی ایسے اترنیوالے کو ابن مریم نہ سمجھ بیٹھو جو شخص مسیح کو قبول نہیں
کرتا ہے دوسری قسمیں اسکو جو بہ قبول کرنا پڑتا ہے جن بے سعادت و بدبخت لوگوں نے ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو قبول نہیں کیا تھا انہیں نے مسیلمہ کذاب کو قبول کر لیا تھی کہ چھ سات بعثت آپکی ایک لاکھ سے
زیادہ اسپر ایمان لے آئی سو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور الگ الگ ہو تو نہیں بیٹھکر فکر کرو کہ یہی سنت اور
عادت الٰہی کس طرح پر چلی آئی ہے اور یہ بھی سوچ لو کہ صحیح حدیثوں میں آسمان سے اترنیکا کہیں ذکر
نہیں اور صرف نزول کا لفظ ہے جو یہاں کی لغات آسمان سے اترنے پر ہرگز دلالت نہیں کرتا اور اگر فرض کے طور پر
آسمان کا لفظ بھی ہوتا تب بھی ہمارا مطلب کچھ متزلزل نہیں ہو سکتا ہے انجیل میں بھی ایسی آیتیں بہت
سی پائی جاتی ہیں جنمیں نبیوں کی نسبت لکھا ہے کہ وہ آسمان سے ہی اترتے ہیں۔ مثلاً یوحنا کی انجیل میں
حضرت یحیٰی کی طرف سے یہ قول لکھا ہے کہ وہ جو زمین سے آتا ہے وہ زمینی ہے اور زمین سے ہے
وہ جو آسمان سے آتا ہے سب کے اوپر ہے (یعنے نبیوں کا قول دیکھ عقلمندوں کے قول پر مقدم ہے)
کیونکہ نبی آسمان سے اترتا ہے دیکھو یوحنا باب ۳ آیت ۳۱ پھر دوسرا قول یہ ہے میں آسمان سے اس لئے
اترا کہ اپنی مرضی پر چلوں یوحنا باب ۶ آیت ۱۱ پھر تیسرا قول یہ ہے کہ کوئی آسمان پر نہیں گیا سوا
اس شخص کے کہ جو آسمان سے اترا یوحنا باب ۳ آیت ۱۳ اور فقط یہ کہنا کہ ہم نے اتارا یا اترا اس بات پر ہرگز
دلالت نہیں کرتا کہ آسمان سے اتارا گیا ہے کیونکہ قرآن شریف میں یہ بھی* فرمایا گیا ہے کہ ہم نے لوہا

* حاشیہ - قال اللہ تعالیٰ وانزلنا الحدید سورۃ الحدید الجزو نمبر ۲۷
قد انزلنا علیکم لباساً وانزل لکم من الانعام سورۃ الزمر الجزو ۲۳ یعنے ہم نے لوہا اتارا اور ہم نے
تمہر لباس اتارا اور تمہارے لئے چار پائے اتارے - ایسا ہی توریت میں یہ فقرات ہیں۔ . . . . .

اُتارا اور چارپائے (مویشی) اُتارے۔
اب ظاہر ہے کہ یہ تمام مویشی توالد تناسل کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں کسی شخص نے کوئی گھوڑا یا بیل یا گدھا وغیرہ
آسمان سے اُترتا کبھی نہیں دیکھا ہوگا حالانکہ اِس جگہ صریح لفظ نزول کا موجود ہے اور کوئی شخص اِن آیات کو
ظاہر پہ حمل نہیں کرتا پھر جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کی کلام میں ایسے ایسے استعارات و
مجازات وکنایات بھی موجود ہیں جنکے ظاہر لفظوں میں صریح اور صاف طور پہ فرمایا گیا ہے
کہ لوہا اور تمام مویشی ہمنے اُتارے ہیں اور مراد اس سے کوئی اور رکھی گئی ہے تو اس سے
ظاہر ہے کہ عادت اللہ اسی طرح پہ واقعہ ہے کہ اُترنا کسی چیز کا بیان فرماتا ہے اور
اصل مقصود اس اُترنے سے کچھ اور ہی ہوتا ہے انصاف کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح کا
آسمان سے اُترنا اِن آیات کی نسبت زیادہ صفائی سے بیان کیا گیا ہے بلکہ مسیح کا اُترنا صرف
بعض حدیثوں کی رو سے خیال کیا جاتا ہے اور حدیثیں بھی ایسی ہیں جنمیں آسمان کا ذکر ہی
نہیں صرف اُترنا لکھا ہے لیکن گدھوں اور بیلوں کا آسمان سے اُترنا قرآن کریم آپ
فرما رہا ہے پس سوچکر دیکھو کہ کس طرف کو ترجیح ہے اگر حضرت مسیح کا آسمان سے اُترنا صرف اِس
لحاظ سے ضروری سمجھا جاتا ہے تو اس سے صاف گدھوں اور بیلوں کا اُترنا بھی اگر ظاہر پر ہی
ایمان لانا ہے تو پہلے گدھوں اور بیلوں پہ ایمان لاؤ کہ وہ حقیقت میں آسمان سے اُترتے
ہیں یا اپنا پیچھا چھوڑانے کے لئے یوں کرو کہ اَنْزَلْنَا کے لفظ کو مضارع استقبال کے
معنوں پر حمل کرکے آیت کی اِسطرح پر تفسیر کرلو کہ آخری زمانہ میں جب حضرت مسیح آسمان
سے اُتریں گے تو ساتھ ہی بہت سے گدھے خاص کر سواری کا گدھا ایسا ہی بہت سے بیل اور
گھوڑی اور خچریں اور لوہا بھی آسمان سے اُتریگا تا آیات اور حدیث کے معانی میں پوری
تطبیق ہوجائے ورنہ ہریک شخص اعتراض کرنیکا حق رکھتا ہے کہ قرآن شریف میں کیوں
معنے آیات کے ظاہر سے باطن کیطرف پھیرے جاتے ہیں اور حدیثوں میں جو حضرت عیسیٰ کے
اُترنے کے بارے میں وہی الفاظ ہیں کیوں اُنکے ظاہری معنے اپنی حد سے بڑھ کر قبول کئے جاتے ہیں

حالانکہ قرآن تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر ہرگز نہیں گیا اور نہ آسمان کا لفظ اس آیت میں موجود ہے بلکہ لفظ تو صرف یہ ہے یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ پھر دوسری جگہ ہے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو موت دیکر پھر اپنی طرف اٹھا لیا جیسا کہ یہ عام محاورہ ہے کہ نیک بندوں کی نسبت جب وہ مر جاتے ہیں یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے جیسا کہ آیت اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود اور حاضر ناظر ہے اور جسم اور جسمانی نہیں اور کوئی جہت نہیں رکھتا پھر کیونکر کہا جائے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا ضرور اس کا جسم آسمان میں پہنچ گیا ہوگا یہ بات کس قدر صداقت سے بعید ہے راستباز لوگ روح اور روحانیت کی رو سے خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں نہ یہ کہ ان کا گوشت اور پوست اور ان کی ہڈیاں خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہیں خدا تعالیٰ خود ایک آیت میں فرماتا ہے کہ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ یعنے خدا تعالیٰ تک گوشت اور خون قربانیوں کا ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اعمال صالحہ کی روح جو تقویٰ اور طہارت ہے وہ تمہاری طرف سے پہنچتی ہے۔

اس تمام تقریر سے ایک سچائی کے طالب کے لئے ایک پوری پوری اطمینان اور تسلی ملتی ہے کہ جہاں جہاں قرآن شریف اور حدیث میں کسی مجسم چیز کا آسمان سے اُترنا لکھا ہے خواہ حضرت مسیح ہیں یا اور چیزیں وہ سب الفاظ ظاہر پر ہرگز محمول نہیں ہیں چنانچہ ہمارے علماء بھی ایک مسیح کو باہر نکال کر باقی تمام مقامات میں ظاہر معانی کو باطن کی طرف پھیر لیتے ہیں فقط مسیح کی نسبت کچھ ایسی ضد اور چڑ ان کی طبیعتوں میں بیٹھ گئی ہے کہ بجز اس کے راضی نہیں ہوتے کہ ان کے جسم کو آسمان پر پہنچا دیں اور پھر کسی نامعلوم زمانہ میں اسی جسم کا آسمان سے اترنا یقین کریں۔

ہمارے علماء خدا تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و شان کو نہیں دیکھتے کہ سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کا انہیں پر فضل تھا مگر باوجودیکہ آنحضرت کی رفع جسمی کے بارے میں یعنے اس بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام

صحابہ کا یہی اعتقاد تہا جیسا کہ مسیح کے اُٹھائے جانے کی نسبت اس زمانہ کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں
یعنے جسم کے ساتھ اُٹھائے جانا اور پہر جسم کے ساتھ اُترنا لیکن پہر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو
تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ وہ ایک رویا صالحہ تہی اور کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ کا نام نعوذ باللہ
ملحدہ یا ضالہ نہیں رکھا اور نہ اجماع کے برخلاف بات کرنے سے اُنہیں ٹوٹ کر پڑ گئے۔ اب اے منصفو اے
حق کے طالبو اے خدا تعالیٰ سے ڈرنیوالے بندو اس مقام میں ذرہ ٹھہر جاؤ!!! اور آہستگی اور تدبر
سے خوب غور کرو کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھ جانا اور پہر جسم کے ساتھ
اُترنا ایسا عقیدہ نہیں ہے جس پر صدر اول کا اجماع تہا اور بعض صحابی جو اس اجماع کے مخالف قائل
ہوئے کسی نے اُن کی تکفیر نہیں کی نہ اُنکا نام ملحد و ضال اور معتزلی رکھا پہر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی معراج کا مسئلہ بالکل مسیح کے جسمانی طور پر آسمان پر چڑھنے اور آسمان
سے اُترنے کا ہمشکل ہے اور ایک ہمشکل مقدمہ کے بارہ میں بعض صحابہ جلیلہ کا ہماری رائے کے مطابق
رائے ظاہر کرنا درحقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں ہماری رائے کی تائید ہے یعنے حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کی نسبت انکار کرنا درحقیقت
اور در پردہ مسیح کے جسمانی رفع و معراج سے ہی انکار ہے سو ہر یک ایسے مومن کے لئے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عزت مسیح کی عظمت اور عزت سے برتر و بہتر سمجھتا ہے طریق ادب
یہی ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ جو مرتبہ قرب و کمال کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں وہ
مسیح کے لئے بہی بوجہ اولیٰ جائز نہیں ہوگا کیونکہ جس حالت میں مسلمانوں کا عام طور پر یہ مذہب ہے کہ
مسیح ابن مریم آخری زمانہ میں ایک امتی بنکر آئیگا اور مقتدی ہوگا نہ مقتدا
یعنے نماز میں پس اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اُس شخص کا درجہ کہ جو آخر اُمتی بن کر
آئے گا اُس دوسرے شخص کے درجہ سے نہایت ہی کمتر اور فروتر ہونا چاہیئے جسکو اُمتی کا نبی اور
رسول اور پیشوا ٹھہرایا گیا ہے یعنے ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
تعجب کا مقام ہوگا کہ ایک اُمتی کی وہ تعریفیں کی جائیں جو اسکے رسول کی نہیں کی گئیں اور وہ عظمت

اُس امتی کو دی جو اُس کے رسول کو نہیں دی گئی۔

اور اگر یہ کہو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو امتی کرکے کہاں پکارا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی وہ حدیث دیکھو جس میں امامکم منکم موجود ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ منکم کے خطاب کے مخاطب امتی لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے دنیا کے آخیر تک ہوتے رہیں گے اب ظاہر ہے کہ جب مخاطب صرف اُمتی لوگ ہیں اور یہ امتیوں کو خوشخبری دیگئی کہ ابن مریم جو آنے والا ہے وہ تم میں سے ہی ہوگا اور تم میں سے ہی پیدا ہوگا تو دوسرے لفظوں میں اس فقرہ کے یہی معنے ہوئے کہ وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ فقط اُمتی لوگوں میں سے ایک شخص ہوگا۔

اب سوچنا چاہیئے کہ اس سے بڑھکر اس بات کے لئے اور کیا قرینہ ہوگا کہ ابن مریم سے اس جگہ وہ نبی مراد نہیں ہے جسپر انجیل نازل ہوئی تھی کیونکہ نبوت ایک عطا ءغیر مجذوذ ہے اور نبی کا اُس حلہ سے محروم رہنا نصیب ہو جانا ہرگز جائز نہیں اور اگر فرض کرلیں کہ وہ نبی ہونیکی حالت میں ہی آئینگے اور بحیثیت نبوت نزول فرمائیں گے تو ختم نبوت اسکا مانع ہے سو یہ قرینہ ایک بڑا بھاری قرینہ ہے بشرطیکہ کسی کے دل و دماغ میں خداداد تقوٰی و فہم موجود ہو۔

میرے دوست **مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب** اپنے خط میں یہ لکھتے ہیں کہ آپ کا مثیل موعود ہونا مان لیا جائے تو پھر بخاری و مسلم و دیگر صحاح نکمی و بیکار ہو جائینگی اور ایک سخت تزلزل ابواب مسائل دین میں پڑیگا سو اول میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ میرے دوست وہی مولوی صاحب ہیں کہ جو اپنے اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں امکانی طور پر اس عاجز کا **مثیل مسیح اور پھر موعود بھی ہونا** تسلیم کرچکے ہیں کیونکہ براہین احمدیہ میں جسکا مولوی صاحب نے ریویو لکھا ہے ان دونوں دعووں کا ذکر ہے یعنی اس عاجز نے براہین میں صاف اور صریح طور پر لکھا ہے کہ یہ عاجز مثیل مسیح ہے اور نیز موعود بھی ہے جس کے آنے کا وعدہ قرآن شریف اور حدیث میں روحانی طور پر دیا گیا ہے۔

اب مجھے مولوی صاحب کے اس بیان پر کہ اس عاجز کے مثیل مسیح ماننے سے صحیح بخاری و صحیح مسلم
بیکار ہو جائینگی و دینی عقائد میں ابتری پڑ جائیگی سخت تعجب ہے کیونکہ میں نے اب ان رسالوں میں کوئی نئی بات
تو نہیں لکھی یہ تو وہی پرانی باتیں ہیں جو میں اس سے پہلے براہین احمدیہ میں لکھ چکا ہوں جنکی نسبت مولوی
صاحب موصوف اپنے ریویو کے معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے اس عاجز کی صداقت دعویٰ کی نسبت شہادت
دے چکے ہیں بلکہ امکانی طور پر مثیل مسیح ہونا اس عاجز کا اپنے صریح بیان سے تسلیم کر چکے ہیں ہاں اس رسالہ میں
میں نے خدا تعالیٰ سے علم قطعی و یقینی پا کر براہین احمدیہ کے مضمون کی اسقدر زیادہ لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم مثالی
اور ظلی وجود کے ساتھ آئیگا نہ وہی اصلی مسیح سو میں نے اجماعی عقیدہ کی [اگر اجماع فرض کیا جائے] ایک تفسیر کی
ہے نہ اسکے برخلاف کچھ کہا ہے اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ برخلاف اجماع صحابہ حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہی رائے ظاہر
کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ نہ بیت المقدس میں گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک رؤیا
صالحہ تھی اب ظاہر ہے کہ عائشہ صدیقہ کا یہ قول بخاری اور مسلم کا کچھ خلل انداز نہیں ہوا اور نہ صحاح ستہ کو
اُسنے نکما اور بیکار کر دیا تو پھر اس عاجز کے اس دعویٰ اور اس الہام سے صحاح ستہ کیونکر نکمی اور بیکار
ہو جائینگی مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا کہاں ایسا ثابت ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوئے
میرے عزیز بھائی اس مقام میں تامل کر اور جلدی نہ کر تامل کنان در خطا و صواب * بہ از ژاژ خایان حاضر جواب

اور اگر مولوی صاحب یہ عذر پیش کریں کہ میں نے اگرچہ ریویو میں امکانی طور پر مثیل مسیح ہونا آپکا مان
لیا ہے اور ایسا ہی ظلی اور روحانی طور پر مسیح موعود ہونا بھی مان لیا لیکن یہ کب مانا ہے کہ آپ ہمہ وجوہ اُن
پیشگوئیوں کے مصداق کامل ہیں جو مسیح ابن مریم کے بارہ میں صحاح میں موجود ہیں۔

اس عذر کا جواب یہ ہے کہ اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے
اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئیگا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ
مسیح آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آوے اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی
نازل ہو مگر اے میرے دوست مجھے اب آپکے ماننے اور قبول کرنے میں معذور تصور فرمائیں کہ وہی مسیح ابن مریم

جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اُتریگا۔ اسلام اگرچہ خدا تعالیٰ کو قادر مطلق بیان فرماتا ہے اور فرمودۂ خدا اور رسول کو عقل پر فوقیت دیتا ہے مگر پھر بھی وہ عقل کو معطل اور بیکار ٹھہرانا نہیں چاہتا اور اگر انصاف اور صحیح طور پر کوئی امر خلاف عقل کسی الہامی کتاب میں واقعہ ہو اور ہم اُسکے چاروں طرف نظر ڈالکر اس حقیقت تک پہونچ جائیں کہ درحقیقت یہ امر خلاف عقل ہے برتر از عقل نہیں تو ہمیں شریعت اور کتاب الٰہی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ ہم اُس امر غیر معقول کو حقیقت پر حمل کر بیٹھیں بلکہ قرآن شریف میں ہمیں صاف تاکید فرمائی گئی ہے کہ آیات متشابہات یعنے جن کا سمجھنا عقل پر مشتبہ رہے اُنکے ظاہری معانی پر ہرگز زور نہیں دینا چاہیئے کہ درحقیقت یہی مطلب اور مراد خدا تعالیٰ کی ہے ✻ بلکہ اُسپر ایمان لانا چاہیئے اور اُسکی اصل حقیقت کو حوالہ بخدا کر دینا چاہیئے اب دیکھو کہ یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک ایسی کامل تعلیم ہے کہ اسی کی برکت سے ہم ہزارہا ایسے جھگڑوں سے نجات پا سکتے ہیں جو قصص خفیہ یا پیشگوئیوں کی نسبت اس زمانہ میں پیدا ہو رہے ہیں کیونکہ ہر ایک اعتراض خلاف عقل معنے کو حقیقت پر حمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے پس جبکہ ہم نے اس ضد کو ہی چھوڑ دیا

✻ حاشیہ - بعض لوگ موحدین کے فرقہ میں سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع و اقسام کے پرندے بناکر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے چنانچہ اسی بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بناکر پھر اُسکو زندہ کر کے دکھلائیے کیونکہ جس حالت میں حضرت مسیح کے کروڑہا پرندے بنائے ہوئے اب تک موجود ہیں جو ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مثیل مسیح بھی کسی پرندہ کا خالق ہونا چاہیئے۔

ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جنمیں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور اُن کے یہ معنے کرنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسیٰ کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اُسکی خدائی باطل ہوتی ہے اور موحد صاحبوں کا یہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسیٰ خالق طیور تھے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ طاقت خدا تعالیٰ نے اپنے اذن اور ارادہ سے انکو دے رکھی

اور اپنے مولیٰ کی ہدایت کیموافق تمام متشابہات میں جنکا سمجھنا عقل پر مشتبہ رہتا ہے یہی اصول مقرر کررکھا کہ اُنپر اجمالی طور پر ایمان لا دیں اور اُنکی اصل حقیقت حوالہ بخدا کریں تو پھر اعتراض کے لئے کوئی بنیاد پیدا نہیں ہو سکتی مثلاً ایک صحیح حدیث میں یہ لکھا ہو کہ اگر دس اور دس کو جمع کریں تو وہ بیس نہیں بلکہ پندرہ ہونگی تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس حدیث کے مضمون کو حقیقت پر حمل کر بیٹھیں اور ناحق بیجا ضد کرنے سے مخالفوں سے ہنسی کرائیں ہمارے لئے قرآن کریم کی تعلیم سے یہ راہ کُھلی ہے کہ ہم اس حدیث کو متشابہات میں داخل کریں اور فتنہ سے اپنے تئیں بچاویں لیکن اگر ہم علم میں ایسے راسخ کئے جاویں جو الہامی طور پر ہمیں وہ معقولی راہ دکھلائی جاوے جس سے لوگ مطمئن ہو سکتے ہیں تو پھر

بقیہ حاشیہ

رکھی تھی اور اپنے مرضی سے انکو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنا دیا تھا اور یہ اُسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنا دیوے قادر مطلق جو ہوا یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر۔ اس موحد کو یہی کہا گیا کہ کیا تم اب شناخت کر سکتے ہو کہ ان پرندوں میں سے کونسے ایسے پرندے ہیں جو خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اور کون سے ایسے پرندے ہیں جو اُن پرندوں کی نسل ہیں جنکے حضرت عیسیٰ خالق ہیں تو اُسنے بجز ساکت رہنے کے یہی جواب دیا کہ میں شناخت نہیں کر سکتا۔

اب واضح رہے کہ اس زمانہ کے بعض موحدین کا یہ اعتقاد کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق اور کچھ حضرت عیسیٰ کی مخلوق ہے سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ عذر کہ ہم حضرت عیسیٰ کو خدا تو نہیں مانتے بلکہ یہ مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بعض اپنی خدائی کی صفتیں اُنکو عطا کر دی تھیں نہایت مکروہ اور باطل عذر ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دیسکتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندہ کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھہر جائیں گے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کسی بشر کو اپنے اذن اور ارادہ سے خالقیت کی صفت عطا کر سکتا ہے تو پھر وہ اسیطرح کسیکو اذن اور ارادہ سے اپنی طرح عالم الغیب بھی بنا سکتا ہے اور اس کو ایسی قوت بخش سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کیطرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہو اور ظاہر ہے کہ اگر خدائی کی صفتیں بھی

کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ایسی آیت یا حدیث کو متشابہات میں داخل کریں بلکہ ان معقولی معنوں کو جو الہام کے ذریعہ سے ظاہر ہوئے ہیں شکر کے ساتھ ہم قبول کر لیں گے۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ قرآن شریف کے ایسے معنے کرنا کہ جو پہلوں سے منقول نہیں ہیں الحاد ہے۔ جیسے مولوی عبدالرحمان صاحبزادہ مولوی محمد لکھو والے نے اس عاجز کی نسبت لکھا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے کوئی ایسے اجنبی معنے نہیں کئے جو مخالف ان معنوں کے ہوں جن پر صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع ہو۔ اکثر صحابہ مسیح کا فوت ہو جانا مانتے رہے۔ رجال معہود کا فوت ہو جانا مانتے رہے پھر مخالفانہ اجماع کہاں سے ثابت ہو۔ قرآن شریف میں تیس کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو

> **بقیہ حاشیہ**
>
> بندوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں تو پھر خدا تعالیٰ کا وحدہ لا شریک ہونا باطل ہے جسقدر دنیا میں مخلوق پرست ہیں وہ بھی یہ تو نہیں کہتے کہ ہمارے معبود خدا ہیں بلکہ ان مرمدوں کی طرح انکا بھی حقیقت میں یہی قول ہے کہ ہمارے معبودوں کو خدا تعالیٰ نے خدائی کی طاقتیں دے رکھی ہیں سب اعلیٰ و برتر تو وہی ہے اور یہ صرف چھوٹے چھوٹے خدا ہیں تعجب کہ یہ لوگ یا رسول اللہ کہنا شرک کا کلمہ سمجھ کر منع کرتے ہیں لیکن مریم کے ایک عاجز بیٹے کو خدائی کا حصہ دار بنا رہے ہیں۔ بھائیو! آپ لوگوں کا اگر درحقیقت یہی مذہب ہے کہ خدائی بھی مخلوق میں تقسیم ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ جسکو چاہتا ہے اپنی صفت خالقیت و رازقیت و عالمیت و قادریت وغیرہ میں ہمیشہ کیلئے شریک کر دیتا ہے تو پھر آپ لوگوں نے اپنے بدعتی بھائیوں سے اسقدر جنگ و جدل کیوں شروع کر رکھی ہے وہ بیچارے بھی تو اپنے اولیا کو خدا کر کے نہیں مانتے صرف یہی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اذن اور ارادہ سے کچھ کچھ خدائی طاقتیں انہیں دے رکھی ہیں اور انہیں طاقتوں کی وجہ سے جو باذن الٰہی ان کو حاصل ہیں وہ کسی کو بیٹا دیتے ہیں اور کسی کو بیٹی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں نذریں نیازیں لیتے ہیں اور مرادیں دیتے ہیں اب اگر کوئی طالب حق یہ سوال کرے کہ اگر ایسے عقاید سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہیں تو ان آیات قرآنیہ کے صحیح معنے کیا ہیں جنمیں لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم مٹی کے پرندے بنا کر پھونک ان میں مارتا تھا تو وہ باذن الٰہی پرندے ہو جاتے تھے۔
>
> سو واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں

مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بین کر رہی ہے غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اُتریگا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے ماسوا اس کے یہ بھی ان حضرات کی سراسر غلطی ہے کہ قرآن کریم کے معانی کو بزمانہ گذشتہ محدود و مقید سمجھتے ہیں اگر اس خیال کو تسلیم کر لیا جاوے تو پھر قرآن شریف معجزہ نہیں رہ سکتا اور اگر ہو بھی تو شاید ان عربیوں کے لئے جو بلاغت شناسی کا مذاق رکھتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے

حاشیہ

جنمیں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اسکو دکھایا تھا اور دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمان کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جسکو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اب جاننا چاہیئے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور طیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملک میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس [۲۲] برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جسمیں کلوں کے

جس کو پیش کر کے ہم ہر یک ملک کے آدمی کو خواہ وہ ہندی ہو یا پارسی یا یورپین یا امریکن یا کسی اور
ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو
ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر یک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے
کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک
محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہیں ٹھہر سکتا تھا فقط بلاغت و فصاحت ایسا امر نہیں ہے

حاشیہ

ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے اور جیسے انسان میں قویٰ
موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے جیسے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی روحانی قویٰ جو دقائق اور معارف تک پہنچنے میں نہایت تیز و قوی تھے سو انہیں کے
موافق قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا جو جامع جمیع دقائق و معارف الٰہیہ ہے پس اس سے کچھ
تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ
دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر
صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے
سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت
بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بکثرت ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور چونکہ
قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لئے ان آیات کی روحانی طور پر یہ معنے بھی
کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا
گویا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح ان میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے
ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق **عمل الترب** یعنی مسمریزمی طریق
سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں کیونکہ **عمل الترب** میں جس کو زمانہ حال میں
مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی
دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں انسان کی روح میں کچھ

جس کی اعجازی کیفیت ہر یک خواندہ ناخواندہ کو معلوم ہو جائے کھلا کھلا اعجاز اُس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف و دقایق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن کے اِس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علم قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔ **ومن لم یومن بذالک الاعجاز**

حاشیہ

ایسی خاصیت ہو کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بیجان ہے ڈال سکتی ہے تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں راقم رسالہ ہذا نے اس علم کے بعض مشق کرنیوالوں کو دیکھا جو انہوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنی حیوانی روح سے اُسے گرم کیا کہ اُس نے چارپایوں کیطرح حرکت کرنا شروع کر دیا اور کتنے آدمی گھوڑے کیطرح اسپر سوار ہوئے اور اسکی تیزی اور حرکت میں کچھ کمی نہ ہوئی سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے والا مٹی کا ایک پرند بنا کر اس کو پرواز کرتا ہوا بھی دکھاوے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کی کمال کی کہاں تک انتہا ہے اور جبکہ ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ اس فن کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو بعید کیا ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور **عمل الترب** سے اپنی روح کی گرمی اُس کو پہونچائی جائے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بیجان اور جماد ہوتا ہے صرف عامل کے روح کی گرمی بارود کی طرح اُسکو جنبش میں لاتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُنکا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں پہونچتا؟ اور نہ درحقیقت اُن کا زندہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالدینا درحقیقت یہ سب **عمل الترب** کی شاخیں ہیں ہر یک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعہ سے سلب امراض کرتے رہے ہیں اور مفلوج مبروص مدقوق وغیرہ انکی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں جن لوگوں کے معلومات

فواللہ ما قدر القران حق قدرہ وما عرف اللہ حق معرفتہ وما وقر الرسول حق توقیرہ۔

اے بندگان خدا یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف وحقایق کا عجائب

بقیہ حاشیہ

وسیع ہیں وہ میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقرا نقشبندی و سہروردی وغیرہ نے بھی ان مشقوں کیطرف بہت توجہ کی تھی اور بعض انہیں یہانتک مشق گذری ہیں کہ صدہا بیماریوں کو اپنے یمین و یسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے اور محی الدین ابن عربی صاحب کو بھی اسمیں خاص درجہ کی مشق تھی اولیا اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں مگر بعض لوگ اپنی ولایت کا ایک ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور نیت سے اِن شغلوں میں مُبتلا ہو گئے تھے اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس **عمل الترب** میں کمال رکھتے تھے گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا کہ اسکی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ لگنے سے ہرگز زندہ نہ ہو سکیں یعنے وہ دو چور جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے بہر حال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لایق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو اُن کی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الٰہی اختیار کیا تھا ورنہ در اصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت بُرا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے

ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہریک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اسکی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے کوئی شخص برہمو ہو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جسطرح صحیفہ فطرت

بقیہ حاشیہ

تھیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لیے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی اُن روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈالکر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اُس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قایم کرنیکے بارے میں اُن کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ان جسمانی امور کیطرف توجہ نہیں فرمائی اور تمام زور اپنی روح کا دلوں میں ہدایت پیدا ہونیکے لئے ڈالا اسی وجہ سے تکمیل نفوس میں سب سے بڑھکر رہے اور ہزارہا بندگان خدا کو کمال کے درجہ تک پہونچا دیا اور اصلاح خلق اور اندرونی تبدیلیوں میں وہ ید بیضا دکھلایا کہ جسکی ابتداء دنیا سے آجتک نظیر نہیں پائی جاتی حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مُردے جو زندہ ہوتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مر جاتے تھے کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر اُنمیں پیدا ہو جاتی تھی مگر جنکو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور یہ جو مینے مسمریزمی طریق کا عمل الترب نام رکھا جسمیں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھپر ظاہر کیا کہ یہ عمل الترب ہے اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا هذا هو الترب الذی لا یعلمون یعنے یہ وہ عمل الترب ہے جسکی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کچھ خبر نہیں ورنہ خدا تعالیٰ اپنی ہریک صفت میں واحد لا شریک ہے اپنی صفات

کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو اور میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں اُن کا نام و نشان نہیں پایا جاتا مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتداء خلقت آدم سے جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۃ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج

الوہیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا فرقان کریم کی آیات بینات میں اسقدر اس مضمون کی تائید پائی جاتی ہے جو کسی پر مخفی نہیں جیسا کہ وہ عز اسمہ فرماتا ہے الذي له ملك السموات والارض ولم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك في الملك وخلق كل شيء فقدره تقديرا - و اتخذوا من دونه آلهة لا يخلقون شيئا وهم يخلقون - ولا يملكون لانفسهم ضرا ولا نفعا ولا يملكون موتا ولا حيوة ولا نشورا - سورة الفرقان الجزو ۱۸ - یعنے خدا وہ خدا ہے جو تمام زمین و آسمان کا اکیلا مالک ہے کوئی اُسکا حصہ دار نہیں اُسکا کوئی بیٹا نہیں اور نہ اُس کے ملک میں کوئی اُسکا شریک اور اُسی نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور ہر ایک حد تک اس کے جسم اور اسکی طاقتوں اور اسکی عمر کو محدود کر دیا اور مشرکوں نے بجز اس خدائے حقیقی کے اور اور ایسے ایسے خدا مقرر کر رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ اور مخلوق ہیں اپنے ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ موت اور نہ زندگی اور جی اُٹھنے کے مالک ہیں۔ اب دیکھو خدا تعالیٰ صاف صاف طور پر فرما رہا ہے کہ بجز میرے کوئی اور خالق نہیں بلکہ ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ تمام جہان ملکر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتا اور فرماتا ہے کہ کوئی شخص موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہو سکتا اب ظاہر ہے کہ اگر کسی مخلوق کو موت اور حیات کا مالک بنا دینا اور اپنی صفاتیں شریک کر دینا اُسکی عادت میں داخل ہوتا تو وہ بطور استثناء ایسے لوگوں کو ضرور باہر رکھ لیتا اور ایسی اعلیٰ توحید کی ہمیں ہرگز تعلیم نہ دیتا۔ اگر یہ وسوسہ دل میں گذرے کہ پھر اللہ جلشانہ نے مسیح ابن مریم کی نسبت اُس قصہ میں جہاں پرندہ بنانے کا ذکر ہے

یعنی چار ہزار سات سو چالیس۔ اب بتلاؤ کہ یہ دقایق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں
لکھے ہیں ایسا ہی خدا تعالیٰ نے میرے پر یہ نکتہ معارف قرآنیہ کا ظاہر کیا کہ انا انزلنٰہ فی لیلة القدر
کے صرف یہی معنے نہیں کہ ایک بابرکت رات ہے جس میں قرآن شریف اُترا بلکہ باوجود ان معنوں کے جو
بجائے خود صحیح ہیں اس آیت کے بطن میں دوسرے معنے بھی ہیں جو رسالہ فتح اسلام میں درج کئے گئے ہیں اب
فرمایئے کہ یہ تمام معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قرآن شریف کے ایک معنے

حاشیہ

تخلیق کا لفظ کیوں استعمال کیا جسکے بظاہر یہ معنے ہیں کہ تو پیدا کرتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس جگہ حضرت
عیسیٰ کو خالق قرار دینا بطور استعارہ ہے جیسا کہ اس دوسری آیت میں فرمایا ہے فتبارک اللہ
احسن الخالقین بلاشبہ حقیقی اور سچا خالق خدا تعالیٰ ہے اور جو لوگ مٹی یا لکڑی کے کھلونے
بناتے ہیں وہ بھی خالق ہیں مگر جھوٹے خالق جنکے فعل کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ کیوں بطور معجزہ جایز نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اذن اور ارادہ الٰہی سے
حقیقت میں پرندے بنا لیتے ہوں اور وہ پرندے اُنکی اعجازی پھونک سے پرواز کر جاتے ہوں تو
اُسکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور
نفع کا مالک نہیں بناتا نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدرت
نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ پیر ہلانے کی قدرت ہوتی ہے غرض معجزہ کی حقیقت اور مرتبہ
سے یہ امر بالاتر اور ان صفات خاصہ خدا تعالیٰ میں سے ہے جو کسی حالت میں بشر کو مل نہیں سکتیں معجزہ
کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایک امر خارق عادت یا ایک امر خیال اور گمان سے باہر اور امید سے
بڑھکر ایک اپنے رسول کی عزت و صداقت ظاہر کرنے کیلئے اور اُسکے مخالفین کی عجز اور مغلوبیت جتلانے
کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے یا اُس رسول کی دعا اور درخواست سے آپ ظاہر فرماتا ہے مگر ایسے طور سے
جو اُسکی صفات وحدانیت و تقدس و کمال کے منافی و مغایر نہ ہو اور کسی دوسرے کی وکالت یا کارسازی
کا اُسمیں کچھ دخل نہ ہو۔

اب ہر یک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ یہ صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خدا تعالیٰ

کے ساتھ۔ اگر دوسرے معنے بھی ہوں تو ان دونو معنوں میں کوئی تناقض پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہدایت قرآنی میں کوئی نقص عائد حال ہوتا ہے بلکہ ایک نور کے ساتھ دوسرا نور مل کر عظمت فرقانی کی روشنی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے اور چونکہ زمانہ غیر محدود انقلابات کی وجہ سے غیر محدود خیالات کا بالطبع محرک ہے لہذا اس کا نئے پیرایہ میں ہو کر جلوہ گر ہونا یا نئے نئے علوم کو بمنصۂ ظہور لانا یا نئے نئے بدعات اور محدثات کو دکھلانا ایک ضروری امر اس کے لئے پڑا ہوا ہے اب اس حالت میں ایسی کتاب جو خاتم الکتب ہونے کا دعوی کرتی ہے اگر زمانہ کے ہر یک رنگ کے ساتھ مناسب حال اس کا تدارک نہ کرے تو وہ ہرگز خاتم الکتب نہیں ٹھہر سکتی اور اگر اس کتاب میں مخفی طور پر وہ سب سامان موجود ہے جو ہر یک

بقیہ حاشیہ

دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اور اذن دیا ہو کہ تو مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مار کر وہ حقیقت میں جانور بنجایا کریگا اور انہیں گوشت اور ہڈی اور خون اور تمام اعضا جانوروں کے بن جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالی پرندوں کے بنانے میں اپنی خالقیت کا کسی کو وکیل ٹھہرا سکتا ہے تو تمام امور خالقیت میں وکالت تامہ کا عہدہ بھی کسی کو دے سکتا ہے اس صورت میں خدا تعالی کی صفت میں شریک ہونا جائز ہوگا گو اس کے حکم اور اذن سے ہی سہی اور نیز ایسے خالقوں کے سامنے اور وقت بالخلق علیہم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جائیگی۔ غرض یہ اعجاز کی صورت نہیں یہ تو خدائی کا حصہ دار بنانا ہے۔

بعض دانشمند شرک سے بچنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے وہ بہت دیر تک جیتے نہیں تھے ان کی عمر چھوٹی ہوتی تھی تھوڑی مسافت تک پرواز کر کے پھر گر کر مر جاتے تھے لیکن یہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف اسی حالت میں سننے کے لائق ہے کہ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ صرف ظلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعے پیدا ہو سکتی ہے ایک جھوٹے جھلک کی طرح ان میں نمودار ہو جاتی تھی پس اگر اتنی ہی بات ہے تو ہم اس کو پہلے سے تسلیم کر چکے ہیں ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ عمل الترب کے ذریعے سے پھونک کی ہوا میں وہ قوت پیدا ہو جائے جو اس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے صانع فطرت نے اس مخلوقات میں بہت کچھ خواص مخفی رکھے ہوئے ہیں ایک شریک صفات باری ہونا ممکن نہیں اور کوئی صنعت ہو جو غیر ممکن ہے۔

حالت زمانہ کے لئے درکار ہے تو اس صورت میں ہمیں ماننا پڑیگا کہ قرآن شریف بلاریب غیر محدود معارف پر مشتمل ہے اور ہر یک زمانہ کی ضروریات لاحقہ کا کامل طور پر متکفل ہے۔

اب یہ بھی یاد رہے کہ عادت اللہ ہر یک کامل ملہم کے ساتھ یہی رہی ہے کہ عجائبات مخفیہ فرقان اُس پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں بلکہ بسا اوقات ایک ملہم کے دل پر قرآن شریف کی آیت الہام کے طور پر القا ہوتی ہے اور اصل معنے سے پھیر کر کوئی اور مقصود اس سے ہوتا ہے جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ الہام ہوا قلنا یا نار کونی بردًا وسلامًا۔ مگر میں اس کے معنے نہ سمجھا پھر الہام ہوا قلنا یا صبر کونی بردًا وسلامًا تب میں سمجھ گیا کہ نار سے مراد اس جگہ صبر ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے الہام ہوا۔ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اور اس سے مراد اصلی معنے نہیں تھے بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کوہستان ریاست کابل

بقیہ حاشیہ

اور اگر یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ ان پرندوں میں اصلی اور حقیقی حیات پیدا ہو جاتی تھی اور سچ مچ انہیں ہڈیاں گوشت پوست خون وغیرہ اعضا بنکر جان پڑ جاتی تھی تو اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان میں جاندار ہونیکے تمام لوازم پیدا ہو جاتے ہونگے اور وہ کھانے کے بھی لائق ہوتے ہونگے اور ان کی نسل بھی آجتک کروڑہا پرندے زمین پر موجود ہونگے اور کسی بیماری یا شکار کی وجہ سے مرتے ہونگے تو ایسا اعتقاد بلاشبہ شرک ہے بہت لوگ اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی نبی کے دعا کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی جماد جاندار بنجائے تو اس میں کونسا شرک ہے ایسے لوگوں کو جاننا چاہیئے کہ اس جگہ دعا کا کچھ ذکر نہیں اور دعا کا قبول کرنا نہ کرنا اللہ جلشانہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور دعا پر جو فعل مترتب ہوتا ہے وہ فعل الٰہی ہوتا ہے نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا اور نبی خواہ دعا کرنیکے بعد فوت ہو جائے نبی کے موجود ہونے یا نہ ہونے کی اس میں کچھ حاجت نہیں ہوتی غرض نبی کی طرف سے صرف دعا ہوتی ہے جو کبھی قبول اور کبھی رد بھی ہو جاتی ہے لیکن اس جگہ وہ صورت نہیں۔ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں تھے اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کو چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھلاتا تھا چنانچہ جس نے کبھی اپنی عمر میں غور سے انجیل پڑھی

سے پنجاب کے ملک میں بزیر سلطنت برطانیہ آ جائینگے اسیطرح انہون نے اپنے الہامات مین کئی آیات فرقانی لکھی ہین اور انکے اصلی معنے چھوڑ کر کوئی اور معنے کئے ہین ان کے بعض مکتوبات اس عاجز کے پاس موجود ہین جو انشاء اللہ بوقت ضرورت شائع کئے جائینگے ❊

اب مولوی عبدالرحمان صاحب براہ مہربانی بیان فرماویں کہ جب کہ سلف صالح کے برخلاف قرآن شریف کے معنے کرنے سے انسان ملحد ہوجاتا ہے اور اسی جہت سے یہ عاجز بھی انکی نظر مین ملحد ہے کہ خدا تعالے کے الہام سے بعض آیات کے معانی مخفی ظاہر کرتا ہو تو پھر مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم غزنوی کی نسبت جو انکے مرشد ہین کیا فتوے ہے جبکہ

بقیہ حاشیہ

ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بیقین تام تصدیق کریگا اور قرآن شریف کی آیات بھی باواز بلند یہی پکار رہی ہین کہ مسیح کے ایسے عجائب کامون میں اسکو طاقت بخشی گئی تھی اور خدا تعالے نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر یک فرد بشر کی فطرت مین مودع ہے مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہین چنانچہ اس بات کا تجربہ اسی زمانہ مین ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بیرونق اور بیقدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا جس مین ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم مفلوج مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہوجاتے تھے لیکن بعد کے زمانون مین جو لوگون نے اس قسم کے خوارق دکہلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہین تھا ❊

غرض یہ اعتقادات بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بناکر اور انمیں پھونک مارکر انہین سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہین بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جسمین روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہرحال یہ معجزہ

ایسے ایسے الہام بھی ہوگئے کہ جو آیتیں خاص پیغمبرون کے حق مین تہیں وہ امتی لوگون کے حق مین قرار دیدین - چنانچہ دو دفعہ بعض وہ آیتین جو صحابہ کبار کے حق میں تہین اس عاجز کیطرف اپنے خط مین لکہہ کر بھیجدین کہ آپ کی نسبت مجہے یہ الہام ہوا ہے انہیں سے یہ آیات بھی ہین (۱) قد افلح من زکٰھا (۲) انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین - اور یہ عاجز کہ جو مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے محبت اور حسن ظن رکھتا ہے تو درحقیقت اس کی یہی وجہ ہے کہ انکو خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ عاجز منجانب اللہ مامور ہونیوالا ہے اور انہون نے کئی خط لکھے اور اپنے الہامات متبرکہ ظاہر کئے اور بعض لوگون کے پاس اس بارہ مین بیان بہی کیا اور عالم کشف میں بھی اپنی یہہ مراد ظاہر کی ◆

ان سوالون کے جوابات جو متفرق طور پر لوگ پیش کرتے ہین

سوال - مسیح ابن مریم کا فوت ہونا قرآن شریف سے کہان ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ دونون فقرے آیات کے یعنے رافعك الی اور بل رفعہ اللہ الیہ دلالت کررہے ہین کہ مسیح جسم کے ساتھ اٹھایا گیا ایسا ہی یہ آیت کہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اسی پر دلالت کررہی ہے کہ مسیح نہ مصلوب ہوا اور نہ مقتول ہوا -

بقیہ حاشیہ — صرف ایک کہیل کی قسم مین سے تہا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ - فتدبر - فانہ نکتۃ جلیلۃ ما یلقٰہا الا ذو حظ عظیم - منہ

الجواب - پس واضح ہو کہ خداتعالے کی طرف اٹھائے جانے کے یہی معنے ہیں کہ فوت ہوجانا۔ خداتعالے کا یہ کہنا کہ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ اور یہ کہنا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ایک ہی معنے رکھتا ہے سوا اس کے جس وضاحت اور تفصیل اور توضیح کے ساتھ قرآن شریف میں مسیح کے فوت ہوجانیکا ذکر ہے اس سے بڑھکر متصور نہیں۔ کیونکہ خداوند عزوجل نے عام اور خاص دونوں طور پر مسیح کا فوت ہوجانا بیان فرمایا ہے عام طور پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے ہر ایک رسول جو تھا گذر گیا اور انتقال کر گیا ہے کیا تم اس رسول کے مرنے یا قتل ہوجانیکی وجہ سے دین اسلام چھوڑ دوگے اب دیکھو یہ آیت جو استدلالی طور پر پیش کی گئی ہے صریح دلالت کرتی ہے کہ ہر ایک رسول کو موت پیش آتی رہی ہے خواہ وہ موت طبعی طور پر ہو یا قتل وغیرہ سے اور گذشتہ نبیوں میں کوئی ایسا نبی نہیں جو مرنے سے بچ گیا ہو۔ سو اس جگہ ناظرین بہ بداہت سمجھ سکتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح جو گذشتہ رسولوں میں سے ایک نبی ہیں اب تک مرے نہیں بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تو اس صورت میں مضمون اس آیت کا جو عام طور پر ہر ایک گذشتہ نبی کے فوت ہونے پر دلالت کر رہا ہے صحیح ٹھہر نہیں سکتا۔ بلکہ یہ استدلال ہی لغو اور قابل جرح ہوگا۔ پھر دوسری آیت جو عام استدلال کے طریق سے مسیح ابن مریم کے فوت ہوجانے پر دلالت کرتی ہے یہ آیت ہے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ۔ یعنی کسی نبی کا ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانے کا محتاج نہ ہو اور وہ سب مرگئے کوئی اُن میں سے باقی نہیں۔ ایسا ہی عام طور پر یہ بھی فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

پھر تیسری آیت جو عام استدلال کے طریق سے مسیح کے فوت ہو جانے پر دلالت

کرتی ہے یہ آیت ہے ومنکم من یتوفّٰی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا۔ سورۃ الحج الجزو ۱۷۔ یعنی اے بنی آدم تم دو گروہ ہو ایک وہ جو پیرانہ سالی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں یعنی پیر فرتوت ہو کر نہیں مرتے بلکہ پہلے ہی مر جاتے ہیں دوسرا وہ گروہ جو اس قدر بڈھے ہو جاتے ہیں جو ایک ارذل حالت زندگی کی جو قابل نفرت ہے انہیں پیدا ہو جاتی ہے یہانتک کہ عالم اور صاحب عقل ہونے کے بعد سراسر نادان بچے کیطرح بنجاتے ہیں اور تمام عمر کا آموختہ یکدفعہ سب بھول جاتا ہے۔

اب چونکہ خدا تعالےٰ نے طرز حیات کے بارے مین بنی آدم کے صرف دو گروہ میں تقسیم محدود کر دی تو بہرحال حضرت مسیح ابن مریم خدا تعالےٰ کے تمام خاکی بندوں کی طرح اس تقسیم سے باہر نہیں رہ سکتے یہ حکماء کا قانون قدرت نہیں جو کوئی اسکو رد کر دیگا یہ تو سنت اللہ ہے جس کو خود اللہ جلشانہ نے تصریح سے بیان فرما دیا ہے ✤

سو اس تقسیم الٰہی کی رو سے لازم آتا ہے کہ یا تو حضرت مسیح منکم من یتوفّٰی مین داخل ہون اور وفات پاکر بہشت برین مین اُس تخت پر بیٹھے ہون جس کی نسبت انہون نے آپ ہی انجیل مین بیان فرمایا ہے اور یا اگر اسقدر مدت تک فوت نہیں ہوئے تو زمانہ کی تاثیر سے سن ارذل عمر تک پہنچ گئے ہون جس مین بباعث بیکاری حواس ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

اور جو خاص طور پر مسیح کے فوت ہو جانے پر آیات بینات دلالت کر رہی ہین کچھ ضروری نہین کہ ہم انکو بار بار ذکر کرین۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم اس جماعت مرفوعہ سے الگ ہے جو دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف اٹھائی گئی ہے تو ضرور جو عالم آخرت مین پہنچ گئے ہرگز شامل نہین ہو سکتا بلکہ مرنے کے بعد پھر شامل ہوگا اور اگر یہ بات ہو کہ ضرور جا ملا اور بموجب آیت فادخلی فی عبادی ان فوت شدہ بندون مین داخل ہو گیا تو پھر انہین مین سے شمار کیا جاویگا اور معراج کی حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ان فوت شدہ نبیون میں جا ملا اور یحییٰ نبی کے پاس اس کو مقام ملا اس صورت مین ظاہر ہے کہ بعض

اس آیت کے کہ انی متوفیک ورافعک الی ہے یہ ہونگے انی متوفیک ورافعک الی
عبادی المتوفین المقربین وملحقک بالصالحین۔ سو عقلمند کے لئے جو متعصب نہو
اسیقدر کافی ہے کہ اگر مسیح زندہ ہی اٹھایا گیا تو پھر وہ نہیں کیوں جا بسا ہاں اسقدر ذکر کرنا اور بھی ضروری
ہے کہ جیسے بعض نادان یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ آیات ذو معنیین ہیں یہ خیال سراسر فاسد ہے مومن کا
یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے بلکہ قرآن شریف کے بعض مقامات بعض دوسرے مقامات
کے لئے خود مفسر اور شارح ہیں اگر یہ بات سچ نہیں کہ مسیح کے حق میں جو یہ آیتیں ہیں کہ انی متوفیک
اور فلما توفیتنی یہ درحقیقت مسیح کی موت پر ہی دلالت کرتی ہیں بلکہ انکے کوئی اور معنے
ہیں تو اس نزاع کا فیصلہ قرآن شریف سے ہی کرنا چاہئے اور اگر قرآن شریف مساوی طور پر
کبھی اس لفظ کو موت کے لئے استعمال کرتا ہے اور کبھی ان معنوں کے لئے جو موت سے کچھ تعلق
نہیں رکھتے تو محل متنازعہ فیہ میں مساوی طور پر احتمال رہیگا۔ اور اگر ایک معنے اغلب اور اکثر طور
پر مستعملات قرآنی میں سے ہیں تو انہی معنوں کو اس مقام بحث میں ترجیح ہوگی اور اگر قرآن شریف
اول سے آخر تک اپنے کل مقامات میں ایک ہی معنوں کو استعمال کرتا ہے تو محل بحوث فیہ میں بھی یہی
قطعی فیصلہ ہوگا کہ جو معنے توفی کے سب سے قرآن میں لئے گئے ہیں وہی معنے اس جگہ بھی مراد ہیں کیونکہ
یہ بالکل غیر ممکن اور بعید از قیاس ہے کہ خدا تعالے اپنے بلیغ اور فصیح کلام میں ایسے تنازع کی
جگہ میں جو اس کے علم میں ایک معرکہ کی جگہ ہے ایسے شاذ اور مجہول الفاظ استعمال کرے جو اس
کے تمام کلام میں ہرگز استعمال نہیں ہوئے اگر وہ ایسا کرے تو گویا وہ خلق اللہ کو آپ ورطہ شبہات
میں ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہوگا کیونکر ممکن ہے کہ خدا تعالے
اپنے قرآن کریم کے تیئیس مقام میں تو ایک لفظ کے ایک ہی معنے مراد لیتا جاوے اور پھر دو مقام میں
جو زیادہ تر محتاج صفائی بیان کے تھے کچھ اور کا اور مراد لیکر آپ ہی خلق اللہ کو گمراہی میں ڈالدے

اب اے ناظرین آپ پر واضح ہو کہ اس عاجز نے اول سے آخر تک تمام وہ الفاظ
جنمیں **توفی** کا لفظ مختلف صیغوں میں آگیا ہے قرآن شریف میں غور سے دیکھے تو صاف طور سے

کہا گیا کہ قرآن کریم میں علاوہ محل متنازعہ فیہ کے یہ لفظ تیئیس جگہ آیا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور ایک بھی ایسا مقام نہیں جس میں توفی کا لفظ کسی اور معنی پر استعمال کیا گیا ہو اور وہ یہ ہیں +

نام سورہ	الجزو	آیت قرآن کریم
نساء	نمبر ۴	ثم یتوفھن الموت
آل عمران	″	وتوفنا مع الابرار
سجدہ	۲۱	قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم
نسا	۵	ان الذین توفھم الملئکۃ ظالمی انفسہم
مومن	۲۴	فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا یرجعون
النحل	۱۴	توفھم الملئکۃ ظالمی انفسہم
″	″	توفھم الملئکۃ طیبین
بقر	۱	یتوفون منکم
″	۲	یتوفون منکم
انعام	۷	توفتہ رسلنا
اعراف	۸	رسلنا یتوفونھم
″	۹	توفنا مسلمین
التوبہ	۱۰	یتوفی
سورہ محمد صلعم	۲۶	فکیف اذا توفتھم الملئکۃ یضربون وجوھھم
یونس	۱۱	واما نرینک بعض الذین نعدھم او نتوفینک
یوسف	۱۳	توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین

سورۃ	الجزو	آیۃ قرآن کریم
رعد	۱۳	او نتوفینک
مومن	۱۴	و منکم من یتوفیٰ
"	۱۴	او نتوفینک
نحل	۱۴	ثم یتوفیکم
حج	۱۷	و منکم من یتوفیٰ
زمر	۲۴	اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت و یرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمیٰ
الانعام		ھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضیٰ اجل مسمیٰ ؛

اب ظاہر ہے کہ ان تمام مقامات قرآن کریم مین توفّی کے لفظ سے موت اور قبض روح ہی مراد ہے اور دو موخرالذکر آئتین اگرچہ بظاہر نیند سے متعلق ہین مگر درحقیقت ان دونون آیتون مین بھی نیند نہین مراد لی گئی بلکہ اس جگہ بھی اصل مقصد اور مدعا موت ہے اور یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ نیند بھی یک قسم کی موت ہی ہے اور جیسی موت مین قبض روح کیجاتی ہے نیند مین بھی قبض روح کیجاتی ہے سو ان دونون مقامات مین نیند پر توفّے کے لفظ کا اطلاق کرنا ایک استعارہ ہے جو بہ نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے یعنے صاف لفظون مین نیند کا ذکر کیا گیا ہے تا ہر ایک شخص سمجھ لیوے کہ اس جگہ توفّی سے مراد حقیقی موت نہین ہے بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے ۔ یہ بات ادنےٰ ذی علم کو معلوم ہوگی کہ جب کوئی لفظ حقیقت مسلمہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی ایسے معنون پر جنکے لئے وہ عام طور

پر موضوع یا عام طور پر مستعمل ہوگیا ہے تو اسجگہ متکلم کے لئے کچھ ضروری نہیں ہوتا کہ اس کی شناخت کے لئے کوئی قرینہ قائم کرے کیونکہ وہ معنوں میں شائع متعارف اور متبادر الفہم ہے لیکن جب ایک متکلم کسی لفظ کے معانی حقیقت مسلمہ سے پھیر کر کسی مجازی معنے کی طرف لیجاتا ہے تو اس جگہ صراحتاً یا کنایتاً یا کسی دوسرے رنگ کے پیرایہ میں کوئی قرینہ اسکو قائم کرنا پڑتا ہے تا اس کا سمجھنا مشتبہ نہو اور اس بات کے دریافت کے لئے کہ متکلم نے ایک لفظ بطور حقیقت مسلمہ استعمال کیا ہے یا بطور مجاز نادر استعارہ نادرہ کے یہی کھلی کھلی علامت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت مسلمہ کو ایک متبادر اور شائع و متعارف لفظ سمجھ کر بغیر احتیاج قرائن کے یونہی مختصر بیان کر دیتا ہے مگر مجاز یا استعارہ نادرہ کیوقت ایسا اختصار پسند نہیں کرتا بلکہ اُسکا فرض ہوتا ہے کہ کسی ایسی علامت سے جسکو ایک دانشمند سمجھ سکے۔ اپنے اس مدعا کو ظاہر کر جاوے۔ کہ یہ لفظ اپنے اصل معنوں پر مستعمل نہیں ہوا ہ

اب چونکہ یہ فرق حقیقت اور مجاز کا صاف طور پر بیان ہو چکا تو جس شخص نے قرآن کریم یا اول سے آخر تک تلاوت کی ہوگی اور جہاں جہاں توفّی کا لفظ موجود ہے بنظر غور دیکھا ہوگا وہ ایماناً ہمارے بیان کی تائید میں شہادت دے سکتا ہے چنانچہ بطور نمونہ دیکھنا چاہئے کہ یہ آیات (۱) اما نرینک بعض الذی نعدهم او نتوفینک (۲) توفنی مسلمًا (۳) ومنکم من یتوفّٰی (۴) توفّٰهم الملائکة (۵) یتوفون منکم (۶) توفته رسلنا (۷) رسلنا یتوفونهم (۸) توفنا مسلمین (۹) وتوفّنا مع الابرار (۱۰) ثم یتوفیکم کیسی صریح اور صاف طور پر موت کے معنوں میں استعمال کی گئی ہیں مگر کیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت بھی ہے کہ ان آیات کیطرح مجرد توفّی کا لفظ لکھنے سے اس سے کوئی اور معنے مراد لئے گئے ہوں موت مراد نہ لی گئی ہو بلاشبہ قطعی اور یقینی طور پر اول سے آخر تک قرآنی محاورہ یہی ثابت ہے کہ ہر جگہ درحقیقت توفّی کے لفظ سے موت ہی مراد ہے تو پھر متنازعہ فیہ دو آیتوں کی نسبت جو انّی مُتَوَفِّیکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی ہیں اپنے دل سے کوئی معنے مخالف عام محاورہ قرآن کے گھڑنا اگر الحاد اور تحریف نہیں

اور اس جگہ یہ نکتہ بیان کرنے کے لائق ہے کہ قرآن شریف میں ہر جگہ موت کے محل پر **توفی** کا
لفظ کیوں استعمال کیا ہے اماتت کا لفظ کیوں استعمال نہیں کیا؟ اس میں بھید یہ ہے
کہ موت کا لفظ ایسی چیزوں کے فنا کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جن پر فنا طاری ہونے کے بعد کوئی روح
انکی باقی نہیں رہتی اسیوجہ سے جب نباتات اور جمادات اپنی صورت کو چھوڑ کر کوئی دوسری
قوالب میں تو ان پر بھی موت کا لفظ اطلاق پاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ لوہا مر گیا، وہ کشتہ ہو گیا اور یہ چاندی کا
ٹکڑا مر گیا اور کشتہ ہو گیا ایسا ہی تمام جاندار کیڑے مکوڑے جن کی روح ایسے جسد باقی نہیں رہتی اور
اور مورد ثواب و عقاب نہیں ہوتے انکے مرنے پر بھی توفی کا لفظ نہیں بولتے بلکہ صرف یہی کہتے ہیں
کہ فلاں جانور مر گیا یا فلاں کیڑا مر گیا۔ چونکہ خدا تعالے کو اپنے کلام معجز نظام میں یہ منظور ہے کہ کھلے
کھلے طور پر یہ ظاہر کرے کہ انسان ایک ایسا جاندار ہے کہ جسکی موت کے بعد بکلی اسکی فنا نہیں ہوتی
بلکہ اس کی روح باقی رہجاتی ہے جسکو قابض ارواح اپنے قبضے میں لے لیتا ہے اسیوجہ سے موت
کے لفظ کو ترک کر کے بجائے اس کے **توفی** کا لفظ استعمال کیا ہے تا اس بات پر دلالت کرے کہ ہم نے
اس پر موت وارد کر کے بکلی اس کو فنا نہیں کیا بلکہ صرف جسم پر موت وارد کی ہے اور روح کو اپنے
قبضے میں کر لیا ہے اور اس لفظ کے اختیار کرنے میں دہریوں کا رد بھی منظور ہے جو بعد موت
جسم کے روح کی بقا کے قائل نہیں ✤

جاننا چاہیے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک توفی کے معنے روح کو قبض کرنے
اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے لئے گئے ہیں اور انسان کی موت کی حقیقت بھی صرف اسیقدر ہے
کہ روح کو خدا تعالے قبض کر لیتا ہے اور جسم کو اس سے الگ کر کے چھوڑ دیتا ہے اور چونکہ نیند کی حالت
بھی کسیقدر اس حقیقت میں اشتراک رکھتی ہے اسیوجہ سے مذکورہ بالا دو آیتوں میں نیند کو بھی
بطور استعارہ **توفی** کی حالت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ نیند میں بھی ایک خاص
حد تک روح قبض کی جاتی ہے اور جسم کو بیکار اور معطل کیا جاتا ہے لیکن توفی کی کامل حالت
جس میں کامل طور پر روح قبض کی جائے اور کامل طور پر جسم بیکار کر دیا جائے وہ انسان کی موت

ہے اسیوجہ سے توفی کا لفظ عام طور پر قرآن شریف میں انسان کی موت کے بارے میں ہی استعمال
کیا گیا ہے اور اول سے آخر تک قرآن شریف اسی استعمال سے بھرا پڑا ہے۔ اور نیند کے محل پر
توفی کا لفظ صرف دو جگہ قرآن شریف میں آیا ہے اور وہ بھی قرینہ قائم کرنیکے ساتھ۔ اور ان
آیتوں میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اس جگہ بھی توفی کے لفظ سے نیند مراد نہیں ہے
بلکہ موت ہی مراد ہے اور اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ نیند بھی ایک موت ہی کی قسم ہے
جس میں روح قبض کیجاتی ہے اور جسم معطل کیا جاتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ نیند ایک ناقص
موت ہے اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے +

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ توفی کا لفظ جو قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے
خواہ وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل ہے یعنی موت پر یا غیر حقیقی معنوں پر یعنی نیند پر ہر ایک جگہ اس
لفظ سے مراد یہی ہے کہ روح قبض کیجائے اور جسم معطل اور بیکار کر دیا جائے۔ اب جبکہ یہ معنی
مذکورہ بالا ایک مسلم قاعدہ ٹھہر چکا جیسے قرآن شریف کی تمام آیتیں جنمیں توفی کا لفظ موجود ہے شہادت
دے رہی ہیں تو اس صورت میں اگر فرض محال کے طور پر ایک لحظہ کیلئے یہ خیال باطل بھی قبول کریں
کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنے اِنِّیْ مُنِیْمُکَ ہے یعنے یہ کہ میں تجھے سلانے والا ہوں تو اس
سے بھی جسم کا اٹھایا جانا غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس جگہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنے از روئے
قاعدہ متذکرہ بالا یہی کرینگے کہ میں تجھ پر نیند کیحالت غالب کر کے تیری روح کو قبض کرنیوالا ہوں
اب ظاہر ہے کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے بعد جو رَافِعُکَ اِلَیَّ قریب ہے یعنی میں تیری روح کو قبض
کر کے پھر اپنی طرف اٹھاؤنگا یہ رَافِعُکَ کا لفظ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے لفظ سے تعلق رکھتا
ہے جس سے بداہت یہ معنے نکلتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے روح کو قبض کیا اور روح کو ہی
اپنی طرف اٹھایا کیونکہ جو چیز قبض کی گئی وہی اٹھائی جائیگی جسم کے قبض کرنیکا تو کہیں ذکر نہیں
چنانچہ دوسری آیات میں جو نیند کے متعلق ہیں خدا تعالیٰ صاف صاف فرما چکا ہے کہ نیند
میں بھی موت کیطرح روح ہی قبض کیجاتی ہے جسم نہیں قبض کیا جاتا اب ہر ایک شخص سمجھ

سکتا ہے۔ جو شخص کہ جاتا ہے تنہا بھی وہی جائیگا۔ تو یہیں کہ قبض کیا جائے روح اور پھر جسم کو
چھوڑ جائے ایسے معنے تو قرآن شریف کی تمام آیات اور منشاء ربانی سے صریح مخالف ہیں
اس شریف نیند کے مقامات میں بھی جو **توفی** کے لفظ کو بطور استعارہ استعمال کرتا ہے اس جگہ
بھی صاف فرماتا ہے کہ ہم روح کو قبض کر لیتے ہیں اور جسم کو یکجا رہ چھوڑ دیتے ہیں موت اور
نیند میں صرف اتنا فرق ہے کہ موت کی حالت میں ہم روح کو قبض کر کے پھر چھوڑتے نہیں بلکہ
پاس رکھتے ہیں اور نیند کی حالت میں ایک مدت تک روح کو قبض کر کے پھر اس روح کو چھوڑ دیتے ہیں
وہ پھر دوبارہ تعلق پکڑ لیتی ہے۔

اب سوچنا چاہئے کہ یہ بیان قرآن شریف کا اس بات کے سمجھنے کیلئے کافی نہیں کہ خدا تعالے تو
جسم کے قبض کرنے اور اٹھانے سے دونوں حالتوں موت اور نیند میں کچھ کام نہیں جبکہ جیسا کہ
اس نے خود فرمایا ہے کہ ہم خاک سے پیدا کیا گیا ہے اور آخر خاک میں ہی داخل ہوتا ہے خدا تعالے تو
رب سے صرف روحوں کو قبض کرتا آیا ہے اور روحوں کو ہی اپنی طرف اٹھاتا ہے وجہ یہی موافق
مرضی کے اور یہی ہے تو اس صورت میں اگر ہم فرض بھی کریں کہ انی متوفیک کے یہی معنے
ہیں کہ میں تیری روح کو اسی طور سے قبض کرنے والا ہوں جیسا کہ سونیوالے کی روح قبض کی
جاتی ہے تو پھر بھی جسم کو اس قبض سے کچھ علاقہ نہیں ہوگا اور اس طور کی تاویل سے اگر کچھ ثابت
ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت مسیح کی روح خواب کے طور پر قبض کی گئی اور جسم اپنی جگہ زمین پر پڑا رہا
اور پھر کسی وقت روح جسم میں داخل ہوگئی اور ایسے معنے سراسر باطل اور دونوں فریق کے مقصد
کے مخالف ہیں کیونکہ صرف کچھ عرصے کے لئے حضرت مسیح کا سونا اور پھر جاگ اٹھنا ہماری اس بحث
سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اور قرآن کریم کی آیت ممدوحہ بالا صاف بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ حضرت
مسیح کی روح جو قبض کی گئی وہ سونیوالے کی روح کی طرح جسم کی طرف نہیں چھوڑی گئی بلکہ خدا تعالے
نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا جیسا کہ الفاظ صریحہ لدلالت **إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ** سے
ظاہر ہے۔

انصاف کی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے کہ جسطرح حضرت مسیح کے حق میں اللہ جلشانہ نے قرآن
کریم میں انی مُتَوَفِّیکَ فرمایا ہے اسیطرح ہمارے سید و مولی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا
ہے واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک یعنی دونوں جگہ مسیح کے حق میں اور
ہمارے سید و مولے صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توفی کا لفظ موجود ہے پھر کسقدر ناانصافی کی
بات ہے کہ ہمارے سید و مولے کی نسبت جو توفی کا لفظ آیا ہے تو اسجگہ تو ہم وفات ہی کے معنے کریں
اور اسی لفظ کو حضرت عیسٰی کی نسبت اپنے اصلی اور شایع متعارف معنوں سے پھیر کر اور
اس متفق علیہ معنے سے جو اول سے آخر تک قرآن شریف سے ظاہر ہو رہے ہیں انحراف کر کے
اپنے دل سے کچھ اور کے اور معنے تراش لیں اگر یہ الحاد اور تحریف نہیں تو پھر الحاد اور تحریف کسکو
کہتے ہیں !!! جسقدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی
اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان سب میں زیر تفسیر یا عیسٰے انی متوفیک یہی لکھا ہے
کہ انی ممیتک حتف انفک یعنی اے عیسٰے میں تجھے طبعی موت سے مارنیوالا ہوں
بغیر اسکے کہ تو مصلوب مضروب ہونیکی حالت میں فوت ہو غایت مافی الباب بعض مفسرین
نے اپنی کوتہ اندیشی سے اس آیت کی اور وجوہ پر بھی تفسیریں کی ہیں لیکن صرف بے بنیاد
خیال سے نہ کسی آیت یا حدیث صحیح کے حوالہ سے - اگر وہ زندہ ہوتے تو ان سے پوچھا جاتا کہ
حق کیا آپ نے باطل کو کیوں اور کس دلیل سے ملایا ہے حال جب وہ اس بات کا اقرار کر گئے منجملہ
اقوال مختلفہ کے یہ بھی ایک قول ہے کہ ضرور حضرت مسیح فوت ہو گئے تھے اور ان کی روح اٹھائی
گئی تھی تو ان کی دوسری لغزشیں قابل عفو ہیں - ان میں سے بعض جیسا کہ صاحب
کشاف خود اپنی قلم سے دوسرے اقوال کو قیل کے لفظ سے ضعیف ٹھہرا گئے ہیں ◆

اب جبکہ توفی کے لفظ کی بخوبی تحقیقات ہو چکی اور ثابت ہو گیا کہ تمام قرآن شریف میں
اول سے آخر تک یہ لفظ فقط روح کے قبض کرنے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے تو اب
یہ دیکھنا باقی رہا کہ اس کے بعد جو فقرہ رافعک الیّ ہے اس میں رفع کا لفظ ہے یہ کن معنوں

پر قرآن شریف مین مستعمل ہے

جاننا چاہئے کہ رفع کا لفظ قرآن شریف مین جہان کہین انبیا اور اخیار ابرار کی نسبت استعمال کیا گیا ہے عام طور پر اُس سے یہی مطلب ہے کہ جان برگزیدہ لوگونکو خدا تعالیٰ کی جناب مین باعتبار انکے روحانی مقام اور نفسی نقطہ کے آسمانون مین کوئی بلند مرتبہ حاصل ہے اُسکو ظاہر کر دیا جائے اور ان کو بشارت دیجائے کہ بعد موت و مفارقت بدن انکی روح اُس مقام تک جو انکے لئے قرب کا مقام ہے اُٹھائی جائیگی جیساکہ اللہ جلشانہٗ نے ہمارے سید و مولیٰ کا اعلیٰ مقام ظاہر کرنیکی غرض سے قرآن شریف مین فرمایا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ یعنی یہ تمام رسول اپنے مرتبہ مین یکسان نہین بعض ان مین سے وہ ہین جنکو روبرو کلام کرنیکا شرف بخشا گیا اور بعض وہ ہین جنکا رفع درجات سب سے بڑھکر ہے اس آیت کی تفسیر احادیث نبویہ مین یہی بیان کی گئی ہے کہ موت کے بعد ہر ایک نبی کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور اپنے درجہ کے موافق اس روحکو آسمانون مین سے کسی آسمان مین کوئی مقام ملتا ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ مقام تک اس روح کا رفع عمل مین آیا تا جیساکہ باطنی طور پر اس روح کا درجہ تہا خارجی طور پر وہ درجہ ثابت کرکے دکہلایا جائے سو یہ رفع آسمان کی طرف ہوتا ہے تحقیق درجات کے لئے وقوع مین آتا ہے اور آیت مذکورہ بالا مین جو رفع بعضہم درجات ہے یہ اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع تمام نبیون کے رفع سے بلند تر ہے اور ہماری روح مسیح کی روح کی طرح دوسرے آسمان مین نہین اور نہ حضرت موسیٰ کیطرح چہٹے آسمان مین بلکہ سب سے بلند تر ہے اس کی طرف معراج کی حدیث بتصریح دلالت کر رہی ہے بلکہ معالم النبوت مین بصفحہ ہ یہ حدیث لکہی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مین چہٹے آسمان سے آگے گذر گئے تو حضرت موسیٰ نے کہا رَبِّ لم اظن ان یرفع علیّ احد یعنے اے میرے خداوند مجہے یہ گمان نہین تہا کہ کوئی نبی مجہسے آگے اُٹہایا جائیگا اور اپنے رفع مین مجہ سے آگے بڑہ جائیگا۔ اب دیکھو کہ رفع کا لفظ تحقیق

درجات کیلئے مستعمل کیا گیا ہے اور آیت موصوفہ بالا کی احادیث نبویہ کی رو سے یہ معنے
نکلے کہ ہر ایک نبی اپنے درجہ کے موافق آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اپنے قرب کے انداز
کے موافق رفع سے حصہ لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی روح اگرچہ دنیوی حیات کے زمانہ
میں زمین پر ہو مگر پھر بھی اس کا تعلق ہوتا ہے جو اس کی روح کے لئے حد رفع ٹھہرایا گیا ہے
اور موت کے بعد وہ روح اس آسمان پر جا ٹھہرتی ہے جو اس کے لئے حد رفع مقرر کیا گیا ہے
چنانچہ وہ حدیث جس میں عام طور پر موت کے بعد روحوں کے اٹھائے جانیکا ذکر ہے اس بیان
کی مؤید ہے اور چونکہ یہ بحث نہایت صحیح اور صاف ہے اور کسیقدر ہم پہلے لکھ بھی چکے ہیں
اس لئے کچھ ضرورت نہیں کہ اس کو زیادہ طول دیا جائے۔

اس مقام میں یہ بھی بیان کرنیکے لائق ہے کہ بعض مفسروں نے جب دیکھا کہ درحقیقت
إِنِّي مُتَوَفِّيكَ میں توفی کے معنے وفات دینے کے ہیں اور بعد اس کے جو رَافِعُكَ
إِلَيَّ واقع ہے وہ بقرینہ عبارت وفات کی روح کے رفع پر دلالت کر رہا ہے تو انہیں یہ فکر پڑی
کہ یہ صریح ہماری رائے کے مخالف ہے اس لئے انہوں نے گویا اپنے تئیں نظم فرقانی کا مصحح
قرار دیکر یا اپنے تئیں مرشد کا منصب تجویز کر کے یہ صلاح دی کہ اس جگہ رافعک مقدم اور
انی متوفیک موخر ہے مگر ناظرین جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ابلغ اور افصح کلام میں یہ کس
قدر بیجا دخل اور اس کلام کی کسر شان کا موجب ہے۔ اسجگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے
جو حضرت مسیح کے حق میں یہ فرمایا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم اس سے
ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسیح فوت نہیں ہوا کیا مرنے کے لئے یہی ایک راہ ہے کہ انسان قتل کیا جائے
یا صلیب پر کھینچا جائے بلکہ اس نفی سے مدعا اور مطلب یہ ہے کہ توریت استثنا باب ۲۱ آیت ۲۳
میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے اور یہود جنہوں نے اپنے زعم میں حضرت
عیسیٰ کو پھانسی دیا تھا وہ بہ تمسک اس آیت کے یہ خیال رکھتے تھے کہ مسیح ابن مریم نہ
نبی تھا اور نہ مقبول الٰہی کیونکہ وہ پھانسی دیا گیا اور توریت بیان کر رہی ہے کہ جو شخص پھانسی

دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے سو خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اصل حقیقت ظاہر کرکے ان کے
اس قول کو رد کرے سو اس نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت مصلوب نہین ہوا اور نہ
مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا ؛

(۳) **سوال** - یہ کہان اور کس کتاب مین لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم کے آنے کا وعدہ دیا
گیا ہے وہ درحقیقت مسیح ابن مریم نہین ہے بلکہ کوئی اس کا مثیل مراد ہے -

جواب - اس بات کو پہلے تو قرآن شریف ہی نے ذکر کر دیا ہے جب اس نے صاف لفظون مین
فرمایا کہ کوئی نبی نہین آیا جو **فوت** نہ ہوا ہو وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل
افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد وما
جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین اب ظاہر ہے کہ باوجود ان دو
آیت کے جو بآواز بلند مسیح کی موت پر شہادت دے رہی ہین پھر بھی مسیح کو زندہ خیال کرنا اور یہ اعتقاد
رکھنا کہ برخلاف مفہوم آیت وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام مسیح جسم
خاکی کے ساتھ دوسرے آسمان مین بغیر حاجت طعام کے یونہی فرشتون کیطرح زندہ ہے
درحقیقت خدا تعالے کی پاک کلام سے روگردانی ہے ؛

پھر مین کہتا ہون کہ اگر مسیح اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہے تو خدا تعالے
کا آیت ممدوحہ بالا مین یہ دلیل پیش کرنا کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم **فوت ہو گیا** تو اس کی
نبوت پر کوئی اعتراض نہین ہو سکتا کیونکہ ابتدا سے سارے نبی مرتے ہی آئے ہین -
بالکل نکمی اور لغو اور برخلاف واقعہ ٹھہر جائیگی ۔ اور خدا تعالے کی شان اس سے بلند ہے کہ جھوٹ
بولے یا خلاف واقعہ کے بعد آ نہین سکتا اور نہ اس کے مرنے کے بعد قرآن شریف مین کوئی خبر اس کے
پھر زندہ ہونیکی نہین دیگئی ہے پس بلاشبہ آنیوالا مسیح اُس کا کوئی مثیل ہوگا ۔ سوا اسکے خود آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک احادیث مین اس بات کیطرف اشارہ بھی کر دیا ہے کہ آنیوالا مسیح
دراصل مسیح ابن مریم نہین ہے بلکہ اس کا مثیل ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جانیوالے

مسیح کا اور حلیہ بتایا ہے اور آنیوالے مسیح کا اور حلیہ ظاہر کیا ہے اور مسیح گذشتہ کی نسبت قطعی طور پر کہا ہے کہ وہ نبی تہا لیکن آنیوالے مسیح کو امتی کر کے پکارا ہے جیسا کہ حدیث اماکم منکم سے ظاہر ہے اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مین اشارۃً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے چنانچہ اس کے مطابق آنیوالا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے بس اس سے زیادہ اور کیا بیان ہوگا ماسوا اس کے حضرت مسیح ابن مریم جس کی روح اُٹھائی گئی برطبق آیت کریمہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی بہشت مین داخل ہو چکی اب کیونکر پہر اس غمکدہ مین آجاوین گو اس کو ہم نے مانا کہ وہ کامل درجہ دخول بہشت کا جو جسمانی اور روحانی دونون طور پر ہوگا وہ حشر اجساد کے بعد ہر یک مستحق کو عطا کیا جاوے گا مگر اب بھی جسقدر بہشت کی لذات عطا ہو چکی اس سے مقرب لوگ باہر نہیں کئے جاتے اور قیامت کے دن بحضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہین نکالتا کیونکہ یہ تو نہین کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی یا لوہے یا چاندی کا تخت بچہایا جائیگا اور خدا تعالے مجازی حکام اور سلاطین کیطرح اسپر بیٹھے گا اور کسیقدر مسافت طے کر کے اس کی حضور مین حاضر ہونا ہوگا تا یہ اعتراض لازم آوے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت مین داخل شدہ تجویز کئے جائین تو طلبی کیوقت انہین بہشت سے نکلنا پڑے گا اور اُس لق و دق جنگل مین جہان تخت رب العالمین بچہایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے اور خذ بھی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہین اور تخت رب العالمین کے قائل ہین لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہین کھینچتے اور اس بات پر یقین رکھتے کہ جو کچھ اللہ اور رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالےٰ کے تقدس اور تنزہ اور اس کی صفات کاملہ کے منافی و مغائر نہو بہشت تجلی گاہ حق ہے یہ کیونکر کہہ سکین کہ اس دن خدا تعالےٰ ایک مجسم شخص کیطرح بہشت سے باہر اپنا خیمہ یا یون

کیونکہ اپنا تخت بچھوادیگا بلکہ حق یہ ہے کہ اسدن بھی بہشتی بہشت مین ہونگے اور دوزخی دوزخ
مین لیکن رحم الٰہی کے تجلی عظمیٰ راستبازون اور ایماندارون پر ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی
بارش کرکے اور تمام سامان بہشتی زندگی کا جسمی اور جسمانی طور پر انکو دکہلاکر نئے طور پر دارالسلام
مین انکو داخل کردیگی - ایسا ہی خدا تعالےٰ کی قہری تجلی جہنم کو بھی بعد از حساب اور الزام صریح کے
نئے رنگ مین دکہلاکر گویا جہنمی لوگونکو نئے سرے جہنم مین داخل کریگی - روحانی طور پر بہشتیونکا بلاتوقف
بعد موت کے بہشت مین داخل ہوجانا اور دوزخیونکا دوزخمین گرایا جانا ثابت از قرآن شریف اور احادیث
صحیحہ سے ثابت ہے - کہانتک ہم اس رسالہ کو طول دیتے جائین انجدا وند تعالیٰ اس قوم پر رحم کرے جو کلام
کو پڑھتے ہین لیکن وہ پاک کلام انکے حلق سے آگے نہین گذرتا ؛

۳ - سوال مسیح کے دوبارہ آنیکے ابطال مین جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت

ہونا ثابت ہے اور ہر یک مومن راستباز مرنیکے بعد بہشت میں داخل ہوجاتا ہے اور ہر یک جو
بہشت مین داخل ہوجاتا ہے وہ بر طبق آیت **وما ھم منھا بمخرجین** ہمیشہ رہنے کا بہشت
مین حق رکہتا ہے یہ دلیل صحیح نہین ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہو جو
عزیر نبی کی نسبت قرآن شریف مین بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا اور پھر خدا تعالےٰ
نے اسکو زندہ کیا وجہ یہ کہ بر طبق قاعدہ مفروضۂ بالا زندہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے
خارج کیا گیا - ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردون کا قبرون سے جی اٹھنا اور میدان
مین رب العالمین کی حضور مین آنا یہ سب باتین اس آیت کے ایسے معنے کرنے سے کہ راستباز
انسان مرنیکے بعد بہشت مین بلاتوقف داخل ہوجاتا ہے اور پھر اس سے کبھی نہین نکلتا باطل
ہوجاتے ہین اور مسلمات عقیدۂ اسلام مین ایک سخت انقلاب پیدا ہوجاتا ہے -

اما الجواب پس واضح ہو کہ حقیقت مین یہ سچ ہے کہ جو شخص بہشت مین داخل کیا جاتا ہے
پھر وہ اس سے کبھی خارج نہین کیا جاتا جیسا کہ اللہ جل شانہ مومنین کو وعدہ صادقہ دیکر فرماتا ہے
لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین یعنی بہشت مین داخل ہونیوالے ہر یک

رنج اور تکلیف سے رہائی پا گئے اور وہ کبھی اس سے نکالے نہیں جائینگے۔ سورۃ حجر الجزو نمبر ۱۴ اور
ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموات
والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ ۔ الجزو نمبر ۱۲ سورہ ہود یعنی سعید لوگ مرنیکے
بعد بہشت مین داخل کئے جاتے ہین اور ہمیشہ اس مین رہینگے جبتک کہ آسمان و زمین ہے اور اگر یہ
آسمان و زمین بدل بھی جائین جیسا کہ قیامت کے آنیکے وقت ہوگا تب بھی سعید لوگ بہشت سے
باہر نہین ہو سکتے اور نہ ان چیزونکے فساد سے بہشت مین کچھ فساد ہو سکتا ہے کیونکہ بہشت ان
کے لئے ایک ایسی عطا ہے جو ایک لحظہ کیلئے بھی اُس سے محروم نہین رہ سکتے ۔

ایسا ہی قرآن شریف کے دوسرے مقامات مین بھی بہشتیون کے ہمیشہ بہشت مین رہنے کا جابجا ذکر
ہے اور سارا قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ولہم فیہا ازواج مطہرۃ وہم
فیہا خالدون۔ اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون ط وغیرہ وغیرہ

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونیکے بعد بلا توقف بہشت مین جگہ ملتی ہے
جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون
بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین ۔ اور دوسری یہ آیت فادخلی فی عبادی
وادخلی جنتی اور تیسری یہ آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا
بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتٰہم اللہ من فضلہ اور احادیث
مین تو اس قدر اس کا بیان ہے کہ جسکا باستیفا ذکر کرنا موجب تطویل ہوگا بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنا چشمدید ماجرا بیان فرماتے ہین کہ مجھے دوزخ دکھایا گیا تو مین نے اکثر اسمین عورتین دیکھین اور
دکھایا گیا تو مین نے اکثر اس مین فقرا دیکھے ۔ اور انجیل لوقا باب ۱۶ مین ایک قصہ کے طور پر بیان
کیا گیا ہے کہ لعزر جو ایک غریب آدمی تھا مرنیکے بعد ابرھام کی گود مین بٹھایا گیا یعنی نعیم جنت سے
متمتع ہوا لیکن ایک دولتمند جو انہین دنون مین مرا دوزخ مین ڈالا گیا اور اُس نے لعزر سے
ٹھنڈا پانی مانگا مگر اُسے دیا نہ گیا ۔

ماسوا اسکے ایسی آیات بھی ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ حشر اجساد ہوگا اور حساب کے بعد
بہشتی بہشت میں داخل کئے جائینگے اور دوزخی دوزخ میں اور بظاہر ان دونوں قسموں کی
آیات پر نظر ڈالنے سے تعارض معلوم ہوتا ہے قرآن شریف اور احادیث میں ارواح طیبہ کا بہشت میں
مرنیکے بعد داخل ہونا تو بدیہی اور کھلے کھلے طور پر ثابت ہے مگر ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں
ملیگی جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ یوم الحساب میں بہشتی لوگ بہشت سے باہر نکالدیے جائینگے بلکہ
حسب وعدہ الہی بہشت میں ہمیشہ رہنا بہشتیوں کا جابجا قرآن شریف اور احادیث میں مندرج
ہے ہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ قیامت کے دن قبروں میں سے مردے جی اٹھینگے اور ہر ایک شخص حکم
سننے کیلئے خدا تعالے کے حضور میں کھڑا ہوگا اور ہر ایک شخص کے عمل و ایمان کا تدارک الہی ترازو کی
اسپر ظاہر کیا جائیگا تب جو لوگ بہشت کے لائق ہیں بہشت میں داخل کئے جائینگے اور جو دوزخ
میں جلنے کے سزاوار ہیں وہ دوزخ میں ڈالدیے جائینگے

اب واضح ہو کہ اس تعارض کے دور کرنیکیلئے جو آیات اور احادیث میں باہم واقع
ہے یہ راہ نہیں ہے کہ یہ اعتقاد ظاہر کیا جائے کہ موت کے بعد تمام روحیں ایک فنا کی حالت میں
رہتی ہیں نہ کسی قسم کی انکو راحت حاصل ہوتی ہے اور نہ کسی نوع کی عقوبت میں گرفتار ہوتی
ہیں اور نہ جنت کی ٹھنڈی ہوا انکو پہنچتی ہے اور نہ دوزخ کی بھاپ انکو جلاتی ہے کیونکہ
ایسا اعتقاد نصوص بینہ فرقان اور حدیث سے بکلی مغائر ہے میت کے لئے جو دعا کیجاتی
ہے یا صدقات کئے جاتے ہیں اور میت کی نیت سے مساکین کو طعام کھلایا جاتا ہے یا کپڑہ دیا جاتا
ہے اگر اس درمیانی زمانہ میں جو قبل از حشر اجساد ہے جنت اور جہنم کا میت سے کچھ علاقہ نہیں تو
یہ سب اعمال ایک مدت دراز تک بطور عبث کے متصور ہونگے اور یہ سب ماننا پڑیگا کہ اس درمیانی
میں میت کو راحت اور رنج اور ثواب اور عقاب سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا حالانکہ ایسا گمان تعلیم
نبوی سے سراسر مخالف ہے۔

پس وہ واقعی امر جس سے ان دونوں قسم کی آیات کا تعارض دور ہوتا ہے

یہ ہے کہ جنت اور جہنم تین درجون پر منقسم ہے۔

پہلا درجہ جو ایک ادنےٰ درجہ ہے اُسوقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان اِس عالم سے رخصت ہو کر اپنی خوابگاہ قبر مین جالیتا ہے اوراس درجہ ضعیفہ کو استعارہ کے طور پر احادیث نبویہ مین کئی پیرایون مین بیان کیا گیا ہے منجملہ اُن کے ایک یہ بھی پیرایہ ہے کہ بیت عبد صالح کے لئے قبر مین جنت کیطرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جس کی راہ سے وہ جنت کی باغ وبہار دیکھتا ہے اور اس کی دلربا ہوا سے متمتع ہوتا ہے اور اس کھڑکی کی کشادگی بحسب مرتبہ ایمان وعمل اُس میت کے ہوتی ہے لیکن ساتھ اس کے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ ایسے فنا فی اللہ ہونیکی حالتین دنیا سے جدا ہوتے ہین کہ اپنی جان عزیز کو محبوب حقیقی کی راہ مین فدا کر دیتے ہین جیسے شہدا یا وہ صدیق لوگ جو شہدا سے بھی بڑھکر آگے قدم رکھتے ہین اُن کے لئے اُنکی موت کے بعد صرف بہشت کیطرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قوی کیساتھ بہشت مین داخل ہو جاتے ہین مگر پھر بھی قیامت کے دن سے پہلے کمل اور اتم طور پر لذات جنت حاصل نہیں کر سکتے۔

ایسا ہی اس درجہ مین میت خبیث کیلئے دوزخ کیطرف قبر مین ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جس کی راہ سے دوزخ کی ایک جلانیوالی بھاپ آتی رہتی ہے اور اس کے شعلون سے ہر وقت وہ خبیث روح جلتی رہتی ہے لیکن ساتھ اس کے یہ بھی ہے کہ جو لوگ اپنی کثرت نافرمانی کیوجہ سے ایسے فنا فی الشیطان ہونیکی حالتین دنیا سے جدا ہوتے ہین کہ شیطان کی نافرمانی کیوجہ سے بکلی تعلقات اپنے مولا حقیقی سے توڑ دیتے ہین اُنکے لئے اُنکی موت کے بعد صرف دوزخ کیطرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قوی کیساتھ خاص دوزخ مین ڈالدے جاتے ہین جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے مما خطیاتہم اغرقوا فادخلوا نارا۔ سورہ نوح مگر پھر بھی وہ لوگ قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر عقوبات جہنم کا مزہ نہیں چکھتے۔

دوسرا درجہ پھر اس درجہ سے اوپر جو بھی ہم نے بہشتیون اور دوزخیون کیلئے

بیان کیا ہے ایک اور درجہ دخول جنت و دخول جہنم ہے جسکو درمیانی درجہ کہنا چاہئے اور وہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمٰی یا جہنم کبریٰ مین داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بوجہ تعلق جسد کامل قوے مین ایک اعلیٰ درجہ کی تیزی پیدا ہوکر اور خدا تعالےٰ کی تجلی رحم یا تجلی قہر کا حسب اپنے کامل طور پر مشاہدہ ہوکر اور جنت عظمٰی کو بہت قریب پاکر یا جہنم کبریٰ کو بہت ہی قریب دیکھکر وہ لذات یا عقوبات ترقی پذیر ہو جاتے ہین جیساکہ اللہ جلشانہٗ آپ فرماتا ہے۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغَاوِیْنَ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْہَا غَبَرَۃٌ تَرْہَقُہَا قَتَرَۃٌ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْکَفَرَۃُ الْفَجَرَۃُ ۔ اس دوسرے درجہ مین بھی لوگ مساوی نہیں ہوتے بلکہ اعلیٰ درجہ کے بھی ہوتے ہین جو بہشتی ہونیکی حالتمین بہشتی انوار اپنے ساتھ رکھتے ہین انہین کیطرف اللہ جلشانہٗ اشارہ فرماتا ہے نُوْرُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَبِاَیْمَانِہِمْ ایسا ہی دوزخی ہونیکی حالت مین اعلیٰ درجے کے کفار ہوتے ہین کہ قبل اس کے جو کامل طور پر دوزخ مین پڑین انکے دلون پر دوزخ کی آگ بھڑکائی جاتی ہے جیساکہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ ۔

پھر اس درجہ کے اوپر جو آخری درجہ ہے تیسرا درجہ ہے جو منتہائے مدارج ہے جس مین یوم الحساب کے بعد لوگ داخل ہونگے اور اکمل و اتم طور پر سعادت یا شقاوت کا مزہ چکھہ لینگے ✦

اب حاصل کلام یہ ہے کہ تینون مدارج مین انسان ایک قسم کی بہشت یا ایک قسم کی دوزخ مین ہوتا ہے اور جبکہ یہ حال ہے تو اس صورت مین صاف ظاہر ہے کہ ان مدارج مین سے کسی درجہ پر ہونیکی حالتمین انسان بہشت یا دوزخ مین سے نکالا نہین جاتا ہان جب اس درجہ سے ترقی کرتا ہے تو ادنےٰ درجہ سے اعلےٰ درجہ مین آجاتا ہے ۔

اس ترقی کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ جب مثلاً ایک شخص ایمان اور عمل کے ادنےٰ حالت مین فوت ہوتا ہے تو تہوڑی سی سوراخ بہشت کیطرف اس کے لئے نکالی جاتی ہے کیونکہ بہشتی تجلی کی اسیقدر اس مین استعداد موجود ہوتی ہے پھر بعد اس کے اگر وہ اولاد صالح چھوڑکر

مرا ہے جو جد و جہد سے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہین اور صدقات و خیرات اس کی
مغفرت کی نیت سے مسکین کو دیتے ہین یا ایسے کسی اہل اللہ سے اس کی محبت تھی جو تضرعات سے
جناب الہی سے اس کی بخشش چاہتا ہے یا کوئی ایسا خلق اللہ کے فائدہ کا وہ کام دنیا مین کر گیا ہو
جس سے بندگان خدا کو کسی قسم کی مدد یا آرام پہنچتا ہے تو اس خیر جاری کی برکت سے وہ
کھڑکی اس کی بہشت کیطرف کھولی گئی دن بدن اپنی کشادگی مین زیادہ ہوتی جاتی ہے اور سبقت
رحمتی علی غضبی کلمنشا اور بھی اس کو زیادہ کرتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ کھڑکی ایک بڑا وسیع دروازہ
ہوکر آخر یہانتک نوبت پہنچتی ہے کہ شہیدون اور صدیقون کی طرح وہ بہشت مین ہی داخل ہوجاتا
ہے اس بات کو سمجھنے والے سمجھ سکتے ہین کہ یہ بات شرعًا و انصافًا و عقلًا بیہودہ ہے کہ ایسا
خیال کیا جائے کہ باوجود اس کے کہ ایک مرد مسلم فوت شدہ کے بعد ایک قسم کی خیر اس کیلئے جاری
ہے اور ثواب اور اعمال صالحہ کی بعض وجوہ اس کیلئے کھلی رہین - مگر پھر بھی وہ کھڑکی جو بہشت کیطرف اس کے
لئے کھولی گئی ہے ہمیشہ اتنی کی اتنی ہی رہے جو پہلے دن کھولی گئی تھی +

یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالےٰ نے اس کھڑکی کے کھولنے کے لئے پہلے سے اس قدر سامان کر
رکھے ہین جنسے بتصریح معلوم ہوتا ہے کہ اس کریم کا دراصل منشا ہی یہی ہے کہ اگر ایک ذرہ ایمان و عمل لیکر
بھی اس کی طرف کوئی سفر کرے تو وہ ذرہ بھی نشو و نما کرتا رہیگا اور اگر کسی اتفاق سے تمام سامان اس خیر
کے جو میت اس عالم کی طرف سے پہنچتی ہے ناپیدا رہین تاہم یہ سامان کسیطرح ناپید اور گم نہین ہوسکتا
کہ جو تمام مومنون اور نیک بختون اور شہیدون اور صدیقون کے لئے تاکیدی طور پر یہ حکم فرمایا گیا کہ
وہ اپنے اُن بھائیون کے لئے بدل و جان دعا مغفرت کرتے رہین جو ان سے پہلے اس عالم مین گذر چکے
ہین اور ظاہر ہے کہ جن لوگون کے لئے ایک لشکر مومنون کا دعا کر رہا ہے وہ دعا ہرگز ہرگز خالی نہین
جائیگی بلکہ وہ ہر روز کام کر رہی ہے اور گنہگار ایماندار جو فوت ہوچکے ہین اُن کی اس کھڑکی کو جو بہشت
کیطرف تھی بڑے زور سے کھول رہی ہے ان دعاؤن نے ایتک بیشمار کھڑکیون کو اس حد تک کشادہ کر دیا ہو
کہ بے انتہا ایسے لوگ بہشت مین پہنچ چکے ہین جنکو اول دنون مین صرف ایک چھوٹی سی کھڑکی بہشت

کے دیکھنے کے لئے عطا کی گئی تھی ۔

اس زمانہ کے اُن تمام مسلمانوں کو جو موحد کہلاتے ہیں یہ دھوکا بھی لگا ہوا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہونیوالے صرف شہید لوگ ہیں اور باقی تمام مومنین یہانتک کہ انبیاء اور رسول بھی یوم الحساب تک بہشت سے باہر رکھے جاوینگے صرف ایک کھڑکی انکے لئے کھولی جائیگی مگر اب تک انہوں نے اس بات کیطرف توجہ نہیں کی کہ کیا انبیاء اور تمام صدیق روحانی طور پر شہیدوں سے بڑھکر نہیں ہیں اور کیا بہشت سے دور رہنا ایک قسم کا عذاب نہیں جو مغفورین کے حق تجویز نہیں ہوسکتا؟ جسکے حق میں خدا تعالیٰ یہ کہے کہ ۔ رفع بعضہم درجات کیا ایسا شخص سعادت اور فوز مرام میں شہیدوں کے پیچھے رہ سکتا ہے ۔ افسوس کہ ان لوگوں نے اپنی نافہمی سے شریعت حق کو الٹا دیا ہے انکے زعم میں سب سے پہلے بہشت میں داخل ہونیوالے شہید ہیں اور شاید کہیں برسوں کے بعد نبیوں اور صدیقوں کی بھی نوبت آوے اس کسرشان کا الزام ان لوگوں پر بڑا بھاری ہے ۔ جو بودے عذروں سے دور نہیں ہوسکتا ۔ بیشک یہ بات سب کے فہم میں آسکتی ہے کہ لوگ ایمان اور عمل میں سابقین ہیں وہی لوگ دخول فی الجنت میں بھی سابقین چاہئے نہ یہ کہ انکے لئے صرف ضعیف الایمان لوگوں کیطرح کھڑکی کھولی جائے اور شہید لوگ دنیا سے رخصت ہوتے ہی ہر ایک پھل بہشت کا چن چن کر کہانے لگیں اگر بہشت میں داخل ہونا کامل ایمان کامل خلاص کامل جانفشانی پر موقوف ہے تو بلاشبہ نبیوں اور صدیقوں سے اور کوئی بڑھکر نہیں جنکی تمام زندگی خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہوجاتی ہے اور جو خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا ہوتے ہیں کہ بس مر ہی رہتے ہیں اور اور تمنا رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے جائیں اور پھر زندہ ہوں اور پھر شہید کئے جائیں اور پھر زندہ ہوں اور پھر شہید کئے جائیں ⁂

اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ بہشت میں داخل ہونیکے لئے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ قریب تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اسمیں پورے طور پر داخل ہوجاینگے اور یوم الحساب

انکو بہشت سے خارج نہین کریگا بلکہ اس وقت اور بھی بہشت نزدیک ہو جائیگا کھڑکی کی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے کہ کیونکر بہشت قبر سے نزدیک کیا جاتا ہے کیا قبر کے متصل جو زمین پڑی ہے اس مین بہشت آجاتا ہے ؟ نہین بلکہ روحانی طور پر نزدیک کیا جاتا ہے اسیطرح روحانی طور پر بہشتی لوگ میدان حساب مین بھی ہونگے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری قبر کے نیچے روضہ بہشت ہے اسپر خوب غور کرو کہ یہ کس بات کیطرف اشارہ ہے ؟

اور عزیر کے فوت ہونے اور پھر سو برس کے بعد زندہ ہونے کی حجت جو پیش کی گئی ہے یہ حجت مخالف کے لئے کچھ مفید نہین ہے کیونکہ ہرگز بیان نہین کیا گیا کہ عزیر کو زندہ کرکے پھر دنیا کے دار الہموم مین بھیجا گیا تا یہ فساد لازم لاوے کہ وہ بہشت سے نکالا گیا بلکہ اگر ان آیات کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کیا جاوے تو صرف یہ ثابت ہوگا کہ خدا تعالے نے کرشمہ قدرت سے ایک لمحہ کے لئے عزیر کو زندہ کرکے دکھلا دیا تا اپنی قدرت پر اس کو یقین دلاوے ۔ مگر وہ دنیا مین آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر بہشت مین ہی موجود تھا - جاننا چاہیئے کہ تمام انبیاء اور صدیق مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جاتے ہین اور ایک نورانی جسم بھی عطا ہوتا ہے اور کبھی کبھی بیداری مین راستبازون سے ملاقات بھی کرتے ہین چنانچہ اس بارہ مین یہ عاجز خود صاحب تجربہ ہے پھر اگر عزیر کو خدا تعالے نے اسیطرح زندہ کر دیا ہو تو تعجب کیا ہے لیکن اس زندگی سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ زندہ ہو کر بہشت سے خارج کئے گئے یہ عجیب طرح کی نادانی ہے بلکہ اس زندگی سے تو بہشت کی تجلی زیادہ تر پڑجاتی ہے +

(۴) **سوال** - قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل مسیح ابن مریم کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کیونکہ اس کے یہ معنے ہین کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اسپر ایمان لے آوینگے سو اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح اسوقت تک جیتا رہے جب تک کہ تمام اہل کتاب اسپر ایمان لے آوین +

اما الجواب - پس واضح ہو کہ سائل کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس نے اپنے دل مین یہ خیال کر لیا ہے کہ آیت قرآنی کا یہ منشا ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب کے فرقون کا مسیح پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کر لین کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنے ہین جیسے کہ سائل سمجھا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح سے اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو جس قدر اہل کتاب دنیا مین گذرے ہین یا اب موجود ہین یا آئندہ ہونگے وہ سب مسیح پر ایمان لانیوالے ہون حالانکہ یہ خیال بہ بداہت باطل ہے ہر یک شخص خوب جانتا ہے کہ بیشمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہکر اب تک داخل جہنم ہو چکے ہین اور خدا جانے آیندہ بھی کسقدر کفران کی وجہ سے اس آتشی تنور مین پڑینگے اگر خدا تعالے کا یہ منشا ہوتا کہ وہ تمام اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونیکے وقت اُسپر ایمان لاوینگے تو وہ اُن سب کو اُسوقت تک زندہ رکھتا جبتک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتا لیکن اب مرنے کے بعد انکا ایمان لانا کیونکر ممکن ہے

بعض لوگ نہایت تکلف اختیار کر کے یہ جواب دیتے ہین کہ ممکن ہے کہ مسیح کے نزول کیوقت خدا تعالے ان سب اہل کتاب کو پھر زندہ کرے جو مسیح کیوقت بعثت سے مسیح کے دوبارہ نزول تک کفر کی حالت مین مرگئے ہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ یونتو کوئی کام خدا تعالے سے غیر ممکن نہین لیکن زیر بحث تو یہ امر ہے کہ کیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مین ان خیالات کا کچھ نشان پایا جاتا ہی اگر پایا جاتا ہے تو کیون وہ پیش نہین کیا جاتا۔

بعض لوگ کچھ شرمندے سے ہو کر دبی زبان سے یہ تاویل پیش کرتے ہین کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہین جو مسیح کے دوبارہ آنیکے وقت دنیا مین موجود ہونگے اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آوینگے اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنون کی فوج مین داخل ہو جائینگے لیکن یہ خیال بھی ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہین اول تو آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہین جو مسیح کیوقت مین یا مسیح کے بعد ہوتے رہینگے اور آیت مین

ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو علاوہ اسکے یہ معنے بھی جو پیش کئے گئے ہیں یہ بداہت فاسد ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ باواز بلند بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اسکے منکر خواہ وہ اہلکتاب ہیں یا غیر اہلکتاب بکفر کیحالت میں مرینگے * اور کچھ ضرور نہیں کہ ہم بار بار ان حدیثوں کو نقل کریں اسی رسالہ میں اپنے موقعہ پر دیکھ لینا چاہئے ماسوا اسکے مسلمانوں کا یہ عقیدہ مسلمہ ہے کہ دجال بھی اہلکتاب میں سے ہی ہوگا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائیگا اب میں اندازہ نہیں کر سکتا کہ اس خیال کے پیرو ان حدیثوں کو پڑھکر کسقدر شرمندہ ہونگے یہ بھی مانا گیا اور مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ رہ جائینگے پھر قیامت آئیگی اور کوئی کافر نہیں رہیگا تو وہ کہاں سے آجائیگی۔

اب بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ اگر آیت متذکرہ بالا کے وہ معنے صحیح نہیں ہیں تو پھر کونسے معنے صحیح ہیں تو اس کے جواب میں واضح ہو کہ صحیح معنے وہی ہیں جو اس مقام کی تمام آیات متعلقہ پر نظر ڈال لینے سے ضروری التسلیم معلوم ہوتی ہیں جنکے ماننے سے کسی وجہ کا نقص لازم نہیں آتا سو اول وہ تمام آیتیں ذیل میں ذکر کرتا ہوں پھر بعد اس کے وہ حقیقی معنے جو ان آیات کی رو سے ثابت ہوتے ہیں ثابت کرونگا اور آیات یہ ہیں

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔

* حاشیہ۔ مسیح کی دم سے مرجانیکے حقیقی معنے ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس سے مراد حجت اور بینہ کی رو سے مرنا ہے ورنہ دور از ادب بات ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ کوئی زہرناک اور وبائی مادہ مسیح کے منہ سے نکلیگا۔ بہرحال مکر کافروں کا تو وہ ماریگا مگر دجال کو مار نہیں سکیگا منہ

ترجمہ وہ یہودی جو خدا تعالیٰ کی رحمت اور ایمان سے بے نصیب ہو گئے اس کا سبب انکی
وہ بدکام ہیں جو انہوں نے کئے منجملہ ان کے یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ لو ہم نے اس مسیح عیسیٰ
بن مریم کو قتل کر دیا جو رسول اللہ ہونیکا دعوے کرتا تھا [یہودیون کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ رسول اللہ
کو قتل کر دیا اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو رسول جانتے تھے کیونکہ اگر وہ اس کو
سچا رسول جانتے تو سولی دینے کے لئے کیون آمادہ ہوتے بلکہ یہ قول انکا کہ لو ہم نے
اس رسول کو پھانسی دیدیا بطور استہزا کے تھا اور اس ہنسی ٹھٹھا کی بنا توریت کے اُس
قول پر بھی جو لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جائے وہ ملعون ہے یعنی خدا تعالےٰ کی رحمت اور قرب الہی سے
دور تر ہے اور یہودیون کے اس قول سے مدعا یہ تھا کہ اگر عیسیٰ ابن مریم سچا رسول ہوتا تو
ہم اس کو پھانسی دینے پر ہرگز قادر نہ ہو سکتے کیونکہ توریت بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ
مصلوب لعنتی ہوتا ہے] اب قرآن شریف اس آیت کے بعد فرماتا ہے کہ در حقیقت
یہودیون نے مسیح ابن مریم کو قتل نہیں کیا اور نہ پھانسی دیا بلکہ یہ خیال انکے دلون میں شبہ
کے طور پر ہے یقینی نہیں اور خدا تعالےٰ نے انکو آپ ہی شبہ میں ڈالدیا ہے تا انکی
بے وقوفی ان پر اور نیز اپنی قادریت ان پر ظاہر کرے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو اس شک
مین پڑے ہوئے ہیں کہ شاید مسیح پھانسی ہی ملگیا ہو ان کے پاس کوئی یقینی قطعی
دلیل اس بات پر نہیں صرف ایک ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ
انہیں یقینی طور پر اس بات کا علم نہیں کہ مسیح پھانسی دیا گیا بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ
فوت ہو گیا اور اپنی طبعی موت سے مرا اور خدا تعالےٰ نے اس کو مقربت بندون
کیطرح اپنی طرف اٹھا لیا اور خدا عزیز ہے انکو عزت دیتا ہے جو اس کے ہو رہتے ہیں اور حکیم
ہے اپنی حکمتون سے ان لوگو کو فایدہ پہنچاتا ہے جو اس پر توکل کرتے ہیں اور پھر فرمایا کہ
کوئی اہل کتاب مین ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے

خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل اسکے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا یعنی ہم جو پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کوئی اہلکتاب اسبات پر دلی یقین نہیں رکھتا کہ درحقیقت مسیح مصلوب ہوگیا ہے کیا عیسائی اور کیا یہودی صرف ظن اور شبہ کے طور پر انکے مصلوب ہونیکا خیال رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا بیان صحیح ہے کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا ہاں ان کی موت کے بارہ میں انہیں خبر نہیں کہ وہ کب مرا سو اس کی ہم خبر دیتے ہیں کہ وہ مرگیا اور اس کی روح موت کے بعد ہماری طرف اٹھائی گئی —

اسجگہ یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کا یہ کہنا کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں کہ ہمارے اس بیان پر جو انکے خیالات کے بارے میں ہمنے کیا ایمان نہ رکھتا ہو یہ ایک اعجازی بیان ہے اور یہ اس آیت کے موافق ہے جیسا کہ یہودیوں کو فرماتا ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ سو اس زمانہ کے مدعا یہ تہا کہ درحقیقت یہودیوں کا یہ بیان کہ ہم نے درحقیقت مسیح کو پہانسی دیدیا جس سے یہ نتیجہ نکالنا منظور تہا کہ نعوذ باللہ مسیح ملعون ہے اور نبی صادق نہیں اور ایسا ہی عیسائیوں کا یہ بیان کہ درحقیقت مسیح پہانسی کی موت سے مرگیا جس سے یہ نتیجہ نکالنا منظور تہا کہ مسیح عیسائیوں کے گناہ کے لئے کفارہ ہوا یہ دونوں خیال یہودیوں اور عیسائیوں کے غلط ہیں اور کسیکو ان دونوں گروہ میں سے ان خیالات پر دلی یقین نہیں بلکہ دلی ایمان ان کا صرف اسی پر ہے کہ مسیح یقینی طور پر مصلوب نہیں ہوا۔ اس تقریر سے خدا تعالےٰ کا یہ مطلب تہا کہ تا یہودیوں اور عیسائیوں کی خاموشی سے منصفین قطعی طور پر سمجھ لیویں کہ اس بارے میں بجز شک کے انکے پاس کچھ نہیں ورنہ یہودی اور عیسائی جو اس آیت کو سنکر چپ رہے اور انکار کیلئے میدان میں نہ آئے تو اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے کہ اگر ہم مقابل پر آئے اور وہ دعوی کیا جو ہمارے دل میں نہیں تو ہم سخت رسوا کئے جاینگے اور کوئی ایسا نشان خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہو جائیگا جس سے ہمارا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائیگا اس لئے انہوں نے دم نہ مارا اور چپ رہے اور اگرچہ وہ خوب جانتے تھے کہ ہماری اس خاموشی سے ہمارا مان لینا ثابت ہو جائیگا جس سے ایکطرف تو ان کفارہ

کے اس عقیدہ کی بیخکنی ہوگی اور ایک طرف یہودی عقیدہ باطل ثابت ہوجائیگا کہ مسیح خدا تعالے کا سچا رسول اور راستباز نہیں اور ان میں سے نہیں جنکا خدا تعالے کی طرف عزت کیساتھ رفع ہوتا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی چمکتی ہوئی تلوار اُنکی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی پس جیسے قرآن شریف میں اُنہیں کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو لیکن مارے خوف کے کبھی یہ تمنا نہ کی اسیطرح اس جگہ بھی مارے خوف کے انکار نہ کرسکے یعنی یہ دعوی نہ کرسکے کہ ہم تو مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین رکھتے ہیں ہمیں کیوں بے یقینوں میں داخل کیا جاتا ہے سو اُنکا اُس زمانہ میں خاموشی اختیار کرنا ہمیشہ کیلئے حجت ہوگئی اور انکے ساختہ پرداختہ کا اثر اُنکے آنیوالی ذریت پر بھی پڑا کیونکہ سلف خلف کیلئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور اُن کی شہادتیں آنیوالی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں +

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ خدا تعالے نے جو اس بحث کو چھیڑا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا اس تمام بحث سے یہی غرض تھی کہ مسیح کے مصلوب ہونے سے دو مختلف فرقے یعنی یہود اور عیسائی دو مختلف نتیجے اپنی اپنی اغراض کی تائید میں نکالتے تھے یہودی کہتے تھے کہ مسیح مصلوب ہوگیا اور توریت کی رو سے مصلوب لعنتی ہوتا ہے یعنی قرب الہی سے مہجور اور رفع کی عزت سے بے نصیب رہتا ہے اور شان نبوت اس حالت ذلت سے برتر و اعلی ہے اور عیسائیوں نے یہودیوں کے طعن سے گھبرا کر یہ جواب بنالیا تھا کہ مسیح کا مصلوب ہونا اس کے لئے مضر نہیں بلکہ یہ لعنت اُس نے اس لئے اپنے ذمے لے لی کہ تا گنہگاروں کو لعنت سے چھڑا دے سو خدا تعالے نے ایسا فیصلہ کیا کہ ان دونوں فریق کے بیانات مذکورہ بالا کو کالعدم کر دیا اور ظاہر فرما دیا کہ کیسکو ان دونوں گروہ میں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں اور اگر ہے تو وہ سامنے آوے سو وہ بھاگ گئے اور کسی نے دم بھی نہ مارا اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کا ایک معجزہ ہے جو اس زمانے کے نادان مولویوں کی نگاہ سے چھپا ہوا ہے ۔ وہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جسکے

اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو قیصر سے کہیگا کہ ایک باغی کو تو نے پناہ دی تب پلاطوس [illegible] چھوڑنے پر کا مائل تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی اس خون ناحق سے ڈرتا رہا اور اسکی عورت نے خواب دیکھی کہ یہ شخص راستباز ہے۔ اگر پلاطوس اس کو قتل کریگا تو پھر اسی میں اس کی تباہی ہے سو پلاطوس اس خواب کو سنکر اور بھی ڈھیلا ہو گیا اس خواب پر غور کرنے سے جو نتیجہ نکلتا ہے اسے ہر ایک ناظر بصیر سمجھ سکتا ہے کہ ارادہ الہی یہی تھا کہ مسیح کو قتل ہو جانیسے بچا دے سو پہلا اشارہ منشاء الہی کا اس خواب سے ہی نکلتا ہے اسپر **خوب غور کرو**۔

بعد اس کے ایسا ہوا کہ پلاطوس نے آخری فیصلہ کے لئے جلاس کیا اور یہودیوں اور فقیہوں کو بہتیرا سمجھایا کہ مسیح کے خون سے باز آجاؤ مگر وہ باز نہ آئے بلکہ چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ وہ صلیب دیا جائے دین سے پھر گیا ہے تب پلاطوس نے پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس کے خون سے ہاتھ دھوتا ہوں تب سب یہودیوں اور فقیہوں اور مولویوں نے کہا کہ اس کا خون ہمپر اور ہماری اولاد پر۔

پھر بعد اس کے مسیح انکے حوالہ کیا گیا اور اسکو تازیانے لگائے گئے اور جو کچھ بدزبان سفلہ اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارہ سے طمانچے کہانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اسکے حق میں مقدر تھا سب اس نے دیکھا آخر صلیب دینے کے لئے طیار ہوئے یہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا اسلئے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنیوالا تھا جس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو بھی اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔ تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جاویں مگر اتفاق سے اسیوقت ایک سخت آندھی آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا یہودیوں کو یہ فکر پڑ گئی کہ اب اگر اندھیری میں ہی شام ہو گئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جاوینگے جسکا ابھی ذکر کیا گیا ہے سو انہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب سے اتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی

جن کا مدعا یہی تھا کہ اسیطرح یہ بلا مسیح کے سر سے ٹلجائے ایسا نہو کہ مسیح کے قتل ہونیکی وجہ سے وہ خواب سچا ہو جائے جو پلاطوس کی بیوی نے دیکھی تھی اور ایسا نہو کہ پلاطوس کسی بلا میں پڑے

اور چونکہ سخت آندھی تھی اور تاریکی ہوگئی تھی اور ہوا تیز چل رہی تھی اسلئے لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ ہمین
جلد گھر کو جا دین سو سپاہیونکا اسموقعہ پر خوب داؤ لگا جب چورونکی ہڈیان توڑ چکے اور مسیح کی نوبت آئی
تو ایک سپاہی نے یون ہی ہاتھ لگا کر کہدیا کہ یہ تو مر چکا ہے کچھ ضرور نہین کہ اسکی ٹہڈیان توڑی جائین اور ایک نے
کہا کہ مین ہی اس لاش کو دفن کرونگا اور آندھی ایسی چلی کہ یہودیونکو آنکھ دھکے دیکر اس جگہ سے نکالا یسوع سطور
مسیح زندہ بچ گیا اور پھر وہ حواریونکو ملا اور انکے مچھلی لیکر کھائی لیکن یہودی جب گھرون پہنچے اور آندھی فرد
ہوگئی تو اپنی تمام کارروائی سے شک مین پڑ گئے اور سپاہیونکی نسبت بھی اُنکے دلونمین ظن پیدا ہوگیا
چنانچہ اجتک عیسائیون اور یہودیون کا یہی حال ہے کہ کوئی انمین سے قسم کھاکر اور اپنے نفس کیلئے بلا اور
عذاب کا وعدہ دیکر نہین کہہ سکتا کہ مجھے درحقیقت یہی یقین ہے کہ سچ مچ مسیح قتل کیا گیا - یہ شکوک اسیوقت
پیدا ہوگئے تھے اور پولس نے اپنی چالاکی سے کوشش بھی کی کہ ان شکوک کو مٹا دے مگر وہ اور بھی بڑھتے گئے
چنانچہ پولس کے بعض خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح جب صلیب سے اتارا گیا تو اس کے زندہ ہونے
پر ایک اور بڑا ثبوت پیدا ہوگیا کہ اس کی پسلی کے چھیدنے سے فی الفور اسمین سے خون روان ہوا یہودی اپنی
شتابکاری کی وجہ سے اور عیسائی انجیل کی رُوئداد موجودہ کی لحاظ سے اس شک مین شریک ہین اور کوئی
عیسائی ایسا نہین جو انجیل پر غور کرکے اور پھر یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھے کہ سچ مچ مسیح صلیب کے ذریعہ فوت
بلکہ انکو دل آجتک شک مین پڑے ہوئے ہین اور جس کفارہ کو وہ لئے پھرتے ہین اسکی اسی ریگ کے
تودہ پر بنا ہے جسکو انجیل کے بیانات نے ہی برباد کردیا ہے سو قرآن کریم کی آیت موصوفہ بالا یعنی یہ کہ
ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ پیشگوئی کی صورت پر نہین جیساکہ ہمارے بھائی مولوی
صاحبان جو تھوڑی علم کا دم مارتے ہین خیال کر رہے ہین بلکہ یہ تو اُس واقعہ کا بیان ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے وقت مین موجود تھا یعنی یہودیون اور عیسائیونکے خیالات کی جو اسوقت حالت تھی خدا تعالی اسکا نقشہ
اُنہین سنا رہا ہے اور اُنکے دلونکی حقیقت اُنپر ظاہر کر رہا ہے اور ان کو ملزم کرکے انہین یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر ہمارا
یہ بیان صحیح نہین ہے تو مقابل پر آکر صاف طور پر یہ دعوی کرو کہ یہ خبر غلط بتائی گئی ہے اور ہم لوگ شکوک
و شبہات مین مبتلا نہین ہین بلکہ یقینی طور پر سمجھے بیٹھے ہین کہ سچ مچ مسیح مصلوب ہو گیا ۔ ۔ ۔

اور نصاری ہمارے اس بیان پر بالاتفاق ایمان رکھتے ہین کہ مسیح یقینی طور صلیب کے

موت سے نہیں مرا صرف شکوک وشبہات ہیں سو قبل اس کے جو وہ لوگ مسیح کی موت طبعی پر ایمان
لاویں جو درحقیقت واقع ہوگئی ہے اس موت کے مقدمہ پر نہیں ایمان ہے کیونکہ جب مسیح
صلیب کی موت سے نہیں مرا جس سے یہود و نصاریٰ بیٹے اپنے زعم کے خاص خاص
نتیجے نکالنے چاہتے تھے تو پھر اسکی طبعی موت پر بھی ایمان لانا ان کے لئے ضروری ہے کیونکہ
پیدائش کے لئے موت لازمی ہے۔ سو قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے کہ قبل ایمانہ بموتہ۔

اور دوسرے طور پر آیت کے یہ بھی معنے ہیں کہ مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب یہ
خیالات شک و شبہ کے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں پس ان معنوں کی رو سے
بھی قرآن کریم بطور اشارۃ النص مسیح کے فوت ہوجانیکی شہادت دے۔ ہاں غرض قرآن شریف
میں تین جگہ مسیح کا فوت ہوجانا بیان کیا گیا ہے پھر افسوس کہ ہمارے مولوی صاحبان ان
مقامات پر نظر نہیں ڈالتے اور بعض ان میں سے بڑی چالاکی سے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمنے مانا کہ
قرآن کریم یہی فرماتا ہے کہ مسیح فوت ہوگیا مگر کیا اللہ جلشانہ اس بات پر قادر نہیں کہ پھر زندہ کرکے
اسکو دنیا میں لاوے مگر ان علماء کے علم اور فہم پر رونا آتا ہے اے حضرات! ہمنے یہ بھی مانا
کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے چاہے تو تمام نبیوں کو زندہ کردیوے مگر آپکے سوال تو
یہ کیا تھا کہ قرآن شریف تو حضرت مسیح کو وفات تک پہونچا کر چپ ہوگیا ہے اگر آپکی نظر
میں کوئی ایسی آیت قرآن کریم میں ہے جسمیں یہ ذکر ہو کہ مسیح کو مارنیکے بعد پھر ہمنے زندہ
کردیا تو وہ آیت پیش کیجے ورنہ یہ قرآن شریف کا مخالفانہ مقابلہ ہے کہ وہ تو مسیح کا فوت ہوجانا
بیان کرے اور آپ اسکے برخلاف یہ دعویٰ کریں کہ مسیح مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔

بعض علماء نہایت سادگی سے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ انی متوفیک کے آگے جو رافعک
اور بل رفعہ اللہ الیہ قرآن کریم میں آیا ہے اس سے زندہ ہوجانا ثابت ہوتا ہے اور کہتے
ہیں کہ اگر یہ معنے صحیح نہیں تو پھر بجز مسیح کے اور کسی کے حق میں رافعک کا لفظ کیوں نہیں آیا
مگر میں اسی رسالہ ازالہ اوہام میں ان تمام وہموں کا مفصل جواب لکھ چکا ہوں رفع سی

مراد روح کا عزت کیساتھ اٹھائے جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح
کے ہریک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف اٹھائی جاتی ہے اور مسیح کے رفع کا جو
اسجگہ ذکر کیا گیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیح کی دعوت حقیقی قریباً ناکامی رہی اور یہودیوں نے خیال کیا
کہ یہ کاذب ہے کیونکہ ضرور تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا آسمان سے نازل ہو سو انہوں نے اس سے انکار کیا کہ
مسیح کا اور نبیوں کیطرح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف رفع ہو بلکہ اسکو نعوذ باللہ لعنتی قرار دیا اور
لعنتی اسکو کہتے ہیں جسکو عزت کے ساتھ رفع نصیب نہ ہو سو خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ الزام مسیح کے
سر پر سے اٹھا دے سو اول اُسنے اس بنیاد کو باطل ٹھہرایا جس بنیاد پر حضرت مسیح کا لعنتی ہونا
یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے دلوں میں سمجھ لیا تھا اور پھر بعد اسکے بتصریح یہ بھی ذکر کر دیا
کہ مسیح نعوذ باللہ ملعون نہیں جو رفع سے روکا گیا ہے بلکہ عزت کے ساتھ اسکا رفع ہوا ہے
چونکہ مسیح ایک بیکس کیطرح دنیا میں چند روزہ زندگی بسر کر کے چلا گیا اور یہودیوں نے اسکی ذلت کے
لئے بہت سا غلو کیا اسکی والدہ پر ناجائز تہمتیں لگائیں اور اسکو ملعون ٹھہرایا اور راستبازوں
کیطرح اسکے رفع سے انکار کیا اور نہ صرف یہودیوں نے بلکہ عیسائی بھی مؤخر الذکر خیال میں مبتلا ہو گئے
اور کمینگی کی راہ سے اپنی نجات کا یہ حیلہ نکالا کہ ایک راستباز کو ملعون ٹھہراویں اور یہ خیال نہ کیا کہ
اگر مسیح کے ملعون ہونے پر ہی نجات موقوف ہے اور تبھی نجات ملتی ہے کہ مسیح جیسے ایک راستباز پاک
روش خدا تعالیٰ کے پیارے کو لعنتی ٹھہرایا جاوے تو حیف ہے ایسی نجات پر اس سے تو ہزار درجہ دوزخ
بہتر ہے غرض جب مسیح کے لئے دونوں فریق یہود و نصاریٰ نے ایسے دور از ادب القاب روا
رکھے تو خدا تعالیٰ کی غیرت نے نہ چاہا کہ اُس پاک روش کی عزت کو بغیر شہادت کے چھوڑ دیوے
سو اُس نے جیسا کہ انجیل میں پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا ہمارے سید و مولیٰ ختم المرسلین کو مبعوث
فرما کر مسیح کی عزت اور رفع کی قرآن کریم میں شہادت دی رفع کا لفظ قرآن کریم میں کئی جگہ واقع ہے بلکہ
ایکجگہ بلعم کے قصہ میں بھی ہے کہ ہمنے اسکا رفع چاہا مگر وہ زمین کیطرف جھک گیا اور ایک نام
نبی کی نسبت اُسنے فرمایا ورفعناہ مکاناً علیاً در حقیقت یہ بھی ایک ایسا نبی ہے جسکی رفعت سے

لوگوں نے انکار کیا تہا اور چونکہ اس عاجز کی بہی مسیح کیطرح ذلت کیگئی ہے کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی
ملحد اور کوئی بے ایمان نام رکھتا ہے اور فقیہ اور مولوی صلیب دینے کو بہی طیار ہیں جیسا کہ میاں
عبدالحق اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کیلئے مسلمانوں کو کچھ ہاتھ سے بہی کام لینا چاہیئے
لیکن پلاطوس سے زیادہ یہ گورنمنٹ بے گناہ کی رعایت رکھتی ہے اور پلاطوس کیطرح رعیت کے
رعب میں نہیں آتی مگر ہماری اس قوم نے ذلیل کرنیکے لئے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکہا تا دونوں
طرف سے مشابہت ثابت کرکے دکھا دیوے انہیں الہام ہی ہو گئے کہ یہ جہنمی ہے آخر جہنم میں
پڑیگا اور اُنہیں داخل نہیں ہوگا جسکا عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف رفع ہوتا ہے سو
آج میں اس الہام کے معنے سمجہا جو اس سے کئی سال پہلے براہین میں درج
ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے یا عیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ و
جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامہ۔
یعنے یہ مولوی صاحبان عبدالرحمن وعبدالحق تو مجہے اسوقت قطعی دوزخی بناتے ہیں لیکن اُن کے
اس بیان سے دس سال پہلے خدا تعالیٰ مجہے جنتی ہونیکا وعدہ دے چکا ہے اور جسطرح یہودیوں
نے خیال کیا تہا کہ نعوذ باللہ عیسیٰ مسیح لعنتی ہے اور ہرگز عزت کیساتھ اُسکا رفع نہیں ہوگا اور انکے رد
میں یہ آیت نازل ہوئی تہی انی متوفیک ورافعک الیّ اسی طرح خدا تعالیٰ نے اسجگہ بہی
پہلے سے ہی اپنے علم قدیم کیوجہ سے یہ الہام بطور پیشگوئی اس عاجز کے دل پر القا کیا چونکہ وہ
جانتا تہا کہ چند سال کے بعد میاں عبدالحق اور میاں عبدالرحمن اُسی طرح اس عاجز کو لعنتی ٹھیرائیں گے
جسطرح یہودیوں نے حضرت مسیح کو ٹھیرایا تہا اسلئے اُسنے پیش از وقوع اس پیشگوئی کو براہین میں
درج کرا کر گویا سارے جہان میں مشہور کر دیا تا اُسکی قدرت وحکمت ظاہر ہو اور تا یہ بہی معلوم ہو
کہ جسطرح مسیح کے عہد کے مولویوں نے اُسکو لعنتی سمجہا اور اسکے بہشتی ہونیسے انکار کیا اور اُسکا عزت کے
ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف رفع ہونا اور راستبازوں کی جماعت میں جا ملنا قبول نہ کیا ایسا ہی اس
عاجز کے ہم مذہب مولویوں نے اس ناکارہ کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم کرنا چاہا اور

سخت گنہگار مومن کی ہی کسیقدر عزت ہوتی ہے مگر انہوں نے کچھ ہی پروا نہ رکھ کر عام طور پر تقریریں کیں اور خط لکھے اور اشتہار شائع کئے سو خدا تعالیٰ نے اس مشابہت کے پیدا کرنیکے لئے اُنسے ایک کام لیا ہے اور دوزخی یا بہشتی ہونیکی اصل حقیقت تو مرنیکے بعد ہی معلوم ہوگی جس وقت بعض بصد حسرت دوزخ میں پڑے ہوئے کہیں گے۔

مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ -

عیب رندان مکن اے زاہد پاکیزہ سرشت بہ توچہ دانی کہ پس پردہ چہ خوب ست وچہ زشت

اب حاصل کلام یہ ہے کہ جو رفع کا لفظ حضرت مسیح کے لئے قرآن کریم میں آیا ہے وہی لفظ الہام کیطور پر اس عاجز کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اگر کوئی یہ اشکال پیش کرے کہ مسیح تو انجیل میں کہتا ہے کہ ضرور ہے کہ میں مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں تو بیان مذکورہ بالا کیونکر اسکے مطابق ہو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس موت سے حقیقی موت مراد نہیں ہے بلکہ مجازی موت مراد ہے یہ عام محاورہ ہے کہ جو شخص قریب مرگ ہو کر پھر بچ جائے اُسکی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئے سر سے زندہ ہوا مسیح پر جو یہ مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑہایا گیا اور کیلیں اُسکے اعضا میں ٹھوکی گئیں جنسے وہ غشی کیحالت میں ہو گیا یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہیں تھی۔ اور عام طور پر یہ بول چال ہے کہ جو شخص ایسی مصیبت تک پہونچکر بچ جائے اسکی نسبت یہی کہتے ہیں کہ وہ مرمر کر بچا اور اگر وہ کہے کہ میں تو نئے سر سے زندہ ہوا ہوں تو اسباتکو کچھ جھوٹ یا مبالغہ خیال نہیں کیا جاتا۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ کونسا قرینہ خاص مسیح کے لفظ کا اس بات پر ہے کہ اس مرنے سے مراد حقیقی موت مراد نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قرینہ ہی خود حضرت مسیح نے فرمایا ہے جبکہ فقیہ اور فریسی اور یہودیوں نے سوالی اکٹھے ہو کر اسکے پاس گئے کہ تو نے مسیح ہونیکا دعویٰ کیا پس ہم کیونکر بغیر معجزوں کے مان لیں تو حضرت مسیح نے اُن فقیہوں اور مولویوں کو جواب دیا کہ اس زمانہ کے حرامکار لوگ مجھسے معجزہ مانگتے ہیں لیکن انکو بجز یونس نبی کے معجزہ کے

اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائیگا۔

یعنے یہ معجزہ دکھایا جائیگا کہ جیسے یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور مرا نہیں ایسا ہی قدرت الہی سے مسیح بھی تین دن تک بحالت زندگی قبر میں رہیگا اور نہیں مریگا۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ اگر مسیح کے الفاظ مذکورہ بالا کو حقیقی موت پر حمل کرلیں تو یہ معجزہ یونس کی مشابہت باطل ہوجائیگا کیونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں بحالت زندگی رہا تھا نہ مردہ ہوکر سو اگر مسیح مر گیا تھا اور موت کی حالت میں قبر میں داخل کیا گیا تو اسکو یونس کے اس واقعہ سے کیا مشابہت اور یونس کے واقعہ کو اسکے اس واقعہ سے کیا مناسبت اور مردوں کو زندوں سے کیا مماثلت سو یہ کافی اور کامل قرینہ ہے کہ مسیح کا یہ کہنا کہ میں تین دن تک مروں گا حقیقت پر محمول نہیں بلکہ اس سے مجازی موت مراد ہے جو سخت غشی کی حالت تھی۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ مسیح نے مصلوب ہونیکے وقت یہ بھی کہا تھا کہ آج میں بہشت میں داخل ہونگا پس اس سے صفائی کے ساتھ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے سو واضح ہو کہ مسیح کو بہشت میں داخل ہونے اور خدا تعالی کیطرف اٹھائے جانیکا وعدہ دیا گیا تھا مگر وہ کسی اور وقت پر موقوف تھا جو مسیح پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں انی متوفیک ورافعک الی وارد ہے سو اُس سخت گھبراہٹ کیوقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پورا ہوگا چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اُس نے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنیکے موجود ہوگئے ہیں بنظر ظاہر مرنے کی علامت اسباب گمان کیا کہ شاید آج میں مرجاؤنگا سو باعث ہیبت تجلی جلالی حالت موجودہ کو دیکھ کر ضعف بشریت اسپر غالب ہوگیا تھا تبھی اُسنے دل برداشتہ ہوکر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اور کیوں اس وعدہ کا ایفا نہ کیا جو تو نے پہلے سے کر رکھا تھا کہ تو مریگا نہیں بلکہ یونس کیطرح تیرا حال ہوگا اگر کہا جاوے کہ خدا تعالی کے وعدہ حقانیت میں مسیح نے کیوں شک کیا سو واضح ہو کہ یہ شک ضعف بشریت سے ہے۔ جلالی تجلی کے سامنے بشریت کی کچھ پیش نہیں جاتی ہر ایک نبی کو خدا تعالی یہ دن دکھاتا ہے۔ اول وہ کوئی عہد

بشارت اپنے نبی کو دیتا ہے پھر جب وہ نبی اُس وعدہ پر خوش ہو جاتا ہے تو ابتلا کے طور پر چاروں طرف سے ایسے موانع قائم کر دیتا ہے کہ جو نومیدی اور ناکامی پر دلالت کرتے ہوں بلکہ قطع اور یقین کی حد تک پہونچ گئے ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کی لڑائی میں فتح اور نصرت کی بشارت دی اور دوسری طرف جب لڑائی کا وقت آیا تو پھر پتہ لگا کہ مخالفوں کی اسقدر جمعیت ہے کہ بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت کرب و قلق ہوا اور جناب الٰہی میں رو رو کر دعائیں کیں کہ یا الٰہی اس گروہ کو فتح بخش اور اگر تو فتح نہیں دیگا اور ہلاک کر دیگا تو پھر قیامت تک کوئی تیری پرستش نہیں کریگا سو یہ الفاظ درحقیقت اسبات پر دلالت نہیں کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے بلکہ علامات موجودہ کو خلاف مراد دیکھ کر خدا تعالیٰ کے غناء ذاتی پر نظر تھی اور اُسکی جلالی ہیبت سے متاثر ہو گئی تھی اور درحقیقت ہر یک جگہ جو قرآن شریف میں نبی کریم کو کہا گیا ہے کہ تو ہمارے وعدہ میں شک مت کر وہ سب مقامات اسی قسم کے ہیں جنمیں بظاہر سخت ناکامی کی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں اور اسباب مخالفہ نے ایسا رعب ناک اپنا چہرہ دکھایا تھا جنکو دیکھ کر ہر یک انسان ضعف بشریت کیوجہ سے حیران ہو جاتا ہے سو ان وقتوں میں نبی کریم کو بطور تسلّی دہی کے فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نہایت نازک ہے مگر تو بباعث ضعف بشریت شک مت کر یعنے یہ خیال مت کر کہ شاید اس پیشگوئی کے اور معنے ہوں گے۔

راقم رسالہ ہذا اس مقام میں خود صاحب تجربہ ہے عرصہ قریباً تین برس کا ہوا ہے کہ بعض تحریکات کیوجہ سے جنکا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے خدا تعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئیگی اور وہ لوگ بہت عداوت کرینگے اور بہت مانع آئینگے اور کوشش کرینگے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر طرح سے اُسکو تمہاری طرف لائیگا باکرہ ہونیکی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر یک روک کو درمیان سے اُٹھاویگا اور اس کام کو ضرور پورا کریگا کوئی نہیں جو اُسکو روک سکے چنانچہ اس پیشگوئی کا مفصل بیان معہ اُسکی میعاد خاص اور

اُسکی اوقاتِ مقررہ شدہ کے اور معہ اُسکے اُن تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اُسکو باہر کر دیا، اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اور وہ اشتہار عام طور پر طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے جسکی نسبت آریوں کے بعض منصف مزاج لوگوں نے بھی شہادت دی کہ اگر یہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو بلاشبہ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور یہ پیشگوئی ایک سخت مخالف قوم کے مقابل پر ہے جنہوں نے گویا دشمنی اور عناد کی تلواریں کھینچی ہوئی ہیں اور ہر یک کو جو اُنکے حال سے خبر ہوگی وہ اس پیشگوئی کی عظمت خوب سمجھتا ہوگا ہم نے اس پیشگوئی کو اسجگہ مفصل نہیں لکھا تا بار بار کسی متعلق پیشگوئی کی دل شکنی نہ ہو لیکن جو شخص اشتہار پڑھیگا وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا اُسکو اقرار کرنا پڑیگا کہ مضمون اس پیشگوئی کا انسان کی قدرت سے بالاتر ہے اور اسبات کا جواب بھی کامل اور مسکت طور پر اُسی اشتہار سے ملیگا کہ خدا تعالیٰ نے کیوں یہ پیشگوئی بیان فرمائی اور اسمیں کیا مصالح ہیں اور کیوں اور کس دلیل سے یہ انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے۔

اب اسجگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیشگوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶-اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اسکے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہونچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت گویا یہ پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آگئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اسکے اور معنے ہونگے جو میں سمجھ نہیں سکا تب اُسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا الحق من ربک فلا تکونن من الممترین یعنے یہ بات تیرے رب کیطرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے سو اسوقت مجھ پر یہ بھید کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن کریم میں کہا کہ تو شک مت کر سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آیت ایسی ہی نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نومیدی کا میرے پر ہے اور میرے دل میں یقین ہو گیا کہ جب نبیوں پر بھی ایسا ہی وقت آجاتا ہے جو میرے پر آیا تو خدا تعالیٰ تازہ یقین دلانے کیلئے اُنکو کہتا ہے کہ تو کیوں شک کرتا ہے اور مصیبت نے تجھے کیوں نومید کر دیا تو نومید مت ہو۔

(۵) سوال ابن مریم کے اُترنیکا ذکر جو احادیث میں موجود ہے کسی نے سلف اور خلف میں سے اسکی یہ تاویل نہیں کی کہ ابن مریم کے لفظ سے جو ظاہر طور پر حضرت عیسیٰ مسیح سمجھا جاتا ہے درحقیقت یہ مراد نہیں ہے بلکہ کوئی اُسکا مثیل مراد ہے ماسوا اسکے اسبات پر اجماع ہے کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کیا جاوے اور بغیر قرائن قویہ کے باطن کیطرف نہیں پھیرنا چاہیئے۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ سلف اور خلف کیلئے یہ ایک ایمانی امر تھا جو پیشگوئی کو اجمالی طور پر مان لیا جاوے اُنہوں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم اس پیشگوئی کی تہ تک پہونچ گئے ہیں اور درحقیقت ابن مریم سے ابن مریم ہی مراد ہے اگر اُنکی طرف سے ایسا دعویٰ ہوتا تو وہ دجال کے فوت ہوجانیکے قائل نہ ہوتے اور نہ قرآن شریف کے اُن مقامات کو جنمیں مسیح کی موت کا ذکر ہے یونہی بحث سے خارج سمجھکر خاموشی اختیار کرتے اور اگر فرض کیطور پر یہ بھی مان لیں کہ کوئی صحابہ میں سے یہی سمجھ بیٹھا تھا کہ ابن مریم سے ابن مریم ہی مراد ہے تو تب بھی کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے میں قبل اسکے جو پیشگوئی ظہور میں آوے بعض اوقات نبیوں نے بھی غلطی کھائی ہے پھر اگر کسی صحابی نے غلطی کھائی تو کونسے بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست اور فہم تمام اُمت کی مجموعی فراست اور فہم سے زیادہ ہے بلکہ اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جسکو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فراست اور فہم آپکے فہم اور فراست کے برابر نہیں مگر پھر بھی بعض پیشگوئیوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اقرار کیا ہے کہ مینے انکی اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی میں پہلے اس سے چند دفعہ لکھ چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمادیا تھا کہ میری وفات کے بعد میری بیبیوں میں سے پہلے وہ مجھ سے ملیگی جسکے ہاتھ لمبے ہونگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہی بیبیوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کردئے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پیشگوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی اسلئے منع نہ کیا کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے آخر جس غلطی کو پیشگوئی کے ظہور کے وقت نے نکالا اگر زمانہ اُن بی بیوں اُمہات المومنین کو مہلت دیتا اور وہ سب کی سب ہمارے

کہ ایک معنے اپنے اصل سے پھیرے جائیں سو جبکہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت نے مکاشفات اور رویاء صالحہ کیلئے یہی اصل مقرر کر دیا ہے کہ وہ اکثر استعارات سے پُر ہوتے ہیں تو اس اصل سے معنے کو پھیرنا اور یہ دعوی کرنا کہ ہمیشہ پیشگوئیاں ظاہر پر ہی محمول ہوتی ہیں اگر الحاد نہیں تو اور کیا ہے صوم اور صلوٰۃ کیطرح پیشگوئی کو بھی ایک حقیقت منکشفہ سمجھنا بڑی غلطی اور بڑا بھاری دھوکہ ہے یہ احکام تو وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھلا دیئے اور بکلی انکا پردہ اٹھا دیا مگر کیا ان پیشگوئیوں کے حق میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ یہ بکل الوجوہ مکشوف ہیں اور انمیں کوئی ایسی حقیقت اور کیفیت مخفی نہیں جو ظہور کے وقت سمجھ آسکے اگر کوئی ایسی حدیث صحیح موجود ہے تو کیوں پیش نہیں کیجاتی - آپ لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم و فراست نہیں رکھتے صحیح بخاری کی حدیث کو دیکھو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ابریشم کے ٹکڑہ پر حضرت عائشہ صدیقہ کی تصویر دکھائی گئی کہ یہ تیرے نکاح میں آئیگی تو آپنے ہرگز یہ دعوی نکیا کہ عائشہ سے درحقیقت عائشہ ہی مراد ہے بلکہ آپنے فرمایا کہ اگر درحقیقت اس عائشہ کیصورت سے عائشہ ہی مراد ہے تو وہ مل ہی رہیگی ورنہ ممکن ہے کہ عائشہ سے مراد کوئی اور عورت ہو آپنے یہ بھی فرمایا کہ ابوجہل کے لئے مجھے بہشتی خوشہ انگور دیا گیا مگر اس پیشگوئی کا مصداق عکرمہ نکلا اور جبتک خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولدیئے تب تک آپنے اس کی کسی شق خاص کا کبھی دعوی نہ کیا -

آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوجہل سے شرط لگائی اور قرآن شریف کی وہ پیشگوئی مدار شرط رکھی کہ الم غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فی بضع سنين اور تین برس کا عرصہ ٹھہرایا تو آپ پیشگوئی کی صورت کو دیکھ کر فی الفور دور اندیشی کو کام میں لائے اور شرط کی کسیقدر ترمیم کرنیکے لئے ابوبکر صدیق کو حکم فرمایا اور فرمایا کہ بضع سنین کا لفظ مجمل ہے اور اکثر نو برس تک اطلاق پاتا ہے -

ایسا ہی آپنے اُمت کے سمجھانے کے لئے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود

اپنا غلطی کہانا ہی ظاہر فرمایا ہے کیا یہ تعلیم نبوتی کافی نہیں اور کیا یہ تعلیم آواز بلند نہیں پکارتی کہ پیشگوئیوں پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ اور انکی اصل حقیقت حوالہ بخدا کرو اُمت محمدیہ میں تفرقہ مت ڈالو اور تقویٰ کا طریق اختیار کرلو۔

اے حضرات اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں بیٹھ کر فکر کرو اور اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے سادگی سے میری بات کو سوچو قبرستان میں جاؤ اور اپنی موت کو یاد کرکے ایک بے غبار نظر اپنے لئے لاؤ اور خوب دیکھ لو کہ تقویٰ کا کونسا طریق ہے اور احتیاط اور خداترسی کی کونسی راہیں ہیں اگر آپ پر یہ بات مشتبہ ہے جو میں نے پیش کی ہے تو کیا آپ لوگوں کا اسباتمیں بھی کچھ حرج ہو کہ آپ اجمالی طور پر اپنے ایمان پر قائم رہیں اور اُسکی تفاصیل مخفیہ میں خواہ نخواہ دخل نہ دیں اور مجھے میرے خدا تعالیٰ کے ساتھ چھوڑ دیں میں کسی پر جبر نہیں کرتا ایک تبلیغ ہے کوئی سُنے یا نہ سُنے اگر کسیکو خدا تعالیٰ یقین بخشے اور وہ مجھے پہچان لے اور میری باتوں کو مان لیوے تو میرا خاص طور پر بھائی ہے اور اُسکو بلاشبہ اپنے ایمان کا اجر ہے لیکن اگر آپ لوگ اتنا ہی کریں کہ اِس پیشگوئی کے دقایق مخفیہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر رکھیں اور ایمان کی حد پر ٹھہرے رہیں اور خواہ نخواہ کامل عرفان کا دعویٰ نہ کریں تو سوچو اسمیں آپکے لئے خرابی کیا ہے اور عنداللہ کونسا مواخذہ ہے کیا اگر آپ ایسا کریں تو اس سے آپکو مواخذہ ہوگا لیکن اگر آپ اپنے ایمان کی حد سے بڑھکر قدم رکھیں اور وہ دعویٰ کریں جسکا آپکو علم نہیں دیا گیا تو بیشک اِس دخل بیجا کی باز پرس ہوگی۔

اے حضرات مولوی صاحبان کیوں لوگوں کو بلا میں ڈالتے ہو اور کیوں اپنے علم سے بڑھکر دعویٰ کرتے ہو اگر ابن مریم کے نزول کی حدیث میں کوئی مخالفانہ قرینہ قایم نہ ہوتا اور صرف الہام ہی کے ذریعہ ایک مسلمان اسکے معنے آپ پر کھولتا کہ ابن مریم سے اِسجگہ درحقیقت ابن مریم مُراد نہیں ہے تب ہی مقابل اسکے آپ لوگوں کو یہ دعویٰ نہیں پہونچتا تہا کہ ابن مریم سے مراد درحقیقت ابن مریم ہے کیونکہ مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کے لئے

اس زمانہ تک زندہ ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کے عہد سے لیکر آجتک تمام اُمت کا اسی بات پر اتفاق ہو جانا کہ پہلے لمبے ہاتھ والی بی بی فوت ہوگی اور پھر ظہور کیوقت جب کوئی اور ہی بیوی پہلے فوت ہو جاتی جسکے اوروں کی نسبت لمبے ہاتھ نہ ہوتے تو اس تمام اجماع کو کیسی خجالتیں اٹھانی پڑتیں اور کسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کراتے اور اپنے ایمان کو شبہات میں ڈالتے۔

اسوقت مجھے ایک دوست کی بات یاد آئی ہے خدا اُنکو غریق رحمت کرے نام اُن کا حافظ ہدایت علی تھا اور وہ کسی زمانہ میں ضلع گورداسپور کے اکسٹرا اسسٹنٹ تھے اور مدت تک شاہ پور میں تحصیلدار بھی رہے ایک مجلس میں انہوں نے فرمایا کہ جسقدر بعض امور کے ظہور کا آخری زمانہ کے بارے میں وعدہ دیا گیا ہے اور بعض پیشگوئیاں فرمائی گئیں ہیں ہمیں انکی نسبت یہ اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورتوں ہی میں ظہور پذیر ہونگی تا اگر آئندہ انکی حقیقت کسی اور طور پر کھلے تو ہم ٹھوکر نہ کھاویں اور ہمارا ایمان سلامت رہ جائے اور کہا کہ چونکہ غالباً ہم اسی زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں جسکو آج سے کچھ کم تیرہ سو برس پہلے آخری زمانہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ انہیں سے بعض پیشگوئیاں ہماری ہی زندگی میں ظاہر ہو جائیں سو ہمیں اجمالی ایمان کا اصول محکم پکڑنا چاہیئے اور کسی شق پر ایسا زور نہیں دینا چاہیئے جیسا کہ اس حالتمیں دیا جاتا ہے کہ جب ایک حقیقت کی تہ تک ہم پہونچ جائیں تم کلامہ۔

اور واقعی یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ اُمت کے اجماع کو پیشگوئیوں کے امور سے کچھ تعلق نہیں وہ ہمارے حال کے مولویوں کو یہ سخت دھوکا لگا ہوا ہے کہ پیشگوئیوں کو بھی جنکی اصل حقیقت ہنوز در پردہ غیب ہے اجماع کے شکنجہ میں کھینچنا چاہتے ہیں۔

دراصل پیشگوئیاں حاملہ عورتوں سے مشابہت رکھتی ہیں اور مثلاً ہم ایک حاملہ عورت کی نسبت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اُسکے پیٹ میں کوئی بچہ موجود ہے اور یقیناً وہ نو مہینے اور دس دن کے اندر اندر پیدا بھی ہو جائیگا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا شکل رکھتا ہے اور اُسکی حالت جسمی کیسی ہے اور اُسکے نقوش چہرہ کس طرز کے واقعہ ہیں اور لڑکا ہے یا بلاشبہ لڑکی ہے۔

شاید اسجگہ کسی کے دلمیں یہ اعتراض خیجان کرے کہ اگر پیشگویوں کا ایسا ہی حال ہے تو لایق اعتبار نہیں اور اس لایق نہیں کہ نبی کی نبوت پر بطور دلیل اور شاہد ناطق کے تصور کیجائیں یا کسی مخالف منکر کے سامنے پیش کیجائیں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ بات پیشگوئیاں کبھی اپنے ظاہر پر ہی پوری ہو جاتی ہیں اور کبھی باطنی طور پر انکا ظہور ہوتا ہے اس سے ربانی پیشگویوں کی عظمت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا بلکہ باریک بینوں کی نظر میں اور بھی عظمت کہتی ہے کیا اگر ایک فلاسفر کا قول کوئی موٹی عقل کا آدمی اُلٹے طور پر سمجھ لیوے اور پھر اسکے معقول معنے جو نہایت مدلّل اور ثابت شدہ ہیں کُھل جائیں تو اُس غلطی سے اِن صحیح معنوں کو کچھ حرج پہونچ سکتا ہے ہرگز نہیں ؟

ماسوا اسکے پیشگوئیوں میں ایک قدر مشترک بہرحال ایسا باقی رہتا ہے کہ خواہ وہ حقیقت پر محمول سمجھے جائیں اور یا بالآخر کوئی مجازی معنے نکل آویں وہ قدر مشترک بدیہی طور پر ظاہر کر دیتا ہے کہ یہ پیشگوئی درحقیقت سچی اور انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔

علاوہ اسکے جن پیشگویوں کو مخالف کے سامنے دعوی کیطور پر پیش کیا جاتا ہے وہ ایک خاص طور کی روشنی اور بداہت اپنے اندر رکھتی ہیں اور ملہم لوگ حضرت احدیت میں خاص طور پر توجہ کر کے انکا زیادہ تر انکشاف کر لیتے ہیں مگر معمولی طور پر بہت کچھ چھپے ہوئے پیشگوئیاں ہوتے ہیں اور یہ سراسر نادانی کی ضد ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ خواہ نخواہ پیشگوئی حقیقت پر محمول ہوا کرتی ہے جنہے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کو دیکھا ہوگا وہ اسبات کو خوب جانتا ہوگا کہ کسقدر پیشگوئیوں میں استعارات اُن کتابوں نے استعمال کئے ہیں یہانتک کہ بعض مواضع میں دن ذکر کر کے اس سے برس مراد لیا ہے درحقیقت پیشگوئیاں از قبیل مکاشفات ہوتی ہیں اور اُس چشمہ سے نکلتی ہیں جو استعارات کے رنگ سے بھرا ہوا ہے خوابوں کو دیکھو کیا کوئی سیدھے طور پر بھی خواب آتی ہے مگر شاذ و نادر۔ ایسا ہی خدا تعالے مکاشفات کو استعارات کی خلعت سے آراستہ کر کے اپنی بھیدوں کی معرفت ظاہر کرتا ہے سو اس صداقت کے کہ جسکا نام الحاد رکھنا خود الحاد ہے کیونکہ الحاد اسیکو کہتے ہیں

اور وفات یافتہ نبی بھی پھر دنیا میں آجائیگا۔ لہذا یہ بات بہ بداہت ثابت ہو کہ ابن مریم سے وہ ابن مریم رسول اللہ
مراد نہیں ہے جو فوت ہو چکا اور فوت شدہ جماعت میں جا ملا اور خدا تعالیٰ کی اس حکمت عجیبہ پر بھی نظر ڈالو
کہ اس نے آج سے قریباً دس برس پہلے اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھا اور بتوفیق و فضل خود براہین میں
چھپوا کر ایک عالم میں اس نام کو مشہور کر دیا۔ اب ایک مدت دراز کے بعد اپنے خاص الہام سے ظاہر فرمایا کہ یہ وہی مسیح
ہے جسکے آنیکا وعدہ دیا تھا۔ برابر دس برس تک لوگ اس نام کو کتاب براہین میں پڑھتے رہے اور خدا تعالیٰ نے
دس برس تک اس دوسرے الہام کو جو پہلے الہام کے لئے بطور تشریح تھا پوشیدہ رکھا تا اسکی یہ حکمت کام
ایک غور کرنیوالے کی نظر میں بناوٹ سے منزہ ثابت ہو جائیں کیونکہ بناوٹ کا سلسلہ اسقدر لمبا نہیں
ہو سکتا جسکی بنیاد ایک طول طویل مدت سے پہلے ہی رکھی گئی ہو فتدبروا یا اولو الابصار۔

(۷) **سوال**۔ یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ اور مثیل مسیح بھی آویں تو کیا انہیں سے
موعود ایک ہی ہے جو آپ ہیں یا سب موعود ہونگے اور کن کن کو ہم سچا موعود تسلیم کریں۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جسکا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کے رو سے ضروری طور پر
قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی مقدس
پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا لیکن اگر کسی کے دل میں یہ خلجان پیدا ہو کہ بعض احادیث کی اس آنیوالے مسیح کی
علامات سے ظاہر مطابقت معلوم نہیں ہوتی جیسی مسلم کی دمشقی حدیث تو اول تو اسکا یہی جواب ہے کہ درحقیقت یہ
سب استعارات ہیں اور مکاشفات میں استعارات غالب ہوتے ہیں بیان کچھ کیا جاتا ہے اور مراد اس سے کچھ لیا جاتا ہے
سو یہ ایک بڑا دھوکا اور غلطی ہے جو انکو ظاہری طور پر مطابق کرنیکے لئے کوشش کیجائے اور یا اس تردد اور فکر اور حیرت
میں ہیچ پیچ میں ڈالا جائے کہ کیوں یہ نشانیاں ظاہر طور پر مطابق نہیں آ سکیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ان حدیثوں کی تشریح کے وقت
فریق مخالف کو بھی اکثر مقامات میں تاویلوں کی حاجت پڑی ہے اور بڑے تکلف کے ساتھ تاویلیں کی ہیں جیسے مسیح ابن مریم کا یہ عمدہ
کام جو بیان کیا گیا ہے جو وہ دنیا میں آکر خنزیروں کو قتل کریگا دیکھنا چاہئے کہ اسکی تشریح میں علماء نے کسقدر الفاظ کو ظاہر سے
باطن کی طرف پھیرنے کے لئے کوشش کی ہے ایسا ہی دجال کے طواف کعبہ میں کسقدر دور از حقیقت تاویلوں سے
کام لیا ہے سو اگر فریق ثانی ان مقامات میں تاویلوں سے بکلی دستکش رہتے تو البتہ وہ بہیں قول خیال کرنے کیسقدر معذور ٹھہرتے

لیکن اب وہ آپ ہی اس راہ پر قدم مار کر کس نئے بیجا گو والا الزام دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ چونکہ درحقیقت یہ کشفی
جاتے ہیں استعارات سے پُر ہیں۔ اس لئے کسی فریق کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ہر یک جگہ ظاہر پر حمل کر سکے لیے اہل
حدیث ابی داؤد کے بتلا رہی ہے کہ ان مکاشفات میں ظاہر پرست و دو روزہ دہر کا لحاظ نہ کرے مگر کوئی بھی ان کی ہدایت کو
قبول نہیں کرتا جو قبر کے عذاب کی نسبت حدیثوں میں بکثرت یہ بیان پایا جاتا ہے کہ اس میں کہیں گے۔ ہونگی سانپ بچھو
ہونگے اور سانپ ہونگے اور آگ ہوگی اگر ظاہر پر ہی ان حدیثوں کو حمل کرنا ہے تو ایسی چند قبریں کھود کر ذرا ہمیں
سانپ اور بچھو دکھلاؤ۔

پھر بعد اس کے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ظاہر پر ہی ان بعض مختلف حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالت موجودہ سے
مطابقت نہیں رکھتیں محمول کیا جائے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز
کے ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دے جو منجانب اللہ مثیل مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو اور ہر یک
آدمی سمجھ سکتا ہے کہ متبعین کے ذریعہ سے بعض خدمات کا پورا ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ سے
وہ خدمات پوری کیں بالخصوص جب بعض متبعین فنا فی الشیخ کی حالت اختیار کر کے ہمارا ہی روپ لیں اور خدا تعالیٰ
کا فضل انہیں وہ مرتبہ ظلی طور پر بخش دیوے جو ہمیں بخشا تو اس صورت میں بلاشبہ اُن کا ساختہ پرداختہ ہمارا ساختہ پرداختہ
ہے کیونکہ جو ہماری راہ پر چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں اور جو ہمارے مقاصد کو ہم میں ہو کر پورا کرتا ہے وہ درحقیقت ہمارے ہی وجود میں داخل
ہے اس لئے وہ جزو اور شاخ ہونے کی وجہ سے مسیح موعود کی پیشگوئی میں بھی شریک ہے کیونکہ وہ کوئی جدا شخص نہیں پس
اگر ظلی طور پر وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مثیل مسیح کا نام پاوے اور موعود میں بھی داخل ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ گو
مسیح موعود ایک ہی ہے مگر اس ایک میں ہو کر سب موعود ہی ہیں کیونکہ وہ ایک ہی درخت کی شاخیں اور ایک ہی مقصد
موعود کی روحانی یگانگت کی راہ سے متمم و مکمل ہیں اور انکو ایک ہی وجود شناخت کرو گے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ
کے وعدے جو اُسکے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی نسبت ہوتے ہیں کبھی تو بلاواسطہ پورے ہوتے ہیں اور کبھی بالواسطہ
انکی تکمیل ہوتی ہے حضرت مسیح ابن مریم کو ہی جو نصرت اور فتح کے وعدے دیئے گئے تھے وہ انکی زندگی میں پورے نہیں ہوئے
بلکہ ایک دوسرے نبی کے ذریعہ سے جو تمام نبیوں کا سردار ہے یعنی سیدنا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الرسل کے
ظہور سے پورے ہوئے اور اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو جو کنعان کی فتح کی بشارتیں دی گئیں تھیں بلکہ صاف صاف

الہام الٰہی قرینہ قویہ کا کام دیسکتا ہے اور آپ حسن ظن کے لئے مامور ہیں۔

لیکن اس جگہ تو صرف الہام ہی نہیں دوسرے قرائن قویہ بھی موجود ہیں کیا یہ کم قرینہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کی وفات کے بارہ میں تو تیس آیتیں بیان کیں مگر اُنکے زندہ رہنے اور زندہ اُٹھائے جانے پر اشارہ تک نہیں کیا۔ کیا یہ کم قرینہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے ابن مریم کا وہ حلیہ بیان نہیں کیا جو جانیوالے کا بیان فرمایا۔ کیا یہ کم قرینہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح ایک اُمتی ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اُسکو دیکھا۔

اور یہ عذر کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کیا جائے یعنی قرآن اور حدیث کے ظاہری معنے لینے چاہیئے سو واضح ہو کہ یہ عذر درحقیقت ایسا عذر ہے جس سے ہمارے مخالفوں پر ہماری حجت پوری ہوتی ہے کیونکہ یہ ناجائز طریقہ انہیں لوگوں نے اختیار کیا ہے کہ نصوص بینہ کلام الٰہی کو بغیر قیام قرینہ کے باطن کیطرف پھیر رہے ہیں۔ قرآن کریم نے اپنے پچیس مقام میں توفی کے لفظ کو قبض روح کے معنوں پر استعمال کیا ہے اور صاف جابجا ظاہر کر دیا ہے کہ توفی کے یہ معنے ہیں کہ روح قبض کیجائے اور جسم کو چھوڑ دیا جائے لیکن یہ لوگ [خدا اِن کو ہدایت دے] تیئیس مقام میں تو یہی معنے مذکورہ بالا قبول کرتے اور دو مقام میں جن جگہوں میں جہاں مسیح کی وفات کا ذکر ہے اور اور معنے گھڑتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ظواہر نصوص سے انہوں نے مُنہ پھیر لیا ہے۔ ہاں ابن مریم کے نزول سے جو حدیثوں میں آیا ہے ہمارے نزدیک درحقیقت اُس کا مراد ہے مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ ہم نے نص کو ظاہر سے باطن کیطرف پھیر دیا ہے بلکہ قطع نظر الہام الٰہی سے یہ استعارہ اسلئے ماننا پڑا کہ نصوص بینہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ اسکو حقیقت پر حمل کرنے سے روکتی ہیں چنانچہ ہم بار بار اِن دلائل صریحہ واضح کو بیان کر چکے ہیں کہاں تک اعادہ کلام کریں۔

(۷) **سوال** مسیح موعود کے ساتھ احادیث میں کہیں مثیل کا لفظ دیکھا نہیں جاتا یعنے کسی جگہ نہیں لکھا کہ مثیل مسیح ابن مریم آویگا بلکہ یہ لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم آوے گا۔

اما الجواب پس سمجھنا چاہیئے کہ جب خدا تعالیٰ نے آنیوالے مثیل مسیح کا ابن مریم ہی نام رکھدیا

تو پھر وہ اسکو مثیل ابن مریم کہنے کیوں لگتا منافی نام سوچو کہ جو لوگ اپنی اولاد کے نام موسیٰ و داؤد و عیسیٰ وغیرہ رکھتے
ہیں اگرچہ انکی غرض تو یہی ہوتی ہے کہ وہ نیکی و خیر و برکت میں اُن نبیوں کے مثیل ہو جائیں مگر پھر وہ اپنی اولاد کو
اس طرح کرکے تو نہیں پکارتے کہ اے مثیل موسیٰ اے مثیل داؤد اے مثیل عیسیٰ بلکہ اصل نام ہی بطور تفاؤل
پکارا جاتا ہے پس کیا انسان محض تفاؤل کی راہ سے کر سکتا ہے وہ قادر مطلق نہیں کر سکتا کیا اسکو طاقت نہیں
کہ ایک آدمی کی روحانی حالت کی یکدوسرے آدمی سے مشابہ کرکے وہی نام اُسکا بھی رکھدیوے کیا اسنے ایسی روحانی
حالت کیوجہ سے حضرت یحییٰ کا نام ایلیا نہیں رکھدیا تھا؟ کیا ایسی روحانی مناسبت کیوجہ سے حضرت مسیح ابن مریم کا
[illegible] نہیں رکھا گیا اور یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کے پوتے کا نام تھا
اور وہ باپ تھا مسیح ابن مریم کے آبائی ان لفظوں میں بشارت دی گئی کہ یہودا سے ریاست کا عصا جدا
نہ ہوگا جب تک سیلا نہ آوے یہ کہا گیا کہ جب تک ابن مریم نہ آوے تو چونکہ مسیح ابن مریم اُن خاندان سے پیدا
ہونیوالا تھا جیسے یہودا کا پوتا تھا اسوجہ سے اسکا نام سیلا بھی رکھا گیا۔ ایسا ہی توریت پیدائش باب ۴۸ آیت ۱۶ میں
ہے کہ حضرت یعقوب نے دعا کی کہ جب یوسف کے بیٹے آئے اور یوسف کے لڑکوں کیلئے دعا کرکے کہا کہ
وہ خدا جسنے ساری عمر آج کے دن تک میری پالنا کی ان جوانوں کو برکت دیوے اور جو میرا اور میرے باپ دادوں
ابراہام اور اسحاق کا نام ہے سو پکارا جاوے پس اللہ جلشانہ کی یہ عادت قدیمہ ہے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ
روحانی مناسبت کیوجہ سے جو ایک کا نام ہے وہ دوسرے کا رکھ دیتا ہے ابراہیمی المشرب اسکے نزدیک ابراہیم ہے اور
موسوی المشرب اسکے نزدیک موسیٰ ہے اور عیسوی المشرب اسکے نزدیک عیسیٰ ہے اور جو ان تمام مشربوں سے حصہ رکھتا ہے
وہ ان تمام ناموں کا مصداق ہے۔ ہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ ابن مریم کے لفظ کو اسکے ظاہری اور متبادر
معنوں سے کیوں پھیرا جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بوجہ قیام قرینہ قویہ کے کیونکہ قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بوضاحت ناطق ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ جان بحق ہوا اور خدا تعالیٰ کیطرف اُٹھایا گیا اور اپنے بھائیوں
میں جا ملا اور رسول مقبول نبی آخرالزمان نے اپنی معراج کی رات میں یحییٰ نبی شہید کے ساتھ دوسرے آسمان میں
اُسکو دیکھا یعنے گذشتہ اور وفات یافتہ لوگوں کی جماعت میں اُسکو پایا قرآن کریم و احادیث صحیحہ نے جسکی
و بشارت بتواتر دی ہے وہ یہ ہیں کہ مثیل ابن مریم اور دوسرے مثیل بھی آئینگے مگر کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ کوئی گذشتہ

حضرت موصوف کو وعدہ دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو کنعان میں لیجائیگا اور کنعان کی سرسبز زمین کا انہیں مالک کردیگا
یہ وعدہ حضرت موسیٰ کی زندگی میں پورا نہ ہوسکا اور وہ راہ میں ہی فوت ہوگئے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ پیشگوئی غلط
نکلی جو اب تک توریت میں موجود ہے کیونکہ موسیٰ کی وفات کے بعد موسوی قوت اور موسوی روح اُسکے شاگرد یوشع کو
عطا ہوئی اور وہ خدا تعالیٰ کے حکم اور اُسکی نفخ روح سے موسیٰ ہی بنکر اور موسوی صورت پکڑ کر وہ کام بجا لایا جو موسیٰ کا
کام تھا سو خدا تعالیٰ کے نزدیک موسیٰ ہی تھا کیونکہ اس نے موسیٰ میں ہو کر اور موسیٰ کی پیروی میں پوری فنا حقیقیہ
کر کے اور خدا تعالیٰ سے موسوی روح پا کر اُس کام کو کیا تھا ایسا ہی ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
توریت میں بعض پیشگوئیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بلاواسطہ پوری نہیں ہوسکیں بلکہ
وہ بواسطہ ان خلفاء کرام کے پوری کی گئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی میں فانی تھے
سو اس میں کون کلام کرسکتا ہے جو ایک مومن اللہ کی نسبت جن جن فتوحات امور عظیمہ کا تذکرہ پیشگوئی کے لباس میں
ہوتا ہے اُس میں یہ ہرگز ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ وہ سب کچھ اُسی کے ذریعہ پورا بھی ہو جائے بلکہ اُس کے خالص متبعین اسکے
ابنوں اور پیروں کی طرح سمجھے جاتے ہیں اور اُنکی تمام کاروائیاں اُسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں جیسے ایک سپہ سالار
کسی معرکہ جنگ میں عمدہ عمدہ سپاہیوں اور مددگاروں کی مدد سے کسی دشمن کو گرفتار کرتا ہے یا قتل کردیتا ہے تو وہ تمام
کاروائی اُسی کی طرف منسوب کیجاتی ہے اور بلا تکلف کہا جاتا ہے کہ اس نے گرفتار کیا یا قتل کیا۔ پس جبکہ بمحاورہ
شائع متعارفہ کے تو اس بات میں کونسا تکلف ہے کہ اگر فرض کے طور پر بھی تسلیم کرلیں کہ بعض پیشگوئیوں کا اپنی
ظاہری صورت پر بھی پورا ہونا ضروری ہے تو ساتھ اسکے یہ بھی تسلیم کرلینا چاہیئے کہ وہ پیشگوئیاں ضرور
پوری ہونگی اور ایسے لوگوں کے ہاتھ سے اُنکی تکمیل کرائی جائیگی جو پورے طور پر پیروی کے راہ میں
فانی ہونیکی وجہ اور نیز آسمانی روح لینے کی باعث سے اس عاجز کے وجود کے ہی حکم میں ہونگے اور ایک
پیشگوئی بھی جو براہین میں درج ہوچکی ہے اسی کی طرف اشارہ کررہی ہے اور وہ الہام یہ ہے یا عیسیٰ
انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ
اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جسکا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین
میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔

(۸) **سوال** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں کا یہی عقیدہ تھا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہی دوبارہ دنیا میں آئینگے پس اگر یہ عقیدہ صحیح نہیں تھا تو کیوں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسکی تکذیب نہ کی بلکہ حدیثوں میں ابن مریم کے آنیکا وعدہ دیا گیا۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں اس عقیدہ کی تکذیب کردی جبکہ بیان کردیا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے اور پھر مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کا کہیں ذکر نہیں کیا اور حدیثوں نے بھی اس معاملہ بارہ میں کہیں قرآن شریف کی مخالفت نہیں کی گئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملیگی جو مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا جانا بیان کرتی ہو غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عقیدہ کی تکذیب کرنے میں کچھ فرق نہیں رکھا آنیوالے مسیح کا حلیہ ٹھہرایا علیہ اول و آخر میں اختلاف ڈالدیا اور مسیح کا فوت ہو جانا بیان کر دیا اسقدر بیان کافی تھا اور چونکہ پیشگوئیوں میں خلق اللہ کے ابتلاء کیلئے یہ بھی منظور ہوتا ہے جو کچھ کیفیت انکی پوشیدہ رکھی جائے اسلئے کسیقدر پوشیدہ بھی رکھا گیا تا وقت پر صادقوں اور کاذبوں کا امتحان ہو جائے۔ یہ بیان بھی صحیح نہیں کہ عیسائیوں کا متفق علیہ یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح دنیا میں پھر آئینگے کیونکہ بعض فرقے انکے حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کے قائل ہیں اور حواریوں کی دونوں انجیلوں نے یعنی متی اور یوحنا نے اس بیان کی ہرگز تصدیق نہیں کی کہ مسیح درحقیقت آسمان پر اٹھایا گیا ہاں مرقس اور لوقا کی انجیل میں لکھا ہے مگر وہ حواری نہیں ہیں اور نہ کسی حواری کی روایت سے انہوں نے لکھا۔

(۹) **سوال** لیلۃ القدر کے اور معنی کرکے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا ہے۔

اما الجواب معترض صاحب نے اس اعتراض سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہیں وہ بھی مسلم اور بجا ہیں اور ساتھ اسکے یہ بھی معنے ہیں اور ان دونوں میں کچھ منافات نہیں قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے اور بطن بھی اور صدہا معارف اسکے اندر پوشیدہ ہیں پس اگر اس عاجز نے قسم ثانی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے تو کہاں سے سمجھا گیا کہ پہلے معنوں سے انکار کیا ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر القرون نہیں کہلاتا ؟ کیا اس زمانہ کی عبادات ثواب میں کچھ کم تھیں ؟ کیا اس زمانہ میں نصرت دین کے لیے فرشتے نازل نہیں ہوتے تھے ؟

کیا روح الامین نازل نہیں ہوتا تھا۔ جبکہ ظاہر ہے کہ لیلۃ القدر کے تمام آثار و انوار و برکات اس زمانہ میں موجود تھے
ایک ظلمت بھی موجود تھی جسکے دور کرنیکے لئے یہ انوار و ملایک اور روح الامین اور طرح طرح کی روشنی نازل ہو رہی تھی پھر اگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس مقدس زمانہ کا نام بھی الہام الٰہی سے لیلۃ القدر ظاہر کیا گیا تو اس سے کونسی قباحت
لازم آگئی جو شخص قرآن شریف کے ایک معنی کو مسلم رکھکر ایک دوسرا لطیف نکتہ اسکا بیان کرتا ہے تو کیا اُسکا ملحد نام
رکھنا چاہیئے۔ اس خیال کے آدمی بلاشبہ قرآن شریف کے دشمن اور اُس کے اعجاز کے منکر ہیں۔

(۱۰) **سوال** ملایک اور جبرئیل علیہ السلام کے وجود سے انکار کیا ہے اور انکو توضیح مرام میں صرف کواکب کی قوتیں ٹھہرایا

اما الجواب یہ آپکا دھوکا ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ عاجز ملایک اور حضرت جبرئیل کے وجود کو اسیطرح مانتا ہے
جسطرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے۔ اور جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے ملایک کی اجرام سماوی سے
خادمانہ تعلق پائی جاتی ہیں یا جو جو کام خاص طور پر انہیں سپرد ہو رہے ہیں اُسی کی تشریح رسالہ توضیح مرام میں ہے۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است — سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

(۱۱) **سوال** رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوی کیا ہے۔

اما الجواب نبوت کا دعوی نہیں بلکہ محدثیت کا دعوی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اسمیں کیا
شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے جسحالتمیں رویا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے
ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کیگئی ہے جسکے لئے
صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اسکو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جاوے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جاوے
تو کیا اس سے نبوت کا دعوی لازم آگیا۔ قرآن شریف کی وہ قرأت یاد کرو جو ابن عباس سے لی ہے اور وہ یہ ہے
وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ ثم ینسخ اللہ
ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے اور اگر
ایسا ہی ہے تو پھر اس آیت کے کیا معنے ہیں انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا اے غافلو
اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب۔

(۱۲) **سوال** سورۃ زخرف میں یہ آیت موجود ہے وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا (الجزو

یعنے وہ قیامت کے وجود پر نشان ہے سو تم باوجود موجود ہونے نشان کے قیامت کے بارے میں
شک مت کرو۔ نشان سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں جو قیامت کے قریب نازل ہونگے اور اس آیت سے انکا
نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اما الجواب ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اس آیت کو پیش کر کے قیامت کے منکرین کو ملزم کرنا چاہتا ہے کہ تم اس
نشان کو دیکھ کر پھر مُردوں کے جی اُٹھنے سے کیوں شک میں پڑے ہو سو اس آیت پر غور کر کے ہر یک عقلمند
سمجھ سکتا ہے کہ اسکو حضرت عیسیٰ کے نزول سے کچھ بھی تعلق نہیں آیت تو یہ بتلا رہی ہے کہ وہ نشان مردوں کے
جی اُٹھنے کا اب موجود ہے اور منکرین کو ملزم کر رہی ہے کہ اب بھی تم کیوں شک کرتے ہو۔
سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا اس آیت میں یہ مطلب ہے کہ جب حضرت مسیح آسمان سے نازل
انکا آسمان سے نازل ہونا مردوں کے جی اُٹھنے کے لئے بطور دلیل یا علامت کے ہوگا تو پھر
ظہور سے پہلے خدا تعالیٰ لوگوں کو کیونکر ملزم کر سکتا ہے کیا اسطرح اتمام حجت ہو سکتا ہے کہ دلیل
ہوئی اور کوئی نام و نشان اُسکا پیدا نہیں ہوا اور پہلے سے ہی منکرین کو کہا جاتا ہے کہ اب
یقین نہیں کرتے کیا انکی طرف سے یہ عذر صحیح طور پر نہیں ہو سکتا کہ یا الٰہی ابھی دلیل یا نشان قیامت
کہاں ظہور میں آیا جسکی وجہ سے فلا تمترن بھا کی دھمکی ہمیں دیجاتی ہے کیا یہ اتمام حجت کا طریق ہے
کہ دلیل تو ابھی پردہ غیب میں ہو اور سمجھا جائے کہ الزام پورا ہو گیا ہے ایسے معنی قرآن شریف کیطرف
منسوب کرنا گویا اُسکی بلاغت اور پُر حکمت بیان پر دھبہ لگانا ہی سچ ہے کہ بعض نے یہی معنے لئے
ہیں مگر انہوں نے سخت غلطی کھائی بلکہ حق بات یہ ہے کہ انہ کا ضمیر قرآن شریف کیطرف پھرتا ہے اور
آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اُٹھنے کے لئے نشان ہے کیونکہ اس سے مُردہ دل زندہ ہوتے ہیں
قبروں میں گلے سڑے ہوئے باہر نکلتے آتے ہیں اور خشک ہڈیوں میں جان پڑتی جاتی ہے چنانچہ
قرآن شریف خود اپنے تئیں قیامت کا نمونہ ظاہر کرتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وانزلنا من السماء
ماءً طہوراً لنحیی بہ بلدۃ میتاً (سورۃ الفرقان جز نمبر ۱۹) یعنے ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا
یعنے قرآن تا ہم اسکے ساتھ مردہ زمین کو زندہ کریں۔ پھر فرماتا ہے واحیینا بہ بلدۃ میتا کذلک

دلچسپ مذہبی کتابیں
مندرجہ ذیل کتابیں دفتر الحکم قادیان یا حکیم فضل الدین صاحب مہتمم کتب خانہ
حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کرنے پر بذریعہ
وی پی یا نقد قیمت آنے پر روانہ ہو سکتی ہیں۔
تفسیر القرآن پارہ اول عہ
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۳/
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۲/
رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء عسہ
سلک مروارید ۴/
حکیم الامت کے دو خط ۲/
فیصلہ آسمانی ۳/
سواء السبیل ۲/
احسن الکلام ۲ پائی
اعلام الناس حصہ دوم ۶/
اربعین نمبر اول ۶ پائی
محمود کی آمین ۳ پائی
درثمین جیبی تقطیع
فیض احمدی
حضرت اقدس کی تقریر اور خط ۲/
تفسیر سورۃ تبت ۲/
اصلاح النظر ۲/
الانذار ۴/
برہان الحق ۳/
رسالہ مسلمانوں کا خدا اور اُسکے حضور میں دعا ۲/
فک الشک ۱/
تحذیر المومنین ۸/
اعلام الناس حصہ اول ۴/
دعوۃ الحق ۹ پائی
اربعین نمبر دوم ۱/
شرائط بیعت ۲ پائی
قسطاس المستقیم ۴/
قصیدہ فارسی ۳ پائی

ست بچن دوبارہ چھپ رہا ہے

ست بچن
جیسی عظیم الشان
کتاب جس نے سکھوں پر
حجت ملزمہ قائم کردی ہے عرصہ سے
ختم ہو چکی تھی۔ اکثر احباب کے اصرار پر اسکے
دوبارہ چھاپنے کا انتظام کیا گیا ہے چنانچہ
اس وقت کتاب مذکور چھپ رہی ہے اور
قریباً چار جزو چھپ چکی ہے۔ ست بچن اور آریہ دھرم
دونو الگ الگ طبع ہوں گی۔ ست بچن اور آریہ دھرم
کی مجموعی قیمت پہلے عہ تھی۔ اور اب دونو کتابیں غالباً
ایک روپیہ میں مل سکیں گی محصول اس سے الگ ہوگا
سردست کتاب مذکورہ ۲۰۰۰ چھپ رہی ہے اس لئے
درخواستیں بہت جلد آنی چاہئیں ورنہ تیسرے
ایڈیشن کا انتظار ہوگا۔ درخواستیں حکیم
فضل الدین صاحب
یا دفتر
الحکم
میں
بھیجنی چاہئیں۔

[illegible]

ازالۂ اوہام

فیہ بأس شدید ومنافع للناس

الحمد والمنۃ کہ بماہ مبارک ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۸ھ کتاب جامع معارف

قرآنی وشارح اسرار کلام ربانی از تالیفات مرسل

یزدانی و مامور رحمانی جناب میرزا

غلام احمد صاحب قادیانی

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حافظ حکیم فضل الدین صاحب

مالک مطبع کے اہتمام سے باردوم ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کو چھپکر شائع ہوا

تعداد ... ۰۰

قیمت ۱۲ ار علاوہ محصولڈاک

یعنے قرآن کے ساتھ ہم نے زمین مردہ کو زندہ کیا ایسا ہی حشر اجساد بھی ہوگا۔ پھر فرماتا ہے
انا نحن نحی الموتٰی ونکتب ما قدموا واٰثارھم۔ یعنے ہم قرآن کے ساتھ مردوں کو زندہ کر رہے
ہیں اور پھر فرماتا ہے اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا یعنے اے لوگو جان لو کہ زمین مر گئی تھی
اور خدا اب نئے سرے اسکو زندہ کر رہا ہے غرض جو بجا قرآن شریف کو نمونہ قیامت ٹھہرایا گیا ہے بلکہ
ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت میں ہی ہوں جیسا کہ فرمایا ہے
انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی یعنے میں ہی قیامت ہوں میرے قدموں پر لوگ اٹھائے
جاتے ہیں یعنے میرے آنے سے لوگ زندہ ہو رہے ہیں قبروں سے انہیں اٹھا رہا ہوں اور
میرے قدموں پر زندہ ہونیوالے جمع ہوتے جاتے ہیں اور درحقیقت جب ہم ایک منصفانہ
نگاہ سے عرب کی آبادیوں پر نظر ڈالیں کہ اپنی روحانی حالت کی رو سے وہ کیسے قبرستان کے
حکم میں ہوگئے تھے اور کس درجہ تک سچائی اور خدا ترسی کی روح انکے اندر سے نکل گئی تھی اور
کیسی وہ طرح طرح کی خرابیوں کی وجہ سے جو انکے اخلاق اور اعمال اور عقائد پر اثر کر گئی تھیں سڑ گل
گئے تھے تو بلا اختیار ہمارے اندر سے یہ شہادت نکلتی ہے کہ انکا زندہ کرنا جسمانی طور پر مردوں کے
جی اٹھنے سے بمراتب عجیب تر ہے جسکی عظمت نے بیشمار عقلمندوں کی نگاہوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے

اب خلاصہ کلام یہ کہ آیت موصوفہ بالا کے حقیقی معنے یہ ہیں جو ہم نے ذکر کئے ہیں یعنے
خدا تعالیٰ جسمانی طور پر مردوں کے جی اٹھنے پر روحانی طور پر مردوں کا جی اٹھنا بطور دلیل
نشان کے پیش کرتا ہے جو درحقیقت دلوں پر نہایت مؤثر ہے اور بیشمار کفار اس نشان کے
قائل ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں اور ایک جماعت محققین کی یہی معنے آیت موصوفہ بالا
لیتی ہے چنانچہ تفسیر معالم میں زیر تفسیر اس آیت کے یہ معنے لکھے ہیں جیسا کہ تفسیر کی
عبارت یہ ہے وقال الحسن وجماعۃ وانہ یعنی وان القرآن لعلم للساعۃ یعلمکم قیامہا
ویخبرکم باحوالہا واہوالہا فلا تمترن بہا یعنی فلا تشکن فیہا بعد القرآن یعنی
حسن اور ایک جماعت نے اس آیت کے یہی معنے کئے ہیں کہ قرآن قیامت کے لئے نشان ہے اور زبان قال ور

حال سے خبر دے رہا ہے کہ قیامت اور اُس کے حالات اور اُسکے ہولناک نشان واقع ہونیوالے ہیں سو بوجہ اسکے کہ قرآن قیامت کے آنے پر اپنے اعجازی بیانات اور تاثیرات احیاء موتی سے دلیل محکم قایم کرتا ہے تم شک مت کرو۔

(۱۴) **سوال** الہام جسکی بنا پر حلقہ اجماع اُمت سے خروج اختیار کیا گیا ہے خود بے اصل اور بے حقیقت اور بے سود چیز ہے جسکا ضرر اُس کے نفع سے بڑھکر ہے۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اجماع کو پیشگوئیوں سے کچھ علاقہ نہیں اجماع اُن امور کا ہوتا ہے جنکی حقیقت بخوبی سمجھی گئی اور دیکھی گئی اور دریافت کی گئی اور شارع علیہ السلام نے اُنکے تمام جزئیات سمجھا دیئے دکھا دیئے سکھلا دیئے جیسے صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و عقائد توحید و ثواب و عقاب مگر یہ نبوی پیشگوئیاں تو ابھی مخفی امور ہیں جن کی شارع علیہ السلام نے اگر کچھ تصریح بھی بیان کی تو ایسی کہ جو استعارہ کی طرف توجہ دلاتی ہے مثلاً کیا ان احادیث پر اجماع ثابت ہو سکتا ہے کہ مسیح اگر جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا اور دجال خانہ کعبہ کا طواف کرے گا اور ابن مریم بیماریوں کی طرح دو آدمیوں کے کاندھے پر ہاتھ دھر کے فرض طواف کعبہ بجا لائیگا کیا معلوم نہیں کہ جو لوگ اِن حدیثوں کی شرح کرنیوالے گذرے ہیں وہ کیسے بے ٹھکانا اپنی اپنی ٹکٹیں ہانک رہے ہیں اگر کوئی بات اجماع کے طور پر تصفیہ یافتہ ہوتی تو کیوں وہ لوگ مختلف خیالات کو ظاہر کرتے کیا کفر کا خوف نہیں تھا۔

اب رہی یہ بات کہ الہام بے اصل اور بیہودہ اور بے حقیقت چیز ہے جسکا ضرر اُس کے نفع سے بڑھکر ہے سو جاننا چاہیئے کہ ایسی باتیں وہی شخص کریگا جس نے کبھی اِس شراب طہور کا مزہ نہیں چکھا اور نہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ سچا ایمان اُسکو حاصل ہو بلکہ رسم اور عادت پر خوش ہے اور کبھی نظر اِس طرف اُٹھا کر نہیں دیکھتا کہ مجھے خداوند کریم پر یقین کہانتک حاصل ہے اور میری معرفت کا درجہ کس حد تک ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ تا میری اندرونی کمزوریاں دُور ہوں۔ اور میرے اخلاق اور اعمال اور ارادوں میں ایک زندہ تبدیلی پیدا ہو جائے

اور مجھے وہ عشق اور محبت حاصل ہو جائے جسکی وجہ سے میں بآسانی سفر آخرت کر سکوں اور مجھ میں ایک نہایت عمدہ قابل ترقی مادہ پیدا ہو جائے -

بیشک یہ بات سب کے فہم میں آسکتی ہے کہ انسان اپنی اس غافلانہ زندگی میں جو ہر دم تحت الثری کیطرف کھینچ رہی ہے اور علاوہ اس کے تعلقات زن و فرزند اور ننگ و ناموس کے بوجھیں اور بھاری پتھر کیطرح ہر لحظہ نیچے کیطرف لیجا رہے ہیں ایک بالائی طاقت کا مزید محتاج ہے جو اسکو سچی بینائی اور سچا کشف بخش کر خدا تعالیٰ کے جمال باکمال کا مشتاق بنا دیوے سو جاننا چاہیئے کہ وہ بالائی طاقت **الہام ربّانی** ہے جو عین دکھ کیوقت میں سرور پہونچاتا ہے اور مصائب کے ٹیلوں اور پہاڑوں کے نیچے بڑے آرام اور لذت کے ساتھ کھڑا کر دیتا ہے وہ دقیق در دقیق وجود جسنے عقلی طاقتوں کو خیرہ کر رکھا ہے اور تمام حکیموں کی عقل اور دانش کو سکتہ میں ڈال دیا ہے وہ الہام ہی کے ذریعہ سے کچھ اپنا پتہ دیتا ہے اور **انا الموجود** کہہ کر سالکوں کے دلوں کو تسلی بخشتا ہے اور سکینت نازل کرتا ہے اور انتہائی وصول کی ٹھنڈی ہوا سے جان پژمردہ کو تازگی بخشتا ہے - یہ بات سچ ہے کہ قرآن کریم ہدایت دینے کیلئے کافی ہے مگر قرآن کریم جسکو ہدایت کے چشمہ تک پہونچاتا ہے اُسمیں پہلی علامت یہی پیدا ہو جاتی ہے کہ مکالمہ الٰہیہ اُس سے شروع ہو جاتا ہے جس سے نہایت درجہ کی انکشافی معرفت اور چشم دید برکت و نورانیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ عرفان حاصل ہونا شروع ہو جاتا ہے جو مجرد تقلیدی اٹکلوں یا عقلی ڈھکوسلوں سے ہرگز مل نہیں سکتا کیونکہ تقلیدی علوم محدود و مشتبہ ہیں اور عقلی خیالات ناقص و نا تمام ہیں اور ہمیں حاجت ہے کہ براہ راست اپنی معرفت کو وسیع کریں کیونکہ جسقدر ہمارا عرفان ہوگا اُسیقدر ہم میں ولولہ و شوق و ذوق کی کچھ تو قع ہے؟ نہیں کچھ بھی نہیں سو حیرت اور تعجب ہے کہ وہ لوگ کیسے بد فہم ہیں جو ایسے ذریعہ کاملہ وصول حق سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتے ہیں جس سے روحانی زندگی وابستہ ہے -

یاد رکھنا چاہیئے کہ روحانی علوم اور روحانی معارف صرف بذریعہ الہامات و مکاشفات ہی ملتے ہیں اور جب تک ہم وہ درجہ روشنی کا نہ پالیں تب تک ہماری انسانیت کسی حقیقی معرفت یا حقیقی

کمال سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتی حدیث کو تب یہ کیطرح یا ہڈی کی مانند ایک نجاست اور ہم جلو اتحت
رہیں گے اور ہم میں ایمانی فراست بھی نہیں آئیگی صرف ہونہری کیطرح و پیچ بہت یا دہوں گے
ہم ایک ہماری مطلب کے لئے ہو نیلا بتیں غرضیکہ پیدا ہوتی ہیں اور جب منتشر ہوں یہ تو ہمارا بھی سہے جو ہر ایک خبیث
اور مغشوش طریق سے ہمیں آزادی بخش کر ایک پاک اور شفاف دریا کے کنارہ پر ہمارا سونہہ رکھیتی
ہے اور وہ صرف **بذریعہ الہام** الٰہی ہمیں ملتی ہے جب ہم اپنے نفس سے بکلی فنا ہو کر درد مند
دل کے ساتھ لایدرک وجود میں ایک گہرا غوطہ مارتے ہیں تو ہماری بشریت الوہیت کے دریا میں
پڑنے سے عشرہ العود کچھ آثار و انوار اس عالم کے ساتھ لے آتی ہے۔ سو جس چیز کو اس دنیا کے لوگ
بنظر حقارت دیکھتے ہیں درحقیقت وہی ایک چیز ہے جو مدت... خدا شدہ کو ایک دم میں اپنے
محبوب سے لاتی ہے وہی ہے جس سے عشاق الٰہی تسلی پاتے ہیں اور طرح طرح کی نفسانی قیدوں سے
یکبار اپنا پیر باہر نکال لیتے ہیں جبتک وہ سچی روشنی دلوں پر نازل نہ ہو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ کوئی دل
منور ہو سکے۔ غرض انسانی عقل کی ناقابلیت اور رسمی علوم کی محدودیت ضرورت الہام پر شہادت
دے رہی ہے جسقدر دنیا میں عقلمند ہیں یا ایسے زاہد جنکے دل درحقیقت اس پاک سلسلہ سے بے نصیب
ہیں انکے چال چلن اور انکا اخلاقی انقباض اور انکے سفلی خیالات اور انکی سب شرمناک کارستانیاں
اس میرے بیان پر شاہد ہیں کہ وہ بغیر اس چشمہ طیبہ کے کسقدر قابل کراہت کثافتوں میں مبتلا
ہیں اور جسطرح گندے کنوئیں کے پانی کے ایک قطرہ سے اسکی تمام کثافت ثابت ہو جاتی ہے اسی
طرح انکے گندے خیالات اپنے برے نمونہ سے پہچانے جاتے ہیں۔

اگرچہ ایسے لوگوں کی فلاسفی عام خیالات میں ہل چل مچا رہی ہو مگر چونکہ **سچی روشنی** اسکے
ساتھ نہیں اس لئے وہ جلد اور بہت جلد اپنی ظلمت دکھا دیتی ہے اور باوجود تمام لاف و گزاف
ہمہ دانی کے ایسے لوگوں کی اندرونی حالت پھیلا پھیلا کر اپنی سفلہ ہی ظاہر کرتی رہتی ہے۔ اور بسا اوقات
روحانی تشفی کے نہ ملنے کی وجہ سے ایسے فلاسفروں اور حکیموں اور مولویوں اور فاضلوں سے
ایسی حرکتیں صادر ہو جاتی ہیں جنسے صاف شہادت ملتی ہے کہ وہ تسلی بخش چشمہ سے کیسے اور

کس قدر دور فہجور ہیں اور کیونکر حقیقی خوشحالی کے نہ پانیکے سبب سے ایک عذاب الیم یا یوں کہو کہ ایک درد اور جلن اور بے چینی میں دن رات مبتلا ہیں۔

اسجگہ بعض دلوں میں بالطبع یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ اکثر لوگ الہام کا دعوی کرتے ہیں بلکہ فقرات الہامیہ سناتے بھی رہتے ہیں لیکن انکی معرفت میں کچھ بھی ترقی نظر نہیں آتی اور معمولی بشریت سے انکی عرفانی حالت کا درجہ بڑھا ہوا معلوم نہیں دیتا بلکہ وہی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور فطرتی تاریکی اور پستی ان میں دکھائی دیتی ہے اور انکی اخلاقی یا ذہنی یا روحانی قوتوں میں کوئی امر خارق عادت دیکھ نظر نہیں آتا پھر کیونکر ایسے لوگوں کو ہم ملہم سمجھیں اور اس خشیت تقیق کا ہمکلام مان لیویں جسکی قرب اور شرف مکالمت سے خارق عادت تبدیلی پیدا ہوجانا ضروری ہے کم سے کم اسقدر تبدیلی کہ بعض باتیں اس ملہم میں ایسی ہوں کہ دوسروں میں پائی نجائیں سو جاننا چاہیئے کہ درحقیقت ایسے لوگ واقعی طور پر ملہم نہیں ہوتے بلکہ ایک قسم کے ابتلا میں مبتلا ہوتے ہیں جسکو وہ بہی نادانی سے الہام سمجھ لیتے ہیں۔ خدا تعالی کا حقیقی اور واقعی طور پر مکالمہ کچھہ تھوڑی سی بات نہیں جسطرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک تاریکی میں بیٹھے ہوئے آدمی کے لئے ناگہانی طور پر آفتاب کیطرف کھڑکی کھلجائے تو کیسی یکدفعہ اسکی حالت بدل جاتی ہے اور کیونکر آسمانی روشنی اسکے حواس پر کام کیکے ایک تبدیل شدہ زندگی اسکے لئے پیدا کر دیتی ہے اور کیونکر تاریکی سے جو بالطبع افسردگی کا موجب ہے باہر نکل کر ایک سرور اور ذوق اس کے دل میں اور ایک روشنائی اسکی آنکھوں میں اور ایک استقامت اسکی حالت میں پیدا ہوجاتی ہے۔ سو یہی حالت اس کھڑکی کی ہے جو آسمان کی طرف سے کھلتی ہے اور بہت ہی کم لوگ ہیں جو واقعی اور حقیقی طور پر اسکو پاتے ہیں اور تم انہیں خارق عادت علامتوں سے شناخت کروگے۔

(۱۴) **سوال** قرآن شریف سے اگرچہ مسیح کی موت ثابت ہوتی ہے مگر اس موت کا کوئی وقت خاص تو ثابت نہیں ہوتا پس تعارض حدیث اور قرآن کا دور کرنے کے لئے بجز اس کے

اور کیا راہ ہے کہ اُس موت کا زمانہ وہ قرار دیا جائے کہ جب پھر حضرت مسیح نازل ہوں گے۔
اما الجواب پس واضح ہو کہ قرآن شریف کی نصوص بینہ اسی بات پر بصراحت دلالت کر رہی ہیں کہ مسیح اپنے اُسی زمانہ میں فوت ہو گیا ہے جس زمانہ میں وہ بنی اسرائیل کے مفسد فرقوں کی اصلاح کے لئے آیا تھا جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اب اسجگہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِنّی متوفیک پہلے لکھا ہے اور رافعک بعد اس کے بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوا کہ وفات پہلے ہوئی اور رفع بعد از وفات ہوا اور پھر اور ثبوت یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ میں تیری وفات کے بعد تیرے متبعین کو تیرے مخالفوں پر جو یہودی ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ اب ظاہر ہے اور تمام عیسائی اور مسلمان اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے بعد اسلام کے ظہور تک بخوبی پوری ہو گئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں کو اُن لوگوں کی رعیت اور ماتحت کر دیا جو عیسائی یا مسلمان ہیں اور آجتک صدہا برسوں سے وہ ماتحت چلے آتے ہیں یہ تو نہیں کہ حضرت مسیح کے نزول کے بعد پھر ماتحت ہوں گے ایسے معنے تو یہ بداہت فاسد ہیں۔

دیکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں یہ بھی آیت ہے جو حضرت مسیح کی زبان سے اللہ جلشانہ فرماتا ہے واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی یعنی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے نماز پڑھتا رہ اور زکوۃ دیتا رہ اور اپنی والدہ پر احسان کرتا رہ جبتک تو زندہ ہے اب ظاہر ہے کہ ان تمام تکلیفات شرعیہ کا آسمان پر بجا لانا محال ہے اور جو شخص مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندہ مع جسدہ آسمان کیطرف اُٹھایا گیا اُسکو اس آیت موصوفہ بالا کے منشاء کے موافق یہ بھی ماننا پڑیگا کہ تمام احکام شرعی جو انجیل اور توریت کی رو سے انسان پر واجب العمل ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح پر اب بھی واجب ہیں حالانکہ یہ تکلیف مالایطاق ہے عجیب بات ہے کہ

ایک طرف تو خدا تعالیٰ یہ حکم دیوے کہ اے عیسیٰ جبتک تو زندہ ہے تیرے پر واجب ہے کہ تو اپنے والدہ کی
خدمت کرتا رہے اور پھر آپ ہی اُسکے زندہ ہونیکی حالت میں اُسکو والدہ سے جدا کر دیوے اور تا بحیات زکوٰۃ
کا حکم دیوے اور پھر زندہ ہونیکی حالت میں ہی ایسی جگہ پہونچا دیوے جسجگہ نہ وہ آپ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور نہ
زکوٰۃ کے لئے کسی دوسرے کو نصیحت کر سکتے ہیں اور صلوٰۃ کے لئے تاکید کرے اور جماعت
مومنین سے دور پھینک دیوے جنکی رفاقت صلوٰۃ کی تکمیل کے لئے ضروری تھی۔ کیا ایسے اُٹھائے
جانیسے بجز بہت سے نقصان جملہ اسکے ضائع ہونے حقوق عباد اور فوت ہونے خدمت امر معروف
و نہی منکر کے کچھ اور بھی فائدہ ہوا اگر بجائے اٹھانے کے ۱۸۹۱ برس زمین پر زندہ رہتے تو اُنکی ذات
جامع البرکات سے کیا کیا نفع خلق اللہ کو پہونچتا لیکن اُنکو اوپر تشریف لے جانیسے بجز اسکے اور
کونسا نتیجہ نکلا کہ اُنکی اُمت بگڑ گئی اور وہ خدمات نبوت کے بجا لانیسے بکلی محروم رہ گئے۔

پھر جب ہم اس آیت پر بھی نظر ڈالیں کہ جو اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ کوئی
جسم کسی بشر کا ہمنے ایسا نہیں بنایا کہ بغیر روٹی کے زندہ رہ سکے تو ہمارے مخالفوں کے عقیدہ
کے موافق یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ آسمان پر روٹی بھی کھاتے ہوں پاخانہ بھی پھرتے ہوں اور
ضروریات بشریت جیسے کپڑے اور برتن اور کھانے کی چیزیں سب موجود ہوں مگر کیا یہ سب
کچھ قرآن اور حدیث سے ثابت ہو جائیگا ہرگز نہیں۔ آخر ہمارے مخالف یہی جواب دینگے کہ جس طرز
سے وہ آسمان پر زندگی بسر کرتے ہیں وہ انسان کی معمولی زندگی سے نرالی ہے اور وہ انسانی
حاجتیں جو زمین پر زندہ انسانوں میں پائی جاتی ہیں وہ سب اُن سے دور کر دی گئی ہیں اور اُن کا
جسم اب ایک ایسا جسم ہے کہ نہ خوراک کا محتاج ہے اور نہ پوشاک کا اور نہ پاخانہ کی حاجت انہیں
ہوتی ہے اور نہ پیشاب کی اور نہ زمین کے جسموں کیطرح ان کے جسم پر زمانہ اثر کرتا ہے اور نہ وہ
اب مکلف احکام شرعیہ ہیں تو اُس کا یہ جواب ہے کہ خدا تعالیٰ تو صاف فرماتا ہے کہ ان تمام خاکی جسموں
کے لئے جبتک زندہ ہیں یہ تمام لوازم غیر منفک ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا وما جعلناهم جسدا لا
یاکلون الطعام ظاہر ہے کہ اس آیت میں جسد کے ذکر سے کل مراد ہے جیسے گو تنہا ہی ذکر

فرمایا کہ کسی نبی کا جسم ایسا نہیں بنایا گیا جو بغیر طعام کے رہ سکے مگر اس کے ضمن میں کل وہ
لوازم و نتائج جو طعام کو لگے ہوئے ہیں سب اشارۃ النص کے طور پر فرما دئیے سو اگر مسیح
ابن مریم اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گیا ہے تو ضرور ہے کہ طعام کہاتا ہو اور پاخانہ اور
پیشاب کی ضروری حاجتیں سب اس کی دامنگیر ہوں کیونکہ کلام الہی میں کذب جائز نہیں ۔
اور اگر یہ کہو کہ دراصل بات یہ ہے کہ مسیح اس جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں گیا بلکہ یہ جسم تو
زمین میں دفن کیا گیا اور ایک اور نورانی جسم مسیح کو ملا جو کہانے پینے سے پاک تہا اس جسم
کے ساتھ اٹھایا گیا تو حضرت یہی تو موت ہے جسکا آخر آپ نے اقرار کرلیا ہمارا
بہی تو یہی مذہب ہے کہ مقدس لوگوں کو موت کے بعد ایک نورانی جسم ملتا ہے اور وہی نور
جو وہ ساتھ رکہتے ہیں جسم کی طرح ان کے لئے ہو جاتا ہے سو وہ اس کے ساتھ آسمان کیطرف
اٹہائی جاتی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے الیہ یصعد الکلم
الطیب والعمل الصالح یرفعہ یعنی پاک روحیں جو نورانی الوجود ہیں خدا تعالے
کیطرف صعود کرتی ہیں اور عمل صالح اُن کا رفع کرتا ہے یعنی جسقدر عمل صالح ہو اُسیقدر روح
کا رفع ہوتا ہے ۔

اِس جگہ خدا تعالے نے روح کا نام کلمہ رکہا ہے یہ اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ درحقیقت
تمام ارواح کلمات اللہ ہی ہیں جو ایک لا یدرک بہید کے طور پر جس کی تہ تک انسان کی عقل نہیں
پہنچ سکتی روحیں بنگئی ہیں اسی بنا پر اس آیت کا مضمون بہی ہے وکلمتہ القاھا الی مریم
اور چونکہ یہ سِرّ ربوبیت ہے اِسلیئے کسی کی مجال نہیں کہ اس سے بڑہکر کچہہ بول سکے کہ کلمات اللہ ہی بحکم و
باذن ربی لباس روح کا پہن لیتے ہیں اور اُنمیں وہ تمام طاقتیں اور قوتیں اور خاصیتیں پیدا ہو
جاتی ہیں جو روحوں میں پائی جاتی ہیں اور پہر چونکہ ارواح طیبہ فنا فی اللہ ہونیکی حالت میں اپنے
تمام قوتیں چہوڑ دیتے ہیں اور اطاعت الہی میں فانی ہو جاتی ہیں تو گویا پہر وہ روح کیحالت سے باہر آکر کلمۃ اللہ
ہی بنجاتی ہیں جیسا کہ ابتدا میں وہ کلمۃ اللہ تہے سو کلمۃ اللہ کے نام سے اُن پاک روحوں کو یاد کرنا اُنکے اعلے

وجہ سے کہ ان کی طرف اشارہ ہے یہ ہیں ہر ایک کا اُس ملتا ہے اور اعمال صالح کی محافظت سے انکا خدا تعالیٰ کیطرف رفع ہوتا ہے
اور یہ ظاہر بین ہیں اپنے محدود خیالات کیوجہ سے کلمات طیبہ سے مراد محض عقائد یا اذکار و اشغال کہتے ہیں۔ اور اعمال صالحہ
سے مراد بھی اذکار وغیرہ ہی ... تو یا وہ اس قابل ہیں کہ علت اور معلول کو ایک کر دیتے ہیں اگرچہ کلمات طیبہ بھی خدا تعالیٰ
کیطرف ہی رجوع کرتے ہیں لیکن عارفوں کیلئے یہ باطنی معنے ہیں جنپر قرآن کریم کی دقیق اشارات مشتمل ہیں۔

(۱۵) **سوال** مسیح ابن مریم نے تو بہت سی معجزات سے اپنے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت دیا
مگر آپنے کیا ثبوت دیا کیا کوئی مُردہ زندہ کر دیا۔ یا کوئی مادر زاد اندھا آپسے اچھا ہوا اگر ہم فرض
بھی کرلیں کہ آپ مثیل مسیح ہیں تو ہمیں آپکے وجود سے کیا فائدہ ہوا۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ یہی اعتراض ہمیشہ مسیح پر رہا کہ اس نے کوئی
معجزہ تو دکھایا ہی نہیں یہ کیسا مسیح ہے کیونکہ ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہ ہوا کہ وہ بولتا اور اُس جہان
کا سب حال سُناتا اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ میں سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آؤ
اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا اور اُن سے گواہی دلواتا تو پھر
کسکو انکار کی مجال تھی غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے مگر پھر بھی بے ایمانی سے مخفی رہنے دیا ایسا ہی
یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مُردوں کے زندہ ہونیکے لئے بہت سا آب حیات خدا تعالیٰ نے اِس عاجز کو
بھی دیا ہے بیشک جو شخص اُسمیں سے پیئے گا زندہ ہو جائیگا بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے
کلام سے مُردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں
خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ اپنے پاک کلام میں میری طرف اشارہ
کر کے فرمایا ہے **نبی ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ بندگان
خدا کو بہت صاف کر رہا ہے اُس سے زیادہ کہ کبھی جسمانی بیماریوں کو
صاف کیا گیا ہو۔**

یقیناً سمجھو کہ روحانی حیات کا تخم ایک رائی کے بیج کیطرح بویا گیا ہے مگر قریب ہے ہاں بہت
قریب ہے کہ ایک بڑا درخت ہو کر نظر آئے گا۔ جسمانی خیالات کا انسان جسمانی باتوں کو پسند کرتا ہے

اور ان کو بڑی چیز سمجھتا ہے مگر جسکو کچھ روحانیت کا حصہ دیا گیا ہے وہ روحانی زندگی کا طالب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے راستباز بندے دنیا میں اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں کو تماشے دکھلائیں بلکہ اصل مطلب اُنکا جذب الی اللہ ہوتا ہے اور آخر وہ اُسی قوت قدسیہ کی وجہ سے شناخت کئے جاتے ہیں وہ نور جو انکے اندر قوت جذب رکھتا ہے اگرچہ کوئی شخص امتحان کیطور سے اسکو دیکھ نہیں سکتا بلکہ ٹھوکر کھاتا ہے مگر وہ نور آپ ہی ایک ایسی جماعت کو اپنی طرف کھینچ کر جو کھینچے جانیکے لائق ہے اپنا خارق عادت اثر ظاہر کر دیتا ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامتیں ہیں کہ ایک خالص محبت اُنکو عطا کی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔

(۲) اُنکے دلوں پر ایک خوف بھی ہوتا ہے جس کیوجہ سے وہ دقایق اطاعت کی رعایت رکھتے ہیں ایسا نہ ہو کہ یار قدیم آزردہ ہو جائے۔

(۳) انکو خارق عادت استقامت دیجاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے

(۴) جب اُنکو کوئی بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو اُنکیلئے غضب اُس ذات قوی کا جو اُنکا متولی ہے یکدفعہ بھڑکتا ہے۔

(۵) جب اُنسے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اُنکی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اُسپر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔

(۶) اُنکی دعائیں بہ نسبت اَوروں کی بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں یہانتک کہ وہ شمار نہیں کر سکتے کہ کسقدر قبول ہوئیں۔

(۷) اُنپر اکثر اسرار غیب ظاہر کئے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں اُنپر کھول جاتی ہیں اگرچہ دوسروں کو بھی سچی خوابیں اور سچے مکاشفات معلوم ہو جاتے ہیں مگر یہ لوگ تمام دنیا سے نمبر اول پر ہوتے ہیں۔

(۸) خدا تعالیٰ خاص طور پر اُنکا متولی ہو جاتا ہے اور جسطرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے اس سے بھی زیادہ نگاہ رحمت اُنپر رکھتا ہے۔

(۹) جب اُنپر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اسوقت دو طور میں سے ایک طور کا اُنسے معاملہ

ہوتا ہے یا خارق عادت طور پر اُس مصیبت سے رہائی دیجاتی ہے اور یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جسمیں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔

(۱۰) انکی اخلاقی حالت ایک ایسے اعلیٰ درجہ کی کیجاتی ہے جو تکبر اور نخوت اور کمینگی اور خود پسندی اور ریاکاری اور حسد اور بخل اور تنگدلی سب دور کیجاتی ہے اور انشراح صدر اور بشاشت عطا کیجاتی ہے۔

(۱۱) انکی توکل نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور اُسکے ثمرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

(۱۲) انکو ان اعمال صالحہ کے بجالانیکی قوت دیجاتی ہے جو دوسرے اسمیں کمزور ہوتے ہیں۔

(۱۳) انہیں ہمدردی خلق اللہ کا مادہ بہت بڑھایا جاتا ہے اور بغیر توقع کسی اجر اور بغیر خیال کسی ثواب کے انتہائی درجہ کا جوش انہیں خلق اللہ کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے اور خود بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس قدر جوش کس غرض سے ہے کیونکہ یہ امر فطرتی ہوتا ہے۔

(۱۴) خدا تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی انکے اندر ہوتی ہے اور انکی روح کو خدا تعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک ایسا علاقہ ہوتا ہے جسکو کوئی بیان نہیں کر سکتا اس لئے حضرت احدیت میں انکا ایک مرتبہ ہوتا ہے جسکو خلقت نہیں پہچانتی وہ چیز جو خاص طور پر انہیں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے جسکی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہونچ کر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلتیں اُٹھا کر پھر تاج عزت دکھ دیتے ہیں اور بیکس اور اکیلے ہو کر پھر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں وہ یہی راز وفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں قطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اُس کو ڈھیلا کر سکتا ہے السلام علیہم من اللہ و ملائکۃ و من الصلحاء اجمعین۔

(۱۵) پندرھویں علامت انکی علم قرآن کریم ہے قرآن کریم کے معارف اور حقایق و لطایف جس قدر ان لوگوں کو دئے جاتے ہیں دوسرے لوگوں کو ہرگز نہیں دئے جاتے یہ لوگ وہی مطہرون ہیں جنکے حق میں اللہ جلشانہ فرماتا ہے لا یمسّہ الا المطہرون۔

(۱۶) انکی تقریر و تحریر میں اللہ جلشانہ ایک تاثیر رکھہ دیتا ہے جو علماء ظاہری کی تحریروں و تقریروں سے نرالی ہوتی ہے اور اسمیں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے

(۱۷) اُنمیں ایک ہیبت بھی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ایک خاص طور پر اُنکے ساتھ ہوتا ہے اور اُنکے چہروں پر عشق الٰہی کا ایک نور ہوتا ہے جو شخص اُسکو دیکھے اُسپر نار جہنم حرام کیجاتی ہے اُنسے ذنب و خطا بھی صادر ہو سکتا ہے مگر اُنکے دلوں میں ایک آگ ہوتی ہے جو ذنب اور خطا کو بھسم کر دیتی ہے اور انکی خطا ٹھیرنیوالی چیز نہیں بلکہ اُس چیز کی مانند ہے جو ایک تیز چلنے والے پانی میں بہتی ہوئی چلی جاتی ہے سو انکا نکتہ چین ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

(۱۸) خدا تعالیٰ انکو ضائع نہیں کرتا اور ذلت اور خواری کی مار اُنپر نہیں مارتا کیونکہ وہ اُسکے عزیز اور اُسکے ہاتھہ کے پودے ہیں۔ انکو اسلئے بلندی سے نہیں گراتا کہ ہلاک کرے بلکہ اس لئے گراتا ہے کہ انکی خارق عادت طور پر بچ جانا دکھاوے انکو اسلئے آگ میں دھکہ نہیں دیتا تا ان کو جلا کر خاکستر کر دیوے بلکہ اسلئے دھکہ دیتا ہے تا لوگ دیکھہ لیویں کہ پہلے تو آگ تھی مگر اب کیسا خوشنما گلزار ہے

(۱۹) انکو موت نہیں دیتا جب تک انکا کام پورا نہ ہو جائے جسکے لئے وہ بھیجے گئے ہیں اور جبتک پاک دلوں میں انکی قبولیت نہ پھیل جائے تب تک البتہ سفر آخرت ان کو پیش نہیں آتا۔

(۲۰) انکے آثار خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک انکی اولاد اور انکے جانی دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے اور انکا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔

یہ آثار اولیاء الرحمان ہیں اور ہر ایک قسم انہیں سے اپنے وقت پر جب ظاہر ہوتی ہے تو بھاری کرامت کیطرح جلوہ دکھاتی ہے مگر اسکا ظاہر کرنا خدا تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہوتا ہے۔

اب یہ عاجز بحکم واما بنعمت ربک فحدث اس بات کے اظہار میں کچھہ مضائقہ نہیں دیکھتا کہ خداوند کریم و رحیم نے محض فضل و کرم سے ان تمام امور سے اس عاجز کو حصہ وافرہ دیا ہے اور اس ناکارہ کو خالی ہاتھہ نہیں بھیجا اور نہ بغیر نشانوں کے مامور کیا بلکہ یہ تمام نشان دئے ہیں جو

ظاہر ہو رہے ہیں اور ہونگے اور خدا تعالیٰ جب تک کھلے طور پر حجت قایم نہ کرلے تب تک ان نشانوں کو ظاہر کرتا جائیگا۔ اور یہ جو کہا کہ تمہارے وجود سے ہمیں کیا فایدہ تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہئیے کہ جو شخص مامور ہو کر آسمان سے آتا ہے اُس کے وجود سے علیٰ حسب مراتب سبکو بلکہ تمام دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے اور در حقیقت وہ ایک روحانی آفتاب نکلتا ہے جسکی کم و بیش دور دور تک روشنی پہنچتی ہے اور جیسی آفتاب مختلف تاثیریں حیوانات و نباتات و جمادات اور ہر ایک قسم کے جسم پر پڑ رہی ہیں اور بہت کم لوگ ہیں جو ان تاثیروں پر باستیفا علم رکھتے ہیں اسی طرح وہ شخص جو مامور ہو کر آتا ہے تمام طبائع [illegible] عالم پر اُسکی تاثیریں پڑتی ہیں اور جبھی سے کہ اسکا پُر رحمت تعین آسمان پر ظاہر ہوتا ہے آفتاب کی کرنوں کی طرح فرشتے آسمان سے نازل ہونے شروع ہوتے ہیں اور دُنیا کے دور دور کناروں تک جو لوگ راستبازی کی استعداد رکھتے ہیں اُنکو سچائی کی طرف قدم اٹھانے کی قوت دیتے ہیں اور پھر خود بخود نیک نہاد لوگوں کی طبیعتیں سچائی کی طرف مائل ہوتی جاتی ہیں سو یہ سب اُس ربانی آدمی کی صداقت کے نشان ہوتے ہیں کیونکہ اُسکے ظہور میں آسمانی قوتیں تیز کیجاتی ہیں۔ سچی وحی کا خدا تعالیٰ نے یہی نشان دیا ہے کہ جب نازل ہوتی ہے تو ملائک بھی اسکے ساتھ ضرور اُترتے ہیں اور دُنیا دن بدن راستی کی طرف پلٹا کھاتی جاتی ہے سو یہ عام علامت اُس مامور کی ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے آتا ہے اور خاص علامتیں وہ ہیں جو ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(۱۶) سوال انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح جلال کے ساتھ دنیا میں آئیگا اور دنیا اُسکو قبول کریگی لیکن ابتک جلالی ظہور کی کوئی علامت نہیں اور نہ دنیا نے قبول کیا ہے۔

اما الجواب یہ ذکر جو انجیل متی باب پچیس آیت ۳۱ سے ۴۶ تک ہے جو ابن آدم اپنے جلال سے آوے گا اور سب پاک فرشتے اُسکے ساتھ ہوں گے یہ درحقیقت اس دنیا سے متعلق نہیں بلکہ اس قسم کا آنا اس دُنیا کے قطع سلسلہ کے بعد ہے جو حشر اجساد کے بعد وقوع میں آویگا جب ہر ایک مقدس نبی اپنے جلال میں ظہور کریگا اور اپنی اُمت کے راستبازوں کو خوشخبری دیگا اور نافرمانوں کو ملزم کریگا لیکن انہیں آیات میں مسیح نے بتلا دیا کہ میرا آنا غریبی کی حالت میں بھی ہوگا جیسا کہ اسی انجیل کی [illegible] میں

آیت میں لکھا ہے۔ اے میرے باپ کے مبارک لوگو اُس بادشاہت کو جو دُنیا کی بُنیاد ڈالنے سے تمہارے لئے طیار کیگئی میراث میں لو کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اُتارا ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری عیادت کی قید میں تھا تم میرے پاس آئے۔ راستباز اُسے جواب میں کہیں گے اے خداوند کب ہم نے تجھے بھوکا دیکھا اور کھانا کھلایا یا پیاسا اور پانی پلایا۔ کب ہم نے تجھے پردیسی دیکھا اور اپنے گھر میں اُتارا یا ننگا اور کپڑا پہنایا۔ ہم کب تجھے بیمار اور قید میں دیکھکر تجھ پاس آئے۔ تب بادشاہ اُن سے جواب میں کہے گا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے اُن سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ کیا تو میرے ساتھ کیا۔ تب وہ بائیں طرف والوں سے بھی کہیگا۔ اے ملعونو میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں جاؤ جو شیطان اور اُسکے فرشتوں کیلئے طیار کیگئی ہے کیونکہ میں بھوکا تھا پر تم نے مجھے کھانے کو نہ دیا پیاسا تھا تمنے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا تمنے مجھے اپنے گھر میں نہ اُتارا۔ ننگا تھا تمنے مجھے کپڑا نہ پہنایا بیمار اور قید میں تھا تمنے میری خبر نہ لی۔ تب وے بھی جواب میں اُسے کہیں گے اے خداوند کب ہمنے تجھے بھوکا یا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قیدی دیکھا اور تیری خدمت نہ کی تب وہ اُنہیں جواب میں کہیگا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ نکیا تو میرے ساتھ بھی نہ کیا اور وہ ہمیشہ کے عذاب میں جاوینگے پر راستباز ہمیشہ کی زندگی میں۔

اب غور کرنا چاہیے کہ ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنے بعض مثیلوں کا ذکر کرکے اُنکا دنیا میں آنا اور تکلیف اُٹھانا گویا اپنا آنا اور تکلیف اُٹھانا قرار دیا ہے اور چھوٹے بھائیوں سے مراد بجز اُنکے اور کون لوگ ہو سکتے ہیں جو کسیقدر مسیح کے منصب اور مسیح کی طبیعت اور مسیح کے درجہ سے حصہ لیں اور اُسکے نام پر مامور ہو کر آویں عیسائی تو نہیں کہہ سکتے کہ ہم مسیح کے بھائی ہیں اور کچھ شک نہیں کہ محدث نبی کا چھوٹا بھائی ہوتا ہے اور تمام انبیا علاتی بھائی کہلاتے ہیں اور یہ نہایت لطیف اشارہ ہے جو مسیح نے اُنکا آنا اپنا آنا قرار دیا ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے

کہ یہ آنا اس عاجز کا نسبتی طور پر جلالی آنا بھی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے توحید کی اشاعت کیلئے
یہ بڑی بڑی کامیابیوں کی تمہید ہے اور جلالی آنے سے مراد اگر طریق سیاست ہی لیا جاوے تو یہ درست نہیں یہ بات
انصاف سے بعید ہے کہ کوئی شخص غافلوں کے جگانے کے لئے مامور ہو کر آوے اور آتے ہی زدوکوب اور قتل
اور سفاک ماری کا کام لیوے جبتک پورے طور پر اتمام حجت نہ ہو خدا تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا
غرض مسیح کا جلالی طور پر آنا جن معنوں سے عیسائی بیان کرتے ہیں وہ اس دنیا سے متعلق
نہیں اس دنیا میں جو مسیح کے آنے کا وعدہ ہے اس وعدہ کو ایسے جلالی طور سے کچھ علاقہ نہیں
عیسائیوں نے بات کو کہیں کا کہیں ملا دیا ہے اور حق الامر کو اپنے پر مشتبہ کر دیا ہے چنانچہ متی کی
آیات مذکورہ تو صاف بیان کر رہی ہیں کہ یہ جلالی طور کا آنا اس وقت ہوگا کہ جب حشر اجساد کے
بعد ہر یک کا حساب ہوگا کیونکہ بجز حشر اجساد کے کامل طور پر شریروں اور راستبازوں
کی جماعتیں جو فوت ہو چکی ہیں کیونکر ایک جگہ اکٹھی ہو سکتی ہیں لیکن برخلاف اس مضمون کے جو
متی کے چھبیس باب آیات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے متی کے چوبیسویں باب سے اسی دنیا میں مسیح
کا آنا بھی سمجھا جاتا ہے اور دونوں قسم کے بیانات میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ آخرت میں جو
حشر اجساد کے بعد آئیگا وہ خود مسیح ہے لیکن دنیا میں مسیح کے نام پر آنیوالا مثیل مسیح ہے جو اسکا چھوٹا
بھائی اور اسی کے قول کے مطابق اس کے وجود میں داخل ہے دنیا میں آنے کی نسبت مسیح نے
صاف کہدیا کہ پھر مجھے نہیں دیکھو گے پس وہ کیونکر دنیا میں آسکتا ہے حالانکہ وہ خود کہہ گیا کہ پھر مجھے
نہیں دیکھو گے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کے قبول کرنے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اسیوقت قبول کر لیوے
دنیا ہمیشہ آہستہ آہستہ مانتی ہے ان لوگوں کا ہونا بھی تو ضروری ہے کہ جو ایمان نہیں لائینگے مگر مسیح کے
دم کی ہوا سے مرینگے دم کی ہوا سے مرنا حجت قاطعہ سے مرنا ہے انجیلوں میں بھی تو لکھا ہے کہ
مسیح کے نزول کے وقت بعض پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑے جائینگے یعنی بعض پر
عذاب نازل کرنے کیلئے حجت قایم ہو جائیگی گویا وہ پکڑے گئے اور بعض نجات پانیکے لئے استحقاق

حاصل کرینگے گویا نجات پا گئے۔

(۱۷) سوال اس وقت مثیل مسیح کے آنیکی کیا ضرورت تھی۔

اما الجواب اسوقت مثیل مسیح کی سخت ضرورت تھی اور نیز اُن ملایک کی جو زندہ کرنیکے لئے اُترا کرتے ہیں سخت حاجت تھی کیونکہ روحانی موت اور غفلت ایک عالم پر طاری ہوگئی ہے اور اللہ جلشانہ کی محبت ٹھنڈی ہوگئی اور سخت دلی اور دنیا پرستی پھیل گئی اور وہ تمام وجوہ پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے توریت کی تائید میں مسیح ابن مریم دُنیا میں آیا تھا اور دجال نے بھی بڑے زور کیسا تھ خروج کیا اور حضرت آدم کی پیدایش کے حساب سے الف ششم کا آخری حصہ آگیا جو بموجب آیت اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ چھٹے دن کے قایمقام ہے سو ضرور تھا کہ اس چھٹے دن میں آدم پیدا ہوتا جو اپنی روحانی پیدایش کی روسے مثیل مسیح ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو مثیل مسیح اور نیز آدم الف ششم کہکے بھیجا جیسا کہ اُسنے فرمایا جو براہین میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم یعنی میںنے ارادہ کیا جو اپنا خلیفہ پیدا کروں سو میںنے آدم کو پیدا کیا پھر دوسری جگہ فرماتا ہے خلق آدم فاکرمہ یعنے آدم کو پیدا کیا پھر اُسکو عزت بخشی اور جیسا کہ آدم کو تحقیر کی نظر سے دیکھا گیا اور مفسد قرار دیا گیا یہی صورت اسجگہ بھی پیش آئی اور چونکہ آدم اور مسیح میں باہم مماثلت ہے اس لئے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا گیا اور مسیح بھی۔

(۱۸) سوال۔ ابن صیاد کو اگر مسیح دجال قرار دیا گیا ہے تو اس سے مسلم کی دمشق والی حدیث کو کیا نقصان پہونچتا ہے کیونکہ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد گُم ہوگیا اور قیامت کے قریب پھر ظاہر ہوگا۔

اما الجواب ابن صیاد کا گُم ہونا روایت صحیح سے ہرگز ثابت نہیں لیکن اُسکا ایمان لانا اور مرنا ثابت ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور مدینہ میں فوت ہونا اُسکا بپایہ ثبوت پہونچ چکا ہے علاوہ اس کے فرض محال کے طور پر اگر وہ مفقود الخبر ہی ہو تو کیا اس سے اُسکا ابتک زندہ رہنا ثابت ہو جائیگا۔ کیا اب آپ کو وہ صحیح حدیثیں بھی بھول گئیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ سے سو برس تک کوئی انسان زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔

یہ بات یاد رہے کہ شیعہ لوگ امام محمد مہدی کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہونے کی حالت میں ہی ایک غار میں چھپ گئے اور مفقود ہیں اور قریب قیامت ظاہر ہوں گے اور سُنت جماعت کے لوگ اُنکے اس خیال کو باطل تصور کرتے ہیں اور یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سو برس کے بعد کوئی شخص زمین پر زندہ نہیں رہ سکتا سو سُنت جماعت کا یہ مذہب ہے کہ امام محمد مہدی فوت ہو گئے ہیں اور آخری زمانہ میں اُنہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا۔ لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔

اس جگہ مجھے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس مسئلہ میں شیعہ اور سُنت جماعت میں جو اختلاف ہے اسمیں کسی تاریخی غلطی کو دخل نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ شیعہ کی روایات کے بعض سادات کرام کے کشف لطیف پر بنیاد معلوم ہوتی ہے چونکہ آئمہ اثنا عشر نہایت درجہ کے مقدس اور راستباز اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر کشف صحیح کے دروازے کھولے جاتے ہیں اس لئے ممکن اور بالکل قرین قیاس ہے جو بعض اکابر آئمہ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس مسئلہ کو اسی طرز اور ایسے رنگ سے بیان کیا ہو جیسا کہ ملاکی کی کتاب میں ملاکی نبی نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کا حال بیان کیا تھا اور جیسا کہ مسیح کے دوبارہ آنیکا شور مچا ہوا ہے اور درحقیقت مراد صاحب کشف کی یہ ہو گی کہ کسی زمانہ میں اس امام کے ہم رنگ ایک اور امام آئیگا جو اسکا ہمنام اور ہم قوت اور ہم خاصیت ہوگا گویا وہی آئیگا پھر یہ لطیف نکتہ جب جسمانی خیالات کے لوگوں میں پھیلا تو اُن لوگوں نے موافق اپنی موٹی سمجھ کے سچ مچ یہی اعتقاد کر لیا ہوگا کہ وہ امام صد ہا برس سے کسی غار میں چھپا ہوا ہے اور آخری زمانہ میں باہر نکل آئے گا مگر ظاہر ہے کہ ایسا خیال صحیح نہیں ہے یہ عام محاورہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا ہمرنگ اور ہم خاصیت ہو کر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ گویا وہی آگیا متصوفین بھی ان باتوں کی عام طور پر قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اولیاء گذشتہ کی روحیں اُنکے بعد میں آنے والے ولیوں میں سماتی ہیں اور اس قول سے انکا مطلب یہ ہے کہ بعض ولی بعض اولیاء کی قوت اور طبع لیکر آتے ہیں گویا وہی ہوتے ہیں۔

(۱۹) **سوال** اگر مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گیا ہے تو پھر کیا یہ بات کہ جو تیرہ سو برس سے آج تک مشہور چلی آتی ہے

کہ مسیح زندہ آسمان کیطرف اٹھایا گیا آج غلط ثابت ہوگئی۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ یہ بالکل افترا ہی کہ تیرہ سو برس سے بالاجماع یہی مانا گیا ہی کہ مسیح جسم کے ساتھ
زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہی ظاہر ہی کہ اگر سلف اور خلف کا کسی ایک بات پر اجماع ہوتا تو تفسیروں کے لکھنے والے متفرق
قول کیوں لکھتے لیکن کونسی ایسی تفسیر ہے جو اس بارہ میں اقوال متفرقہ سے خالی ہی کبھی کہتے ہیں کہ مسیح نیند کی حالت میں
اٹھایا گیا اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ مر گیا اور اس کی روح اٹھائی گئی اور کبھی قرآن شریف کی غلطی نکالتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ آیت انی متوفیک ورافعک الی میں دراصل متوفیک بعد میں ہونا چاہیئے اور رافعک الی اس سے پہلے اب ظاہر ہے
کہ اگر ان کا اجماع ایک خاص شق پر ہوتا تو اپنی تفسیروں میں مختلف اقوال کیوں جمع کرتے اور جب ایک شق پر بھی
یقین ہی نہیں تو پھر اجماع کہاں اور یہ اعتراض کہ تیرہ سو برس کے بعد یہ بات تمہیں کو معلوم ہوئی اسکا جواب
یہی ہے کہ درحقیقت یہ قول نیا تو نہیں پہلے راوی اسکے تو ابن عباس ہی ہیں لیکن اب خدا تعالی نے اس عاجز پر اس
قول کی حقیقت ظاہر کر دی اور دوسرے اقوال کا بطلان ثابت کر دیا تا قولی طور پر اپنے ایک عاجز بندہ کی معرفت ایک
کرامت دکھلاوے اور تا عقلمند لوگ سمجھ جاویں کہ یہ رہبری خاص خدا تعالے کی طرف سے ہی کیونکہ اگر یہ معمولی فہم
اور عقل کا کام ہوتا تو دوسرے لوگ بھی اس صداقت کو معلوم کر سکتے ان سب دلائل کے جو ان رسالوں میں درج ہو چکے ہیں بیان

اب یہ تمام سوالات ختم ہوئے اور ان سوالات سے بجز اس کے کہ صداقت اور بھی ظاہر ہو ورنہ کچھ کوئی نقصان
نہیں پہنچ سکتا۔ اس رسالہ کے ناظرین جو اول سے آخر تک اس رسالہ کو پڑھیں گے بخوبی یقین کر لیں گے کہ ہمارے مخالفوں
کے ہاتھ میں بجز اوہام کے اور کچھ بھی نہیں اور وہ ہر طرف سے شکست کھا کر بار بار یہ وہم پیش کرتے ہیں کہ ابن
مریم کا اترنا کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور ہماری اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ کیا خدا تعالے باعتبار بعض صفات
خاصہ کے کسی دوسرے کا نام ابن مریم نہیں رکھ سکتا تعجب کہ آپ تو ہمیشہ اپنی اولاد کے پیغمبروں کے نام رکھتے ہیں
بلکہ ایک نام میں دو دو پیغمبروں کے نام ہوتے ہیں جیسے محمد یعقوب محمد ابراہیم محمد مسیح محمد عیسے محمد اسمعیل
احمد ہارون لیکن اگر خدا تعالے کسی اپنے بندہ کو ان ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ پکارے یا ان نبیوں کے ناموں
اور کنیتوں میں سے کوئی نام یا کنیت کسی اپنے مامور کو عطا کرے تو یہ کفر سمجھتے ہیں گویا جو کام انہیں کرنا جائز ہے
وہ خدا تعالے کو کرنا جائز نہیں نہیں دیکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ اس امت میں مثیل انبیای اسرائیل

آئینگے تو کیا ضروری نہ تھا کہ وہ مثیل دنیا میں آتے پھر اگر خدا تعالےٰ نے مثیل مسیح ہونے کی وجہ سے کسی کا نام
ابن مریم رکھدیا تو کیا بڑا کیا اور قرینہ ظاہر ہے کہ فوت شدہ "دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا ....
اور نہ خدا تعالےٰ انبیاء پر دو موتیں وارد کرتا ہے اور اس کا حکم یہی ہے کہ جو شخص اس دنیا سے گیا وہ گیا جیسا کہ وہ
فرماتا ہے **فیمسک التی قضٰی علیھا الموت** یعنی جس پر موت وارد کی گئی وہ پھر کبھی دنیا میں آ نہیں سکتا اور
پھر فرمایا **لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ** یعنی بہشتیوں پر دوسری موت نہیں آئے گی
ایک موت جو چکھ چکے سو آ چکی ب جو لوگ کہتے ہیں کہ مسیح جو مر گیا کیا خدا تعالےٰ قادر نہیں کہ اس کو پھر زندہ کر کے بھیجے
گویا اُن کے نزدیک مسیح بہشتی نہیں جو اُس کے لئے دو موتیں تجویز کرتے ہیں حضرات اپنی بات کی ضد کے لئے مسیح
بار بار کیوں مارنا چاہتے ہو اُس کا کونسا گناہ ہے جو اُس پر دو موتیں دیں اور پھر ان موتوں کا حدیث اور قرآن
کی رو سے ثبوت کیا ہے کچھ پیش تو کرو اور اگر اب بھی ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبان ماننے میں
نہیں آتے تو ہم اُنہیں مخطی ہونے کی وجہ سے مُباہلہ کے لئے نہیں بلاتے کیونکہ اگر اختلافات باہمی
کی وجہ سے مسلمانوں کا باہم مباہلہ جائز ہو تو اُس کا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمانوں پر عذاب نازل ہونا شروع ہو جائے
اور بجز کسی خاص فرد کے جو بکلی خطا سے خالی ہو تمام مسلمان نیست و نابود کئے جائیں۔ سو خدا تعالیٰ
کا یہ ارادہ نہیں اس لئے صرف اختلافات کی بناء پر مباہلہ بھی جائز نہیں ہاں اگر ہمارے مخالف
اپنے تئیں سچ پر سمجھتے ہیں اور اس بات پر سچ مچ یقینی طور پر ایمان رکھتے ہیں کہ در حقیقت وہی مسیح ابن مریم
آسمان سے نازل ہوگا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی تو اس فیصلہ کے لئے ایک یہ بھی عمدہ طریق ہے
کہ وہ ایک جماعت کثیر جمع ہو کر خوب تضرع اور عاجزی سے اپنے مسیح موہوم کے اُترنے کے لئے دعا کریں
ہمیں کچھ شک نہیں کہ جماعت صادقین کی دُعا قبول ہو جاتی ہے بالخصوص ایسے صادق کہ جنہیں
علم بھی ہوں۔ پس اگر وہ سچے ہیں تو ضرور مسیح اُتر آئیگا اور وہ دعا بھی ضرور کریں گے اور اگر وہ حق پر نہیں
ہیں تو دعا ہی ہرگز نہیں کرینگے کیونکہ دلوں میں یقین رکھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوگی۔ ہاں ہماری اس
درخواست کو کچھ بہانوں سے ٹال دینگے تا ایسا نہ ہو کہ رسوائی اُٹھانی پڑے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ
اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل پر

مسلمانوں کی دُعا قیامت کے بارہ میں قبول ہوکر ابھی قیامت آجائے اِسکا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے وقوع نہیں ہو سکتی اور ضرور ہے کہ خدا اُسے روکے رہے جبتک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے جسکی نسبت اُس مولوی مرحوم نے بھی شہادت دی ہے جسکا مجدد ہونا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تصدیق کر چکے ہیں اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئی ہیں جن کا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا جیسا کہ اسی رسالہ میں ہمنے ثابت کر دیا ہے پھر اگر اب بھی مسیح کے اُترنے کے لیے دعا منظور نہ ہو تو صاف ثابت ہوگا کہ وہ دعا تحصیل حاصل میں داخل ہے اِسی وجہ سے منظور نہیں ہوئی

ہمارے دوست مولوی ابو سعید **محمد حسین** صاحب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ میں عقلی طور پر اس امر (**وفات مسیح**) کو ثابت کر دکھاؤں گا مگر کچھ معلوم نہیں ہوا کہ مولوی صاحب کے عقلی طور سے کیا مراد ہے کیا **بیلون** میں آسمان کیطرف چڑھکر ناظرین کو کوئی تماشا دکھانا چاہتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کو لازم ہے کہ عقلی طور کا نام نہ لیں تا نئے فلسفہ والے انکے گرد نہ ہو جائیں بلکہ یہ کہا کریں کہ جو شخص عقل کا نام لے وہ کافر ہے اگر کوئی دن ایسے ہی اعتقاد کے ساتھ گذارہ کرنا ہے تو بجز تکفیر کے اور کوئی کارآمد حربہ نہیں۔ لیکن ہمارا تو اس بات پر ایمان ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے وجود میں عقل کو بھی بیکار پیدا نہیں کیا۔ اور اگر مسلمانوں کے دو فریق میں سے جو کسی جزئی مسئلہ پر جھگڑتے ہیں اور باہم اختلاف رکھتے ہیں ایک فریق ایسا ہے کہ علاوہ دلائل شرعی اور نصوص قرآن اور حدیث کی عقل کو بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے تو بلاشبہ وُہی فریق سچا ہے کیونکہ اُسکی تائید دعویٰ کے لیے دو گواہ ہیں۔ سو اب دیکھنا چاہیئے کہ مسیح کی وفات کے بارے میں کیسے قرآن کریم اور حدیث اور عقل اور تجربہ ہمارا موید ہو رہا ہے لیکن ہمارے مخالفین کو ان تمام شواہد میں سے کوئی مدد نہیں دیتا۔ قرآن کریم کی سامنے جاتے ہیں تو قرآن کریم کہتا ہے کہ چلو دور ہو میرے خزانہ حکمت میں تیرے خیال کے لئے کوئی موید بات نہیں۔ پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کیطرف آتے ہیں تو حدیثیں کہتی ہیں کہ اے سرکش قوم کیوں نئی نئی ہمیں دیکھ اور بعض بعض اور کافر بعض نہ ہو تجھے معلوم ہو کہ میں قرآن کریم

کے مخالف نہیں۔ پھر حدیثوں سے نومید ہو کر سلف و خلف کے اقوال متفرقہ کیطرف آتے ہیں تو اُن کو کسی ایک خاص شق پر قایم نہیں دیکھتے بلکہ تفسیر در منثور میں **اِنّی متوفیک** کے یہ معنے نکلتے ہیں تو پہلے بسم اللہ کر کے ابن عباس سے ہی حدیث نکلتی ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ پھر قرآن اور حدیث سے قطع امید کر کے عقل کیطرف دوڑتے ہیں تو عقل ایک روشن دلیل کا طمانچہ مار کر دوسری طرف منہ پھیر دیتی ہے اور پھر کانشنس اور نور قلب کیطرف آتے ہیں تو وہ اپنے نزدیک آنے سے دھکے دیتا ہے پس اس سے زیادہ محرومی کیا ہوگی کہ کوئی ان لوگوں کو قبول نہیں کرتا اور کسی جگہ اپنے **مورچے** باندھ نہیں سکتے۔

بعض چالاکی سے قرآن شریف کے کھلے کھلے ثبوت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **توفّی** کا لفظ لغت کی کتابوں میں کئی معنوں پر آیا ہے حالانکہ اپنے دلوں میں خوب جانتے ہیں کہ جن لفظوں کو قرآن شریف اصطلاحی طور پر بعض معانی کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اپنے متواتر بیان سے بخوبی سمجھا دیتا ہے کہ فلاں معنے کے لئے اُس نے فلاں لفظ خاص کر رکھا ہے اُس معنی سے اُس لفظ کو اِس خیال سے پھیرنا کہ کسی لغت کی کتاب میں اس کے اور معنے بھی آئے ہیں صریح الحاد ہے مثلاً کتب لغت میں اندھیری رات کا نام بھی کافر ہے مگر تمام قرآن شریف میں کفر کا لفظ صرف کافر دین یا کافر نعمت پر بولا گیا ہے اب اگر کوئی شخص کفر کا لفظ الفاظ مروجہ فرقان سے پھیر کر اندھیری رات اس سے مراد لے اور یہ ثبوت دے کہ لغت کی کتابوں میں یہ معنے بھی لکھے ہیں تو سچ کہو کہ اسکا یہ ملحدانہ طریق ہے یا نہیں اسیطرح کتب لغت میں صوم کا لفظ صرف روزہ میں محدود نہیں بلکہ عیسائیوں کے گرجا کا نام بھی صوم ہے اور شتر مرغ کے سرگین کو بھی صوم کہتے ہیں لیکن قرآن شریف کی اصطلاح میں صوم صرف روزہ کا نام ہے اور اسیطرح صلوٰۃ کے لفظ کے معنے بھی لغت میں کئی ہیں مگر قرآن شریف کی اصطلاح میں صرف نماز اور درود و دعا کا نام ہے یہ بات سمجھنے والے جانتے ہیں کہ ہر یک فن ایک اصطلاح کا محتاج ہوتا ہے اور اہل اس فن کے حاجات کے موافق بعض الفاظ کو متعدد معنوں سے مجرد کر کے کسی ایک معنی سے مخصوص کر لیتے ہیں مثلاً طبابت کے فن کو دیکھئے کہ بعض الفاظ جو کئی معنے رکھتے تھے صرف ایک معنی میں اصطلاحی طور پر مخصوص و محدود کئے گئے ہیں

اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی علم بغیر اصطلاحی الفاظ کے چل ہی نہیں سکتا۔ پس جو شخص الحاد کا ارادہ نہیں رکھتا اس کے لئے سیدھی راہ یہی ہے کہ قرآن شریف کے معنے اُس کے مروجہ اور مصطلحہ الفاظ کے لحاظ سے کرے ورنہ تفسیر بالرائے ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر تَوَفّٰی کے معنے الفاظ مروّجہ قرآن میں علم طور پر قبض روح ہی ہے تو پھر مفسروں نے اسکے برخلاف اقوال کیوں لکھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ موت کے معنے ہی تو وہ برابر لکھتے چلے آئے ہیں اگر ایک قوم کا ان معنوں پر اجماع نہ ہوتا تو کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک جو تیرہ سو برس گذر گئے یہ معنے تفسیروں میں درج ہوتے چلے آئے سو ان معنوں کا مسلسل طور پر درج ہوتے چلے آنا صریح اسبات پر دلیل ہے کہ صحابہ کے وقت سے آجتک ان معنوں پر اجماع چلا آیا ہے۔ رہی یہ بات کہ پھر دوسرے معنے انہیں تفسیروں میں کیوں لکھے گئے اسکا جواب یہ ہے کہ وہ بعض لوگوں کی غلط رائے ہے اور اس رائے کی غلطی ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ رائے سراسر قرآن شریف کے منشاء کے برخلاف ہے اور نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انہیں میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰ تین گھنٹہ یا سات گھنٹہ یا تین دن تک مُردہ رہے اور پھر آسمان کی طرف زندہ کرکے اٹھائے گئے اور اس سے پہلی نظر ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے ابتدا میں یہ رائے قائم کی ہے انکا یہ منشاء ہوگا کہ جیسا کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے۔ اور مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی اسبار میں اپنی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے اور متصوفین بھی اسکے قائل ہیں کہ جب کوئی مقدس اور راستباز بندہ فوت ہو جاتا ہے تو پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے اور قدرت حق سے ایک قسم کا اسکو جسم نورانی عطا ہوتا ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر حسب اپنے مرتبہ کے رہائش اختیار کرتا ہے سو کیوں مسیح کے اٹھائے جانیکا ایک نرالا مسئلہ بنا دیں ہم قبول کرتے ہیں کہ وہ ایک نورانی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھایا گیا جیسا کہ اور نبی اٹھائے گئے اسکو نورانی جسم دیا گیا تھا تبھی وہ کھانے اور پینے اور پاخانہ اور پیشاب کرنے کا محتاج نہ ہوا اگر یہ کثیف اور خاکی جسم ہوتا تو آسمان پر اسکے لئے ایک باورچیخانہ اور ایک پاخانہ بھی چاہیئے تھا کیونکہ اس خاکی جسم کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ تمام ضروری امور ٹھہرائے ہیں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات بیّنات سے ظاہر ہے۔

اے حضرات مولوی صاحبان جبکہ عام طور پر قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے
اور ابتداء سے آجتک بعض اقوال صحابہ اور مفسرین بھی اس کو مارتے ہی چلے آئے ہیں تو اب آپ لوگ حق
کی ضد کیوں کرتے ہیں کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے ہی تو دو کب تک اُسکو
حی القیوم کہتے جاؤ گے کچھ انتہا بھی ہے۔ پھر اگر آپ محض ضد کی راہ سے یہ کہیں کہ مسیح ابن مریم
وقت تو ضرور ہو گیا تھا مگر اُسی خاکی جسم میں اُسکی روح آگئی تو کیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے ماسوا اسکے
اس صورت میں دو موتیں اس کے لئے تجویز کرو گے یہ کہاں لکھا ہے اور کس کی ہدایت ہے کہ
خدا تعالیٰ سوختہ اُمّۃ اولیٰ پر کفایت نہ کرے اور سارے جہان کے لئے ایک موت اور مسیح ناکردہ گناہ
پر دو موتوں کی تکلیف نازل ہو کیا کوئی حدیث ہے یا قرآن شریف کی آیت ہے جو ان دو موتوں
کے بارے میں آپکے پاس ہے یوں تو آپ حضرت مسیح کی لاش کو بڑی عزت کے ساتھ دفن کرنا
چاہتے ہیں جبکہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کئے
جائیں گے لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ دوسری موت اُن کے لئے کس سخت گناہ کا پاداش
ہوگی اور واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اُنکا آخری زمانہ میں دفن ہونا یہ اس
بات کی فرع ہے کہ پہلے اُن کا اسی جسم خاکی کے ساتھ زندہ اُٹھایا جانا ثابت ہو۔ ورنہ فرض کیطور پر
اگر اس حدیث کو جو نصوص بینہ کے مخالف صریح پڑی ہوئی ہے صحیح بھی مان لیں اور اس کے
معنے کو ظاہر پر ہی حمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو کیونکہ اس حدیث کی رو سے کہ جو علماء اُمتی کانبیاء
بنی اسرائیل ہے مثیلوں کی کمی نہیں اور ایسا ہی یہ آیت کریمہ بھی مثیلوں کی طرف اشارہ کر رہی
ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اور نیز قرائن قویہ
کی وجہ سے بغرض صحت اس کو ایک استعارہ تسلیم کر کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ ایک اشارہ
معیت اور اتحاد کی طرف ہے مثلاً جو دشمن ہو اُس کے لئے انسان کہتا ہے کہ اسکی قبر بھی
میرے نزدیک نہ ہو لیکن دوست کے لئے قبر کا بھی ساتھ چاہتا ہے اور مکاشفات میں اکثر

ایسے امور دیکھے جاتے ہیں۔ ایک مدت کی بات ہے جو اس عاجز نے خواب میں دیکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ پر میں کھڑا ہوں اور کئی لوگ مر گئے ہیں یا مقتول ہیں اُن کو لوگ دفن کرنا چاہتے ہیں اسی عرصہ میں روضہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا اور اُس کے ہاتھ میں ایک سرکنڈہ تھا اور وہ اُس سرکنڈہ کو زمین پر مارتا تھا اور ہر یک کو کہتا تھا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب وہ یہی کام کرتا کرتا میرے نزدیک آیا اور مجھ کو دکھلا کر اور میرے سامنے کھڑا ہو کر روضہ شریفہ کے پاس کی زمین پر اُس نے اپنا سرکنڈہ مارا اور کہا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے اجتہاد سے اسکی یہ تاویل کی کہ یہ معیت معادی کیطرف اشارہ ہے کیونکہ جو شخص فوت ہونیکے بعد روحانی طور پر کسی مقدس کے قریب ہو جاتا ہے تو گویا اُس کی قبر اُس مقدس کی قبر کے قریب ہو گئی۔

واللہ اعلم بالصواب

نور افشاں مطبوعہ ۲۳ اپریل کا اعتراض

پرچہ نور افشاں میں مسیح کے صعود کی نسبت یہ دلیل پیش کیگئی ہے کہ مسیح کے صعود کی نسبت گیارہ شاگرد بچشم دید گواہ موجود ہیں جنہوں نے اُسے آسمان کو جہانتک حد نظر ہے جاتے دیکھا چنانچہ معترض صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں رسولوں کے اعمال باب اول کی یہ آیتیں پیش کی ہیں۔

(۳) اُن پر (یعنے اپنے گیارہ شاگردوں پر) اس نے یعنی مسیح نے اپنے مرنے کے پیچھے آپ کو بہت سی قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک اُنہیں نظر آتا رہا اور خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا اور اُنکے ساتھ ایک جا ہو کر حکم دیا کہ یروشلم سے باہر جاؤ

..... اور وہ یہ کہہ کے اُنکے دیکھتے ہوئے اوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُنکی نظروں سے چھپا لیا اور اُس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کیطرف تک رہے تھے دو مرد سفید پوشاک پہنے ہوئے اُنکے پاس کھڑے تھے (۱۱) اور کہنے لگے ای جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کیطرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔

اب پادری صاحب صرف اس عبارت پر خوش ہو کر سمجھ بیٹھے ہیں کہ درحقیقت اسی جسم خاکی کے ساتھ مسیح اپنے مرنے کے بعد آسمان کیطرف اُٹھایا گیا لیکن اُنہیں معلوم ہو کہ یہ بیان لوقا کا ہے جسنے نہ مسیح کو دیکھا اور نہ اُس کے شاگردوں سے کچھ سنا پھر ایسے شخص کا بیان کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے جو شہادت رویت نہیں اور نہ کسی دیکھنے والے کے نام کا اُس میں حوالہ ہے ماسوا اسکے یہ بیان سراسر غلط فہمی سے بھرا ہوا ہے یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا بلکہ اسی باب کی تیسری آیت ظاہر کر رہی ہے کہ بعد فوت ہو جانے کے کشفی طور پر مسیح چالیس دن تک اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا اس جگہ کوئی یہ نہ سمجھ لیوے کہ مسیح بوجہ مصلوب ہونے کے فوت ہوا کیونکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے صلیب سے مسیح کی جان بچائی تھی بلکہ یہ تیسری آیت باب اول عمل کی مسیح کی طبعی موت کی نسبت گواہی دے رہی ہے جو گلیل میں اُس کو پیش آئی اس موت کے بعد مسیح چالیس دن تک کشفی طور پر اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا جو لوگ کشف کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ ایسے مقامات میں بڑا دھوکا کھاتے ہیں اسی وجہ سے حال کے عیسائی بھی جو روحانی روشنی سے بے بہرہ ہیں اُس عالم کشف کو درحقیقت عالم جسمانی سمجھ بیٹھے ہیں اصل بات یہ ہے کہ مقدس اور راستباز لوگ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں اور اکثر صاف باطن اور پُرمحبت لوگوں کو عالم کشف میں جو بعینہ عالم بیداری ہے نظر آجایا کرتے ہیں چنانچہ اس بارہ میں خود یہ عاجز صاحب تجربہ ہے بارہا عالم بیداری میں بعض مقدس لوگ نظر آئے ہیں اور بعض مراتب کشف کے ایسے ہیں کہ جن کی طرح سے کہہ نہیں سکتا کہ اُنمیں کوئی حصہ غنودگی یا خواب یا غفلت کا ہے بلکہ پورے طور پر بیداری ہوتی ہے اور بیداری میں گذشتہ لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے اور باتیں بھی ہوتی ہیں یہی حال حواریوں کی رویت کا ہے جو انہیں کشفی طور پر مسیح ابن مریم مرنے کے بعد جبکہ وہ جلیل میں جا کر کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا

چالیس دن برابر نظر آتا رہا اور انہوں نے اُس کشفی حالت میں صرف مسیح نہیں دیکھا بلکہ فرشتے بھی دیکھے جو سفید پوشاک پہنے ہوئے کھڑے تھے جس سے اور زیادہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کشف کا ہی عالم تھا انجیل میں بھی آیا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کشفی طور پر حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ کو بھی خواب میں دیکھا تھا غرض اعلیٰ درجہ کا کشف بعینہٖ عالم بیداری ہوتا ہے اور اگر کسی کو اس کوچہ میں کچھ دخل ہو تو ہم بڑی آسانی سے اُسکو تسلیم کرا سکتے ہیں مگر محض بیگانوں اور بیخبروں کے مقابل پر کیا کیا جائے۔

میں کئی بار لکھ چکا ہوں اور پھر بھی لکھتا ہوں کہ اہل کشف کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مقدس اور راستباز لوگ مرنیکے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں اور ایک قسم کا انہیں جسم نورانی ملجاتا ہے اور اُس جسم کے ساتھ وہ آسمان کیطرف اُٹھائے جاتے ہیں اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ بعد موت کے اکثر مدت مقدس لوگوں کی زمین پر رہنے کی چالیس دن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت ہونیکے بعد چالیس دن سے زیادہ زمین پر نہیں ٹھہرتا بلکہ اس عرصہ کے اندر اندر آسمان کیطرف اُٹھایا جاتا ہے چنانچہ خود اپنی نسبت آنجناب فرماتے ہیں کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ خدا تعالیٰ چالیس دن سے زیادہ مجھ کو قبر میں رکھے سو سمجھنا چاہیئے کہ آسمان کیطرف مع الجسد اُٹھایا جانا حضرت مسیح کا جسکی نسبت کیا عیسائی اور کیا مسلمان شور مچا رہے ہیں۔ درحقیقت یہی معنے رکھتا ہے اور اس بارہ میں مسیح کی کچھ بھی خصوصیت نہیں ہر یک مقدس اور کامل راستباز کا رفع اسیطرح ہوتا ہے اور یہ امر اہل کشف کے نزدیک مسلّمات اور مشاہدات میں سے ہے قرآن کریم میں مسیح کے رفع کا ذکر اُسکی راستبازی کی تصدیق کے لئے ہے اور مسیح کے شاگردوں کو جو کشفی صورت پر اسکا اُٹھایا جانا دکھایا گیا یہ انکی تقویت ایمان کے لئے تھا کیونکہ اسوقت کے مولویوں و فقیہوں کی طرح اُسوقت کے فقیہوں اور فریسیوں نے بھی حضرت مسیح پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور قریب تھا کہ وہ لوگ اپنی مکاریوں سے بہت سے شبہات دلوں میں ڈالدیتے لہٰذا خداوند کریم نے مسیح کے شاگردوں کی کشفی آنکھ کھول دی اور انہوں نے دیکھا کہ وہ خاص مقبولوں کیطرح آسمان کیطرف اُٹھایا گیا اگر یہ کشف نہ ہوتا تو نامحرم اور بدعقیدہ بیگانہ لوگ بھی اس حالت کو دیکھتے کیونکہ وہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی کہ جہاں دوسروں کی آمد و رفت حرام تھی۔ پس بیگانے لوگ جو آمد و رفت رکھتے تھے

بہ صرف اسیوجہ سے نہیں دیکھ سکے کہ وہ ایک کشفی امر تھا اور پھر آخیر میں گیارہ آیت میں جو لکھا ہے جو فرشتوں
نے جو وہاں کھڑے تھے یہ کہا کہ اے گلیلی مردو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اسیطرح
جسطرح تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔ یہ ایک لطیف اشارہ اسبات کی طرف ہے جو تم نے
عالم کشف میں جو عالم مثال ہے مسیح کو آسمان کیطرف جاتے دیکھا اسیطرح مثالی طور پر اور مثالی وجود کے
ساتھ مسیح پھر آویگا جیسا کہ ایلیا آیا اور یاد رہے کہ یہ تاویلات اُس حالت میں ہیں کہ ہم ان عبارتوں کو
صحیح و غیر محرّف قبول کر لیں لیکن اس قبول کرنے میں بڑی دقتیں ہیں جاننے والے خوب جانتے
ہیں کہ مسیح کا مع جسم آسمان کیطرف اُٹھائے جانا انجیل کی کسی الہامی عبارت سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا
وہ جنہوں نے اپنی اٹکل سے بغیر رویت کے کچھ لکھا اُنکے بیانات میں علاوہ اس خرابی کے کہ اُنکا
بیان چشم دید نہیں اس قدر تعارض ہے کہ ایک ذرہ ہم اُنہیں سے شہادت کے طور پر نہیں لے سکتے۔

ضرور تھا کہ مسیح دجّال گرجا ہی سے نکلے

ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح دجّال کی تعیین و تشخیص میں اسلام کے قرن اوّل کے بزرگوں میں اختلاف
رہا ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی اور یقینی طور پر ابن صیاد کو مسیح دجّال سمجھ بیٹھے تھے چنانچہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر کہا کہ الدجّال یہی ہے یعنی مسیح دجّال
کیونکہ الدجّال بجز مسیح دجّال کے اور کسی کو نہیں کہا جاتا۔ ایسا ہی ابن عمرؓ نے بھی صریح لفظوں میں
کہا کہ مسیح الدجّال یہی ہے اور ہم پہلے اس سے تحریر کر چکے ہیں کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
ابن صیاد مسلمان ہو کر بعد مدینہ میں فوت ہو گیا اور مسلمانوں نے اُسکا جنازہ پڑھا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ
وہ گم ہو گیا مگر قول اوّل ارجح ہے کیونکہ فوت کی خبر میں زیادت علم ہے جو موجب قطع و یقین ہے بہرحال

جبکہ مسلم کی حدیث سے ابن صیاد کا اسلام ثابت ہے اور ارتداد ثابت نہیں تو خواہ نخواہ ایک مسلمان کے پیچھے پڑنا اور اُسکو دجال دجال کر کے پکارنا اور پھر اُسکی نسبت یہ یقین رکھنا کہ وہی ابن صیاد یہودی الاصل آخری زمانہ میں پھر کفر کا جامہ پہنیگا اور خدائی کا دعویٰ کر کے خروج کریگا۔ میری نزدیک بالکل نامناسب اور ایک مسلمان بھائی کی ناحق کی غیبت اور بدگوئی ہے جو آیت کریمہ (لاتقف ما لیس لک بہ علم) کے تحت میں داخل ہے علاوہ اِسکے ابن صیاد سے اُسکی کفر کی حالت میں بھی کوئی ایسا کام فتنہ اور شرارت کا صادر نہیں ہوا جس سے وہ اپنے وقت میں فتنہ انگیزی میں نظیر سمجھا گیا ہو۔ پھر جب اُس کے دل میں لا الہ الا اللہ کا نور داخل ہو گیا اور تصدیق رسالت نبوی سے اُسکا سینہ منور کیا گیا تو پھر شک کرنے کی کوئی وجہ بھی باقی نہ رہی۔ بیشک وہ حدیثیں نہایت حیرت انگیز ہیں جن میں یقین کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مسیح دجال یہی شخص ہے اور اب ہم اُنکی کوئی تاویل نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ یہ کہیں کہ جو آخری زمانہ میں دجال پیدا ہونیکی خبر دیگئی ہے اُس دجال میں بعض صفات ابن صیاد کی بھی ہونگی اور کفر کی حالتمیں جو کچھ مکر و فریب کی ابن صیاد کو مشق تھی اور جو سیرت غفلت اور دلیری اور دھوکہ دہی اس میں موجود تھی وہی صفتیں اور خصلتیں اس آنیوالے دجال میں بھی ہونگی۔ گویا وہ اُسکا مثیل ہوگا اور اُسکے کفر کی حالت کا رنگ اُسمیں پایا جائیگا۔

لیکن گرجا سے نکلنے والا دجال جسکے بارہ میں امام مسلم نے اپنے صحیح میں فاطمہ بنت قیس سے روایت کی ہے اور جسکو نہایت درجہ کا قوی ہیکل اور زنجیروں سے جکڑا ہوا بیان کیا ہے اور اُسکی ایک جساسہ کی بھی خبر لکھی ہے اور یہ دجال وہ ہے جسکو تمیم داری نے کسی جزیرہ کے ایک گرجا میں دیکھا کہ خوب مضبوط بندھا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ اُسکی گردن کیطرف جکڑے ہوئے تھے اُس دجال پر علماء کی بہت نظر ہے کہ درحقیقت یہی دجال ہے جو آخری زمانہ میں نکلیگا اور یہ تو کسی کا بھی مذہب نہیں کہ آخری زمانہ میں دجال تولد کے طور پر کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوگا بلکہ بالاتفاق سلف و خلف یہی کہتے آئے ہیں کہ دجال معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا اور پھر آخری زمانہ میں بڑی قوت کے ساتھ خروج کریگا اور ابتک وہ زندہ کسی جزیرہ میں موجود ہے

مگر یہ خیال کہ اب تک وہ زندہ ہے ہرگز صحیح نہیں ہے مسلم کی دو حدیثیں مفصلہ ذیل اس خیال کی بکلی استیصال کرتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ رواہ مسلم یعنی روایت ہے جابر سے کہ کہا سنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے مہینہ بھر پہلے اپنی وفات سے جو تکمیل مقاصد دین اور اظہار علامات کا وقت تھا کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئیگی اور بجز خدا تعالیٰ کے کسی کو اسکا علم نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا نفس نہیں جو پیدا ہو گیا ہو اور موجود ہو اور پھر آج سے سو برس اس پر گذر جائے اور وہ زندہ رہے۔

(۲) پھر دوسری حدیث صحیح مسلم کی یہ ہے عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ رواہ مسلم یعنی ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں آویگی سو برس اس حال میں کہ زمین پر کوئی شخص بھی آج کے لوگوں میں سے زندہ موجود ہو۔

اب ان دونوں حدیثوں کی رو سے جنمیں سے ایک میں ہمارے سید ومولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم بھی کھائی ہے اگر ہم تکلفات سے تاویلیں نہ کریں تو صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہم دجال بھی ابن صیاد کی طرح فوت ہو گیا ہے اسی کی نسبت علماء کا خیال ہے کہ آخری زمانہ میں نکلیگا اور حال یہ ہے کہ اگر اس کو آج تک زندہ فرض کیا جائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں حدیثوں کی تکذیب لازم آتی ہے اور اس حدیث میں دجال کا یہ قول انی انا المسیح وانی اوشک ان یوذن لی فی الخروج جو زیادہ تر اس کے مسیح دجال ہونے پر دلالت کرتا ہے بظاہر اس شبہ میں ڈالتا ہے کہ آخری زمانہ میں وہ نکلنے والا ہے لیکن بہت آسانی سے یہ شبہ رفع ہو سکتا ہے جبکہ اس طرح پر سمجھ لیں کہ یہ عیسائی دجال بطور مورث اعلیٰ کے اس دجال کیلئے ہے جو عیسائی گروہ میں ہی پیدا ہو گا اور گرجا میں

سے ہی لیتے گا اور ظاہر ہے کہ وارث اور مورث کا وجود ایک ہی حکم رکھتا ہے اور ممکن ہے کہ اس بیان میں
استعارات ہوں ورنہ گرجوں سے مراد وہ موانع ہوں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائی
واعظوں کو روک رہے تھے اور وہ مجبور ہو کر گویا ایک جگہ بند تھے۔ اور یہ اشارہ ہو کہ آخری زمانہ میں بڑی قوت
کے ساتھ ان کا خروج ہوگا جیسا کہ آجکل ہے۔ اِس جگہ یاد رہے کہ حدیث مذکورہ بالا میں اس دجال نے خدائی
کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فقرہ وانی یوشک ان یؤذن لی صاف دلالت کر رہا ہے کہ دجال کو خدا تعالیٰ
کے وجود کا اقرار ہے اور حدیثوں میں کوئی ایسا لفظ پایا نہیں جاتا جس سے معلوم ہو کہ جساسہ والا دجال
اپنے آخری ظہور کے وقت میں بالجہر خالق السموات والارض ہونے کا دعوے کرے گا لیکن معلوم ہوتا
ہے کہ تکبر کی راہ سے خداوند خداوند کہلائے گا جیسے ان لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کو بکلی فراموش
کر دیتے ہیں اور اس کی پرستش اور اطاعت سے کچھ غرض نہیں رکھتے اور چاہتے ہیں کہ لوگ انکو
ربّی ربّی کہیں یعنی خداوند خداوند کر کے پکاریں اور ایسی انکی اطاعت کریں جیسی خداوند کی کرنی
چاہیئے اور یہی بدمعاشی اور غفلت کا اعلیٰ درجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تحقیر دل میں بیٹھ جائے مثلاً ایک
ایسا امیر ہے کہ نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے کہ واہیات کام ہے اس سے کیا فائدہ اور روزہ پر ٹھٹھا کرتا ہے
اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا اور اسکی آسمانی تقدیروں کا قائل نہیں بلکہ
اپنی تدبیروں اور مکروں کو تمام کامیابیوں کا مدار سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ ایسا اسکے آگے جھکیں جیسے
خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری پر چڑتا ہے اور اسکی احکام کو ذلیل اور
خوار سمجھتا ہے اور اپنے احکام کو قابل عزت خیال کرتا ہے اور اپنی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی اطاعت پر
مقدم رکھنا چاہتا ہے وہ حقیقت میں خدائی کا دعوے کر رہا ہے اگرچہ قال سے نہیں مگر حال سے ضرور یہ دعویٰ
اس سے صادر ہوتا ہے بلکہ قال سے بھی دعوے کرتا ہے کیونکہ چاہتا ہے کہ لوگ اسکو خداوند خداوند کہیں سو اسی قسم
کا دجال کا دعوے معلوم ہوتا ہے۔

اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ مسیح ابن مریم کے مثیل کی طرح دجال کا بھی مثیل آنے والا ہے یعنی ایسا گروہ
جو باعتبار اپنی سیرت و خاصیت کے پہلے دجال کا ہمرنگ ہو لیکن طرز تقریر کے اختیار کرنے میں مثیل

مسیح اُترے گا اور مثیل دجال خروج کرے گا یہ حکمت ہے تا ظاہر کیا جائے کہ دجال کا آنا بطور بلا و ابتلا
کے ہوگا اور مسیح کا آنا بطور ایسی نعمت کی جو بارادہ خاص الٰہی مومنوں کی نصرت کے لئے نازل ہوتی ہے
جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ ہم نے تمہارے لئے لوہا اُتارا اور تمہارے لئے مویشی اُتارے یعنی تمہارے
فائدہ کیلئے بطور رحمت یہ چیزیں پیدا کیں اور یہ بھی ہے کہ جو چیز زمین سے نکلتی ہے وہ ظلمت اور کثافت
رکھتی ہے اور جو اوپر سے آتی ہے اُس کے ساتھ نور و برکت ہوتی ہے اور نیز اوپر سے آنے والی نیچے والی پر
غالب ہوتی ہے غرض جو شخص آسمانی برکتیں اور آسمانی نور ساتھ رکھتا ہے اُسکے لئے نزول کا
لفظ مناسب حال ہے اور جسکے وجود میں زمینی ظلمت اور خُبث اور کدورت بھری ہوئی ہے اُس کے
ظہور کے لئے خروج کا لفظ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ نورانی چیزیں آسمان سے ہی نازل ہوتی ہیں جو
ظلمت پر فتح پاتی ہیں۔ اب اِس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جیسے مثیل مسیح کو ابن مریم کہا گیا اس امر کو نظر
میں رکھکر کہ اُسنے مسیح ابن مریم کی روحانیت کو لیا اور مسیح کے وجود کو باطنی طور پر قائم کیا ایسا ہی وہ
دجال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہو چکا ہے اسکی ظل اور مثال نے اس آخری زمانہ
میں اُسکی جگہ لی اور گرجا سے نکلکر مشارق و مغارب میں پھیل گیا اس تقریر سے مثیلیت کا
محاورہ اور بھی ثابت ہوتا ہے جو دونوں طور کے مسیحوں طیب و خبیث میں دائر و سائر ہے اگر یہ کہا جائے کہ حدیثوں
میں تو صرف اتنا لفظ آیا ہے کہ مسیح ابن مریم اُتریگا اور دجال خروج کریگا پھر ان دونوں کے ساتھ مثیل کا لفظ کیوں
ملایا جاتا ہے کیا یہ الحاد نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعد اسکے کہ ہم نصوص قطعیہ بیّنہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ
حضرت مسیح ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی وفات پا چکے ہیں اور ایسا ہی دجال بھی فوت ہو چکا اور
اُنکے زندہ ہونیکا کوئی ذکر قرآن کریم اور احادیث میں موجود نہیں بلکہ آیات بیّنہ اُنکی دنیا میں واپس آنے سے
سخت انکار کرتی ہیں تو اس صورت میں اگر ہم آنیوالے مسیح اور دجال سے اُنکے مثیل مراد نہ لیں تو اور کیا کریں
ہاں اگر حدیثوں میں یہ لفظ وارد ہوتے کہ وہ مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی
اور وہ دجال جو جزیرہ میں مقید تھا جسکے ساتھ جساسہ تھی وہی دونوں زندہ ہو کر آخری زمانہ میں آجائینگے
تو پھر تاویل کی گنجائش نہ ہوتی مگر اب تاویل نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے اور چونکہ بحکم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

ابن مریم کے نام پر کوئی آنا چاہیئے تھا اور آنا بھی وہ چاہیئے تھا جو درحقیقت امتی ہو نہ کہ حقیقی طور پر
نبی لہٰذا یہ ضروری تھا کہ ابن مریم کی جگہ کوئی ایسا اُمتی ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ابن مریم
کے رنگ میں ہے سو خدا تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کا مثیل عین وقت میں بھیج کر اسی مثیل کی معرفت
مسیح ابن مریم کا فی الواقعہ فوت ہو جانا ظاہر کر دیا اور سب دلائل اُسکے کھولدیئے اگر خدانخواستہ سچ
مچ فرقان کریم میں لکھا ہوتا کہ مسیح برخلاف اُس سنّت اللہ کے جو تمام بنی آدم کے لئے جاری ہے
زندہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا اور قیامت کے قریب تک زندہ ہی رہیگا۔ تو عیسائیوں کو بڑے
بڑے سامان بہکانے کے ہاتھ آجاتے۔ سو بہت ہی خوب ہوا کہ عیسائیوں کا خدا فوت
ہوگیا اور یہ حملہ ایک برچھی کے حملہ سے کم نہیں جو اس عاجز نے خدا تعالیٰ کی
طرف سے مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہو کر اُن دجال سیرت لوگوں پر کیا ہے
جنکو پاک چیزیں دی گئیں تھیں مگر انہوں نے ساتھ اسکے پلید چیزیں ملادیں
اور وہ کام کیا جو دجال کو کرنا چاہیئے تھا۔

اب یہ سوال بھی قابل حل ہے کہ مسیح ابن مریم تو دجال کے لئے آئیگا آپ اگر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہو کر
آئے ہیں تو آپکے مقابل پر دجال کون ہے۔ اس سوال کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ گو میں اسبات کو
تو مانتا ہوں کہ ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور ابن مریم بھی آوے اور بعض احادیث کی رو سے وہ
موعود بھی ہو اور کوئی ایسا دجال بھی آوے جو مسلمانوں میں فتنہ ڈالے مگر میرا مذہب یہی ہے کہ اس
زمانہ کے پادریوں کی مانند کوئی ابتک دجال پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا مسلم کی حدیث
میں ہے وعن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما بین
خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال۔ یعنی عمران ابن حصین سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدائش آدم سے قیامت تک کوئی امر فتنہ اور ابتلا کے رو سے
دجال کے وجود سے بڑھ کر نہیں اب اول تو یاد رکھنا چاہیئے کہ لغت میں دجال جھوٹوں
کے گروہ کو کہتے ہیں جو باطل کو حق کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں اور خلق اللہ کے

گمراہ کرنے کے لئے مکر اور تلبیس کو کام میں لاتے ہیں اب میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ مطابق
منشاء مسلم کی حدیث کے جو ابھی میں بیان کر آیا ہوں اگر ہم حضرت آدم کی پیدائش سے آج تک بذریعہ ان
تمام تحریری وسائل کے جو ہمیں ملے ہیں دنیا کے تمام ایسے لوگوں کی حالت پر نظر ڈالیں جنہوں نے دجالیت
کا اپنے منہ سے کام لیا تھا تو اس زمانہ کے پادریوں کی دجالیت کی نظیر ہرگز ہم کو نہیں ملے گی انہوں نے ایک
موہومی اور فرضی مسیح اپنی نظر کے سامنے رکھا ہوا ہے جو بقول ان کے زندہ ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا
ہے سو حضرت مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا یہ لوگ خود اس کی طرف سے وکیل
بنکر خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں اور اس دعوے کے سرسبز کرنے کے لئے کیا کچھ انہوں نے تحریفیں نہیں
کیں اور کیا کچھ تلبیس کے کام استعمال میں نہیں لائے اور مکر اور فریب چھوڑ کر اور کونسی جگہ ہے جہاں یہ
لوگ نہیں پہنچے کیا کوئی دھوکہ دینے کا کام یا گمراہ کرنے کا منصوبہ یا بہکانے کا کوئی طریقہ ایسا بھی ہے
جو ان سے ظہور میں نہیں آیا کیا یہ سچ نہیں کہ یہ لوگ اپنے دجالانہ منصوبوں کی وجہ سے ایک عالم پر دائرہ
کی طرح محیط ہو گئے ہیں جہاں یہ لوگ جائیں اور جہاں اپنا مشن قایم کریں ایک عالم کو تہ و بالا کر
دیتے ہیں دولتمند اس قدر ہیں کہ گویا دنیا کے تمام خزانے ان کے ساتھ پھرتے ہیں اگرچہ گورنمنٹ
انگریزی کو مذاہب سے کچھ سروکار نہیں اپنے شاہانہ انتظام سے مطلب ہے مگر درحقیقت پادری
صاحبوں کی بھی ایک الگ گورنمنٹ ہے جو بیشمار روپے کی مالک اور گویا تمام دنیا میں اپنا تار و پود پھیلا
رہی ہے اور ایک قسم کا جنت اور جہنم اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں جو شخص ان کے مذہب میں آنا
چاہتا ہے اس کو وہ جنت دکھلایا جاتا ہے اور جو شخص ان کا اشد مخالف ہو جائے اس کے لئے
جہنم کی دھمکی ہے ان کے گھر میں روٹیاں بہت ہیں گویا ایک پہاڑ روٹیوں کا جس جگہ ہیں ساتھ رہتا
ہے اور اکثر شکم بندہ لوگ ان کی سفید سفید روٹیوں پر مفتون ہو کر ربنا المسیح کہنا شروع کر دیتے
ہیں مسیح دجال کی کوئی بھی ایسی علامت نہیں جو ان میں نہ پائی جائے ایک وجہ سے یہ مردوں
کو بھی زندہ کرتے ہیں اور زندوں کو مارتے ہیں سمجھنے والا سمجھ لے اور اس میں تو شک ہی نہیں
کہ ان کی آنکھ ایک ہی ہے جو بائیں ہے اگر ان کی دائیں آنکھ موجود ہوتی تو یہ لوگ خدا تعالیٰ

سے ڈرتے اور خدائی کے دعوے سے باز آتے بیشک یہ بھی سچ ہے کہ پہلی کتابوں میں اس قوم دجال
کا ذکر ہے حضرت مسیح ابن مریم نے بھی انجیل میں بہت ذکر کیا ہے اور پہلے صحیفوں میں بھی جا بجا ان
کا ذکر پایا جاتا ہے بلاشبہ ایسا ہی چاہیئے تھا کہ ہر یک نبی اس مسیح دجال کے آنے کی پہلے سے خبر دیتا
سو ہر یک نے تصریحاً یا اجمالاً اشارۃً یا کنایتاً خبر دی ہے حضرت نوح سے لیکر ہمارے سید و مولیٰ
خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک اس مسیح دجال کی خبر موجود ہے جس کو میں
دلائل کے ساتھ ثابت کر سکتا ہوں۔

اور جسقدر اسلام کو ان لوگوں کے ہاتھ سے ضرر پہنچا ہے اور جسقدر انہوں نے سچائی
اور انصاف کا خون کیا ہے ان تمام خرابیوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے ہجرت مقدسہ کی تیرہویں
صدی سے پہلے ان تمام فتنوں کا نام و نشان نہ تھا اور جب تیرہویں صدی کچھ نصف سے زیادہ
گذر گئی تو یک دفعہ اس دجالی گروہ کا خروج ہوا اور پھر ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ اس صدی
کے اواخر میں بقول پادری ہیکر صاحب پانچ لاکھ تک صرف ہندوستان میں ہی کرسٹان
شدہ لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اندازہ کیا گیا کہ قریباً بارہ سال میں ایک لاکھ آدمی عیسائی مذہب
میں داخل ہو جاتا ہے جو ایک عاجز بندہ کو خدا خدا کر کے پکارتا ہے اس بات سے کوئی دانا بیخبر نہیں
کہ ایک جماعت کثیر اسلام کی یا یوں کہو کہ اسلام کے بھوکھوں اور ننگوں کا ایک گروہ
پادری صاحبوں نے صرف روٹیاں اور کپڑے دکھلا کر اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور جو روٹیوں کے
ذریعہ سے قابو نہ آئے وہ عورتوں کے ذریعہ سے اپنے پنجہ میں کئے گئے اور جو اس طرح بھی دام میں
پھنس نہ سکے ان کے لئے ملحد اور بے دین کرنیوالا فلسفہ پھیلایا گیا جس میں آج لاکھوں نو خیز
بچے مسلمانوں کے گرفتار اور مبتلا پائے جاتے ہیں جو نماز پر ہنستے اور روزہ کو ٹھٹھے سے یاد کرتے
اور وحی الٰہی کو ایک خواب پریشان خیال کرتے ہیں اور جو لوگ اس لائق بھی نہیں ہیں کہ انگریزی
فلسفہ کی تعلیم پاویں ان کے لئے بہت سے بناوٹی قصے جو محض پادری صاحبوں کے بائیں
ہاتھ کا کرتب تھا جنمیں کسی تاریخ یا کہانی کے پیرایہ میں ہجو اسلام درج تھی عام طور پر شایع کر دئیے گئے

اور پھر اسلام کے رد میں اور ہمارے سید و مولےٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں بیشمار کتابیں تالیف کر کے ان لوگوں نے ایک دنیا میں مفت تقسیم کیں۔ اور انگریزی اور اردو کے بہت سی زبانوں میں ترجمہ کر کے شایع کئے۔ رسالہ فتح اسلام کے ۴۸ صفحہ کے حاشیہ کو پڑھ کر دیکھو کہ اکیس سال میں ان لوگوں نے اپنے پُرتلبیس خیالات کے پھیلانے کے لئے سات کروڑ سے کچھ زیادہ کتابیں مفت تقسیم کی ہیں تا کسی طرح اسلام سے لوگ دست بردار ہو جائیں اور حضرت مسیح کو خدا مان لیا جائے **اللہ اکبر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اول درجہ کے دجال نہیں اور اِن کے الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو پھر اِس قوم کا کیا حال ہو گا۔**

اے غافلو! دیکھو! کہ اسلامی عمارت کے مسمار کرنے کے لئے کس درجہ کی یہ کوشش کر رہے ہیں اور کس کثرت سے ایسے وسائل مہیا کئے گئے ہیں اور اُن کے پھیلانے میں اپنی جانوں کو بھی خطرہ میں ڈالکر اور اپنے مال کو پانی کی طرح بہا کر وہ کوششیں کی ہیں کہ انسانی طاقتوں کا خاتمہ کر دیا ہے یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے اور پاکیزگی کے برخلاف منصوبے اِس راہ میں ختم کئے گئے اور سچائی اور ایمانداری کے اُڑانے کے لئے طرح طرح کے سُرنگیں طیار کی گئیں اور اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتیں نہایت درجہ کی جانکاہی سے پیدا کی گئیں۔ ہزارہا قصّے اور مباحثات کی کتابیں محض فریب کے طور پر اور محض اِس غرض سے بنائی گئیں تا اگر اور طریق سے نہیں تو اسی طریق سے دلوں پر بد اثر پڑے کیا کوئی ایسا رہزنی کا طریق ہے جو ایجاد نہیں کیا گیا؟ کیا کوئی ایسی سبیل گمراہ کرنے کی باقی ہے جس کے یہ موجد نہیں پس ظاہر ہے کہ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں اور سحر کے اس کامل درجہ کا نمونہ ہے جو بجز اول درجہ کے دجّال کے جو **دجال معہود** ہے اور کسی سے ظہور پذیر نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا انہیں لوگوں کو جو پادری صاحبوں کا گروہ ہے دجال معہود ماننا

پڑا اور جبکہ ہم دنیا کے اُس اکثر حصّہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں جو گذر چکا تو ہماری نظر اس استقرائی شہادت کو ساتھ لیکر عود کرتی ہے کہ زمانہ کے سلسلہ گذشتہ میں جہانتک پتہ ملسکتا ہے دجالیت کی صفت اور اُس کی کامیابیوں میں کوئی ان لوگوں کا نظیر نہیں اور ان کے ان ساحرانہ کاموں میں کوئی اِنکے مساوی نہیں اور چونکہ احادیث صحیحہ میں دجال معہود کی یہی علامت لکھی ہے کہ وہ ایسے فتنے برپا کرے گا کہ جہان تک اُسوقت سے ابتدائے دُنیا کیوقت تک نظر ڈالیں اُس کا نظیر نہیں ملیگا۔ لہذا اسبات پر قطع اور یقین کرنا چاہیے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے یہی لوگ ہیں جنکے سحر کے مقابل پر معجزہ کی ضرورت تھی اور اگر انکار ہے تو پھر زمانہ گذشتہ کے دجالین میں سے ان کی نظیر پیش کرو۔

اب یہ سوال جو کیا جاتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح ابن مریم سے پہلے دجال آگیا ہو اس کا جواب ظاہر ہوگیا اور بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔ سو اے بزرگو! دجال معہود یہی ہے جو آچکا مگر تم نے اسے شناخت نہیں کیا ہاتھ میں ترازو لو اور وزن کر کے دیکھو کہ کیا اسنے بڑھ کر کوئی اور ایسا دجال آنا ممکن ہے جو فریبوں میں ان سے زیادہ ہو اس دجال کے لئے جو تمہارے وہم میں ہے تم لوگ بار بار یہ حدیث پیش کرتے ہو کہ اِس قدر اُس کا بڑا فتنہ ہوگا کہ ستر ہزار مسلمان اُس کا معتقد ہو جائے گا لیکن اِس جگہ تو لاکھوں آدمی دین اسلام کو چھوڑ گئے اور چھوڑتے جاتے ہیں تمہاری عورتیں تمہارے بیٹے تمہارے پیارے دوست تمہارے بڑے بڑے بزرگوں اور ولیوں کی اولاد تمہارے بڑے بڑے خاندانوں کے آدمی اس دجالی مذہب میں داخل ہوتے جاتے ہیں کیا یہ اسلام کے لئے سخت ماتم کیجگہ نہیں سوچکر دیکھو کہ کسقدر اِن لوگوں کے فتنوں نے دامن پھیلا رکھا ہے اور کسقدر ان لوگوں کی کوششیں انتہا تک پہنچ گئی ہیں کیا کوئی ایسا بھی خفیہ فریب اور مکر کا ہے جو انہوں نے ہنر لی

کے لئے استعمال نہیں کیا کروڑہا کتابیں اسی غرض سے ملکوں میں پھیلائیں ہزارہا واعظ اور منّاد اسی غرض کے لئے جابجا چھوڑ دیئے۔ کروڑہا روپیہ اسی راہ میں خرچ ہو رہا ہے نہایت دشوار گذار راہوں سے پرخطر پہاڑوں اور یاغستان کے ملک اور کافرستان کے وحشی لوگوں اور افریقہ کے جنگلیوں آدمیوں کے پاس جاتے ہیں اور اسی غرض سے ہمیشہ خشکی اور تری کا سفر کرتے رہتے ہیں تا کسی شخص کو اپنے دام میں لاویں۔ حضرت آدم سے آجتک جو متفرق طور پر گمراہ کرنے کے لئے لوگوں نے فریب کئے ہیں۔ ان مشنوں میں اُن تمام کا مجموعہ پایا جاتا ہے کوئی شخص اگر ایک سال تک سوچتا رہے اور گمراہ کرنے کے جدید جدید فریب نکالے تو آخر جب غور کر کے دیکھے گا تو وہ سب فریب ان مشنوں میں پائے گا بہت جگہ ان لوگوں نے ڈاکٹری عہدے بھی حاصل کئے ہیں تا اگر اور نہیں تو مصیبت زدہ بیمار ہی قابو آویں۔ بہت سا غلہ اس غرض سے خرید اجاتا ہے کہ تا اگر قحط پڑے تو قحط زدہ لوگوں کو وہ غلہ مفت دیا جاوے اور کچھ وعظ بھی سنا دیا جاوے۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ اتوار کے دن پادری صاحبان کا خیرات خانہ کھلتا ہے اور بہت سے مسکین اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مناسب وقت کچھ کچھ وعظ کے طور پر اُن کو سنا کر پیسے ٹکے ان کو دئے جاتے ہیں۔ بہت سی ایسی مسّوں نے جو پادری کا منصب رکھتی ہیں دو وقت لوگوں کے گھروں میں پھرنا اختیار کر رکھا ہے اور اشرافوں کی لڑکیوں کو سینا پرونا اور کئی قسم کا سوئی کا کام سکھلاتی ہیں اور رہزنی کے لئے آلہ نقب بھی بغل میں ہوتا ہی موقعہ پر وہ حربہ بھی چلایا جاتا ہے چنانچہ کئی جوان لڑکیاں اچھے اچھے خاندانوں کی سیّد اور شیخ اور مغل اور نوابوں اور شہزادوں کی اولاد کہلا کر پھر مس صاحبوں کی کوششوں سے عیسائی جماعت میں جا ملی ہیں اور جن مستورہ اور شریفہ عورتوں نے کبھی مدت العمر غیر آدمی کی شکل بھی نہ دیکھی تھی اب وہ عیسائی ہو کر نامحرموں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر پھرتی ہیں پاک محبت کے خیال سے نامحرم اگر بوسہ بھی لے لیں تو کچھ بُرا نہیں سمجھا جاتا اور یا تو انہوں نے کبھی شراب کا نام بھی نہ سنا تھا اور یا اس خبیث عرق کی دنرات خوب مشق ہو رہی ہے اور برانڈی شیری۔ ہاسکی

رَم پورٹ وائین وغیرہ شرابون کے نام نوک زبان ہو رہے ہین۔ اسیطرح ہزارہا لاوارث بچے مسلمانون کے ان لوگون کے قبضہ مین آکر اور انکے تلبیسات کی تعلیم پاکر اب پکے دشمن اسلام کے نظر آتے ہین کیا کوئی فتنہ اندازی کا کام خیال مین آسکتا ہے جو ان لوگون نے نہین کیا کیا دین اسلام کے مٹانے والی تدبیرین کوئی ایسی بھی باقی رہ گئی ہین جو انکے ہاتھ سے ظہور مین نہین آئین اب انصاف کرنا چاہیے کہ جس حالت مین دنیا کی ابتدا سے آجتک تلبیس کے تمام کامون مین اور دجالیت کے تمام طریقون مین انہین لوگون کا نمبر سبقت لے ادل معلوم ہوتا ہے اور اس قسم کی وبا کے پھیلانے مین دنیا کے صفحہ مین اول سے آجکے دن تک کوئی نظیر انکی معلوم نہین ہوتی اور ان لوگون کی زہرناک تاثیرون نے بعض لوگون کو تو پورے طور پر ہلاک کر دیا ہے اور بعض کا مفلوج کیطرح نصف حصہ بیکار کر دیا ہے اور بعض کے خون مین جذامیونکیطرح فساد ڈالدیا ہے جن کے چہرون پر بڑے بڑے داغ جذام کے نظر آتے ہین اور بعض کی آنکھون پر ایسا ہاتھ پھیر دیا ہے کہ اب انکو کچھ بھی نظر نہین آتا۔ اور نوکرسٹانونکی ذریت کی ہیئت کیوجہ سے مادر زاد اندہونکی بھی جماعت بڑہتی جاتی ہے۔ اور کروڑہا تیرہ طبع لوگون مین ناپاک رحین شور کر رہی ہین غرض اس وبا پھیلانیوالی ہوا کیوجہ سے ایسا زمانہ آگیا ہے کہ کروڑہا جذامی اور کروڑہا مادر زاد اندھے اور کروڑہا مفلوج اور کروڑہا مُردون کی لاشین سڑی گلی ہوئی نظر آرہی ہین۔ اب پھر مین کہتا ہون کہ کیا **اسکے لئے کوئی مسیح ابن مریم مُحیِی اموات نہین آنا چاہیئے تھا جس حالت مین ایسا مسیح دجال آگیا تو کیا مسیح ابن مریم نہ آتا۔**

اب یہ شبہات پیش کئے جاتے ہین کہ دجال دائین آنکھ سے کانا ہوگا اور یاجوج ماجوج اسی زمانہ مین ظہور کرینگے اور دابۃ الارض بھی آئیگا اور دُخان بھی اور طلوع شمس مغرب کیطرف سے ہوگا اور امام محمد مہدی بھی اُسوقت ظہور کرے گا۔ اور دجال کیساتھ بہشت اور دوزخ ہوگا اور زمین کے خزانے بھی اُس کیساتھ ہونگے اور ایک پہاڑ روٹیون کا بھی ساتھ ہوگا اور ایک گدہا بھی ہوگا اور دجال اپنے شعبدے دکہائے گا اور آسمان اور زمین دونو اسکے حکم

میں ہونگے جس قوم پر چاہے بارش نازل کرے اور جس قوم کو چاہے خشک سالی سے ہلاک کر دے اور انہیں دنوں میں قومیں یاجوج اور ماجوج کی ترقی پکڑینگی اور زمین کو دبا تی چلی جاوینگی اور ہر یک بلند زمین سے دوڑینگی اور دجال ایک جسیم آدمی سرخ رنگ ہوگا یہ تمام علامتیں اب کہاں پائی جاتی ہیں۔

ان شبہات کا ازالہ اس طرح پر ہے کہ یک چشم سے مراد در حقیقت یک چشم نہیں۔ اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی کیا اس جگہ نابینائی سے مراد جسمانی نابینائی مراد ہے بلکہ روحانی نابینائی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ دجال میں دینی عقل نہیں ہوگی اور گو دنیا کی عقل اسمیں تیز ہوگی اور ایسی حکمتیں ایجاد کرے گا اور ایسے عجیب کام دکہلائیگا گویا خدائی کا دعوے کر رہا ہے لیکن دین کی آنکھ بالکل نہیں ہوگی جیسی آجکل یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا حال ہے کہ دنیا کی تدبیروں کا انہوں نے خاتمہ کر دیا ہے اور حدیث میں جو کافر کا لفظ موجود ہے وہی دلالت کر رہا ہے جو یہ ایک کشفی امر اور لایق تعبیر ہے۔ جیسا کہ مُلّا علی قاری نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جنمیں سے ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں یہ دونو قومیں بلندی سے نیچے کیطرف حملہ کر رہی ہیں یعنی اپنی خداداد طاقتوں کے ساتھ فتحیاب ہوتی جاتی ہیں مسلمانوں کی بدچلنیوں نے مسلمانوں کو نیچے گرا دیا اور انکی تہذیب اور متانت شعاری اور ہمت اور اُولُوالعزمی اور معاشرت کے اعلیٰ اصولوں نے بحکم مصلحت قادر مطلق انکو اقبال دیدیا ان دونو قوموں کا بائبل میں بھی ذکر ہے۔

اور دابۃ الارض سے مراد کوئی لایعقل جانور نہیں بلکہ بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ آدمی کا نام ہی دابۃ الارض ہے* اور اسجگہ لفظ دابۃ الارض سے ایک ایسا طائفہ انسانوں کا مراد ہے جو آسمانی روح اپنے اندر نہیں رکھتے لیکن زمینی علوم و فنون کے ذریعہ سے منکرین اسلام کو لاجواب کرتے ہیں اور اپنا علم کلام اور طریق مناظرہ تائید دین کی راہ میں خرچ کر کے بجان و دل خدمت شریعت غرا بجا لاتے ہیں سو وہ چونکہ در حقیقت زمینی ہیں نہ آسمانی

* نوٹ۔ آثار الصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ دابۃ الارض آپ ہی ہیں تب آپ نے جواب دیا کہ دابۃ الارض میں تو کچھ چارپایوں اور پرندوں کی بھی مشابہت ہوگی مجھ میں وہ کہاں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دابۃ الارض اسم جنس ہے جس سے ایک طائفہ مراد ہے۔ منہ

نہیں اور آسمانی روح کامل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتے اسلئے دابۃ الارض کہلاتے ہیں اور چونکہ کامل تزکیہ نہیں رکھتے اور نہ کامل وفاداری اس لئے چہرہ ان کا تو انسانوں کا ہے مگر بعض اعضاء انکے بعض دوسرے حیوانات سے مشابہ ہیں اسی کی طرف اللہ جلشانہ اشارہ فرماتا ہے وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ یعنی جب ایسے دن آئینگے جو کفار پر عذاب نازل ہو اور ان کا وقت مقدر قریب آجائے گا تو ہم ایک گروہ دابۃ الارض کا زمین میں سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنے وہ علماء ظاہر ہونگے جنکو علم کلام اور فلسفہ میں ید طولے ہوگا وہ جابجا اسلام کی حمایت میں کھڑے ہو جائینگے اور اسلام کی سچائیوں کو استدلالی طور پر مشارق مغارب میں پھیلائینگے اور اس جگہ أَخْرَجْنَا کا لفظ اس وجہ سے اختیار کیا کہ آخری زمانہ میں ان کا خروج ہوگا نہ حدوث یعنے تخمی طور پر یا کم مقدار کے طور پر تو پہلے ہی سے تھوڑے بہت ہر یک زمانہ میں وہ پائے جائینگے لیکن آخری زمانہ میں بکثرت اور نیز اپنے کمال لایق کیساتھ پیدا ہونگے اور حمایت اسلام میں جابجا واعظین کے منصب پر کھڑے ہو جائیں گے اور شمار میں بہت بڑھ جائینگے۔

واضح ہو کہ یہ خروج کا لفظ قرآن شریف میں دوسرے پیرایہ میں یاجوج ماجوج کے لئے بھی آیا ہے اور دخان کے لئے بھی قرآن شریف میں ایسا ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے جسکے معنوں کا ماحصل خروج ہی ہے اور دجال کے لئے بھی حدیثوں میں یہی خروج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے سو اس لفظ کے استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ چیزیں جو آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہونگی وہ ابتدائی زمانوں میں بکلی معدوم نہیں ہونگی بلکہ اپنے وجود نوعی یا مثالی کے ساتھ جو آخری وجود کا ہمرنگ اور مماثل ہوگا پہلے بھی بعض افراد میں ان کا وجود متحقق ہوگا لیکن وہ وجود ایک ضعف و کمزوری اور ناکامی کی حالت میں ہوگا مگر دوسرا وجود جسکو خروج کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں ایک جلالی حالت ہوگی یعنے پہلے وجود کی طرح ضعف اور کمزوری نہیں ہوگی اور ایک طاقت کے ساتھ اسکا ظہور ہوگا جسکی اظہار کیلئے خروج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں میں یہ خیال پھیلا

آتا ہے کہ مسیح دجال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے موجود ہی اور پھر ان کے خیالات میں یہی
غلطی پک گئی ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم کی طرح اس کو زندہ سمجھا ہوا ہے جو کسی جزیرہ میں مقید
اور جکڑا ہوا ہے اور اسکی جساسہ بھی اب تک زندہ ہے جو اسکو خبریں پہونچا رہی ہے افسوس کہ یہ لوگ
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں غلط فہمی کر کے کیسی مصیبتوں میں پھنس گئے۔ ایسا
ہی یہ لوگ یاجوج ماجوج کو بھی وجود شخصی کے ساتھ زندہ سمجھتے ہیں یعنے بقاء شخصی کے قائل
ہیں۔ اب جبکہ دجال اور اسکی جساسہ اور یاجوج ماجوج کے کروڑہا آدمی اور دابۃ الارض اور بقول
بعض ابن صیاد بھی اب تک زندہ ہیں تو حضرت مسیح اگر زندہ نہ ہوں تو انکی حق تلفی ہے میرے
نزدیک بہت سہل طریق ثبوت کا یہ ہے کہ مولوی صاحبان کوشش کر کے کوئی یاجوج ماجوج
کا آدمی یا دجال کی جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے آویں پھر کیا بات ہے
سب مان جائیں گے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی آسمان پر زندہ ہیں اور مفت میں فتح
ہو جائیگی۔ حضرت! اب ہمت کیجئے کہیں سے دجال شریر کے جساسہ کو ہی پکڑئے حوصلہ
نہ ہاریں آخر یہ سب زمین پر ہی ہیں ابن تمیم کی حدیث کو مسلم میں پڑھکر اسی پتہ سے جستہ دجال کا
سراغ لگائیے یا خبیث دجال کو ہی جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے بچشم خود دیکھ کر پھر اوروں کو دکھلائیے
بات تو خوب ہے انگریزوں نے ہمت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا آپ اس
ایک ناکارہ کام میں ہی کامیابی دکھلائیے شاید ان لوگوں میں سے کسی کا پتہ چلے ؎

ہر کاسے کہ ہمت بستہ گردد ٭ اگر خارے بود گلدستہ گردد

اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر خیر اسی میں ہے
کہ ان بیہودہ خیالات سے باز آجائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی جاندار
اسوقت سے سو برس تک زمین پر زندہ نہیں رہ سکتا مگر آپ حق ان سب جانداروں کو اس زمانہ سے
آجتک زندہ خیال کر رہے ہیں۔ یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے اسلام کا ایسا خاکہ کھینچکر نہ دکھلائیے
جس پر بچہ بچہ ہنسی کرے غور کر کے سوچئے کہ یہ کروڑہا انسان جو صدہا برسوں سے زندہ
فرض کئے گئے ہیں جو اب تک مرنے میں نہیں آتے کس ملک اور کس شہر میں رہتے ہیں تعجب کہ معمورہ دنیا

کی حقیقت بخوبی کھل گئی اور پہاڑوں اور جزیروں کا حال ہی بخوبی معلوم ہوگیا اور تفتیش کرنیوالوں نے
یہاں تک اپنی تفتیش کو کمال تک پہونچا دیا جو ایسی آبادیاں جو ابتداء دُنیا سے معلوم نہ تھیں وہ بھی
معلوم ہوگئیں مگر اب تک نہ جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج
کے کروڑہا انسانوں کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔ سوائے حضرات! یقیناً سمجھو کہ وہ سب جاندار جو انسان
کی قسم میں سے تھے اس دنیا سے کوچ کر گئے پردۂ زمین میں چھپ گئے اور تیرہ سو برس سے دنیا کی صحبت
اپنی جدائی کی سچائی سے مدت کا مزہ انہیں چکھا دیا اب انکی انتظار آپ کی خام خیالی ہے اب تو بالکل
انکو رخصت شدہ سمجھئے۔

اور اگر آپکے دل میں یہ خلجان گذرے کہ احادیث نبویہ میں انکے خروج کا وعدہ ہے اس کے
اس صورت میں کیا معنے ہونگے سو سنو اسکے سچے معنے جو اللہ جلشانہ نے میرے پر ظاہر کئے ہیں وہ یہ
ہیں کہ ان سب چیزوں کا آخری زمانہ میں جلالی طور پر صور مثالیہ میں ظہور مراد ہے مثلاً پہلا دجال کہ
اس طرح پر دیکھا گیا کہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا اور ضعیف ہے کسی پر حملہ نہیں کر سکتا مگر اس آخری
زمانہ میں عیسائی مشن کا دجال اُسی دجال کے رنگ میں ہو کر قوت کے ساتھ خروج کر رہا ہے
اور گویا مثالی اور ظلی وجود کے ساتھ وہی ہے اور جیسا کہ وہ اول زمانہ میں گرجا میں جکڑا ہوا
نظر آیا تھا اب وہ اس بندش سے مخلصی پا کر عیسائیوں کے گرجے ہی سے نکلا ہے اور دنیا میں
ایک آفت برپا کر رہا ہے۔

ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں کبھی
دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور انکی حالتیں ضعف میں رہا لیکن خدا تعالیٰ
فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کرینگی یعنے اپنی جلالی قوت کے ساتھ
ظاہر ہونگی جیسا کہ سورۃ کہف میں فرماتا ہے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض
یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایکدوسرے پر حملہ کرینگی اور جسکو خدا تعالیٰ
چاہیگا فتح دیگا چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں

اس لئے ہر یک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ اسوقت انگریزوں کی فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناشکرگذار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے ہرگز نہیں پا سکتے۔

ایسا ہی دابۃ الارض یعنی وہ علماء و واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتدا سے چلے آتے ہیں لیکن قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں انکی حد سے زیادہ کثرت ہوگی اور انکے خروج سے مراد یہی انکی کثرت ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسے ان چیزوں کے بارے میں جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتیں اور آخری زمانہ میں پورے جوش اور طاقت کے ساتھ ظہور کریں گی خروج کا لفظ استعمال ہوا ہے ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں جو حدیثوں میں لکھا ہے کہ آسمانی وحی اور قوت کے ساتھ ظہور کرے گا نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے سو ان دونوں لفظوں خروج اور نزول میں درحقیقت ایک ہی امر مدنظر رکھا گیا ہے یعنی اس بات کا سمجھانا منظور ہے کہ یہ ساری چیزیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی ہیں باعتبار اپنی قوت ظہور کے خروج اور نزول کی صفت سے متصف کی گئی ہیں جو آسمانی قوت کے ساتھ آنے والا تھا اس کو نزول کے لفظ سے یاد کیا گیا اور جو زمینی قوت کے ساتھ نکلنے والا تھا اس کو خروج کے لفظ کے ساتھ پکارا گیا تا نزول کے لفظ سے آنے والے کی ایک عظمت سمجھی جائے اور خروج کے لفظ سے ایک خفت اور حقارت ثابت ہو اور نیز یہ بھی معلوم ہو کہ نازل خارج پر غالب ہے۔

ایسا ہی دُخان جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے کچھ آخری زمانہ سے ہی خاص نہیں ہے
ہاں آخری زمانہ میں جو ہمارا زمانہ ہے اُس کا بیّن اور کھلے کھلے طور ظہور ہوا ہے جیسا کہ اللہ
جلشانہ فرماتا ہے حٰمٓ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ
فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ لَا
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ فَارْتَقِبْ
یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یَّغْشَی النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ رَبَّنَا اکْشِفْ
عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ سورۃ الدخان الجزو ۲۵ یعنی اس روشن اور کھلی کھلی
کتاب کی قسم ہے کہ ہم نے اِس قرآن کریم کو ایک مبارک رات میں اُتارا ہے کیونکہ ہمیں منظور
تھا کہ نافرمانی کے نتائج سے ڈراویں۔ وہ رات ایک ایسی بابرکت رات ہے کہ تمام حکمت کی باتیں
اُس میں کھولی جاتی ہیں اور ایسا ہی ہم نے چاہا ہے اور تیرے ربّ نے رحمت کی راہ سے ایسا ہی
ارادہ کیا ہے کہ کل معارف ودقائق الٰہیہ کا تیری بعثت مبارکہ پر ہی خاتمہ ہو اور وہی کلام
کل معارف حکمیہ کا جامع ہو جو تجھ پر نازل ہوا ہے اور یہ بات ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اس برکت
والی رات سے مراد ایک تو وہی معنی ہیں جو مشہور ہیں اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ بعثت کی رات ہے اور اس کا دامن قیامت کے دن تک پھیلا ہوا ہے اور آیت
فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تمام زمانہ جو قیامت تک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت کے تحت میں ہے فیوض قرآن کریم سے بہت فائدہ
اُٹھائیگا اور وہ تمام معارف الٰہیہ جو دنیا میں مخفی چلے آتے تھے اس زمانہ میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر
ہوتے رہیں گے اور نیز آیت فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ میں بھی اشارہ ہے کہ اس زمانہ
بابرکت کے خواص میں سے یہ بھی ہوگا کہ معاش و معاد کے کل علوم حکمیہ اپنے اعلیٰ درجہ
کے کمالات کے ساتھ ظہور پذیر ہوں گے اور کوئی امر حکمت ایسا نہیں رہیگا جس کی

تفصیل یہ کہ پھر آگے فرمایا کہ خدا وہ خدا ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا اور جو کچھ اُس کے درمیان ہے سب اُسی نے پیدا کیا تا تم اُسی صانع حقیقی پر یقین لاؤ اور شک کرنے کی کوئی وجہ نہ رہے کوئی معبود اسکے سوا نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا رب ہے اور تمہارے ان باپ دادوں کا رب جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ بلکہ وہ تو شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں ان دلائل کی طرف اُنہیں کہاں نظر ہے پس تو اُس دن کا امیدوار رہ جسدن آسمان ایک کھلا کھلا دھواں لائیگا جسکو دیکھکر کہیں گے کہ یہ عذاب دردناک ہے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا یہ عذاب ہم سے اٹھا ہم ایمان لائے۔

اس جگہ دُخان سے مراد قحط عظیم و شدید ہے جو سات برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پڑا یہانتک کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائی تھیں جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث میں مفصل اسکا بیان ہے لیکن آخری زمانہ کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے اس دُخان مبین کا وعدہ تھا اسطرح پر کہ قبل از ظہور مسیح نہایت درجہ کی شدت سے اسکا ظہور ہوگا اب سمجھنا چاہئے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا جسمانی طور پر اسطرح کہ اگر اب سے پچاس برس گذشتہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جیسے اب غلہ اور ہریک چیز کا نرخ عام طور پر ہمیشہ گراں رہتا ہے اسکی نظیر پہلے زمانوں میں کہیں نہیں پائی جاتی کبھی خواب و خیال کی طرح چند روز گرانی غلہ ہوتی تھی اور پھر وہ دن گذر جاتے تھے لیکن اب یہ گرانی لازم غیر منفک کیطرح ہے اور قحط کی شدت اندر ہی اندر ایک عالم کو تباہ کر رہی ہے۔

اور روحانی طور پر قحط اور امانت اور دیانت کا قحط ہو گیا ہے اور مکر و فریب علوم و فنون مثل دخان کی طرح دنیا میں پھیل گئی ہیں اور روز بروز ترقی پر ہیں اس زمانہ کی مفاسد کی صورتیں پہلے زمانوں کی مفاسد سے بالکل مختلف ہیں پہلے زمانوں میں اکثر نادانی اور اُمیّت رہزن تھی اس زمانہ میں تحصیل علوم رہزن ہو رہی ہے ہماری زمانہ کی نئی روشنی جسکو دوسرے لفظوں میں دُخان سے موسوم کرنا چاہیئے عجیب طور پر ایمان اور دیانت اور اندرونی سادگی کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ سوفسطائی تقریروں کے غبار نے صداقت کے آفتاب کو چھپا دیا ہے

اور فلسفی مغالطات نے سادہ لوحوں کو طرح طرح کے شبہات میں ڈالدیا ہے خیالات باطلہ کی تعلیم کیجاتی ہے اور حقیقی صداقتیں اکثر لوگوں کی نظر میں کچھ حقیر سی معلوم ہوتی ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ عقل کے رہزدوں کو عقل سے درست کرے اور فلسفہ کے سرگشتوں کو آسمانی فلسفہ کے زور سے راہ پر لاوے سو یہ کامل درجہ کا دُخان مبین ہے جو اس زمانہ میں ظاہر ہوا ہے۔

ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اُس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے اور انکو اسلام سے حصہ ملیگا اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُنکے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق اُنکا جسم ہوگا سو میں نے اسکی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے درحقیقت آجتک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدا تعالیٰ نے دین کی عقل تمام ایشیا کو دیدی اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔ نبیوں کا سلسلہ بھی اول سے آخر تک ایشیا ہی کے حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے اب خدا تعالیٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔

اور یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے کوئی اور معنے بھی ہوں میں نے صرف اس کشف کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے مذکورہ بالا معنی کو بیان کیا ہے اگر کوئی مولوی مُلّا ان الٰہی مکاشفات کو الحاد کی طرف منسوب کرے تو وہ جانے اور اُسکا کام وما قلت من عند نفسی بل اتبعت ما کشف علیّ واللہ بصیر بحالی و سمیع لمقالی فاتقوا اللہ ایہا العلماء۔

لیکن اگر کوئی اس جگہ یہ سوال کرے کہ جب مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع کرے گا

تو جیسا کہ لکھا ہے توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا تو پھر اگر یہی معنے سچ ہیں تو ایسے اسلام سے کیا فائدہ جو مقبول ہی نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے سے یہ مطلب تو نہیں کہ توبہ منظور ہی نہیں ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب ممالک مغربی کے لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے تب ایک انقلاب عظیم ادیان میں پیدا ہوگا اور جب یہ آفتاب پورے طور پر ممالک مغربی میں طلوع کریگا تو وہی لوگ اسلام سے محروم رہ جائیں گے جن پر دروازہ توبہ کا بند ہے یعنی جنکی فطرتیں بالکل مناسب حال اسلام کے واقع نہیں سو توبہ کا دروازہ بند ہونیکے یہ معنے نہیں کہ لوگ توبہ کرینگے مگر منظور نہ ہوگی اور خشوع اور خضوع سے روئیں گے مگر رد کئے جائیں گے کیونکہ یہ تو اس دنیا میں اُس رحیم و کریم کی شان سے بالکل بعید ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو جائینگے اور ان کو توبہ کی توفیق نہیں دیجائیگی اور وہ وہی اشرار ہیں جن پر قیامت آئیگی فتفکر و تدبر۔

ایسا ہی مہدی کے بارہ میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ ضرور ہے کہ پہلے امام محمد مہدی آویں اور بعد اسکے ظہور مسیح ابن مریم کا ہو یہ خیال قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر مہدی کا آنا مسیح ابن مریم کے زمانہ کے لئے ایک لازم غیر منفک ہوتا اور مسیح کے سلسلہ ظہور میں داخل ہوتا تو دو بزرگوار شیخ اور امام حدیث کے یعنی حضرت محمد اسمٰعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنے صحیحوں سے اس واقعہ کو خارج نہ رکھتے لیکن جس حالت میں اُنہوں نے اُس زمانہ کا تمام نقشہ کھینچکر رکھدیا اور حصر کے طور پر دعوے کر کے بتلا دیا کہ فلاں فلاں امر کا اُسوقت ظہور ہوگا لیکن امام محمد مہدی کا نام تک بھی تو نہیں لیا پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کی رو سے اُن حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا جو مسیح کے آنیکے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہے ہیں اور دراصل یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو کہ جسکو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اسکی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اُسکے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو کیا وہ خود مہدی نہیں ہے؟ کیا وہ خدا تعالےٰ

کیطرف سے ہدایت پاکر نہیں آیا!! کیا اسکے پاس اسقدر جواہرات وخزائن واموال معارف ودقائق نہیں
ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اسقدر انکا دامن بھر جائے جو قبول کرنیکی جگہ نہ رہے پس اگر یہ سچ ہے
تو اسوقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے اور یہ صرف امامین موصوفین کا ہی مذہب نہیں
بلکہ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ یعنی بجز عیسیٰ کے اسوقت
کوئی مہدی نہ ہوگا اور یوں تو ہمیں اسبات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے
کہ آئندہ بھی آویں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو لیکن جس طرز سے عوام کے خیال
میں ہے اسکا ثبوت پایا نہیں جاتا چنانچہ یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں اکثر محقق یہی رائے ظاہر کرتے آئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اچھا مہدی کا قصہ جانے دو لیکن یہ جو بار بار حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ عیسٰی
آئیگا مسیح ابن مریم نازل ہوگا ان صریح لفظوں کی کیونکر تاویل کیجائے اگر اللہ جلشانہ کے علم اور ارادہ میں ابن مریم
سے مراد ابن مریم نہیں تھا تو اس نے لوگوں کو ورطۂ فتنہ اور مشکلات میں کیوں ڈالا اور سیدھا کیوں
یہ نہ کہہ دیا کہ کوئی مثیل مسیح آئیگا بلکہ کونسی ضرورت اسبات کیطرف داعی تھی جو ضرور مثیل مسیح آتا کوئی اور
نہ آتا۔ اب کھلے کھلے لفظوں سے انکار کریں یہ انکار تو در اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے
اور در پردہ اس انکار کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی غلط ہے۔

لیکن واضح ہو کہ یہ تمام اوہام باطلہ ہیں قرآن کریم اور احادیث میں بغرض آزمائش خلق اللہ
ایسے ایسے استعارات کا مستعمل ہونا کوئی انوکھی اور بے اصل بات نہیں اور پہلی کتابوں میں ایسے
استعارات کی نظیر موجود ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ایلیا کے قصہ کو دیکھو جسکو دوبارہ آنا
کہا گیا ہے جبکہ قرآن شریف نے قطعی اور یقینی طور پر ظاہر کر دیا کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہوگئے ہیں تو اب اس سے
بڑھ کر ضرورت تاویل کیلئے اور کیا قرینہ ہوگا مثلاً فرض کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ ایک سند خط کے
ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کلکتہ میں رہنے والا عبد الرحمٰن نام جسکی شہادت کسی مقدمہ
کے لئے موثر تھی فوت ہوگیا ہے پھر بعد اس کے ہم نے ایک ایسا کاغذ تمسک دیکھا
جس پر ایک شخص عبد الرحمٰن نام کلکتہ کے رہنے والے کی گواہی تاریخ وفات کے بعد میں

درج تھی تو کیا ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہی عبدالرحمٰن جو فوت ہو چکا تھا زندہ ہو کر اپنی گواہی لکھ گیا ہے پس چونکہ اس عبدالرحمٰن کے زندہ ہو جانے کا ہمارے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں تو کیا صرف خدا تعالیٰ کی قدرت کے حوالہ سے ہم کسی ایسی صورت کے مقدمہ میں جو عدالت میں پیش ہے بغیر اس بات کے ثبوت دینے کے کہ درحقیقت وہی عبدالرحمٰن زندہ ہو کر اپنی گواہی لکھ گیا ہے ڈگری کے پانے کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اور یہ عذر کہ کیوں مسیح ابن مریم کے لفظ کو اختیار کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یا سی طرز کا محاورہ ہے جیسے یحییٰ ابن زکریا کے لئے ایلیا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے خداتعالیٰ کو منظور تھا کہ آخری زمانہ میں کوئی شخص مسیح کی قوت اور طبع میں پیدا ہو اور وہ اس گروہ کذاب کا مقابلہ کرے جنکی طبیعت اس طبیعت کے مغائر و مخالف واقع ہے سو گروہ کذاب کا نام اُنہوں مسیح دجال رکھا اور حامی حق کا نام مسیح ابن مریم قرار دیا اور اس کو بھی ایک گروہ بنایا جو مسیح ابن مریم کے نام سے سچائی کے فتح کے لئے دنیا کے آخیر تک کوشش کرتا رہیگا سو ضرور تھا کہ آنے والا مسیح ابن مریم کے نام سے ہی آتا کیونکہ جس تاثیر ماتت احیا کو مسیح دجال نے پھیلانا چاہا ہے اس تاثیر کے مخالف مسیح ابن مریم کو تاثیر دی گئی ہے جو روح القدس کے ذریعہ سے اسکو ملی ہے سو جو شخص مسیح کے قدم پر وہ تاثیر لیکر آیا اور زہرناک ہوا کے مقابل پر جو ہلاک کرتی ہے یا ہلاکت تک پہنچاتی ہے ایک تریاقی نفس اسکو عطا ہوا اس وجہ سے وہ مسیح ابن مریم کہلایا کیونکہ وہ روحانی طور پر مسیح کے رنگ میں ہو کر آیا مسیح کیونکر آسکتا وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کا ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے اور امثل ہے کیا عام لفظوں میں کسی حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعض گذشتہ رسولوں سے پیر اس امت میں آئینگے جیسا کہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ انکے مثیل آئینگے اما مثل آئینگے جو فطرتاً انبیاء سے بہت اقرب ہیں سو جنکی آیتکا صاف طور پر بلا تعارض وعدہ دیا گیا ہے ان سے منہ مت پھیرو اور انکے الہام سے بھی شہادت کا فائدہ اٹھاؤ کیونکہ انکی گواہی اُسبات کو کھولتی ہے جو تم اپنی عقلوں سے کھول نہیں سکتے آسمانی گواہی کے

ردّ کرنے میں جرأت نہ کرو کیونکہ یہ بھی اُسی پاک چشمہ سے نکلی ہے جس سے وحی نبوت نکلی ہے سو یہ وحی کے معنی کی شارح اور صراط مستقیم کو دکھلانے والی ہے۔

اے ناظرین! اب یہ عاجز اس مضمون کو ختم کرچکا اور اس تمام تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شرعی اور قطعی طور پر ہمارے اس الہام کی تصدیق یا تکذیب کیلئے جو مسیح ابن مریم وفات پاچکا ہے تین ہی چیزیں ہیں (۱) قرآن کریم (۲) احادیث (۳) اقوال سلف و خلف۔ اور ان تینوں راہوں کے ذریعہ سے ہمارے الہام کی تصدیق ہو رہی ہے مگر سب سے مقدم اور بڑا ذریعہ جو ذخیرہ یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کیلئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آب حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے انکے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سنتے۔ اُسکی ہر یک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر یک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے

چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالت جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب
کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے ایسا ہی جب کبھی
فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شایع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخکنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور
ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھدیا کہ **سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ**
حال کے زمانہ میں بھی جب اول عیسائی واعظوں نے سر اٹھایا اور بد فہم اور نادان لوگوں کو توحید
سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی تقریروں سے آراستہ
کر کے انکے آگے رکھدیا اور ایک طوفان ملک ہند میں برپا کر دیا آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں
ایسا پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور ان کے لمبے چوڑے عذرات
کو یوں الگ کر کے رکھدیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے۔ قرآن کریم نے انکے ایک بڑے بھارے
عقیدہ کو جو کفارہ کا عقیدہ تھا **ماقتلوہ وماصلبوہ** کا ثبوت دیکر معدوم کر دیا اور انسان کی
نجات کے لئے وہ طبعی اور فطرتی طریقہ بتلایا جو آدم کی پیدائش سے ہر یک آدمی کی جبلت کو لازم ہے
اب وہ لوگ اسبات سے تو رہے کہ اپنا پُر ظلم اور بے اثر کفارہ عقلمند انسانوں کے سامنے پیش کر
سکیں ہاں یہ ممکن ہے کہ اب جنّات کیطرف جنکا وجود انجیل کی رُو سے ثابت ہے اس کفارہ کے لئے
کوئی مشن بھیجیں کیونکہ ان کو تو بھی تو خدا تعالے نے ہلاکت کے لئے پیدا نہیں کیا مگر مشکل تو یہی ہے کہ یہ
دروغ بے فروغ اسی حد تک بنا گیا تھا کہ مسیح ابن مریم بنی آدم کے کفارہ کے لئے آیا ہے اور ابن آدم
کہلا کر اور آدمی کا ہم جنس ہو کر اسکو یہ استحقاق بنی نوع کی ہمدردی کا پیدا ہوا ہے ہاں یہ ممکن ہے
کہ یہ حجت پیش کیجائے کہ مسیح کا ایک اور بھائی تھا کہ جو ابن آدم نہیں بلکہ ابن جن کہلاتا تھا وہ جنّات
کے کفارہ کے لئے مصلوب ہوا تھا مگر پھر بھی انجیل کی رو سے کوئی ثبوت پیش کرنا پڑے گا۔

ایسا ہی قرآن کریم نے ہندوں پر بھی بہت سی صداقتیں ظاہر کی ہیں اور وہ قیوم العالمین
جس سے وہ بے خبر تھے ان کا انہیں پتہ دیا ہے اگر وہ لوگ اس صداقت کو قبول کرتے تو اس خدا کو
دیکھ لیتے جس کی عظمت و قدرت سے وہ غافل ہیں لیکن انہوں نے انگریزوں کے فلسفہ جدیدہ

کو دیکھکر فلسفی بننا چاہا اور ہر ایک چیز کے اسباب تلاش کرنا شروع کیا تا قرآن کریم کی حقانی فلاسفی کے ساتھ مقابلہ کریں مگر یہ حرکت اُن کے لئے بڑی سرگشتگی کا موجب ہوئی اور یہانتک نوبت پہنچی کہ انہوں نے اپنے اعتقادات اور اعمال کی نسبت جو وید کی تعلیم کے رو سے انکے ایمان میں داخل ہیں دو بڑے نمونے ظاہر کر دیئے۔ اعتقاد کی نسبت یہ نمونہ کہ خدائے تعالےٰ کی خالقیت کی نسبت انکار کر کے اسکے وجود کے پتہ لگنے کی راہیں اپنے پر بند کر دیں۔ اور دنیا کے ذرہ ذرہ اور تمام ارواح کو خود بخود اور قدیم اور واجب الوجود سمجھ کر توحید کے اس دقیق راز کو چھوڑ دیا جس پر سچی معرفت اور سچا گیان اور سچی مکتی موقوف ہے اور اعمال کی نسبت یہ نمونہ کہ نیوگ کا ایک قابل شرم مسئلہ جو ویدوں میں چھپا ہوا چلا آتا تھا جسکی رو سے ایک شوہردار عورت کسی آریہ کی اولاد حاصل کرنیکی غرض سے کسی غیر آدمی سے ہمبستر ہو سکتی ہے اپنی کتابوں میں شایع کیا اگر ایسے اعتقاد کو ایک مختص الزمان قانون کیطرح سمجھتے تو شاید اُسکی قباحت کسی قدر نرم ہو جاتی مگر اب تو یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے اور ہر زمانہ کیلئے ایک غیر متبدل قانون کیطرح سمجھا گیا ہے جو ویدوں کیطرح انادی چلا آیا اور انادی ہی رہے گا پس یہ قرآن کریم کے مخالفت کی سزا ہے جسکو ہم انشاء اللہ القدیر براہین احمدیہ کے حصص باقیہ میں بتصریح تفصیل بیان کرینگے۔ سو اسی قرآن کریم نے حضرت مسیح کی وفات کے منکرین کو ایسی زک دی ہے کہ اب وہ ذرا ٹھہر نہیں سکتے اور اس جنگ میں نا سمجھ لوگوں نے بہی شکست کہائی ہے کہ اس شکست کی کوفت عمر بھر انہیں نہیں بہولے گی غرض قرآن شریف بگڑے دیکر ان کو اپنے دربار سے باہر نکال رہا ہے۔

اب ہم پہلیں سو سب سے اول یہ بات سوچنے کے لایق ہے کہ قرآن کریم کے مقابل پر حدیثوں کی کیا قدر اور منزلت ہے اور جب قرآن کریم کے نصوص بیّنہ سے کوئی حدیث مخالف پڑے تو کہانتک ہم اسکی اعتبار کو وزن دے سکتے ہیں۔

سو جاننا چاہیے کہ قرآن کریم وہ یقینی اور قطعی کلام الٰہی ہے جس میں انسان کا ایک نقطہ یا ایک شعشہ تک

دخل نہیں اور وہ اپنے الفاظ اور معانی کیساتھ خدا تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور کسی فرقہ اسلام کو اسکے ماننے سے چارہ نہیں اس کی ایک ایک آیت اعلےٰ درجہ کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے وہ وحی متلو ہے جس کے حرف حرف گنے ہوئے ہیں۔ وہ بباعث اپنے اعجاز کے بھی تبدیل اور تحریف سے محفوظ ہے لیکن احادیث تو انسانوں کے دخل سے بھری ہوئی ہیں جو انہیں سے صحیح کہلاتی ہیں انکا اتنا بھی مرتبہ نہیں جو ایک آیت کے مقابلہ پر ایک کروڑ انہیں سے وہ رنگ اور شان پیدا کر سکے جو اللہ جلّ شانہٗ کی بے مثل کلام کو حاصل ہے اگرچہ حدیث صحیح بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ سند متصل ثابت ہو ایک قسم کی وحی ہے مگر وہ ایسی تو نہیں جو قایم مقام قرآن شریف ہو سکے اسیوجہ سے قرآن شریف کی جگہ صرف حدیث پڑھکر نماز نہیں ہو سکتی۔ حدیثوں میں ضعف کی وجوہات اسقدر ہیں کہ ایک دانا آدمی انپر نظر ڈالکر ہمیشہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ انکو تقویت دینے کیلئے کم سے کم نص قرآنی کا کوئی اشارہ ہی ہو۔ یہ سچ ہے کہ حدیثیں صحابہ کی زبان سے بتوسط کئی راویوں کے مؤلفین صحاح تک پہنچی ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ جہانتک ممکن ہے مؤلفین صحاح نے حدیثوں کی تنقید و تفتیش میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں مگر پھر بھی ہمیں انپر وہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے جو اللہ جلّ شانہٗ کی کلام پر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ کئی واسطوں سے اور معمولی انسانوں کے ہاتھوں سے دست مال ہو کر ائمہ حدیث کو ملی ہیں مثلاً ایک حدیث کا راوی عمر رضی اللہ عنہ ہے جو خلیفہ رسول اللہ اور رئیس الثقات ہے چونکہ چھ سات راوی درمیان میں ایسے ہیں جو انکا تزکیہ نفس اور کمال طہارت ثابت نہیں اور انکی راستبازی اور خداترسی اور دیانت گو سرسری نظر سے بطور حسن ظن تسلیم کی گئی ہے مگر بانکشاف تام پایۂ ثبوت تک نہیں سو وہ کیونکر راستبازی میں حضرت عمرؓ کے قائم مقام سمجھے جائینگے اور کیوں جائز نہیں کہ انہوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو اسی نظر سے بعض ائمہ نے احادیث کی طرف توجہ کم کی ہے جیسا کہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ جن کو اصحاب الرائے میں سے خیال کیا گیا ہے اور انکی اجتہادات کو بوجہ دقّت معانی احادیث صحیحہ کے برخلاف سمجھا گیا ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ

تھے اور انکی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑہی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت عدم ثبوت مین بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور اُن کی قوت مُدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے مین ایک خاص دستگاہ تھی اور اُنکی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلےٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اِسیوجہ سے اجتہاد و استنباط مین اُن کے لئے وہ درجہ عُلیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔ سبحان اللہ اس زیرک اور ربّانی امام نے کسی ایک آیت کے ایک اشارہ کی عزت اعلےٰ وارفع سمجھکر بہت سی حدیثون کو جو اس کے مخالف تہین ردی کیطرح سمجھکر چھوڑ دیا اور جُہلا کے طعن کا کچھ اندیشہ نہ کیا مگر افسوس کہ آج وہ زمانہ ہے کہ بے سروپا اقوال قرآن شریف پر مقدم سمجھے جاتے ہین اور ایک بے اصل لکیر کو اجماع کی صورت مین خیال کیا جاتا ہے اور اگرچہ قرآن کریم کی نصوص بیّنہ کے سامنے حدیثون کا ذکر کرنا ایسا ہے کہ جیسا آفتاب کے مقابل پر کرم شب تاب کو پیش کیا جائے مگر پھر بھی ہمارے مخالفین کی سخت بے نصیبی ہے کہ اس قسم کی حدیثین بھی تو نہین ملتین جن سے یہ ثابت ہو کہ مسیح ابن مریم سچ مچ اسی جسم خاکی عنصری کیساتھ آسمان کی طرف زندہ اٹھایا گیا ہان اس قسم کی حدیثین بہت ہین کہ ابن مریم آئیگا مگر یہ تو کہین نہین لکہا کہ وہی ابن مریم اسرائیلی نبی جس پر انجیل نازل ہوئی تھی جسکو قرآن شریف مارچکا ہے وہی زندہ ہوکر پھر آجائے گا۔ ہان یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کرکے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اسکو امتی کرکے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ خبر دیگئی کہ اے امتی لوگو وہ تم مین سے ہی ہوگا اور تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قولی طور پر اُسکا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگون کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل مغلقات و معضلات دین نبوت سے نہین بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسرون کے پیچھے پڑہیگا اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہین ہوگا ہان نبوت ناقصہ اسمین پائی جائے گی جو دوسرے لفظون مین محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانون مین سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اسکو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف

اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان
دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت
ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدائے تعالیٰ نے
براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی اور یہ بھی سوچنا چاہیئے
کہ جب اسرائیلی نبی مسیح ابن مریم فوت ہو چکا اور پھر اس کے زندہ ہو جانے کا کہیں قرآن
شریف میں ذکر نہیں تو بجز اس کے اور کیا سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ آنے والا ابن مریم اور ہی
ہے بعض کہتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ قادر نہیں کہ مسیح ابن مریم کو زندہ کر کے بھیجدے میں
کہتا ہوں کہ اگر صرف قدرت کو دیکھنا ہے اور نصوص قرآنیہ سے کچھ غرض نہیں تو ظاہر ہے
کہ قدرت خدا تعالیٰ کی دونوں حد سے متعلق ہے چاہے تو زندہ کر کے بھیجدے اور چاہے
تو بغیر زندہ کرنے کے دنیا میں بھیجے اور یہ کہنا تو بیجا ہوگا کہ ان دونوں طور کی قدرتوں میں سے
اس کے منشاء کے مطابق کونسی قدرت ہے سو وحی صریح سے ظاہر ہوگا کہ یہ قدرت کہ جس کو
ایک دفعہ مار دیا پھر خواہ نخواہ دو موتوں کا عذاب پھر نازل کرے ہرگز اس کے منشاء کے موافق
نہیں جیسا کہ وہ خود اس بارہ میں فرماتا ہے فیمسک التی قضی علیہا الموت یعنی جس کو
ایک دفعہ مار دیا پھر اس کو دنیا میں نہیں بھیجے گا اور جیسا کہ صرف ایک موت کی طرف اشارہ کر کے
فرماتا ہے لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ سو یہ بات اس کے سچے وعدہ کے برخلاف
ہے کہ مردوں کو پھر دنیا میں بھیجنا شروع کر دیوے اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی
اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا کیا یہ ضروری نہیں
کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم
ہونی چاہیئے کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے
ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس
وقت ٹوٹ جائے گی اور اگر کہو کہ مسیح ابن مریم نبوت تامہ سے معزول کر کے بھیجا جائے گا تو

تو اس سزا کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے بعض کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے استحقاق معبود قرار دیا گیا تھا سو خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اس کی سزا میں نبوت سے اُس کو الگ کیا جائے اور وہ زمین پر آکر دوسروں کے پیرو بنیں اور دوسروں کے پیچھے نماز پڑھیں اور امام اعظم کی طرح صرف اجتہاد سے کام لیں اور حنفی الطریق ہو کر حنفی مذہب کی تائید کریں۔ لیکن یہ جواب معقول نہیں ہے خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں اس الزام سے انکو بری کر دیا ہے اور اُنکی نبوت کو ایک دائمی نبوت قرار دیا ہے۔

بھائیو! کیوں کھسیانے بنکر بیہودہ باتیں کرتے ہو اور ناحق اپنے ذمہ گناہ لیتے ہو۔ خدائے تعالےٰ قرآن کریم میں اس مسیح ابن مریم کو مار چکا جو اسرائیلی نبی تھا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ اب یہ لفظ اپنے گھر سے حدیثوں میں زیادہ مت کرو کہ وہی مسیح فوت شدہ پھر آئے گا اے خدا کے بندو کچھ تو خدا سے ڈرو کیا خدا تعالیٰ آپکے نزدیک اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اپنے ایک بندہ میں ایک ایسی روح ڈالدیوے جس سے وہ ابن مریم کے روپ میں ہی ہو جائے کیا اس کی مثالیں خدا تعالےٰ کی کتابوں میں نہیں کہ اسی ایک نبی کا نام دوسرے پر رکھدیا کیا حدیثوں میں یہ مذکور نہیں کہ مثیل ابن مریم وغیرہ اس امت میں پیدا ہو مثیل ابن کے آنیکا وعدہ دیتی ہیں تو اس صورت میں کیا اشکال باقی رہا کیا اسمیں کچھ شبہ ہو کہ جو ابن مریم کی سیرت رکھتا ہے وہ ابن مریم ہی ہے۔

وران ابن مریم خدائی بنود رہا کرد خود را ز شرک و دوئی	ز موت از خوشش رہائی بنود تو ہم کن چنین ابن مریم تو لی

اے مولوی صاحبان فضولی کو چھوڑ دو اور مجھے کوئی ایک ہی حدیث ایسی دکھلاؤ کہ جو صحیح ہو اور جو مسیح کا خاکی جسم کے ساتھ زندہ اُٹھایا جانا اور اب تک آسمان پر زندہ ہونا ثابت کرتی ہو اور تواتر کی حد تک پہنچی ہو اور اس مقدار ثبوت تک پہنچ گئی ہو جو عند العقل مفید یقین قطعی ہو جاوے اور صرف شک کی حد تک محدود نہ ہو آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی تمام آیات متیقنہ کیسی مفید یقین ہیں اب جبکہ ہمارا دعویٰ مبنی بر نصوص

بینہ قرآنیہ ہے اور اس کی تائید میں صحیح حدیثیں بھی ہمارے پاس ہیں اور ایسا ہی اقوال سلف وخلف بھی ہماری تائید میں کچھ تھوڑے نہیں اور الہامی شہادت ان سب کے علاوہ ہے سو آپ انصاف کے ترازو دیکر بیٹھ جاؤ اور ایک پلہ میں اپنے خیالات رکھو اور دوسرے پلہ میں ہماری یہ سب وجوہات اور آپ ہی انصاف کرلو خوب سوچ لو کہ اگر ہمارے پاس صرف نصوص قرآن کریم ہی ہوتیں تو فقط وہی کافی تھیں اب جس حالت میں بعض حدیثیں بھی ان نصوص کے مطابق ہوں تو پھر گویا وہ یقین نور علیٰ نور ہے جس سے عمداً انحراف ایک قسم کی بے ایمانی میں داخل ہے اور کچھ شک نہیں کہ جو حدیثیں اس اعلیٰ درجہ کے ثبوت کے برخلاف ہونگی تو اگر ہم ان کو غلط نہ کہیں اور نہ ان کا موضوع نام رکھیں تو زیادہ سے زیادہ نرمی ہماری ان حدیثوں کی نسبت یہ ہوگی کہ ہم انکی تاویل کریں ورنہ حق ہمارا تو یہی ہے کہ ان کو قطعی طور پر ساقط الاعتبار سمجھیں بعض یہ وہم پیش کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں موت مسیح کے بارے میں صرف توفی کا لفظ موجود ہے مگر لغت میں یہ لفظ کئی معنوں پر آیا ہے سو اس وہم کا جواب یہ ہے کہ کلام تو اس بات میں ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں کئی معنوں پر آیا ہے یا ایک معنی پر دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے بعض الفاظ لغت سے لے کر اصطلاحی طور پر ایک معنی کے لئے خاص کر دئے ہیں جیسے صوم صلوٰۃ رہبانیت رحمیت توفی اور ایسا ہی اللہ کا لفظ اور کئی اور الفاظ سو اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے قرآن شریف کی قرآن شریف سے ہی تفسیر کرو اور دیکھو کہ وہ ایک ہی معنی کا التزام رکھتا ہے یا متفرق معنی لیتا ہے اور اقوال سلف وخلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا جنکی رائے قرآن قرآن کریم کے مطابق ہے اگر یہ اقوال رطب و یابس جو تفسیروں میں لکھی ہیں کچھ استحکام رکھتے تو ان تفسیروں میں اقوال متضادہ کیوں جمع ہوتے اگر ماخذ اجماع کا یہی اقوال متضادہ ہیں تو حقیقت اجماع معلوم شد۔

اب ہم اس حیثیت میں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعوے کا مصدق

اور ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخکنی کر رہا ہے اور وہ گذشتہ نبیون کے واپس دنیا مین آنیکا دروازہ بند کرتا ہے اور بنی اسرائیل کے مثیلونکے آنیکا دروازہ کہولتا ہے اسی لئے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیون اور رسولون کا مثیل بنا۔ اور پھر حضرت یحیٰی کے حق مین فرماتا ہے لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا یعنے یحیٰی سے پہلے ہمنے کوئی اُسکا مثیل دنیا مین نہین بہیجا جسکو باعتبار ان صفات کے یحیٰی کہا جائے یہ آیت ہماری تصدیق بیان کیلئے اشارۃ النص ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے اسجگہ آیت موصوفہ مین قبل کی شرط لگائی بعد کی نہین لگائی تا معلوم ہو کہ بعد مین اسرائیلی نبیونکے ہمنام آنے کا دروازہ کہلا ہے جن کا نام خدا تعالےٰ کے نزدیک وہی ہوگا جو ان نبیون کا نام ہوگا جن کے وہ مثیل ہین یعنے جو مثیل موسیٰ ہے اس کا نام موسیٰ ہوگا اور جو مثیل عیسیٰ ہے اس کا نام عیسیٰ یا ابن مریم ہوگا اور خدا تعالےٰ نے اس آیت مین سمی کہا مثیل نہین کہا تا معلوم ہو کہ اللہ تعالےٰ کا منشا یہ ہے کہ جو شخص کسی اسرائیلی نبی کا مثیل بنکر آئے گا وہ مثیل کے نام سے نہین پکارا جائے گا بلکہ بوجہ انطباق کلی اسی نام سے پکارا جائے گا جس نبی کا وہ مثیل بنکر وہ آئے گا۔

اور مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے مین اگر خدا تعالیٰ قرآن شریف مین کسی ایسے لفظ کو استعمال کرتا جسکو اس نے مختلف معنون مین استعمال کیا ہوتا تو کسی خائن کو خیانت کرنیکی گنجایش ہوتی سو خیانت پیشہ لوگوں کا خدا تعالےٰ نے ایسا بندوبست کیا کہ توفی کے لفظ کو جو حضرت عیسیٰ کی وفات کیلئے استعمال کیا گیا تہا پچیس جگہ پر ایک ہی معنی پر استعمال کیا اور اسکو ایک اصطلاحی لفظ بنا کر ہر ایک جگہ مین اسکے یہ معنی لئے ہین کہ روح کو قبض کر لینا اور جسم کو بیکار چہوڑ دینا تا یہ لفظ صاف طور پر دلالت کرے کہ روح ایک باقی رہنے والی چیز ہے بعد موت اور ایسا ہی حالت خواب مین بہی خدا تعالیٰ کے قبضہ مین آجاتی ہے اور جسم پر فنا طاری ہوتی ہے مگر روح پر نہین اور چونکہ یہی معنے بالالتزام ہر یک محل مین جہان توفی کا لفظ آتا ہے لئے گئے اور ان سے خروج نہین کیا گیا اسلئے یہ معنے نصوص صریحہ بیّنہ ظاہرہ قرآن کریم مین سے ٹہیر گئے جن سے انحراف کرنا الحاد ہوگا کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ النصوص یحمل علی ظواہرہا

پس قرآن کریم نے توفّی کے لفظ کو جو محل متنازعہ فیہ میں یعنے مسیح کی وفات کے متعلق ہے تیئیس جگہ ایک ہی معنوں پر اطلاق کر کے ایسا کھول دیا ہے کہ اب اس کے ان معنوں میں کہ روح قبض کرنا اور جسم کو چھوڑ دینا ہے ایک ذرہ شک و شبہ کی جگہ نہیں رہی بلکہ یہ اول درجہ کے بینات اور مطالب جزیمہ ظاہرہ بدیہیہ میں سے ہو گیا جسکو قطع اور یقین کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے اور جس سے انکار کرنا بھی اول درجہ کی نادانی ہے۔

اب قرآن کریم میں اس لفظ کی تشریح کرنے میں صرف دو سبیل ہیں تیسرا کوئی سبیل نہیں

(۱) دائمی طور پر روح کو قبض کر کے جسم کو بیکار چھوڑ دینا جس کا دوسرے لفظوں میں اماتت نام ہے یعنے مار دینا۔

(۲) دوسرے کچھ تھوڑی مدت کیلئے روح کا قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا جس کا دوسرے لفظوں میں انامت نام ہے یعنے سلا دینا۔ لیکن ظاہر ہے کہ محل متنازعہ فیہ سے دوسرے قسم کے معنی کو کچھ تعلق نہیں کیونکہ سونا اور پھر جاگ اٹھنا ایک معمولی بات ہے جب تک انسان سویا رہا روح اس کی خدا تعالیٰ کے قبضہ میں رہی اور جب جاگ اٹھا تو پھر روح اس جسم میں آگئی جو بطور بیکار چھوڑا گیا تھا یہ بات ادنیٰ سی سمجھ آسکتی ہے کہ جبکہ توفی کے لفظ سے صرف روح کا قبضہ میں کر لینا مراد ہے بغیر اس کے جو جسم سے کوئی سروکار ہو بلکہ جسم کا بیکار چھوڑ دینا توفی کے مفہوم میں داخل ہے تو اس صورت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہیں کہ توفی کے یہ معنے کئے جائیں کہ خدا تعالیٰ جسم کو اپنے قبضہ میں کر لیوے کیونکہ اگر یہ معنے صحیح ہیں تو نمونہ کے طور پر قرآن کریم کے کسی اور مقام میں بھی ایسے معنے ہونے چاہیے مگر ابھی ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ قرآن کریم اول سے آخر تک صرف یہی معنی ہر یک جگہ مراد لیتا ہے کہ روح کو قبض کر لینا اور جسم سے کچھ تعلق نہ رکھنا بلکہ اس کو بیکار چھوڑ دینا۔ مگر فرض کے طور پر اگر مسیح ابن مریم کے محل وفات میں دوسرے معنے مراد لیں تو ان کا ماحصل یہ ہو گا کہ مسیح کچھ مدت تک سویا رہا اور پھر جاگ اٹھا پس اس سے تو ثابت نہ ہو سکا کہ جسم آسمان پر چلا گیا کیا جو لوگ رات کو یا دن کو سوتے ہیں تو ان کا جسم آسمان پر چلا جایا کرتا ہے سونے کی حالت میں جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں صرف تھوڑی مدت تک روح قبض کر لی جاتی ہے جسم کے اٹھائے جانے سے

اس کو علاقہ ہی کیا ہے ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ نصوص ظاہرہ متواترہ صریحہ قرآن کریم نے توفی کے
لفظ کو صرف روح تک محدود رکھا ہے یعنی روح کو اپنے قبضہ میں کر لینا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا اور
جب کہ یہ حال ہے تو پھر توفی کے لفظ سے یہ نکالنا کہ گویا خدا تعالےٰ نے نہ صرف مسیح ابن مریم کی
روح کو اپنی طرف اُٹھایا بلکہ اس کے جسم عنصری کو بھی ساتھ ہی اُٹھا لیا یہ کیسا سخت جہالت سے
بھرا ہوا خیال ہے جو صریح اور بدیہی طور پر نصوص بینہ قرآن کریم کے مخالف ہے قرآن کریم نے نہ ایک
بار نہ دو بار بلکہ پچیس بار فرما دیا کہ توفی کے لفظ سے صرف قبض روح مراد ہے جسم سے کچھ غرض
نہیں پھر اگر اب بھی کوئی نہ مانے تو اس کو قرآن کریم سے کیا غرض اس کو تو صاف یہ کہنا چاہیئے کہ
میں بے چند موہومی بزرگوں کی لکیر کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔

پھر قرآن کریم کے بعد حدیثوں کا مرتبہ ہے سو تقریباً تمام حدیثیں تصریح کے ساتھ قرآن کریم
کے بیان کے موافق ہیں اور ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ وہی مسیح ابن مریم اسرائیلی
نبی جسکو قرآن شریف مار چکا ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی پھر دنیا میں آئیگا ہاں بار بار لکھا ہے کہ ان اسرائیلی
نبیوں کے ہمنام آئینگے سچ ہے کہ حدیثوں میں درج ہے کہ ابن مریم آئیگا لیکن انہیں حدیثوں نے حلیہ
میں اختلاف ڈالکر اور آنے والے ابن مریم کو اُمتی ٹھہرا کر صاف بتلا دیا ہے کہ یہ ابن مریم اور ہے
اور پھر اگر اس قسم کی حدیثوں کی تشریح کی لئے جو متنازعہ فیہ ہیں دوسری حدیثوں سے مدد لینا چاہیں
تو پھر کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ گذشتہ نبیوں میں سے کبھی کوئی نبی بھی دنیا میں
آئیگا ہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ انکے مثیل آئینگے اور انہیں کے اسم سے موسوم ہونگے۔

اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم
کا موجب ہے اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا اور یا یہ قبول کرنا پڑیگا
کہ خدا تعالےٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ
دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

اس جگہ یہ بیان کرنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ جس حالت میں تقریباً کل حدیثیں قرآن شریف

کے مطابق اور ہمارے بیان کی مویّد ہیں پھر اگر بطور شاذ و نادر کوئی ایسی حدیث بھی ہو جو اس مجموعہ یقینیہ کے مخالف ہو تو ہم ایسی حدیث کو یا تو نصوص بین سے خارج کرینگے۔ اور یا اُس کی تاویل کرنی پڑے گی کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ ایک ضعیف اور شاذ حدیث سے وہ مستحکم عمارت گرا دیجائے جسکو نصوص بینہ قرآنیہ و حدیثیہ نے طیار کیا ہے بلکہ ایسی حدیث ان کے معارض ہو کر خود ہی گر جائیگی یا قابل تاویل ٹھہریگی ہر یک عاقل سمجھ سکتا ہے جو ایک خبر واحد غایت کار مفید ظن ہے سو وہ یقینی و قطعی ثبوت کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی بہت سی حدیثیں مسلم اور بخاری کی ہیں جو امام اعظم صاحب نے جو رئیس الائمہ ہیں قبول نہیں کیں بعض حدیثوں کو شافعی نے نہیں لیا بعض حدیثوں کو جو نہایت صحیح سمجھی جاتی ہیں امام مالک نے چھوڑ دیا بعض محدثین نے لکھا ہے کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو اکثر استدلال اُسکا قرآن شریف سے ہوگا اور بعض ایسی حدیثوں کو چھوڑ دے گا جنپر علماء وقت کا پختہ یقین ہوگا اور **مجدّد الف ثانی** صاحب اپنے مکتوبات کی مجلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم میں لکھتے ہیں کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو علماء وقت کے بمقابل اس کے آمادہ مخالفت کے ہو جائینگے کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہونگی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب اور سنت کے برخلاف نظر آئینگی حالانکہ در حقیقت برخلاف نہیں ہونگی۔ دیکھو صفحہ ۱۰۷ مکتوبات امام ربّانی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی۔

سو اب ہے بھائیو برائے خدا دھکا اور زبردستی مت کرو ضرور تھا کہ میں ایسی باتیں پیش کرتا جنکی سمجھنے میں تمہیں غلطی لگی ہوئی تھی اگر تم پہلے ہی راہ ثواب پر ہوتے تو میرے آنیکی ضرورت ہی کیا تھی میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس امت کی اصلاح کیلئے ابن مریم ہو کر آیا ہوں اور ایسا ہی آیا ہوں کہ جیسے حضرت مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کیلئے آئے تھے میں اسی وجہ سے تو انکا مثیل ہوں کہ مجھے وہی اور اُسی طرز کا کام سپرد ہوا ہے جیسا کہ انہیں سپرد ہوا تھا مسیح نے ظہور فرما کر یہودیوں کو بہت سی غلطیوں اور بے بنیاد خیالات سے رہائی دی تھی منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھا کہ یہودی لوگ ایلیا نبی کے دوبارہ

دنیا میں آنے کی ایسی ہی امید باندھے بیٹھے تھے جیسے آجکل مسلمان مسیح ابن مریم رسول اللہ کے دوبارہ آنے کی امید باندھے بیٹھے ہیں مسیح نے یہ کہکر ایلیا ہی اب آسمان سے اتر نہیں سکتا ذکریا کا بیٹا یحییٰ ایلیا ہے جس نے قبول کرنا ہے کرے اس پرانی غلطی کو دور کیا اور یہودیوں کی زبان سے اپنے تئیں ملحد اور کتابوں سے پھرا ہوا کہلایا مگر جو سچ تھا وہ ظاہر کر دیا یہی حال اس کے مثیل کا بھی ہوا اور حضرت مسیح کی طرح اس کو بھی ملحد کا خطاب دیا گیا۔ کیا یہ اعلیٰ درجہ کی مماثلت نہیں۔

اس باریک نکتہ کو یاد رکھو کہ مسلمانوں کو یہ کیوں خوشخبری دی گئی کہ تم میں مسیح ابن مریم نازل ہوگا در اصل اس میں بھید یہ ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ امت محمدیہ مثیل امت بنی اسرائیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں یہ امت ایسی ہی بگڑ جائے گی۔ جیسے یہودی اپنے آخری وقت میں بگڑ گئے تھے اور حقیقی نیکی اور حقیقی سچائی اور حقیقی ایمانداری انہیں سے اٹھ گئی تھی اور نکمے اور بے اصل جھگڑے انہیں برپا ہو گئے تھے اور ایمانی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی اور فرمایا کہ تم تمام وہی کام کروگے جو یہودیوں نے کئے یہاں تک کہ اگر یہودی سوسمار کی سوراخ میں داخل ہوئے ہیں تو تم بھی اسی سوراخ میں داخل ہوگے یعنی پورے پورے یہودی ہو جاؤگے اور چونکہ یہودیوں کی اس تباہ حالت میں خدا تعالیٰ نے انہیں فراموش نہیں کیا تھا بلکہ ان کے اخلاق و اعمال درست کرنے کے لئے اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی غرض سے مسیح ابن مریم کو انہیں میں سے بھیجا تھا لہٰذا اس امت کو بھی بشارت دی گئی کہ جب تمہاری حالت بھی ان سخت دل یہودیوں کے موافق ہو جائیگی اور تم بھی ظاہر پرست اور بدچلن اور دنیا پرست ہو جاؤگے اور تمہارے فقرا اور علماء دنیادار اور محض اپنی اپنی طرز پر مکاری اور بدچلنی میں پھنس جائیگی اور وہ شے جس کا نام توحید اور خدا پرستی اور تقویٰ اور خدا خواہی ہے بہت ہی کم رہ جائیگی تو مثالی طور پر تمہیں بھی ایک ابن مریم تم میں سے ہی دیا جائیگا تا تمہاری اخلاقی اور عملی اور ایمانی حالت کے درست کرنے کیلئے ایسا ہی زور لگا دے جیسا کہ مسیح ابن مریم نے لگایا تھا۔

اب صاف اور نہایت کھلا قرینہ ہے کہ چونکہ اس زمانہ کے مسلمان در اصل یہودی

ہیں بلکہ انہوں نے اپنی سخت دلی اور دنیا پرستی کی وجہ سے یہودیوں سے ایک مشابہت پیدا کر لی ہے اس لئے جو مسیح ابن مریم ان کے لئے نازل ہوا وہ بھی دراصل مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ اپنے اس منصبی کام میں جو اُس کے سپرد ہوا ہے مسیح سے مماثلت رکھتا ہے۔

یقیناً سمجھو کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا اور خدا تعالیٰ نے اس کو فوت ہونے کے بعد اسی قسم کی زندگی بخشی جو ہمیشہ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کو بخشتا آیا ہے سو وہ خدا تعالیٰ کی طرف ایک پاک اور لطیف زندگی کے ساتھ جو جسم خاکی اور اس کے لوازم کثیفہ اور مکدرہ سے منزہ ہے اٹھایا گیا اور اسی قسم کے زندوں کی جماعت میں جا ملا اگر وہ جسم خاکی کے ساتھ اٹھایا جاتا تو اُس خاکی جسم کے لوازم بھی اسکے ساتھ رہتے کیونکہ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے کہ ہم نے کوئی ایسا جسد خاکی نہیں بنایا کہ وہ زندہ تو ہو مگر روٹی نہ کھاتا ہو لیکن آپ لوگ مانتے ہیں کہ اب مسیح ابن مریم کا جسم آسمان پر ایسا ہے کہ اُس میں خاکی جسم کے لوازم ہرگز نہیں پائے جاتے وہ بڈھا نہیں ہوتا اس پر زمانہ اثر نہیں کرتا وہ اناج اور پانی کا محتاج نہیں سو آپ نے تو ایک طور سے مان بھی لیا کہ وہ اور رنگ اور شان کا جسم ہے آپ جانتے ہیں کہ معراج کی رات میں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں پر نبیوں کو دیکھا تو کیا بالخصوص مسیح کو ہی جسم کے سمیت دیکھا اور دوسروں کی فقط روحیں دیکھیں بلکہ ظاہر ہے کہ سب کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ دیکھا اور سب کا جسمانی حلیہ بھی بیان کیا اور مسیح کا وہ حلیہ بیان کیا جو آنیوالے مسیح سے بالکل مخالف تھا پس کیا یہ قوی دلیل اس بات پر نہیں ہے کہ مسیح کو اس کے مرنے کے بعد اُسی رنگ اور طرز کا جسم ملا جو یحییٰ نبی اور ادریس اور یوسف اور حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کو ملا تھا کیا کوئی نرالی بات مسیح میں دیکھی گئی جو اوروں میں نہیں تھی اب جبکہ ایسی وضاحت سے مسیح کا وفات پا جانا اور پھر دوسرے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی طرح زندہ ہو کر آسمان کی طرف اٹھائے جانا ثابت ہوتا ہے تو کیوں ناحق مسیح کے ثقل اور کثیف جسم اور ناپائیدار حیات کے لئے ضد کی جاتی ہے اور سب کے لئے ایک موت اور اس کے لئے دو موتیں روا رکھی جاتی ہیں۔ قرآن شریف میں ادریس نبی کے حق میں ہے

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور اس کیساتھ توفی کا کہیں لفظ نہیں تاہم علماء ادریس کی وفات کے قائل
ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اس جہان سے ایسا اُٹھایا گیا کہ پھر نہیں آئے گا یعنے مر گیا کیونکہ بغیر مرنے کے کوئی اس
جہان سے ہمیشہ کیلئے رخصت نہیں ہو سکتا وجہ یہ کہ اس دنیا سے نکلنے اور بہشت میں داخل ہونیکا موت ہی
دروازہ ہے وَكُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور اگر انہیں کہا جائے کہ کیا ادریس آسمانپر مر گیا یا پھر اکر مرے گا یا
آسمانپر ہی اسکی روح قبض کیجائیگی تو ادریس کے دوبارہ دنیا میں آنے سے صاف انکار کرتے ہیں اور چونکہ دخول جنت
سے پہلے موت ایک لازمی امر ہے لہٰذا ادریس کا فوت ہو جانا مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رفع کے اِس جگہ معنے
موت ہی ہیں پھر جبکہ مسیح کے رفع کیساتھ توفی کا لفظ بھی موجود ہے تو کیوں اور کس دلیل سے اس کی حیات کے
لئے ایک شور قیامت برپا کر دیا ہے افسوس کہ اسوقت کے مولوی جب دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم مسیح ابن
مریم کو مار چکا ہے اور کوئی حدیث صحیح اسکے منافی و مغایر نہیں تو لاچار ہو کر اجماع کیطرف دوڑتے ہیں ہر چند اُن
لوگوں کو بار بار کہا جاتا ہے کہ حضرات اجماع کا لفظ پیشگوئیوں کے متعلق ہرگز نہیں ہو سکتا قبل از ظہور ایک نبی کی
اجتہادی تاویل میں بھی غلطی ممکن ہے لیکن یہ لوگ نہیں مانتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ اجماع کی بنا یقین اور
انکشاف کلی پر ہوا کرتی ہے لیکن سلف و خلف کے ہاتھ میں جنکی طرف اجماع کا دعوے منسوب کیا جاتا ہے نہ
یقین کلی تھا نہ انکشاف تام اگر انکے خیالات کی بنا ایک کامل یقین پر ہوتی تو اُنسے اقوال متفرقہ صادر نہ ہوتے
اور **تفسیروں** کی کتابوں میں زیر تفسیر آیت **يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** چھ چھ سات سات قول
متضادہ نہ لکھے جاتے بلکہ ایک ہی شق مسلّم کو مانتے چلے آتے اور اگر انکشاف تام اُنکے نصیب ہوتا تو وہ بحوالہ
قرآن کریم و احادیث صحیحہ ضرور لکھتے کہ آنیوالا مسیح ابن مریم دراصل وہی مسیح ابن مریم رسول اللہ ہے جسپر انجیل نازل
ہوئی تھی جو اسرائیلی نبی تھا بلکہ انہوں نے اس مقام کی تصریح میں دم بھی نہیں مارا اور اصل حقیقت کو بحوالہ خدا
کر کے گذر گئے جیسا کہ صلحا کی سیرت ہوتی ہے یہانتک کہ وہ زمانہ آگیا جو خداوند تعالیٰ نے وہ اصل حقیقت اپنے ایک
بندہ پر کھولدی اور جو راز مخفی چلا آتا تھا اسپر ظاہر کر دیا تا اسکی حقیقت یہ خارق عادت تفہیم جسکو دریافت سے تمام علما
کی عقلیں قاصر رہیں ایک کرامت میں شمار کی جائے　　وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

سو اے بھائیو بخدا جلدی مت کرو اور اپنے علم اور فراست پر بہت ناز مت لگاؤ۔ یقیناً سمجھو کہ کریم کی تمام ابن بند ہیں اور انکا

کے تمام طریق مسدود ہیں اگر یہ کاروبار انسان کیطرف سے ہوتا یا اگر کسی افترا پر اس کی بنیاد ہوتی تو یہ دلائل بیّنہ اس کے شامل حال ہرگز نہ ہوتے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر ہم قبول بھی کر لیں کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو گیا ہے۔ تو اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ تم ہی ہو جو اس کے قائم مقام بھیجے گئے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر یک انسان اپنے کاموں سے شناخت کیا جاتا ہے ہر چند عوام کی نظر میں یہ دقیق اور غامض بات ہے لیکن زیرک لوگ اسکو خوب جانتے ہیں کہ ایسے مامور من اللہ کی صداقت کا اس سے بڑھکر اور کوئی ثبوت ممکن نہیں کہ جس خدمت کے لئے اس کا دعوے ہے کہ اس کے بجا لانے کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ اگر وہ اس خدمت کو ایسی طرز پسندیدہ اور طریق برگزیدہ سے ادا کر دیوے جو دوسرا اس کا شریک نہ ہو سکیں تو یقیناً سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے دعوے میں سچا تھا کیونکہ ہر یک چیز اپنی علت غائی سے شناخت کیجاتی ہے اور یہ خیال بالکل فضول ہے کہ جو مثیل مسیح کہلاتا ہے وہ مسیح کی طرح مردوں کو زندہ کر کے دکھلاوے یا بیماروں کو اچھا کر کے دکھلاوے کیونکہ مماثلت علت غائی میں ہوتی ہے درمیانی افعال کی مماثلت معتبر نہیں ہوتی۔ بائبل کی کتابوں کو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ جو خوارق مسیح کیطرف منسوب کئے گئے ہیں یعنی مردوں کا زندہ کرنا یا بیماروں کا اچھا کرنا یہ مسیح سے مخصوص نہیں ہے بلکہ بعض نبی اسرائیلی ایسے بھی گذرے ہیں کہ ان کاموں میں نہ صرف مسیح ابن مریم کے برابر بلکہ اس سے بھی آگے بڑھے ہوئے تھے لیکن پھر بھی انکو مثیل مسیح نہیں کہا جاتا نہ مسیح کو ان کا مثیل ٹھہرایا جاتا ہے ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ قرار دئے گئے ہیں قرآن کریم اس پر ناطق ہے لیکن کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوٹے سے حضرت موسے کیطرح سانپ بنایا ہو یا آسمان سے خون اور جوئیں اور مینڈکیں برسائی ہوں بلکہ اس جگہ بھی علت غائی میں مشابہت مراد ہے چونکہ حضرت موسے بنی اسرائیل کی رہائی دلانے کیلئے مامور کئے گئے تھے سو یہی خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئی تا اس وقت کے فرعونوں سے زبردست ہاتھ کے ساتھ مومنوں کو رہائی دلاویں اور جیسا کہ نصرت الٰہی ایک خاص رنگ میں حضرت موسے کے شامل حال ہوئی ایسا ہی نصرت الٰہی ایک دوسرے رنگ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل ہو گئی اور درحقیقت وہی نصرت ہی جو اپنے محل پر رنگا رنگ کے معجزات کے نام سے موسوم ہوتی ہے سو میں

خوب جانتا ہوں کہ جیسا کہ نصرت الٰہی حضرت مسیح کے شامل حال ہوئی تھی میں بھی اس نصرت سے بے نصیب نہیں رہوں گا۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ نصرت جسمانی بیماروں کے اچھا کرنے کے ذریعہ سے ظاہر ہو بلکہ خدائے تعالیٰ نے ایک الہام میں میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ خلق اللہ کے روحانی بیماریوں اور شکوک اور شبہات کو وہ نصرت دور کریگی جیسا کہ میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ مستعد دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور پورانی بیماریاں دور ہوتی جاتی ہیں اور نصرت الٰہی اندر ہی اندر کام کر رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے خاص کلام سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ نبی ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ روحانی بیماریوں کو بہت صاف کر رہا ہے اس سے زیادہ کہ کبھی جسمانی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو۔

حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعوے کی تحقیر کر کے کسی طرح اس کو باطل ٹھہرایا جاوے لیکن وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کے رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوں رام چند اور کرشن وغیرہ کا وجود تواتر کے ذریعہ سے ہی ہم نے قبول کیا ہے گو تحقیق و تفتیش تاریخی واقعات میں ہندو لوگ بہت کچے ہیں مگر باوجود اس قدر تواتر کے جو ان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے ہرگز یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ راجہ رام چندر اور راجہ کرشن یہ سب فرضی ہی نام ہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل و اتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادات وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہی ہم نے لیا ہے اور اگر احادیث کو ہم بکلی ساقط الاعتبار سمجھ لیں تو پھر اس قدر بھی ثبوت دینا ہمیں مشکل ہوگا کہ درحقیقت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما و عثمان ذوالنورین اور جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور امیر المومنین

تھے اور وجود رکھتے تھے صرف فرضی نام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں انہیں سے کسی کا نام نہیں ہاں اگر
کوئی حدیث قرآن شریف کی کسی آیت سے صریح مخالف و مغائر پڑے مثلاً قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح
ابن مریم فوت ہوگیا۔ اور حدیث یہ کہے کہ فوت نہیں ہوا تو ایسی حدیث مردود و ناقابل اعتبار ہوگی
لیکن جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ
بشرطیکہ جرح سے خالی ہو قبول کرنے کے لائق ہے پس یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے
کہ یکلخت تمام حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں اور ایسی متواتر پیشگوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک
اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلمات میں سے سمجھی گئی تھیں بد موضوعات داخل کر دیں یہ بات پوشیدہ نہیں
کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے
اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی
تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا
کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدائے تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی
سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول
کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں
قانون قدرت بیشک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے مگر ہر ایک قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں اس کے
علاوہ اور آلات اور محک بھی تو ہیں جن کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی صداقتیں آزمائی جاتی ہیں بلکہ اگر سچ پوچھو تو قانون
قدرت مصطلحہ حکماء کے ذریعہ سے جو جو صداقتیں معلوم ہوتی ہیں وہ ایک ادنیٰ درجہ کی صداقتیں ہیں لیکن اس
فلسفی قانون قدرت سے ورے اور پرے ایک اور قانون قدرت بھی ہے جو نہایت دقیق اور غامض اور بباعث دقت
و غموض موٹی نظروں سے چھپا ہوا ہے جو عارفوں پر ہی کھلتا ہے اور فانیوں پر ہی ظاہر ہوتا ہے اس دنیا کی عقل اور اس دنیا کے
قوانین شناس اس کو شناخت نہیں کر سکتے اور اس سے منکر رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو امور اس کے ذریعہ سے ثابت ہو چکے
ہیں اور جو سچائیاں اس کے طفیل سے پایہ ثبوت پہنچ چکی ہیں وہ ان سفلی فلاسفروں کی نظر میں اباطیل میں داخل ہیں
ملائک کو یہ لوگ صرف قوتیں خیال کرتے ہیں اور وحی کو یہ لوگ صرف فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ سمجھتے ہیں یا ہر ایک بات جو دل میں پڑی

ہے اُس کا نام وحی رکھ لیتے ہیں اور قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں کو ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا نبیوں نے آپ بنالی ہیں اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذات قوی اور قیوم جو اس عالم کے ظاہر اور باطن کی مدبر ہے اس کی عظمت ان کے دل میں نہیں اور اس کو ایک مردہ یا سویا ہوا یا ناتوان اور غافل خیال کیا گیا ہے اور اس کی تمام قدرتی عمارت کے مسمار کرنے کے فکر میں ہے معجزات سے بکلی منکر اور فرقانی پیشگوئیوں سے انکاری ہیں اور اپنی نابینائی کی وجہ سے فرقان کریم کو ایک ادنیٰ سا معجزہ بھی نہیں سمجھتے حالانکہ وہ تمام معجزات سے برتر واعلیٰ ہے بہشت اور دوزخ کی ایسی ضعیف طور پر تاویل کرتے ہیں کہ جس سے منکر ہونا ہی ثابت ہوتا ہے حشر اجساد سے بکلی انکاری ہیں عبادات اور صوم وصلوٰۃ پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور روبقبلہ ہونے کی جگہ سویا ہونا ان کے نزدیک بہتر ہے اور جو شخص روبحق ہو وہ ان کے نزدیک سادہ لوح اور ابلہ اور ایک بیوقوف درویش ہے مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ فرقہ بھی اسلام میں پیدا ہو گیا جس کا قدم دن بدن الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے۔ اے خدا۔ اے میرے قادر خدا مدد کر کہ لوگوں نے افراط اور تفریط کی راہیں لے لی ہیں۔ بعض نے تیری کلام کے بینات تیرے کلام کے اشارات تیرے کلام کے دلالات تیرے کلام کی فحوا کو بکلی چھوڑ کر بے بنیاد لکیر کو اُس کی جگہ پسند کر لیا اور بعض نے تیرے کلام کو بھی چھوڑا اور لکیر کو بھی چھوڑا اور صرف اپنی ناقص عقل کو اپنا رہبر بنا لیا اور امام الرشد کو چھوڑ کر یورپ کے تاریک خیال مجوب فلاسفروں کو اپنا امام بنا لیا۔

اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اُس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اُس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا

یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام بحثیں اُن کے ساتھ عبث ہیں ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا مین کہان ہے چونکہ خدا تعالےٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا مین توحید کی ہوا چلاوے اس لئے اسنے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ **مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ مین ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وکان وعد اللہ مفعولا انت معی و انت علی الحق المبین ۔ انت مصیبٌ و معینٌ للحق۔**

یعنی اس کتاب مین نہایت زبردست ثبوتون سے مسیح کا فوت ہو جانا اور اموات مین داخل ہونا ثابت کر دیا ہے اور مین نے بداہت کی حد تک اس بات کو پہنچا دیا ہے کہ مسیح زندہ ہو کر جسم عنصری کیساتھ ہرگز آسمان کیطرف اٹھایا نہین گیا بلکہ اور نبیون کی موت کیطرح اُسپر بھی موت آئی اور دائمی طور پر وہ اِس جہان سے رخصت ہوا اگر کوئی مسیح کا ہی پرستار ہے تو سمجھ لے کہ وہ مر گیا اور مرنے والوں کی جماعت مین ہمیشہ کے لئے داخل ہو گیا۔ سو تم تائید حق کے لئے اس کتاب سے فائدے اٹھاؤ۔ اور سرگرمی کے ساتھ پادریون کے مقابل پر کھڑے ہو جاؤ چاہیئے کہ یہی ایک مسئلہ ہمیشہ تمہارا زیر توجہ اور پورا بھروسہ کرنے کے لایق ہو جو درحقیقت مسیح ابن مریم فوت شدہ گروہ مین داخل ہے مین نے اس بحث کو اس کتاب مین بڑی دلچسپی کے ساتھ کامل اور قوی دلائل سے انجام تک پہونچایا ہے اور خدا تعالے نے اس تالیف مین میری وہ مدد کی ہے جو مین بیان نہین کر سکتا اور مین بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہون کہ مین سچ پر ہون اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس میدان مین میری ہی فتح ہے اور جہان تک مین دور بین نظر سے کام لیتا ہون تمام دنیا اپنی سچائی کی تحت اقدام دیکھتا ہون اور قریب ہے کہ مین ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ

میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔

وقت و تاریخ نزول مسیح موعود

حسب اقوال اکا سلف و خلف

و دیگر حالات

منقولہ از کتاب آثار القیامت ۶۶۶

مولوی سید صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے جن کو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجدد قرار دے چکے ہیں اپنی کتاب آثار القیامہ کے صفحہ ۳۹۵ میں بتصریح لکھا ہے کہ ظہور مہدی اور نزول عیسٰی اور خروج دجال ایک ہی صدی میں ہوگا۔ پھر لکھا ہے کہ امام جعفر صادق کی یہ پیشگوئی تھی کہ سنہ ۱۲۰۰ہجری میں مہدی کا ظہور فرمائے گا لیکن دو برس تو گذر گئے اور مہدی ظاہر نہ ہوا اگر اس پیشگوئی کی کسی کشف یا الہام پر بنا تھی تو تاویل کی جائے گی یا اس کشف کو غلط ماننا پڑے گا۔ پھر بیان کیا ہے کہ اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ۔ یعنے بارہ سو برس

کے گذرنے کے بعد یہ علامات شروع ہو جائینگی اور مہدی اور مسیح اور دجال کے نکلنے کا وقت
آجائے گا پھر نعیم بن حماد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ابو قبیل کا قول ہے کہ ۱۲۰۴ھ ہجری میں مہدی کا
ظہور ہوگا لیکن یہ قول بھی صحیح نہ نکلا پھر بعد اس کے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا ایک کشف
لکھتے ہیں کہ ان کو تاریخ ظہور مہدی کشفی طور پر **چراغ دین** کے لفظ میں بحساب جمل منجانب
اللہ معلوم ہوئے تھے یعنے ۱۲۶۸ - پھر لکھتے ہیں کہ یہ سال بھی گذر گئے اور مہدی کا دنیا میں کوئی
نشان نہ پایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ کا یہ کشف یا الہام صحیح نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ
صرف مقررہ سالوں کا گذر جانا اس کشف کی غلطی پر دلالت نہیں کرتا ہاں غلط فہمی پر دلالت کرتا
ہے کیونکہ پیشگوئیوں کے اوقات معینہ قطعی الدلالت نہیں ہوتے بسا اوقات انہیں ایسے استعارات
بھی ہوتے ہیں کہ دن بیان کیے جاتے ہیں اور ان سے برس مراد لئے جاتے ہیں پھر قاضی ثناء اللہ
پانی پتی کے رسالہ سیف مسلول کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ رسالہ مذکورہ میں لکھا ہے کہ علماء ظاہری
اور باطنی کا اپنے ظن اور تخمین سے اس بات پر اتفاق ہے کہ تیرہویں صدی کے اوائل میں ظہور
مہدی کا ہوگا پھر لکھتے ہیں کہ بعض مشایخ اپنے کشف سے یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ مہدی کا ظہور بارہ سو
برس سے پیچھے ہوگا اور تیرہویں صدی سے تجاوز نہیں کرے گا پھر لکھتے ہیں کہ یہ سال تو گذر گئے اور
تیرہویں صدی سے صرف دس برس رہ گئے اور اب تک نہ مہدی نہ عیسے دنیا میں آئے یہ کیا ہوا
پھر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ میں بلحاظ قرائن قویہ گمان کرتا ہوں کہ چودہویں صدی کے سر پر انکا ظہور
ہوگا پھر لکھتے ہیں کہ قرائن یہ ہیں کہ تیرہویں صدی میں دجالی فتنے بہت ظہور میں آگئے ہیں اور اندھیری
رات کے ٹکڑوں کی طرح نمودار ہو رہے ہیں اور اس تیرہویں صدی کا فتن و آفات کا ایک
مجموعہ ہونا ایک ایسا امر ہے کہ چھوٹے بڑے کی زبان پر جاری ہے یہاں تک کہ جب ہم بچے
تھے تو بڈھی عورتوں سے سنتے تھے کہ حیوانات نے بھی اس تیرہویں صدی سے پناہ چاہی ہے پھر لکھتے ہیں
کہ ہرچند یہ مضمون کسی صحیح حدیث سے ٹھیک معلوم نہیں ہوتا لیکن جب انقلاب عالم کا
ملاحظہ کریں اور بنی آدم کے احوال میں جو فرق صریح آجکل ہے اس کو دیکھیں تو یہ ایک سچا گواہ اسبات پر ملتا ہے

کہ پہلے اس سے دنیا کا رنگ اس عنوان پر نہیں تھا سو اگرچہ مکاشفات مشایخ کے پورے بھروسہ کے لایق نہیں کیونکہ کشف میں خطا کا احتمال بہت ہے۔ لیکن کہہ سکتے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے جو مہدی اور عیسیٰ کا ظہور ہو کیونکہ امارات صغریٰ بجمیعہا وقوع میں آگئی ہیں اور عالم میں ایک تغیر عظیم پایا جاتا ہے اور اہل عالم کی حالت نہایت درجہ پر بدل گئی ہے اور کامل درجہ کا ضعف اسلام پر وارد ہو گیا ہے اور وہ حقیقت نورانیہ جس کا نام علم ہے وہ دنیا سے اٹھ گئی ہے اور جہل بڑھ گیا ہے اور شایع ہو گیا ہے اور فسق و فجور کا بازار گرم ہے اور بغض اور حسد اور عداوت پھیل گئی ہے اور دل کی محبت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور تحصیل اسباب معاش سے ہمتیں ہار گئیں اور دار آخرت سے بکلی فراموشی ہو گئی اور کامل طور پر دنیا کو اختیار کیا گیا سو یہ علامات بینہ اور امارات جلیہ اس بات پر ہیں کہ اب وہ وقت بہت نزدیک ہے میں کہتا ہوں کہ مولوی صدیق حسن صاحب کا یہ کہنا کہ کسی صحیح حدیث سے مسیح کے ظہور کا کوئی زمانہ خاص ثابت نہیں ہوتا صرف اولیا کے مکاشفات سے معلوم ہوتا ہے کہ غایت کار تیرہویں صدی کے آخیر تک اسکی حد ہے یہ مولوی صاحب کی سراسر غلطی ہے اور آپ ہی وہ لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ آدم کی پیدائش کے بعد عمر دنیا کی سات ہزار برس ہے اور اب عمر دنیا میں سے بہت ہی تھوڑی باقی ہے پھر صفحہ ۳۸۵ میں لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ انس سے یہ حدیث لکھی ہے جس کو حاکم نے بھی مستدرک میں بیان کیا ہے کہ **لا مھدی الا عیسے** ابن مریم یعنی عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی موعود نہیں پھر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ مہدی کا آنا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ تک خبریں ضعف سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے امامین حدیث نے انکو نہیں لیا اور ابن ماجہ اور مستدرک کی حدیث سے یہی معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ ہی مہدی ہے لیکن ممکن ہے کہ ہم اسطرح پر تطبیق کر دیں کہ جو شخص عیسیٰ کے نام سے آنیوالا احادیث میں لکھا گیا ہے اپنے وقت کا وہی مہدی اور وہی امام ہے اور ممکن ہے کہ اسکے بعد کوئی اور مہدی بھی آوے اور یہی مذہب حضرت اسمٰعیل بخاری کا بھی ہے کیونکہ اگر ان کا بجز اسکے کوئی اور اعتقاد ہوتا تو ضرور وہ اپنی حدیث میں ظاہر فرماتے لیکن وہ صرف اسیقدر لکھکر چپ کر گئے کہ ابن مریم تم میں اترے گا جو تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہی ہوگا اب ظاہر ہے کہ امام وقت ایک ہی ہوا کرتا ہے۔

پھر صفحہ ۴۲۵ مین فرماتے ہین کہ اس بات پر تمام سلف وخلف کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عیسے جب نازل ہوگا تو امت محمدیہ مین داخل کیا جائے گا اور فرماتے ہین کہ قسطلانی نے بھی مواہب لدنیہ مین یہی لکھا ہے اور عجیب تر یہ کہ وہ امتی بھی ہوگا اور پھر نبی بھی۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحب مرحوم کو یہ سمجھ نہ آیا کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہین ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنے ہر یک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہین بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو ہان محدث جو مرسلین مین سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانیوالا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیون سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم مین بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ اور محدث کے لئے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔

اب سمجھنا چاہیئے کہ چونکہ مقدر تھا کہ آخری زمانہ مین نصاریٰ اور یہود کے خیالات باطلہ زہر ہلاہل کیطرح تمام دنیا مین سرایت کر جائینگے۔ اور نہ ایک راہ سے بلکہ ہزارون راہون سے انکا بد اثر لوگون پر پہنچے گا اور اس زمانہ کے لئے پہلے سے حدیث مین خبر دی گئی تھی کہ عیسائیت اور یہودیت کی بری خصلتین یہان تک غلبہ کرینگی کہ مسلمانون پر بھی اس کا سخت اثر ہوگا۔ مسلمانون کا طریقہ مسلمانون کا شعار مسلمانون کی وضع بکلی یہود و نصاریٰ سے مشابہ ہو جائے گی اور جو عادتین یہود اور نصاریٰ کو پہلے ہلاک کر چکی ہین وہی عادتین اسباب تاثر کے پیدا ہو جانیکی وجہ سی مسلمونین آجائینگی یہ اس زمانہ کیطرف اشارہ ہے کہ جب عیسائی سوسائٹی جو یہودیت کی صفتین بھی اپنے اندر رکھتی ہے عام طور پر مسلمانون کے خیالات مسلمانون کے عادات مسلمانون کے لباس مسلمانونکی طرز معاشرت پر اپنے جذبات

کا اثر ڈالے سو دراصل وہ یہی زمانہ ہے جس سے روحانیت بکلی دور ہو گئی ہے۔ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ اس زمانہ کے لئے کوئی ایسا مصلح بھیجے جو یہودیت اور عیسائیت کی زہرناک خصلتوں کو مسلمانوں سے مٹاوے پس اُس نے ایک مصلح ابن مریم کے نام پر بھیجدیا تا معلوم ہو کہ جن کی طرف وہ بھیجا گیا ہے وہ بھی یہودیوں اور عیسائیوں کیطرح ہو چکے ہیں سو جہاں یہ لکھا ہے کہ تم میں ابن مریم اتریگا وہاں صریح اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ اسوقت تمہاری ایسی حالت ہو گی جیسی مسیح ابن مریم کے مبعوث ہونیکے وقت یہودیوں کی حالت تھی بلکہ یہ لفظ اسی اشارہ کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے تا ہر یک کو خیال آجائے کہ خدا تعالےٰ نے پہلے ان مسلمانوں کو جنمیں ابن مریم کے اتریکا وعدہ دیا تھا یہودی ٹھہرا لیا ہے افسوس کہ ہمارے علماء میں سے اس اشارہ کو کوئی نہیں سمجھتا اور یہودیوں کیطرح صرف ظاہر لفظ کو پکڑ کر بار بار یہی بات پیش کرتے ہیں کہ سچ مچ مسیح ابن مریم کا آنا ضروری ہے وہ ذرہ خیال نہیں کرتے کہ اگر کسیکو کہا جائے تو بُری طرح بگڑ گیا ہے اب تیرے درست کرنے کے لئے موسےٰ آئے گا تو کیا اس عبارت کے یہ معنے ہونگے کہ سچ مچ موسےٰ رسول اللہ جسپر توریت نازل ہوئی تھی پھر زندہ ہو کر آجائینگے۔ ظاہر ہے کہ ہرگز یہ معنے نہیں ہونگے بلکہ ایسے قول سے مراد یہ ہو گی کہ کوئی مثیل موسےٰ تیرے درست کرنے کے لئے آئے گا۔ سو اسی طرح جاننا چاہیئے کہ احادیث نبویہ کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم آخری زمانہ میں یہودیوں کیطرح چال چلن خراب کر دوگے تو تمہارے درست کرنے کے لئے عیسےٰ ابن مریم آئے گا یعنے جب تم اپنی شرارتوں کی وجہ سے یہودی بن جاؤگے تو میں بھی عیسےٰ ابن مریم بناکر کسیکو تمہاری طرف بھیجوں گا۔ اور جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لایق ٹھہر جاؤگے تو محمد ابن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے۔ واضح ہو کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد بن عبداللہ آئیگا یا عیسیٰ ابن مریم آئیگا۔ دراصل اپنی مراد و مطلب میں ہمشکل ہیں۔ محمد بن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت میں ہو جائیگی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہو گی تو اسوقت کوئی شخص مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر ظاہر ہو گا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت اسکا نام محمد ابن عبداللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک اُس کا محمد ابن عبداللہ ہو گا۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا مثیل بنکر آئے گا۔ اِسی طرح عیسیٰ بن مریم کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب عقل کی بد استعمالی سے دنیا کے لوگ یہودیوں کے رنگ پر ہو جائیں گے اور روحانیت اور حقیقت کو چھوڑ دینگے اور خدا پرستی اور حب الٰہی دلوں سے اُٹھ جائے گی تو اس وقت وہ لوگ اپنی روحانی اصلاح کے لئے ایک ایسے مصلح کے محتاج ہوں گے جو روح اور حقیقت اور حقیقی نیکی کیطرف ان کو توجہ دلا دے اور جنگ اور لڑائیوں سے کچھ واسطہ نہ رکھے اور یہ منصب مسیح ابن مریم کے لئے مسلّم ہے کیونکہ وہ خاص اسی کام کے لئے آیا تھا اور یہ ضرور نہیں کہ آنے والے کا نام درحقیقت عیسیٰ بن مریم ہی ہو بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قطعی طور پر اُس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے جیسے یہودیوں کا نام خدا تعالیٰ نے بندر اور سوّر رکھا اور فرمایا وجعل منھم القردۃ والخنازیر۔ ایسا ہی اُس نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھیرا کر اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھدیا اور اپنے الہام میں فرمایا جعلناک المسیح ابن مریم

پھر مولوی صدیق حسن صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم جب نازل ہوگا تو قرآن کریم کے تمام احکام حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے اُنپر کھولے جائینگے یعنی وحی اُنپر نازل ہوا کریگی مگر وہ حدیث کیطرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ وحی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی تفسیر اُنپر نازل ہو جائے گی جو حدیث سے مستغنی کریگی

پھر لکھتے ہیں کہ بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ عیسیٰ ابن مریم جب نازل ہوگا تو محض اُمتی ہوگا ایک ذرہ اس میں نبوت یا رسالت نہیں ہوگی۔ پھر لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ وہ اُمتی بھی ہوگا اور نبی بھی اور عام اُمتی لوگوں کیطرح متابعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اُس پر واجب کی جائے گی اور جن باتوں پر اجماع امت ہو چکا ہے وہ سب باتیں اُسے ماننی پڑینگی اور چونکہ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دیکھ چکا ہے اسلئے وہ صحابہ میں بھی داخل ہے اور ایک صحابی ہے مگر باتفاق سنت وجماعت تمام صحابہ سے ابوبکر درجہ و مرتبہ میں افضل ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ باوجود نبی ہونے کے اُمتی کیوں بنیگا۔ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ خداوندا مجھے نبی آخر الزمان کی امت میں داخل کر اس لئے خدا تعالیٰ نے انہیں باوجود نبوت کے اُمتی بھی بنا دیا۔ اور پھر صفحہ ۴۲۳ میں لکھتے ہیں کہ وہ وقت کے مجدد ہوں گے اور اس امت میں سے شمار کئے جائیں گے لیکن وہ امیر المومنین نہیں ہوں گے کیونکہ خلیفہ تو قریش میں سے

ہونا چاہیئے مسیح ابن مریم کیونکر اُن کا حق لے سکتا ہے اس لئے وہ خلافت کا کوئی بھی کام نہیں کرے گا نہ جدال نہ قتال نہ سیاست بلکہ خلیفہ وقت کا تابع اور محکوموں کی طرح آئے گا۔

اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا تو پھر وہ باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جسکو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسی جز کل میں داخل ہوتی ہے لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرئیل کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کیسطرح اُمتی نہیں بن سکتا کیونکہ اسپر اس وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اسپر نازل ہوگی جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے اور جب کہ وہ اپنی ہی وحی کا متبع ہو اور جو نئی کتاب اسپر نازل ہوگی اسی کی اُسنے پیروی کی تو پھر وہ اُمتی کیونکر کہلائے گا اور اگر یہ کہو کہ یہ احکام اس پر نازل ہوں گے وہ احکام قرآنیہ کے مخالف نہیں ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ محض اس توارد کی وجہ سے وہ اُمتی نہیں ٹھر سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ بہت سا حصہ توریت کا قرآن کریم سے بکلی مطابق ہے تو کیا نعوذ باللہ اس توارد کی وجہ سے ہمارے سید و مولے محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسے کی اُمت میں سے شمار کئے جائینگے توارد اور چیز ہے اور محکوم بنکر تابعدار ہو جانا اور چیز ہے ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہوکر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اُس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اسپر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل لگے تار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقاید اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسایل فقہ کے سکھلائے گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائیگا

کہ تو قرآن پر عمل کرا اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل اُن پر نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ بکلی مسلوب النبوت ہو کر اُمتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ عقلانہ خیال ہنسی کے لایق ہے ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے ہر یک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا لیکن اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہو کر پھر دنیا میں آئے گا تو ہمیں کسی طرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول ہے و بحیثیت رسالت آئے گا اور جبرئیل کے نزول اور کلام الٰہی کے اترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائے گا جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کیساتھ روشنی نہ ہو اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق اللہ کے لئے آوے اور اس کیساتھ وحی الٰہی اور جبرئیل نہ ہو۔ علاوہ اس کے ہر یک عاقل معلوم کر سکتا ہے کہ اگر سلسلہ نزول جبرئیل اور کلام الٰہی کے اترنے کا حضرت مسیح کے نزول کے وقت بکلی منقطع ہوگا تو پھر وہ قرآن شریف کو جو عربی زبان ہے کیونکر پڑھ سکیں گے کیا نزول فرما کر دو چار سال تک مکتب میں بیٹھیں گے اور کسی ملّا سے قرآن شریف پڑھ لیں گے اگر فرض کر لیں کہ وہ ایسا ہی کریں گے تو پھر وہ بغیر وحی نبوت کے تفصیلات مسائل دینیہ مثلاً نماز ظہر کی سنت جو اتنی رکعت ہیں اور نماز مغرب کی نسبت جو اتنی رکعات ہیں اور یہ کہ زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے اور نصاب کیا ہے کیونکر قرآن شریف سے استنباط کر سکیں گے اور یہ تو ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ حدیثوں کی طرف رجوع بھی نہیں کریں گے اور اگر وحی نبوت سے ان کو یہ تمام علم دیا جائے گا تو بلاشبہ جس کلام کے ذریعہ سے یہ تمام تفصیلیں انکو معلوم ہونگی وہ بوجہ وحی رسالت

ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی۔ پس ظاہر ہے کہ ان کے دوبارہ آنے میں کس قدر خرابیاں اور کس قدر مشکلات ہیں منجملہ ان کے یہ بھی کہ وہ بوجہ اس کے کہ وہ قوم کے قریشی نہیں ہیں کسی حالت میں امیر نہیں ہو سکتے ناچار ان کو کسی دوسرے امام اور امیر کی بیعت کرنی پڑے گی بالخصوص جب کہ ایسا خیال کیا گیا ہے۔ کہ ان کے نزول سے پہلے محمد ابن عبداللہ مہدی کی بیعت میں سب داخل ہو چکینگے تو اس صورت میں اور بھی یہ مصیبت پیش آئے گی کہ ان کا مہدی کی بیعت سے تخلف کرنا سخت معصیت میں داخل ہوگا بلکہ وہ بموجب حدیث مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار ضرور مہدی کی بیعت کریں گے یا خلیفہ وقت کے نہ ماننے کی وجہ سے انپر فتوے لگ جائے گا۔

پھر اسی کتاب آثار القیامہ کے صفحہ ۳۹۴ میں لکھا ہے کہ ابن خلدون کا قول ہے کہ متصوفین نے اپنے کشف سے یہ گمان کیا ہے کہ سن سات سو تینتالیس میں خروج دجال ہوگا پھر لکھتے ہیں کہ یہ کشف بھی صحیح نہ نکلا۔ پھر لکھتے ہیں کہ یعقوب بن اسحاق کندی نے بھی کشف کی رو سے چھ سو اٹھانوے ۶۹۸ سال نزول مسیح کے لئے دریافت کئے تھے مگر اس سے بھی بہت زیادہ مدت گذر گئی لیکن اب تک مسیح نہ آیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اگر میری عمر کچھ لمبی ہوگی تو عیسیٰ بن مریم میرے ہی وقت میں ظہور کرے گا یعنے محمد بن عبداللہ مہدی کا درمیان میں ہونا ضروری نہیں بلکہ ۔ عہد سے بعید نہیں کہ میرے ہی وقت میں مسیح ابن مریم آجائے۔ لیکن اگر میری عمر وفا نہ کرے تو جو شخص اس کو دیکھے میری طرف سے اس کو السلام علیکم کہدے۔ اس حدیث کو مسلم اور احمد نے بھی لکھا ہے اس جگہ مولوی صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں کہ اگر میرے جیتے جیتے حضرت مسیح آجائیں تو میری تمنا ہے کہ حضرت خاتم المرسلین کا السلام علیکم میں ان کو پہنچا دوں مگر یہ سب تمنا ہی ہی خدا تعالے انپر رحم کرے۔ مجدد الف ثانی صاحب نے ٹھیک لکھا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو تمام مولوی ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جائینگے اور خیال کرینگے کہ یہ اہل الرائے ہے اور اجماع کو ترک کرتا ہے اور کتاب اللہ کے معنے الٹاتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ عیسےٰ کی موت قبل از رفع کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ موت کے بعد اٹھایا گیا ہے اور پھر بھی آکر مرے گا اس لئے اُس کے لئے دو موتیں ہیں اور ہر چند آیت و رفعناہ مکانا علیا میں ادریس کی موت کا ذکر نہیں لیکن صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ بھی موت کے بعد ہی اٹھایا گیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ شیعہ کا یہ بھی قول ہے کہ آسمان سے آنیوالا عیسیٰ کوئی بھی نہیں درحقیقت مہدی کا نام ہی عیسےٰ ہے۔ پھر بعد اس کے تحریر فرماتے ہیں کہ صوفیوں نے اپنے کشف سے اسی کے مطابق اس حدیث کے معنے کہ لا مھدی الا عیسٰی یہ کئے ہیں کہ مہدی جو آنیوالا ہے درحقیقت عیسٰی ہی ہے کسی اور عیسیٰ کی حاجت نہیں جو آسمان سے نازل ہو اور صوفیوں نے اس طرح آخرالزمان کے مہدی کو عیسیٰ ٹھہرایا ہے کہ وہ شریعت محمدیہ کی خدمت کے لئے اُسی طرز اور طریق سے آئے گا جیسے عیسےٰ شریعت موسویہ کی خدمت اور اتباع کے لئے آیا تھا۔

پھر صفحہ ۱۳۴ میں لکھتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ پر اس کے نزول کے بعد رسولوں کی طرح وحی نبوت نازل ہوتی رہے گی جیسا کہ مسلم کے نزدیک نواس بن سمعان کی حدیث میں ہے کہ یقتل عیسےٰ الدجّال عند باب لد الشرقی فبینما ھم کذلک اذا وحی اللہ تعالےٰ الی عیسےٰ بن مریم یعنی جب عیسیٰ دجال کو قتل کریگا تو اُس پر اللہ تعالےٰ وحی نازل کریگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ وحی کا لانے والا جبرائیل ہو گا کیونکہ جبرائیل ہی پیغمبروں پر وحی لاتا ہے۔

اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ چالیس۴۰ سال تک برابر جو مدت توقف حضرت مسیح کی دنیا میں بعد دوبارہ آنے کے قرار دی گئی ہے حضرت جبرائیل وحی لیکر نازل ہوتے رہیں گے اب ہر یک دانشمند اندازہ کر سکتا ہے کہ جس حالت میں تیئس۲۳ برس میں تیس۳۰ جزو قرآن شریف کی نازل ہو گئی تھیں تو بہت ضروری ہے کہ اس چالیس۴۰ برس میں کم سے کم پچاس جزو کی کتاب اللہ حضرت مسیح پر نازل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت

شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد
رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے فتدبّر۔

اور اس انقلاب عظیم پر خوب غور سے نظر دوڑانی چاہیئے کہ چونکہ حضرت مسیح
(اگر اُنکا نزول فرض کیا جائے) ایسی حالت میں آئیں گے کہ اُن کو شریعت محمدیہ سے
جو عربی زبان میں ہے کچھ بھی نہیں ہوگی اور وہ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ قرآنی
تعلیم پر اُن کو اطلاع ہو اور اُن تفصیلات احکام دین پر بھی مطلع ہو جائیں جو احادیث
کی رُو سے معلوم ہوتے ہیں غرض شریعت محمدیہ کے تمام اجزا پر خواہ وہ از قبیل عقائد ہیں
یا از قسم عبادات یا از نوع معاملات یا از قبیل قوانین قضا و فصل مقدمات اطلاع پانا اُنکے
لئے ضروری ہوگا اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ معمر ہونے کی حالت میں ایک عمر خرچ کر کے
دوسروں کی شاگردی کریں لہذا اُنکے لئے یہی لابدی اور ضروری ہے کہ جمیع اجزا شریعت
کے نئے سرے اُنپر نازل ہوں کیونکہ بجز اس طریق کے استعلام مجہولات کے لئے اور
کوئی اُنکے لئے راہ نہیں اور رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے
جاری ہے جو وہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات ربّانی اور کلام
رحمانی کے سکھلائی جاتی ہیں اور جب کہ تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ نئے
سرے معرفت جبرائیل علیہ السلام کے حضرت مسیح کی زبان میں ہی اُنپر نازل ہو جائے
گی اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیہ وغیرہ کے متعلق بعض بعض احکام قرآن شریف
کے منسوخ بھی ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب کے اُترنے سے
قرآن شریف توریت و انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا اور مسیح کا
نیا قرآن جو قرآن کریم سے کسی قدر مختلف بھی ہوگا اجرا
اور نفاذ پائے گا اور حضرت مسیح نماز میں اپنا قرآن ہی پڑھیں گے
اور وہی قرآن جبراً قہراً دوسروں کو بھی سکھلایا جائے گا اور بظاہر

معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت یہ کلمہ بھی کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کسی قدر تغییر و تنسیخ کے لایق
ٹھہریگا کیونکہ جب کہ کل شریعت محمدیہ کی معاذ باللہ نقل کفر کفر نباشد منسوخ ہو گئی اور ایک اَور ہی قرآن گو وہ
ہمارے قرآن کی رو سے کس قدر مطابق ہی ہو آسمان سے نازل ہو گیا تو پھر کلمہ بھی ضرور واجب التبدیل
ہو گا۔ بعض بہت منفعل ہو کر جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ درحقیقت یہ سخت خرابیاں ہیں جن سے انکار نہیں ہو سکتا
مگر کیا کریں درحقیقت اسی بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح رسول اللہ ہونے کی حالت میں نزول فرمائینگے
اور چالیس برس حضرت جبرائیل علیہ السلام اُن پر نازل ہوتے رہیں گے چنانچہ یہی مضمون حدیثوں سے
بھی نکلتا ہے۔ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اسقدر تو بالکل سچ ہے کہ اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب
آ جائیں گے جن پر جبرائیل نازل ہوا کرتا تھا تو وہ شریعت محمدیہ کے قوانین دریافت کرنے کے لئے
ہرگز کسی کی شاگردی اختیار نہیں کریں گے بلکہ سنت اللہ کے موافق جبرائیل کی معرفت وحی آئیگی
اُن پر نازل ہوگی اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرایہ
اور نئی زبان میں اُن پر نازل ہو جائیں گے اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے
قرآن کریم منسوخ ہو جائیگا لیکن خدا تعالیٰ نبی کی ذلت اور رسوائی اس اُمت کے لئے اور ایسی ہتک
اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھیگا کہ ایک رسول کو بھیجکر جسکے آنے کے
ساتھ جبرائیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹا دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے بلطیفہ بڑی
بھاری غلطی کھائی ہے کہ حضرت عیسیٰ یا ابن مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کو یقین کر لیا ہے کہ سچ
مچ وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جائیگا جو رسول اللہ تھا اور اس طرف خیال نہیں کیا کہ اسکا
آنا گویا دین اسلام کا دنیا سے رخصت ہونا ہے یہ تو اجماعی عقیدہ ہو چکا اور مسلم میں اسی بارہ میں حدیث
بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونیکی حالت میں آئیگا اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی
شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث
من وجہ نبی بھی ہوتا ہے مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے

اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۳۹ میں جو ایک الہام اس عاجز کا درج ہے وہ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کل برکۃٍ من محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتبارک من علّم وتعلّم یعنی ہر ایک برکت جو اس عاجز پر بہ پیرایہ الہام و کشف وغیرہ نازل ہو رہی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے اور انکی توسط سے ہے پس اس ذات میں کثرت سے برکتیں ہیں جسنے سکھلایا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس میں بھی کثرت سے برکتیں ہیں جس نے سیکھا یعنی یہ عاجز لیکن اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نازل ہونا خیال کیا جائے تو اس قدر خرابیاں پیش آتی ہیں جنکا شمار نہیں ہو سکتا اور اس بات کے سمجھنے کے لئے نہایت صریح اور صاف قراین موجود ہیں کہ اسجگہ حقیقی طور پر نزول ہرگز مراد نہیں بلکہ ایک استعارہ کے لحاظ سے دوسرا استعارہ استعمال کیا گیا ہے یعنی جبکہ اس امت کے لوگوں کو استعارہ کے طور پر یہود ٹھہرایا گیا اور اُن میں اُن تمام خرابیوں کا دخل کر جانا بیان کیا گیا جو حضرت مسیح ابن مریم کے وقت دخل کر گئی تھیں تو اسی مناسبت کے لحاظ سے یہ بھی کہا گیا کہ تمہاری اصلاح کے لئے اور تمہارے مختلف فرقوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بطور حکم کے تم میں سے ہی ایک شخص بھیجا جائے گا جس کا نام مسیح یا عیسےٰ یا ابن مریم ہوگا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اُمت ایسی نکارہ اور نالائق اُمت نہیں کہ صرف اپنے اندر یہی مادہ رکھتی ہو کہ ان وحشی طبع یہودیوں کا نمونہ بنجائے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھے بلکہ یہ مسیح بھی بن سکتی ہے پس جس وقت بعض یہودی بن جائیں گے اُس وقت بعض مسیح ابن مریم بنکر آئیں گے تا لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ اُمت مرحومہ جیسی ادنی اور نفسانی آدمیوں کو اپنے گروہ میں داخل رکھتی ہے ایسا ہی اس گروہ میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنکو انکے کمالات کی وجہ سے عیسیٰ بن مریم یا موسیٰ بن عمران بھی کہہ سکتے ہیں اور دونوں قسم کی استعدادیں اس امت میں موجود ہیں۔ می تواند شد یہودی می تواند شد مسیح۔ واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ

ابن مریم بھی اسی کام کے لئے آئے تھے اور اُس زمانہ میں آئے تھے جبکہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت فرقے ہو گئے تھے اور توریت کے صرف ظاہر الفاظ کو انہوں نے پکڑ لیا تھا اور روح اور حقیقت اُسکی چھوڑ دی تھی اور نکمّی نکمّی باتوں پر جھگڑے برپا ہو گئے تھے اور باہم کینہ کشی اور کم حوصلگی کی وجہ سے بُغض اور حسد اور کینہ اُن متفرق فرقوں میں پھیل گیا تھا ایک کو دوسرا دیکھ نہیں سکتا تھا اور شیر اور بکری کی عداوت کی طرح ذاتی عداوتوں تک نوبت پہونچ گئی تھی اور باعث اختلاف عقیدہ اپنے بھائیوں سے محبت نہیں رہی تھی بلکہ درندگی پھیل گئی تھی اور اخلاقی حالت نہایت درجہ بگڑ گئی تھی اور باہمی رحم اور ہمدردی بکلّی دور ہو گئی تھی اور وہ لوگ ایسی حیوانات کی طرح ہو گئے تھے کہ حقیقی نیکی کو ہرگز شناخت نہیں کر سکتے تھے اور تباغض تحاسد کا بازار گرم ہو گیا تھا اور صرف چند رسوم اور عادات کو مذہب سمجھا گیا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو بشارت دی تھی کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ بہت سے فرقے تم میں نکل آئیں گے اور بہت سے متضاد خیالات پیدا ہو جائیں گے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھیگا اور اگر ننانوے وجوہ اسلام کے موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھکر کافر ٹھہرایا جائیگا سو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت باہم پیدا ہو جائیگی اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائینگی اور وہ اسلامی خصلت جو ایک وجود کی طرح کامل اتحاد کو چاہتی ہے اور محبت اور ہمدردی باہمی سے پر ہوتی ہے بکلّی تم میں سے دور ہو جائیگی اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھے گا کہ جس سے مذہبی رشتہ کا بکلّی تعلق ٹوٹ جائیگا اور ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش کرے گا جیسا کہ مسیح ابن مریم کی بعثت کے وقت یہی حال یہود کا ہو رہا تھا اور اس اندرونی تفرقہ اور بُغض اور حسد اور عداوت کی وجہ سے دوسری قوموں کی نظر میں نہایت درجہ کے حقیر اور ذلیل اور کمزور ہو جائیں گی اور اس معکوس ترقی کی وجہ سے جو اندرونی جھگڑوں کی طفیل سے کمال کو پہونچ گی فنا کے قریب ہو جائینگی اور کیڑوں کی طرح ایکدوسرے کے کہا جانیکا قصد کرینگے

اور بیرونی حملوں کو اپنے پر وارد ہونیکے لئے موقعہ دینگے جیسا کہ اُس زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ
ہوا جو اندرونی نفاقوں کی وجہ سے انکی ریاست بھی گئی اور قیصر کے تحت میں غلاموں کیطرح
بسر کرنے لگے سو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی معرفت فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسا ہی
تمہارا حال ہوگا تمہاری مذہبی عداوتیں اپنے ہی بھائیوں سے انتہا تک پہونچ جائیں گی
بغض اور حسد اور کینہ سے بھرجاؤ گے اس شامت سے نہ تمہاری دنیا کی حالت اچھی رہیگی
نہ دین کی نہ انسانی اخلاق کی نہ خدا ترسی باقی رہیگی نہ حق شناسی اور پورے وحشی اور ظالم اور جاہل
ہو جاؤ گے اور وہ علم جو دلوں پر نہایت اثر ڈالتا ہے تم میں باقی نہیں رہیگا اور یہ تمام بیدینی اور
ناخدا ترسی اور بیمہری پہلے ممالک مشرقیہ میں ہی پیدا ہوگی اور دجال اور یاجوج ماجوج انہیں ممالک
سے خروج کریں گے یعنی اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ دکھلائی دینگے ممالک مشرقیہ سے مراد ملک
فارس اور نجد اور ملک ہندوستان ہے کیونکہ یہ سب ممالک زمین حجاز سے مشرق کیطرف ہی
واقع ہیں اور ضرور تھا کہ حسب پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر اور کافری انہیں جگہوں
سے قوت کے ساتھ اپنا جلوہ دکھا دے انہیں ممالک میں سے کسی جگہ دجال خروج کرے اور
انہیں میں مسیح بھی نازل ہو کیونکہ جو جگہ محل کفر اور فتن ہو جائے وہی جگہ صلاح اور ایمان کی بنا
ڈالنے کے لئے مقرر ہونی چاہیئے۔ سو ان ممالک مشرقیہ میں سے ملک ہند جیسا زیادہ تر محل
کفر اور فتن اور نفاق اور بُغض اور کینہ ہو گیا ہے ایسا ہی وہ زیادہ تر اس بات کے لایق تھا
کہ مسیح بھی اُسی ملک میں ظہور کرے اور جیسا کہ سب سے اول آدم کے خروج کے بعد اسی ملک
پر نظر رحم ہوئی تھی ایسا ہی آخری زمانہ میں بھی اسی ملک پر نظر رحم ہو۔ اور ہم اوپر بیان کر آئے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے طور پر اپنی امت کے حق میں فرما دیا
تھا کہ تم آخری زمانہ میں بکلی یہودیوں کے قدم پر قدم رکھکر یہودی بنجاؤ گے اور یہ بلائیں آخری زمانہ
میں سب سے زیادہ مشرقی ملکوں میں پھیلیں گی یعنی ہندوستان و خراسان وغیرہ میں تب اس
یہودیت کی بیخکنی کے لئے مسیح ابن مریم نازل ہوگا یعنی مامور ہو کر آئیگا اور فرمایا کہ جیسا کہ یہ امت یہودی

بنجائینگی ایسا ہی ابن مریم بھی اپنی صورت مثالی میں اسی اُمت میں سے پیدا ہوگا۔ نہ یہ کہ یہودی
تو یہ اُمت بنی اور ابن مریم بنی اسرائیل میں سے آوے ایسا خیال کرنے میں سراسر ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسرِ شان ہے اور نیز آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ
کے برخلاف۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ متصوفین کے مذاق کے موافق صعود اور نزول کے
ایک خاص معنے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جب انسان خلق اللہ سے بکلی انقطاع کر کے خدا تعالیٰ کی طرف
جاتا ہے تو اس حالت کا نام متصوفین کے نزدیک صعود ہے اور جب مامور ہو کر نیچے کو اصلاح خلق اللہ
کے لئے آتا ہے تو اس حالت کا نام نزول ہے۔ اسی اصطلاحی معنے کے لحاظ سے نزول کا لفظ اختیار
کیا گیا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ بالحق انزلناہ وبالحق
نزل۔ اب اس تمام تحقیقات سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم سے مراد وہ ابن مریم
ہرگز نہیں لیا جو رسول اللہ تھے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ اول استعارہ کے طور پر آخری زمانہ
کے لوگوں کو یہودی قرار دیکر اور ان یہودیوں کا ہر ایک باب میں مثیل ٹھہرا کر جو حضرت مسیح ابن مریم
کے وقت میں تھے پھر پہلے استعارہ کے مناسب حال یہ دوسری پیشگوئی بطور استعارہ کے
فرما دی کہ جب تم ایسے یہودی بنجاؤ گے تو تمہارے حال کے مناسب حال یہ ہے ایک مسیح تم میں سے
ہی تمہیں دیا جائیگا اور وہ تم میں حَکَم ہوگا اور تمہارے کینہ اور بغض کو دور کر دیگا شیر اور بکری کو
ایک جگہ بٹھا دے گا اور سانپوں کی زہر نکال دیگا اور بچے تمہارے سانپوں اور بھیڑیوں سے کھیلیں گے
اور انکی زہر سے ضرر نہیں اُٹھاوینگے یہ تمام اشارات اسی بات کی طرف ہیں کہ جب مذہبی اختلافات
دور ہو جاویں گے تو یکدفعہ فطرتی محبت کا چشمہ جوش ماریگا اور تباغض اور تحاسد دور ہو جاویگا
اور تعصب کی زہریں نکل جائینگی اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کریگا تب اسلام کے
دن پھر سعادت اور اقبال کی طرف پھرینگے اور سب علماء اس کوشش میں لگیں گے کہ اسلام کو بڑھایا جائے
اور مسلمانوں کی کثرت ہو جیسا کہ آجکل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہانتک ممکن ہے کم کر دیا جائے
اور بدسرشت مولویوں کی علم و فتوے سے دین اسلام سے خارج کر دئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی

پائی جائے تو اُس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر انکو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے
کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں اور نہ صرف شرع کی بد استعمالی سے یہ جد و جہد
شروع ہے بلکہ ایسے مادہ کے لوگوں کو الہام بھی ہو رہے ہیں کہ فلاں مسلم کافر ہے اور فلاں مسلم
جہنمی ہے اور فلاں ایسا کفر میں غرق ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا اور درندگی کے
جوشوں کی وجہ سے لعن و تبرّا زور دیا جاتا ہے اور لعنت بازی کے لئے باہم مسلمانوں کے
مباہلہ کے فتوے دئے جاتے ہیں اور یہ سب مُلّا یا یوں کہو کہ ایک دوسرے کو کہا بیوا سے کیڑے
اس بات کی تہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ مسلمانوں کی تمام مذاہب میں عام طور پر اختلافات
جزیہ جاری و ساری ہیں اور کسی بات میں کوئی خطا پر ہے اور کسی بات میں کوئی۔ اب کیا یہ انسانیت
ہے یا ہمدردی اور تراحم میں داخل ہے کہ طریق تصفیہ یہ ٹہرایا جائے کہ تمام مسلمان کیا ائمہ اربعہ کے
پیرو اور کیا محدثین کے پیرو اور کیا متصوفین ان ادنےٰ ادنےٰ اختلافات کی وجہ سے مباہلہ کے میدان
میں آکر ایک دوسرے پر لعنت کرنا شروع کر دیں اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر مباہلہ اور ملاعنہ
کے بعد صاعقہ قہر الٰہی فرقہ مخطیہ پر ضروری الوقوع ہے تو کیا اسکا بجز اس کے کوئی اور نتیجہ ہوگا
کہ یکدفعہ خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہلاک کر دیگا اور اپنے اپنے اجتہادی خطا کی وجہ سے سب ہلاک
کئے جائیں گے یہ نادان کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی اس سے نکلتا ہے
کہ مسلمانوں کا باہم مباہلہ جائز ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے اس قول
سے رجوع نہیں کیا اور نہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مباہلہ ہو کر مخطیوں پر یہ عذاب نازل ہوا
تھا حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا اُس نے
جوش میں اگر غلطی کہائی تو کیا اس کی بات کو اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى میں داخل کیا جائے
صحابہ کے مشاجرات اور اختلافات پر نظر ڈالو جنکے بعض اوقات سیف و سنان تک
نوبت پہونچ گئی تھی حضرت معاویہؓ بھی صحابی ہی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون
اگر ابن مسعودؓ نے خطا کی تو کونسا غضب آگیا اور بیشک اُسنے اگر جزئی اختلافات میں مباہلہ کی درخواست

کی تو سخت خطا کی جبکہ صحابی سے اور باتوں میں خطا ممکن ہے تو کیا پھر مباہلہ کی درخواست میں خطا ممکن نہیں ظاہر ہے کہ صحابہ میں کسقدر اختلافات واقع تھے کوئی جساسہ والے دجال کو دجال معہود سمجھتا تھا اور کوئی قسم کہا کر کہتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ کوئی جسمانی معراج کا قائل تھا اور کوئی اسکو خواب بناتا تھا اور کوئی بعض سورتوں کو جیسے معوذتین قرآن شریف کی جزو سمجھتا تھا اور کوئی اس سے باہر خیال کرتا تھا اب کیا یہ سارے سچ پر تھے اور جب ایک قسم کی کسی سے غلطی ہوئی تو دوسری قسم کی بھی ہو سکتی ہے یہ کیا جہالت ہے کہ صحابی کو بکلی غلطی اور خطا سے پاک سمجھا جائے اور اسکی مجرد اپنے ہی قول کو ایسا قبول کیا جائے جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قبول کرنا چاہیئے **مسلمانو!** آؤ خدا سے **شرماؤ** اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکہلاؤ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ ہٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑہاؤ۔ اور اگر ہمارے کہنے کا کچھ اثر نہیں تو اپنی ہی تحریرات مطبوعہ کو شرم سے دیکھو اور فتنہ انگیز تقریروں سے باز آؤ۔

قرآن شریف کی وہ تیس آیتیں جن سے مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے

(۱) پہلی آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ یعنے اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانیوالا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنیوالا ہوں اور تیری متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔

(۲) دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ ہے بل رفعہ اللہ الیہ یعنے مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں اور

یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اُسکو اپنی طرف اُٹھا لیا جاننا چاہیئے کہ
اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اسپر دلالت
کرتی ہے **ورفعناہ مکاناً علیاً** یہ آیت حضرت ادریس کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں
کہ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ ہم نے ادریس کو موت دیکر مکان بلند میں پہونچا دیا کیونکہ اگر وہ
بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کے لئے ایک لازمی
امر ہے یہ تجویز کرنا پڑیگا کہ یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہو جائیں اور یا زمین پر گر کر فوت ہوں
مگر یہ دونوں شق ممتنع ہیں کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جسم خاکی موت کے بعد پھر خاک ہی میں
داخل کیا جاتا ہے اور خاک ہی کی طرف عود کرتا ہے اور خاک ہی سے اسکا حشر ہوگا اور ادریس
کا پھر زمین پر آنا اور دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ
امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کیلئے
ہوتی ہے کہ بعد موت انکی روحیں علیین تک پہونچائی جاتی ہیں **فی مقعد صدق عند
ملیک مقتدر** تیسری آیت جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے
یہ ہے **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم** یعنے جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی انپر
نگہبان تھا ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفّی کے معنے یہ ہیں کہ روح کو
قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ **قل یتوفّٰکم ملک الموت
الذی وکل بکم** اور پھر فرماتا ہے **ولکن اعبد اللّٰہ الذی یتوفّٰکم** اور پھر فرماتا ہے **حتّٰی یتوفّٰھن
الموت** اور فرماتا ہے **حتّٰی اذا جاءتھم رسلنا یتوفّونھم** الجزو نمبر ۸ سورۃ الاعراف
اور پھر فرماتا ہے **توفتہ رسلنا** ایسا ہی قرآن شریف کے تیئیس ۲۳ مقام میں برابر توفّی
کے معنے اماتت اور قبض روح ہے لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف
کی رو سے اس جگہ توفیتنی سے مراد رفعتنی لیا ہے اور اس طرف ذرہ
خیال نہیں کیا کہ یہ معنے نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے

قرآن کے مخالف ہیں پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اول سے آخر تک التزام کیا ہے انکو بغیر کسی قرینہ قویہ کے ترک کر دیا گیا ہے توفّی کا لفظ نہ صرف قرآن کریم بلکہ جا بجا احادیث نبویہ میں بھی وفات دینے اور قبض روح کے معنوں پر ہی آتا ہے چنانچہ جب میں نے غور سے صحاح ستّہ کو دیکھا تو ہر ایک جگہ جو توفّی کا لفظ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا ہے یا کسی صحابی کے مُنہ سے تو انہیں معنوں میں محدود پایا گیا۔ میں آج ہی کہتا ہوں کہ کسی ایک صحیح حدیث میں بھی کوئی ایسا توفّی کا لفظ نہیں ملے گا جسکے کوئی اور معنے ہوں میں نے معلوم کیا ہے کہ اسلام میں بطور اصطلاح کے قبض روح کے لئے یہ لفظ مقرر کیا گیا ہے تا روح کی بقا پر دلالت کرے۔

افسوس کہ بعض علما جب دیکھتے ہیں کہ توفّی کے معنے حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے ہیں کہ آیت فلمّا توفّیتنی میں جس توفّی کا ذکر ہے وہ حضرت عیسےٰ کے نزول کے بعد واقع ہوگی لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرہ بھی شرم نہیں کرتے وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے واذ قال اللّٰہ یا عیسی ءانت قلت للنّاس الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اُسکے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ کیطرف سے ہے یعنی فلمّا توفّیتنی وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہیں معنوں کے موید ہیں مثلاً یہ قصہ واذ قال ربّک للملائکۃ انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ۔ کیا اسکے یہ معنے کرنے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملائک سے ایسا سوال کریگا ماسوا اسکے قرآن شریف اِس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اسکی مصدق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔

(۴) چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ہم اسی رسالہ میں اسکی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔

(۵) پانچویں یہ آیت ہے ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ و امہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام (الجزو نمبر ۶) یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اسکی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اسپر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر یک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہو گئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ انکی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکے گئے لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے اور جب ہم اس آیت مذکورہ بالا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ ماجعلنا ھم جسداً لا یاکلون الطعام جسکے یہ معنے ہیں کہ کوئی ہمنے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو تو اس یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائینگے کہ فی الواقع حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جبتک یہ جسم خاکی زندہ ہے طعام کھانا اسکے لئے ضروری ہے اس سے قطعی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اب وہ زندہ نہیں ہیں۔

(۶) چھٹی یہ آیت ہے وما جعلنا ھم جسداً لا یاکلون الطعام اس آیت کا پہلی آیت کے ساتھ ابھی بیان ہو چکا ہے اور درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے

کیونکہ جبکہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا یہی سنتہ اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو بھی مار چکی ہے بیشک ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہدا کی طرح زندہ ہیں ان کی بھی کامل زندگی ہے مگر وہ دنیا کی ایک ناقصہ کثیفہ زندگی سے نجات پا گئے ہیں دنیا کی زندگی کیا چیز ہے اور کیا حقیقت ایک جاہل اسی کو بڑی چیز سمجھتا ہے اور ہر یک قسم کی زندگی کو جو قرآن شریف میں مذکور و مندرج ہے اسی کی طرف گھسیٹتا چلا جاتا ہے وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ دنیوی زندگی تو ایک ادنے درجہ کی زندگی ہے جس کے ارذل حصہ سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے اور جس کے ساتھ نہایت غلیظ اور مکروہ لوازم لگے ہوئے ہیں اگر ایک انسان کو اس سفلی زندگی سے ایک بہتر زندگی حاصل ہو جائے اور سنت اللہ میں فرق نہ آوے تو اس سے زیادہ اور کونسی خوبی ہے۔

(۷) ساتویں آیت یہ ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئیگا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالےٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔

(۸) آٹھویں یہ آیت ہے وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون۔ یعنے ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور یک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا پس کیا اگر تو مر گیا

تو یہ لوگ باقی رہجائینگے اِس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آیندہ بچیگا اور لغت کے رو سے خلود کی مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے کیونکہ تغیر موت اور زوال کی تمہید ہے پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کیطرف رجوع اور اس سے مسیح ابن مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہوجانیکی باعث سے فوت ہوجانا ثابت ہوتا ہے۔

(۹) نویں آیت تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون یعنے اسوقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تہا جو فوت ہوگیا انکے اعمال انکے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

(۱۰) دسویں آیت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا اسکی تفصیل ہم اسی رسالہ میں بیان کرچکے ہیں اس سے یہ بہی ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑہتے ہیں اور حضرت یحییٰ انکی نماز کی حالتمیں انکے پاس یونہی پڑے رہتے ہیں مُردے جو ہوئے اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بنکر مسلمانوں کیطرح نماز پڑہیں گے۔

(۱۱) گیارہویں آیت والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا اس آیت میں واقعات عظیمہ حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تو صرف تین بیان کئے گئے ہیں حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو انکا بیان بہی ضروری تہا کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الہی نہیں ہونا چاہیئے تہا سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اسبات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

(۱۲) بارہویں آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوجاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہونچتے ہیں

یہاں تک کہ ارذل عمر کیطرف رد کئے جاتے ہیں اور اُس حد تک نوبت پہونچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عمر پاوے تو دن بدن ارذل عمر کی طرف حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ بچے کی طرح نادان محض ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔

(۱۳) تیرھویں یہ آیت ہے ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین یعنی تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہوگے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کرکے مر جاؤ گے یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی رہیگا اور زمین میں ہی داخل ہوگا۔

(۱۴) چودھویں یہ آیت ہے ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق یعنے جسکو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اُسکی پیدایش کو اُلٹا دیتے ہیں یعنے انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اُس سے دور ہو جاتی ہیں حواس میں اُس کے فرق آجاتا ہے عقل اُسکی زایل ہو جاتی ہے اب اگر مسیح ابن مریم کی نسبت فرض کیا جائے کہ اب تک جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑیگا کہ ایک مدت دراز سے اُنکی انسانیت کے قوئے میں بکلی فرق آگیا ہوگا اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے اور یقینی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مدت سے وہ مر گئے ہوں گے۔

(۱۵) پندرھویں آیت یہ ہے اللّٰہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ۔ یعنی خدا وہ خدا ہے جسنے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دیدی پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔ یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں اور ہریک مخلوق اِس محیط قانون میں داخل ہے کہ زمانہ اسکی عمر پر اثر کر رہا ہے یہاں تک کہ تاثیر زمانہ کی سے وہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے

اور پھر مر جاتا ہے۔

(۱۶) سولھویں آیت یہ ہے۔ انما مثل الحیٰوۃ الدنیا کماءٍ انزلناہ من السماءِ فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس و الانعام الخ یعنے اس زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اُس پانی کی مثال ہے جسکو ہم آسمان سے اُتارتے ہیں پھر زمین کی روئیدگی اُس سے ملجاتی ہے پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کیطرف رخ کرتا ہے پھر اُسکا زوال ہوتا جاتا ہے۔ کیا اس قانون قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے۔

(۱۷) سترھویں آیت ثم انکم بعد ذٰلک لمیتون الجزو نمبر ۱۸ سورۃ المومنون۔ یعنی اول رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ تمکو کمال تک پہونچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنیکے بعد زوال کیطرف میل کرتے ہو یہانتک کہ مر جاتے ہو یعنے تمہارے لئے خدا تعالیٰ کیطرف سے یہی قانون قدرت ہے کوئی بشر اس سے باہر نہیں۔ اے خداوند قدیر اپنے اس قانون قدرت کے سمجھنے کے لئے ان لوگوں کو بھی آنکھ بخش جو مسیح ابن مریم کو اس سے باہر سمجھتے ہیں۔

(۱۸) اٹھارھویں آیت الم تر ان اللہ انزل من السماءِ ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ زرعًا مختلفًا الوانہ ثم یھیج فترٰہ مصفرًا ثم یجعلہ حطامًا ان فی ذٰلک لذکرٰی لاولی الالباب (الجزو نمبر ۲۳) سورۃ الزمر۔ ان آیات میں بھی مثال کے طور پر یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان کھیتی کیطرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔

(۱۹) اُنیسویں آیت یہ ہے وما ارسلنا من قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام و یمشون فی الاسواق الجزو نمبر ۱۸ سورۃ الفرقان۔ یعنے ہمنے تجھ سے پہلے جسقدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ تمام نبی نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ بازاروں میں پھرتے ہیں اور پہلے ہم بنص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے

سو چونکہ وہ اب تمام نبی طعام نہیں کہاتے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں جنہیں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی داخل ہے۔

(۲۰) بیسویں آیت یہ ہے والذین یدعون من دون اللّٰہ لایخلقون شیئا وھم یُخلقون اموات غیر احیاءٍ وما یشعرون ایّان یبعثون۔ سورۃ النحل الجزو نمبر ۱۴ یعنے جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ دیکھو یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح اور ان سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہیں جنکو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنا معبود ٹھہراتے سمجھتے اور اُن سے دعائیں مانگتے تھے اگر اب بھی آپ لوگ مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل نہیں ہوتے تو سیدھی یہ کیوں نہیں کہدیتے کہ ہمیں قرآن کریم کے ماننے میں کلام ہے۔ قرآن کریم کی آئتیں سُنکر پھر وہیں ٹھہر جانا کیا ایمان داروں کا کام ہے۔

(۲۱) اکیسویں آیت یہ ہے ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنیوالا نبیوں کا یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دُنیا میں نہیں آئیگا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئیگا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتا کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اسکی رسالت جو

اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اسکو دنیا میں آنے سے روکتی ہے ماسوا اسکے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہدا کی زندگی کی موافق ہے جنہیں مراتب قرب کمال حاصل ہوتے ہیں اس قسم کی حیات کا قرآن کریم میں جا بجا بیان ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے یہ آیت قرآن شریف میں درج ہے والذی یمیتنی ثم یحیین یعنے وہ خدا جو مجھے مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے اس موت اور حیات سے مراد صرف جسمانی موت اور حیات نہیں بلکہ اُس موت اور حیات کیطرف اشارہ ہے جو سالک کو اپنے مقامات و منازل سلوک میں پیش آتی ہے چنانچہ وہ خلق کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور خالق حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنے رفقاء کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور رفیق اعلیٰ کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنے نفس کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور محبوب حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اسیطرح کئی موتیں اس پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور کئی حیاتیں یہاں تک کہ کامل حیات کے مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے سو وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اور رنگ اور شان کی حیات ہے قال اللہ تعالیٰ وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون۔ الجزو نمبر ۲۱۔

(۲۲) بائیسویں آیت یہ ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنے اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کیطرف رجوع کرو اور انکی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جاوے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنے یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کیطرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو وہی آجاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم

آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور اُن کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اُترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے۔

(۲۳) تیئسویں آیت یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یعنے اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا لیکن معراج کی حدیث سے جسکو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنے صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے لہٰذا اس بدلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا آئندہ کتاب اللہ قرآن الکریم و کفر نا بحق یا لمخالفۃ۔ ایھا الناس اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء۔ قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور۔ فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔

(۲۴) چوبیسویں آیت یہ ہے۔ اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم الجزو نمبر ۲۱ سورۃ الروم اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اُسے ملتا ہے پھر اُس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں حالانکہ قرآن کریم اول سے آخر تک یہ التزام رکھتا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو

تو فی الفور اُس قاعدہ کلیہ سے اُسکو باہر نکال لیتا ہے یا اُس کے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے۔

(۲۵) پچیسویں آیت یہ ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ الجزو نمبر ۲۷ سورۃ الرحمٰن یعنے ہر یک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے مطلب یہ کہ ہر یک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اُس حرکت سے خالی نہیں وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بڈھا اور بڈھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے اور اس قانون قدرت سے کوئی باہر نہیں خدا تعالےٰ نے **فانٍ** کا لفظ اختیار کیا **یفنی** نہیں کہا تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یکدفعہ واقعہ ہوگی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کر رہی ہے بلا تغیر و تبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اُس پر اثر نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنٰے قرار نہیں دیا اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توحید اور کہاں گئے وہ لمبے چوڑے دعوے اطاعت قرآن کریم کے هل منكم رجل فی قلبه عظمة القرآن مثقال ذرة ؟

(۲۶) چھبیسویں آیت اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ الجزو نمبر ۲۷ سورۃ القمر یعنے متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر یک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہریں میں صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنے خدا تعالیٰ کے پاس پہونچنا اور جنت میں داخل ہونا یکدوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے سو اگر

رافعک الی کے یہی معنے ہیں جو مسیح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو بلاشبہ وہ جنت میں بھی داخل ہو گیا جیسا کہ دوسری آیت یعنی ارجعی الی ربک جو رافعک الی کے ہم معنے ہے بصراحت اسی پر دلالت کر رہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے جانا اور گزشتہ مقربوں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہو جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں پس اس آیت سے بھی مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا فالحمد للہ الذی احق الحق وابطل الباطل ونصر عبدہ وایدہ مامورہ۔

(۲۷) ستائیسویں آیت یہ ہے ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون لایسمعون حسیسہا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون یعنی جو لوگ جنتی ہیں اور انکا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں اور انکا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے انکی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

(۲۸) اٹھائیسویں آیت این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدہ۔ الجزو نمبرہ یعنی جس جگہ تم ہو اسی جگہ موت تمہیں پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بود و باش اختیار کرو اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر یک جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں یہی سنت اللہ ہے اور اسجگہ بھی استثنا کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے جس سے مسیح باہر رہ جاتا پس بلاشبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کر رہے ہیں موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض و آفات منجرہ الی الموت تک پہونچاتا ہے اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔

(۲۹) انتیسویں آیت ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا یعنے رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لیلو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو لہذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے سو پہلے وہ حدیث سنو جو مشکوٰۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین واقلھم من یجوز ذلک رواہ الترمذی وابن ماجہ یعنی اکثر عمریں میری اُمت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہونگی اور ایسے لوگ کمتر ہونگے جو اس سے تجاوز کریں یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ تو ستر برس تک مشکل سے پہونچیں اور انکا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب انکی زندگی کے برس گذر گئے اور ابتک مرنے میں نہیں آتے بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آکر پھر چالیس یا پینتالیس برس زندہ رہیں گے۔

پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ ہے وعن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ رواہ مسلم اور روایت ہے جابر سے کہ کہا سنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وہ قسم کہا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسا زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ما علی الارض میں داخل ہیں حدیث کا یہ مطلب

نہیں کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائیگا اور اگر آسمان پر چلا جاوے تو فوت نہیں ہوگا کیونکہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بموجب نص قرآن کریم کے ممتنع ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔

(۳) تیسری آیت یہ ہے اوترقی فی السماء قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنے کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لے آویں گے۔ ان کو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلا میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک آدمی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جاوے۔ اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا۔ لہذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں۔ بھلا ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا موت کے بعد حضرت یحیٰی اور حضرت آدم اور حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف وغیرہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا نہیں اگر نہیں اٹھائے گئے تو پھر کیونکر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آسمانوں میں دیکھا اور اگر اٹھائے گئے تھے تو پھر ناحق مسیح ابن مریم کی رفع کے کیوں اور طور پر معنے کئے جاتے ہیں تعجب کہ توفی کا لفظ جو صریح وفات پر دلالت کرتا ہے جا بجا ان کے حق میں موجود ہے اور اٹھائے جانے کا نمونہ بھی بدیہی طور پر کھلا ہے کیونکہ وہ انہیں فوت شدہ لوگوں میں جا ملے جو ان سے پہلے اٹھائے گئے تھے۔ اور اگر کہو کہ وہ لوگ اٹھائے نہیں گئے تو میں کہتا ہوں کہ وہ پھر آسمان میں

کیونکر پہونچ گئے۔ آخر اُٹھائے گئے تبھی تو آسمان میں پہونچے۔ کیا تم قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھتے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا کیا یہ وہی رفع نہیں ہے جو مسیح کے بارہ میں آیا ہے؟ کیا اس کے اُٹھائے جانے کے معنے نہیں ہیں فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔

حضرات غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب کے الہامات کے بارے میں کچھ مختصر تحریر

میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب لکھو والے اس عاجز کے حق میں لکھتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے چنانچہ عبدالحق صاحب کے الہام میں تو صریح سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ موجود ہے اور محی الدین صاحب کو یہ الہام ہوا ہے کہ یہ شخص ایسا ملحد اور کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ جس کافر کا مآل کار کفر ہی ہو وہ بھی جہنمی ہی ہوتا ہے غرض ان دونوں صاحبوں نے کہ خدا انہیں بہشت نصیب کرے اس عاجز کی نسبت جہنم اور کفر کا فتویٰ دیدیا اور بڑے زور سے اپنے الہامات کو شائع کر دیا۔ ہم سردست ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے صرف اسقدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے استکشاف کے لئے بطور استخارہ و استخبارہ وغیرہ کی توجہ کرتا ہے خاصکر اس حالت میں کہ جب اُسکے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی بُرا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اُسوقت اسکی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اسکی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے

مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وما ارسلنا
من رسول ولا نبی اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے
کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے دیکھو
خط دوم قرنتیان باب ۱۱ آیت ۱۴ ۔ اور مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول باب بائیس
آیت اُنیس میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اُسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی
کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا اسکا سبب
یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے
نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا اب خیال کرنا چاہیئے کہ جس حالتیں
قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے اور پہلی کتابیں توریت
و انجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت
قرآن کریم کے حجت بھی نہیں تو پھر ناظرین کے لئے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات بینہ سے
میاں عبد الحق غزنوی و محی الدین صاحب نے اپنے الہامات کو رحمانی الہامات سمجھ لیا ہے انکے الہامات کا خلاصہ یہ ہے
کہ جو شخص عیسیٰ بن مریم کی وفات کا قائل ہو اور دنیا میں اُنہیں کا دوبارہ آنا تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے
لیکن ناظرین اب اس رسالہ کو پڑھ کر بطور حق الیقین سمجھ جائیں گے کہ درحقیقت واقعی امر جو
قرآن شریف سے ظاہر ہو رہا ہے یہی ہے کہ سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہی ہو گئے اور فوت شدہ جماعت
میں صدہا سال سے داخل ہیں سو یہی اور ہماری نسبت میاں محی الدین اور میاں عبد الحق کو شیطانی
الہام کی یہ شکل آئی کہ انکو اس خیال کا قرآن شریف مکذب ہے اور شمشیر برہنہ لے کر مقابلہ کر رہا ہے اب اس سے
یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ ابلیس مکار نے کسی اندرونی مناسبت کی وجہ سے ان دونوں صاحبوں کو
استخارہ کے وقت جا پکڑا اور قرآن کریم کے منشا کے برخلاف انکو تعلیم دی بھلا اگر ان صاحبوں کے
یہ الہامات سچے ہیں تو اب قرآن کریم کی رو سے مسیح ابن مریم کا زندہ ہونا ثابت کر کے دکھلاویں اور ہم
دس یا بیس آیتوں کا مطالبہ نہیں کرتے صرف ایک آیت ہی زندہ ہونے کے بارے میں پیش کریں جس

فرشتہ نے اس عاجز کے جہنمی یا کافر ہونیکے ! یہیں جھٹ پٹ انکی کانوں تک دو تین فقرے پہونچا دیئے تھے۔ اب اُسی سے درخواست کریں کہ ہماری مدد کرا اور کچھ شک نہیں کہ اگر وہ الہام خدائے تعالیٰ کیطرف سے ہے تو کم سے کم تیس آیت حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونیکے بارہ میں فی الفور القا ہو جائینگی کیونکہ ہم نے ہی تو تیس آیت انکی مرنیکے ثبوت میں پیش کی ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ ایک ہی آیت پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ انکے الہامات شیطانی ہیں اور حزب شیطان ہمیشہ مغلوب ہے وہ بیچارہ لعنتوں کا مارا خود کمزور اور ضعیف ہے پھر دوسروں کی کیا مدد کریگا۔

ماسوا اسکے یہ بھی یاد رہے کہ رحمانی الہامات اپنے بابرکت نشانوں سے شناخت کئے جاتے ہیں کوئی دعوے بغیر دلیل کے قبول کرنیکے لائق نہیں ہوتا خداوند علیم وحکیم اسبات کو خوب جانتا ہے کہ اس عاجز نے صرف ایسی صورت میں اپنے الہامات کو منجانب اللہ سمجھا کہ جب صدہا الہامی پیشگوئیاں روز روشن کی طرح پوری ہوگئیں سو جو شخص اس عاجز کے مقابل پر کھڑا ہو اسکے لئے ضروری ہے کہ اپنے الہامات کے منجانب اللہ ہونیکے اسبات میں میری طرح کسیقدر پیشگوئیاں بیان کرے بالخصوص ایسی پیشگوئیاں جو فضل اور احسان باریتعالیٰ پر دلالت کرتی ہوں کیونکہ مقبولین کی شناخت کے لئے ایسی ہی پیشگوئیاں عمدہ دلیل ہیں جو کسی آئندہ عنایات بینہ کا وعدہ دیتی ہوں وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ اُنہیں پر فضل و احسان کرتا ہے جنکو بنظر عنایت دیکھتا ہے۔

جن پیشگوئیوں کی سچائی پر میری سچائی کا حصر ہے وہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو مغلوب ہو کر یعنی بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب ہو جائے گا اور انجام تیرے لئے ہوگا اور ہم وہ تمام بوجھ تجھ سے اُتار لیں گے۔ جس نے تیری کمر توڑ دی۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید تیری عظمت تیری کمالیت پھیلاوے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا اور تیرے سایہ کو لمبا کر دے گا۔ دنیا میں ایک

نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا عنقریب اُسے ایک ملک عظیم دیا جائیگا (یعنے اُسکو قبولیت بخشی جائیگی اور خلق کثیر کے دل اُسکی طرف مائل کئے جائینگے) اور خزاین اُسپر کھولے جائینگے (یعنے خزائن معارف وحقائق کھولے جائینگے کیونکہ آسمانی مال جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو ملتا ہے جسکو وہ دنیا میں تقسیم کرتے ہیں دنیا کا درم و دینار نہیں بلکہ حکمت و معرفت ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اسکی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ یوتی الحکمت من یشاء ومن یوتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا ۔ خیر مال کو کہتے ہیں سو پاک مال حکمت ہی ہے جسکی طرف حدیث نبوی میں بھی اشارہ ہے کہ انما انا قاسم واللہ ھو المعطی یہی مال ہے جو مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے) یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب ہم عنقریب تم میں ہی اور تمہاری اردگرد نشان دکھلاوینگے حجت قائم ہو جائیگی اور فتح کھلی کھلی ہوگی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بھاری جماعت ہیں یہ سب بھاگ جائینگے اور پیٹھ پھیر لیں گے ۔ اگر لوگ تجھے چھوڑ دینگے پر میں نہیں چھوڑونگا اور اگر لوگ تجھے نہیں بچائینگے پر میں بچاؤنگا ۔ میں اپنی چمکار دکھاؤنگا اور قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤنگا ۔ اے ابراہیم تجھپر سلام ہمنے تجھے خالص دوستی کے ساتھ چن لیا خدا تیرے سب کام درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید اور تفرید ۔ خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے جب تک وہ خبیث کو طیب سے جدا نکرے وہ تیرے مجد کو زیادہ کریگا اور تیری ذریت کو بڑھائیگا اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتدا قرار دیا جائیگا میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا اور تیرا ذکر بلند کرونگا اور تیری محبت دلوں میں ڈالدونگا جعلناک المسیح ابن مریم (ہمنے تجھکو مسیح ابن مریم بنایا) انکو کہدے کہ میں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں یہ کہیں گے کہ ہم نے پہلوں سے ایسا نہیں سنا سو تو انکو جواب دے کہ تمہارے معلومات وسیع نہیں خدا بہتر جانتا ہے تم ظاہر لفظ اور ابہام پر قانع ہو اور اصل حقیقت تمپر مکشوف نہیں ۔ جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اسکو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ۔ ایک اولی العزم پیدا ہوگا

وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری ہی نسل سے ہوگا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔

یاتی علیک زمان مختلف بازواج مختلف۔ وتری نسلا بعیدا ولنحیینک حیوٰۃ طیبۃ۔ ثمانین حولا او قریبا من ذلک انت باعیننا سمیتک المتوکل یحمدک اللہ من عرشہ۔ کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستہزؤن سیکفیکہم اللہ ویردہا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ یہ عبارت اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی کی ہے۔

اب جسقدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں بیان کی ہیں درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لئے یہی کافی ہے اور جو شخص اپنے تئیں ملہم قرار دیکر مجھے کاذب دجال خیال کرتا ہے اُسکے لئے فیصلہ کا طریق یہ ہے کہ وہ بھی اپنی نسبت چند ایسے اپنے الہامات کسی اخبار وغیرہ کے ذریعہ سے شائع کرے جسمیں ایسی ہی صاف اور صریح پیشگوئیاں ہوں تب خود لوگ ظہور کے وقت اندازہ کر لیں گے کہ کون شخص مقبول الٰہی ہے اور کون مردود الٰہی ورنہ صرف دعووں سے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا اور منجملہ اپنے کی عنایات خاصہ میں سے ایک یہ ہی مجھ پر ہے کہ اُس نے علم حقائق و معارف قرآنی مجھکو عطا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطہرین کی علامتوں میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان علامت ہے کہ علم معارف قرآن حاصل ہو کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے لایمسّہ الا المطہرون سو فریق مخالف کو بھی لازم ہے کہ جسقدر میں اب تک معارف قرآن کریم اپنی متفرق کتابوں میں بیان کر چکا ہوں اسکے مقابل پر کچھ اپنے معارف کا نمونہ دکھلا دیں اور کوئی رسالہ چھاپ کر مشتہر کریں تا لوگ دیکھ لیں کہ جو دقائق علم و معرفت اہل اللہ کو ملتے ہیں وہ کہاں تک انکو حاصل ہیں مگر بشرطیکہ کتابوں کی نقل نہ ہو۔

ناظرین پر واضح رہے کہ میاں عبد الحق نے مباہلہ کی ہی درخواست کی تھی لیکن ابتک میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جنکی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم

نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ مباہلہ جائز ہے قرآن کریم سے ظاہر ہے کہ مباہلہ میں دونوں فریق کا اسبات پر
یقین چاہیئے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے یعنی عمداً سچائی سے روگردان ہے مخطی نہیں ہے
تا ہر یک فریق لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ سکے۔ اب میاں عبدالحق اپنے قصور فہم کی وجہ سے
مجھے کاذب خیال کرتے ہیں لیکن میں اُنہیں کاذب نہیں کہتا بلکہ مخطی جانتا ہوں اور مخطی مسلمان پر
لعنت جائز نہیں۔ کیا بجائے لعنت اللہ علی الکاذبین یہ کہنا جائز ہے کہ لعنت اللہ علی المخطئین
کوئی مجھے سمجھاوے کہ اگر میں مباہلہ میں فریق مخالف پر لعنت کروں تو کس طور سے کروں اگر
میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ میں اپنے مخالفین کو کاذب نہیں
سمجھتا بلکہ ماوّل مخطی سمجھتا ہوں جو نصوص کو اُنکے ظاہر سے پھیر کر بلا قیام قرینہ باطن کیطرف لیجاتے
ہیں اور کذب اُس شے کا نام ہے جو عمداً اپنے بیان میں اُس یقین کی مخالفت کیجائے جو دل
میں حاصل ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ آج مجھے روزہ ہے اور خوب جانتا ہے کہ ابھی میں روٹی
کھا کے آیا ہوں سو یہ شخص کاذب ہے غرض کذب اور چیز ہے اور خطا اور چیز اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کاذبوں پر
لعنت کرو۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ مخطیوں پر لعنت کرو۔ اگر مخطی سے مباہلہ اور ملاعنہ جائز ہوتا تو اسلام کے
تمام فرقے جو باہم اختلاف سے بھرے ہوئے ہیں بیشک باہم مباہلہ و ملاعنہ کر سکتے تھے اور
بلاشبہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام کا روئے زمین سے خاتمہ ہو جاتا اور مباہلہ میں جماعت کا ہونا
بھی ضروری ہے نص قرآن کریم جماعت کو ضروری ٹھہراتی ہے لیکن میاں عبدالحق نے ابتک
ظاہر نہیں کیا کہ مشاہیر علماء کی جماعت کس قدر میرے ساتھ ہے جو مباہلہ کے لئے طیار ہے اور نساء
ابناء بھی ہیں پھر جب شرائط مباہلہ متحقق نہیں تو مباہلہ کیونکر ہوا۔ اور مباہلہ میں یہ بھی ضروری ہوتا
ہے کہ اوّل ازالہ شبہات کیا جائے بجز اس صورت کے کہ کاذب قرار دینے میں کوئی تامل اور شبہ
کی جگہ باقی نہ ہو لیکن میاں عبدالحق بحث مباحثہ کا تو نام تک بھی نہیں لیتے ایک پرانا خیال
جو دل میں جما ہوا ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہونگے اُسی خیال کو اسطرح سمجھ لیا
کہ گویا سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم رسول اللہ جن پر انجیل نازل ہوئی تھی کسی زمانہ میں آسمان

سے اُتریںگے حالانکہ یہ ایک بھاری غلطی ہے جو شخص فوت ہو چکا اور جسکا فوت ہونا قرآن کریم
کی تیس آیت سے بپایہ ثبوت پہونچگیا وہ کہاں سے اب زمین پر آجائے گا قرآن شریف کی
آیات بینات محکمات کو کونسی حدیث منسوخ کردیگی فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ
یؤمنون سچ ہے کہ خدا تعالیٰ زندہ کرنے پر قادر ہے مگر یہ قدرت اسکی وعدہ کے مخالف ہے
اسکے صریح اور صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ جو لوگ مرگئے پھر دنیا میں نہیں آیا کرتے جیسا کہ
وہ فرماتا ہے فیمسک التی قضی علیہا الموت وجیسا کہ فرماتا ہے ثم انکم یوم القیامۃ
تبعثون الجزو نمبر ۱۸ یعنے تم مرنیکے بعد قیامت کے دن اُٹھائے جاؤگے اور جیسا کہ فرماتا ہے
حرام علی قریۃ اہلکناہا انہم لا یرجعون اور جیسا کہ فرماتا ہے وما ہم منہا بمخرجین اور اگر یہ کہو کہ معجزہ کے طور پر
مردے زندہ ہوتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ حقیقی موت نہیں ہو گی بلکہ غشی یا نیند وغیرہ
کے قسم سے ہوگی کیونکہ مات کے معنے لغت میں نام کے بھی ہیں دیکھو قاموس غرض وہ مردے جو
ایک دم کے لئے زندہ ہوگئے ہوں وہ حقیقی موت سے باہر ہیں اور کوئی مُردہ زندہ ہوگیا اور دنیا
میں واپس آیا اور اپنا ترکہ مقسومہ واپس لیا اور پھر دنیا میں رہنے لگا اور خود موت کا لفظ قرآن کریم میں
ذوالوجوہ ہے کافر کا نام بھی مردہ رکھا ہے اور ہوا و ہوس سے مرنا بھی ایک قسم کی موت ہے
اور قریب الموت کا نام بھی میت ہے اور یہی تینوں وجوہ استعمال حیات میں بھی پائی جاتی
یعنے حیات بھی تین قسم کی ہیں لیکن آیت فیمسک التی قضی علیہا الموت بینات محکمات میں سے
ہے اور نہ صرف ایک آیت بلکہ اس قسم کی بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں کہ جو
مرگیا وہ ہرگز پھر دُنیا میں واپس نہیں آئیگا اور یہ تو ظاہر ہو چکا کہ حضرت مسیح فی الواقعہ فوت
ہو چکے ہیں پھر باوجود اس قرینہ صریحہ بینہ کے اگر حدیثوں میں ابن مریم کے نزول کا ذکر آیا ہے تو
کیا یہ عقلمندی ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ وہی ابن مریم رسول اللہ آسمان سے اُتر آئے گا
مثلاً دیکھئے کہ اللہ جلشانہ سورۃ بقر میں فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل ہماری اُس نعمت کو
یاد کرو کہ ہمنے آل فرعون سے تمہیں چھوڑایا تھا جب وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے

اور تمہاری بیٹیوں کو رہنے دیتے تھے اور وہ زمانہ یاد کرو جب دریا نے تمہیں راہ دیا تھا اور فرعون اسکے لشکر کے سمیت غرق کیا گیا تھا اور وہ زمانہ یاد کرو جب تم نے موسیٰ کو کہا تھا کہ ہم بغیر دیکھے خدا پر ہرگز ایمان نہیں لائینگے اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تمہیں بدلی کا سایہ دیا اور تمہارے لیے من و سلویٰ اُتارا اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہمنے تم سے عہد لیا اور کوہ طور تمہارے سر کے اوپر ہمنے رکھا تھا پھر تم نے سرکشی اختیار کی اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہمنے تم سے عہد لیا تھا کہ تم خون نہ کرنا اور اپنے عزیزوں کو انکے گھروں سے نہ نکالنا اور تم نے اقرار کر لیا تھا کہ ہم اس عہد پر قایم رہینگے لیکن تم پھر بھی ناحق کا خون کرتے اور اپنے عزیزوں کو انکے گھروں سے نکالتے رہے تمہاری یہی عادت رہی کہ جب کوئی نبی تمہاری طرف بھیجا گیا تو بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کے درپے قتل ہوئے یا قتل ہی کر دیا۔

اب فرمائیے کہ اگر یہ کلمات بطور استعارہ نہیں ہیں اور ان تمام آیات کو ظاہر پر حمل کرنا کرنا چاہیئے تو یہ ماننا پڑیگا کہ جو لوگ درحقیقت ان آیات کے مخاطب ہیں جنکو آل فرعون سے نجات دیگئی تھی اور جنکو دریا نے راہ دیا تھا اور جنپر من و سلویٰ اُتارے گئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک زندہ ہی تھے یا مرنیکے بعد پھر زندہ ہو کر آ گئے تھے۔ کیا آپ لوگ جب مسجدوں میں بیٹھکر قرآن کریم کا ترجمہ پڑھاتے ہیں تو ان آیات کے معنے یہ سمجھایا کرتے ہیں کہ ان آیات کے مخاطبین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت تک بقید حیات تھے یا قبروں سے زندہ ہو کر پھر دنیا میں آ گئے تھے اگر کوئی طالب علم آپ سے سوال کرے کہ ان آیات کے ظاہر مفہوم سے تو یہی معنے نکلتے ہیں کہ مخاطب وہی لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے نبیوں کیوقت موجود تھے کیا اب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت میں زندہ تھے یا زندہ ہو کر پھر دنیا میں آ گئے تھے تو کیا آپ کا یہی جواب نہیں کہ بھائی وہ تو سب فوت ہو گئے اور اب مجازی طور پر مخاطب انکی نسل ہی ہے جو ان کے کاموں پر راضی ہے گویا انہیں کا وجود ہے یا یوں کہو کہ گویا وہی ہیں۔ تو سمجھ لو

کہ یہی مثال ابن مریم کے نزول کی ہے سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ مراتب وجود دوری ہیں اور بعض کے ارواح بعض کی صورت مثالی لیکر اس عالم میں آتے ہیں اور روحانیت انکی بکلی ایک دوسرے پر منطبق ہوتی ہے آیۃ تشابہت قلوبہم کو غور سے پڑھو اس بات کو خوب غور سے سوچنا چاہیئے کہ ابن مریم کے آنیکی اس امت میں کیا ضرورت تھی اور یہ بات کس حکمت اور سر مخفی پر مبنی ہے کہ ابن مریم کے آنے کی خبر دیگئی داؤد یا موسیٰ یا سلیمان کے آنے کی خبر نہیں دیگئی اس کی کیا حقیقت ہے اور کیا اصل ہے اور کیا بھید ہے سو جب ہم عمیق نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سطحی خیال کو چھوڑ کر غور کرتے کرتے بحر تدبر اور تفکر میں بہت نیچے چلے جاتے ہیں تو اس گہرا غوطہ مارنے سے یہ گوہر معرفت ہمارے ہاتھ آتا ہے کہ اس پیشگوئی کے بیان کرنے سے اصل مطلب یہ ہے کہ تا محمد مصطفےٰ حبیب اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ میں جو عند اللہ مماثلت تامہ ہے اور انکی امتوں پر جو احسانات حضرت احدیت متشابہ اور متشاکل طور پر واقع ہیں انکو بتصریح بپایہ ثبوت پہونچایا جائے اور ظاہر ہے کہ موسوی شریعت کے آخری زمانہ میں بہت کچھ فساد یہودیوں میں واقع ہو گیا تھا اور انواع اقسام کے فرقے اتمیں پیدا ہو گئے تھے اور باہمی ہمدردی اور محبت اور حقوق اخوت سب دور ہو کر بجائے اسکے تباغض و تحاسد اور کینہ اور عداوت باہمی پیدا ہو گئے تھے اور خدا تعالیٰ کی پرستش اور خوف الٰہی بھی انکے دلوں میں سے اٹھ گیا تھا اور جھگڑے اور فساد اور دنیا پرستی کے خیالات اور انواع اقسام کے مکر زاہدوں اور مولویوں اور دنیاداروں میں اپنے اپنے طرز کے موافق پیدا ہو گئے تھے اور انکے ہاتھ میں بجائے مذہب کے صرف رسم اور عادت رہ گئی تھی اور حقیقی نیکی سے بکلی بے خبر ہو گئے تھے اور دلوں میں از حد سختی بڑھ گئی تھی ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا خاتم الانبیاء کر کے بھیجا مسیح ابن مریم تلوار یا نیزہ کے ساتھ نہیں بھیجا گیا تھا اور نہ اسکو جہاد کا حکم تھا بلکہ صرف حجت اور برہان کی تلوار اسکو دی گئی تھی یا یہودیوں کی اندرونی حالت درست کر

اور توریت کے احکام پر دوبارہ اُن کو قائم کر دے۔ ایسا ہی شریعت محمدیہ کے آخری زمانہ میں جو یہ زمانہ ہے اکثر مسلمانوں نے سراسر یہودیوں کا رنگ قبول کر لیا اور اپنے باطن کی رو سے اُسی طرز کے یہودی ہوگئے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھے لہٰذا خدائے تعالیٰ نے تجدید احکام فرقان کریم کیلئے ایک شخص کو بعینہٖ مسیح ابن مریم کے رنگ میں بھیجدیا اور استعارہ کے طور پر اُسکا نام بھی مسیح عیسےٰ ابن مریم رکھا جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا پورا نام فرقان کریم میں یہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین سو چونکہ اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ جب آخری زمانہ میں اس امت میں فساد واقع ہو تو اس امت کو بھی ایک مسیح ابن مریم دیا گیا جیسا کہ حضرت موسیٰ کی اُمت کو دیا گیا تھا لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ اس مجدد کا نام بھی ابن مریم ہی رکھا جائے تا یہ احسان باری تعالیٰ کا ہریک آنکھ کے سامنے آجائے اور تا امت موسویہ اور امت محمدیہ میں اور دو مورد احسانات حضرت عزت ہونیکے پوری پوری مماثلت ثابت ہو جائے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب القیامت لوگوں کا نام یہودی رکھا ہے پھر اگر کسی نبی نے ایسے شخص کا نام ابن مریم رکھدیا ہو جو ان یہودیوں کے اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہو تو اس میں کونسی تعجب اور قباحت اور استبعاد کی بات ہے بلاغت میں یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ ایک فقرہ کے مناسب حال دوسرا فقرہ بیان کرنا پڑتا ہے مثلاً جیسے کوئی کہے کہ تمام دنیا فرعون بنگئی ہے تو اس فقرہ کے مناسب حال یہی ہے کہ اب کوئی موسےٰ ان کی اصلاح کے لئے آنا چاہیئے لیکن اگر اس طرح کہا جائے کہ تمام دنیا فرعون بنگئی ہے انکی اصلاح کے لئے اب عیسیٰ آنا چاہیئے تو کیسا برا اور بے محل معلوم ہوتا ہے کیونکہ فرعون کے ساتھ موسیٰ کا جوڑ ہے نہ عیسیٰ کا اسی طرح جب آخری زمانہ کی امت محمدیہ کو یہودی قرار دیا اور یہودی بھی وہ یہودی جو شریعت موسوی کے

آخری عہد میں تھے جنکے لئے حضرت مسیح بھیجے گئے تھے اور تمام خصلتیں انکی بیان کر دی گئیں اور بعینہٖ انکو یہودی بنا دیا تو کیا اسکے مقابل پر یہ موزوں نہ تھا کہ جب تم یہودی بن جاؤ تو تمہارے لئے عیسیٰ ابن مریم بھیجا جائے گا دجالیت حقیقت میں یہودیوں کا ہی ورثہ تھا اور اُنسے نصاریٰ کو پہونچا اور دجال اُس گروہ کو کہتے ہیں جو کذاب ہو اور زمین کو نجس کرے اور حق کے ساتھ باطل کو ملا وے سو یہ صفت حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں کمال درجہ پر تھی پھر نصاریٰ نے اُنسے لی سو مسیح ایسی دجالی صفت کے معدوم کرنے کیلئے آسمانی حربہ لے کر اُترا ہے وہ حربہ دنیا کے کاری گروں نے نہیں بنایا بلکہ وہ آسمانی حربہ ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اگر یہ کہا جائے کہ مثیل موسیٰ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو موسیٰ سے افضل ہیں تو پھر مثیل مسیح کیوں ایک امتی آیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مثیل موسیٰ کی شان نبوت ثابت کرنیکے لئے خاتم الانبیاء کی عظمت دکھانیکے لئے اگر کوئی نبی آتا تو پھر خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں رخنہ پڑتا اور یہ تو ثابت ہے کہ اس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے کیونکہ اسکی دعوت عام ہے اور اسکی خاص تھی اور اسکو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دور کرنیکے لئے ضروری طور پر وہ حکمت اور معرفت سکھلائی گئی ہے جو مسیح ابن مریم کو نہیں سکھلائی تھی کیونکہ بغیر ضرورت کے کوئی علم عطا نہیں ہوتا وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔

قرآن کریم کی رو سے مثیل مسیح کا آخری زمانہ میں اس امت میں آنا اس طور سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اپنے کئی مقامات میں فرماتا ہے کہ اس امت کو اسی طرز سے خلافت دیجائے گی اور اسی طرز سے اس امت میں خلیفے آئیں گے جو اہل کتاب میں آتے رہے

اب ظاہر ہے کہ اہلکتاب کے خلفاء کا خاتمہ مسیح ابن مریم پر ہوا تھا جو بغیر سیف و سنان کے آیا تھا مسیح در حقیقت آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا تھا لہٰذا حسب وعدہ قرآن کریم ضرور تھا کہ اس امت کے خلفاء کا خاتمہ بھی مسیح پر ہی ہوا جیسی موسوی شریعت کا ابتداء موسیٰ سے ہوا اور انتہا مسیح ابن مریم پر ایسا ہی اس امت کیلئے مقدر تھا کہ بہذہ الامتہ

اور حدیث میں جو نزول مسیح ابن مریم کا لفظ ہے ہم سمجھ چکے ہیں بعد اسکے ہم لکھ آئے ہیں
کہ نزول کے لفظ سے درحقیقت آسمان سے نازل ہونا ثابت نہیں ہوتا ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے حق میں کھلے کھلے طور پر قرآن شریف میں آیا ہے قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا تو کیا
اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے ہی اترے تھے
بلکہ قرآن شریف میں یہ بھی آیت ہے وان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا
بقدرٍ معلوم یعنے دنیا کی تمام چیزوں کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر بقدر ضرورت
و مقتضائے مصلحت و حکمت ہم انکو اتارتے ہیں اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوا
کہ ہر یک چیز جو دنیا میں پائی جاتی ہے وہ آسمان سے ہی اتری ہے اس طرح پر کہ ان چیزوں کے
علل موجبہ اسی خالق حقیقی کی طرف سے ہیں اور نیز اس طرح پر کہ اسی کے الہام اور القاء سے پیدا شدہ
اور عقل اور فہم عطا ہونے سے ہر یک صنعت ظہور میں آتی ہے لیکن زمانہ کی ضرورت سے زیادہ ظہور میں
نہیں آتے اور ہر یک مامور من اللہ کو وہ معلومات دی جاتی ہیں جو اس زمانہ کی ضرورت کے موافق دی جاتی
ہے علی ہذا القیاس قرآن کریم کے دقائق و معارف بھی اسی زمانہ کی ضرورت کے موافق
ہی کھلتے ہیں مثلاً جس زمانہ میں ہم ہیں اور جن معارف دقائقیہ کے مقابل دجالی فرقوں کی
ہمیں اسوقت ضرورت آپڑی ہے وہ ضرورت ان لوگوں کو نہیں تھی جنہوں نے ان دجالی
فرقوں کا زمانہ نہیں پایا سو وہ باتیں انپر مخفی رہیں اور ہمپر کھولی گئیں مثلاً اس بات کی
انتظار میں بہت لوگ گذر گئے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم ہی دوبارہ دنیا میں آجائیگا اور خدا
تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے قبل از وقت انپر یہ راز نہ کھولا کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے
کیا مراد ہے اب جو نیچریت کی عفونتوں کا عام وبا پھیل گیا اور مسیح کے زندہ ماننے سے عیسائیوں کو
اپنے مشرکانہ خیالات میں بہت سی کامیابی ہوئی اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اصل
حقیقت ظاہر کرے سو اُس نے ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کا مسیح مسلمانوں میں سے ہی ہوگا جیسا
بنی اسرائیل کا مسیح بنی اسرائیل میں سے ہی تھا اور اچھی طرح کھول دیا کہ اسرائیلی مسیح فوت

ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان کر دیا کہ فوت شدہ پھر دنیا میں آ نہیں سکتا جیسا کہ جابر کی حدیث میں بھی مشکوٰۃ کے باب مناقب میں اسی کے مطابق لکھا ہے اور وہ یہ ہے قال قد سبق القول منی انھم لا یرجعون رواہ الترمذی یعنے جو لوگ دنیا سے گذر گئے پھر وہ دنیا میں نہیں آئیں گے

قرآن کریم کی شان بلند جو اُسی کے بیان سے ظاہر ہوتی ہے

وکل العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

جاننا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اسباب ضلالت میں سے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اکثر لوگوں کی نظر میں عظمت قرآن شریف کی باقی نہیں رہی ایک گروہ مسلمانوں کا ایسا فلاسفہ ضالہ کا مقلد ہو گیا کہ وہ ہر یک امر کا عقل سے ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں انکا بیان ہے کہ اعلیٰ درجہ کا حکم جو تصفیہ تنازعات کیلئے انسان کو ملا ہے وہ عقل ہی ہے ایسے ہی لوگ جب دیکھتے ہیں کہ وجود جبرائیل اور عزرائیل اور دیگر ملائکہ کرام جیسا کہ شریعت کی کتابوں میں لکھا ہے اور وجود جنت و جہنم جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے وہ تمام صداقتیں عقلی طور پر پایہ ثبوت نہیں پہونچتیں تو فی الفور اُنسے منکر ہو جاتے ہیں اور تاویلات رکیکہ شروع کر دیتے ہیں کہ ملائک سے صرف قوتیں مراد ہیں اور وحی رسالت صرف ایک ملکہ ہے اور جنت اور جہنم صرف ایک روحانی راحت یا رنج کا نام ہے ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ الہ دریافت مجہولات صرف عقل ہی نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں اور انتہائی مقام کے معارف تو وہی ہیں جو مبلغ عقل سے صدہا درجہ بلند تر ہیں جو بذریعہ مکاشفات صحیحہ ثابت ہوتی ہیں اور اگر صداقتوں کا محک صرف عقل کو ہی ٹھہرایا جائے تو بڑے بڑے عجائبات کارخانہ الوہیت

کے در پردہ مستوری و محجوبی رہیں گے اور سلسلہ معرفت کا محض ناتمام اور ناقص اور ادھورا
رہ جائیگا اور کسی حالت میں انسان شکوک اور شبہات سے مخلصی نہیں پا سکے گا اور اس یکطرفہ
معرفت کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ بوجہ نہ ثابت ہونے بالائی رہنمائی کے اور بباعث نہ معلوم
ہونے تحریکات طاقت بالا کے خود اس صانع کی ذات کے بارہ میں طرح طرح کے وساوس دلوں
میں پیدا ہو جائیں گے سو ایسا خیال کہ خالق حقیقی کے تمام دقیق در دقیق بھیدوں کے
سمجھنے کے لئے صرف عقل ہی کافی ہے کسقدر خام اور ناسعادتی پر دلالت کر رہا ہے۔

اور ان لوگوں کے مقابل پر دوسرا گروہ یہ ہے کہ جسنے عقل کو بکلی معطل کی طرح
چھوڑ دیا ہے اور ایسا ہی قرآن شریف کو بھی چھوڑ کر جو سرچشمہ تمام علوم الٰہیہ ہے صرف
روایات و اقوال بے سروپا کو مضبوط پکڑ لیا ہے سو ہم ان دونوں گروہ کو اس بات کیطرف
توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی عظمت و نورانیت کا قدر کریں اور اسکے نور کی رہنمائی
سے عقل کو بھی دخل دیں اور کسی غیر کا قول تو کیا چیز ہے اگر کوئی حدیث بھی قرآن کریم سے
مخالف پاویں تو فی الفور اسکو چھوڑ دیں جیسا کہ اللہ جلشانہ قرآن کریم میں آپ فرماتا ہے
فبای حدیث بعدہ یؤمنون یعنی قرآن کریم کے بعد کس حدیث پر ایمان لاؤ گے اور ظاہر ہے کہ ہم
مسلمانوں کے پاس وہ نص جو اول درجہ پر قطعی اور یقینی ہے قرآن کریم ہی ہے اکثر احادیث اگر صحیح
بھی ہوں تو مفید ظن ہیں والظن لا یغنی من الحق شیئا مندرجہ ذیل صفات قرآن کریم کی غور سے
پڑھو اور پھر للہ خود ہی کہو کہ کیا مناسب ہے کہ اس کلام کو چھوڑ کر کوئی اور ہادی یا حکم مقرر کیا جائے اور وہ آیات یہ ہیں
إن هذا القرآن يهدي للتي هي أقوم - إن في هذا لبلاغا لقوم عابدين - وإنه لتذكرة
للمتقين - إنه لحق اليقين - حكمة بالغة - تبيانا لكل شيء - نور على نور - شفاء لما
في الصدور - الرحمن علم القرآن - أنزل الكتاب بالحق والميزان - هدى للناس وبينات
من الهدى والفرقان - إنه لقول فصل - لا ريب فيه - وما أنزلنا عليك الكتاب
إلا لتبين لهم الذي اختلفوا فيه وهدى ورحمة لقوم يؤمنون - فيها كتب قيمة -

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ھذا بصائر للناس وھدی ورحمۃ لقوم یوقنون فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون ۔ قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ۔ یعنی یہ قرآن اس راہ کیطرف ہدایت کرتا ہے جو نہایت سیدھی ہے ۔ اسمیں اُن لوگوں کیلئے جو پرستار ہیں حقیقی پرستش کی تعلیم ہے ۔ اور یہ اُنکے لئے جو متقی ہیں کمالات تقویٰ کے یاد دلانے والا ہے ۔ یہ حکمت ہے جو کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ یقینی سچائی ہے اور اسمیں ہریک چیز کا بیان ہے ۔ یہ نور علی نور اور سینوں کو شفا بخشنے والا ہے ۔ خدا نے قرآن کو حق کیساتھ اتارا ہے اور حق کے ساتھ ہی اترا ہے یہ ایسی کتاب نازل کی جو اپنی ذات میں حق ہے اور حق کے وزن کرنے کے لئے ایک ترازو ہے وہ لوگوں کے لئے ہدایت اور راہ جانی ہے کیونکہ اسمیں تشریح ہے اور وہ اپنے دلائل کے ساتھ حق اور باطل میں فرق کرتا ہے اور وہ قول فصل ہے اور شک و شبہ سے خالی ہے ہم اسکو اسلئے تجھپر اُتارا ہے کہ تا امور متنازعہ فیہ کا اس سے فیصلہ کر دیں اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان طیار کر دیں اسمیں وہ تمام صداقتیں موجود ہیں جو پہلی کتابوں میں متفرق اور پراگندہ طور پر موجود تھیں ایک ذرہ باطل کا اسمیں دخل نہیں نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے یہ لوگوں کے لئے روشن دلیلیں ہیں اور جو یقین لانیوالے ہوں اُنکے لئے ہدایت اور رحمت ہے سو ایسی کونسی حدیث ہے جسپر تم بعد خدا اور اسکی آیات کو چھوڑ کر ایمان لاؤ گے یعنی اگر کوئی حدیث قرآن کریم سے مخالف ہو تو ہرگز نہیں ماننی چاہیئے بلکہ رد کر دینی چاہیئے ہاں اگر کوئی حدیث بذریعہ تاویل قرآن کریم کے بیان سے مطابق آسکے مان لینا چاہیئے پھر بعد اس کے ترجمہ بقیہ آیات کا یہ ہے کہ انکو کہدے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے یہ قرآن ایک بیش قیمت مال ہے سو اسکو تو خوشی سے قبول کرو یہ اُن مالوں سے اچھا ہے جو تم جمع کرتے ہو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم اور حکمت کی مانند کوئی مال نہیں یہ وہی مال ہے جسکی نسبت پیشگوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آکر اس مال کو اسقدر تقسیم کرے گا کہ لوگ

یعنے پیٹ تک جائیں گے یہ نہیں کہ مسیح درم و دینار کو جو مصداق آیت انما اموالکم و اولادکم
فتنة ہے جمع کریگا اور دانستہ ہریک کو مال کثیر دیکر فتنہ میں ڈالدیگا مسیح کی پہلی فطرت کو بھی ایسے
مال سے مناسبت نہیں وہ خود انجیل میں بیان کر چکا ہے کہ مومن کا مال درم و دینار نہیں
بلکہ جواہر حقایق و معارف اسکا مال ہیں یہی مال انبیاء خدا تعالیٰ سے پاتے ہیں اور اسی
کو تقسیم کرتے ہیں۔ اسی مال کی طرف اشارہ ہے کہ انما انا قاسم واللہ ھو المعطی۔ حدیثوں
میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئیگا کہ جب علم قرآن
زمین پر سے اٹھ جائیگا اور جہل شیوع پا جائیگا یہ وہی زمانہ ہے جسکی طرف ایک حدیث
میں یہ اشارہ ہے لوکان الایمان معلقا عند الثریا لنالہ رجل من فارس یہ وہ زمانہ ہے
جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اسکا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت
وانا علی ذھاب بہ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے یعنے ۱۲۷۴۔

اس مقام کو غور سے دیکھو اور جلدی سے نکل نہ جاؤ اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے
سینوں کو کھولدے آپ لوگ تھوڑے سے تامل کے ساتھ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ حدیثوں
میں یہ وارد ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن زمین سے اٹھا لیا جائیگا اور علم قرآن مفقود ہو جائیگا
اور جہل پھیل جائیگا اور ایمانی ذوق اور حلاوت دلوں سے دور ہو جائیگی۔ پھر ان حدیثوں
میں یہ حدیث بھی ہے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس جا ٹھہریگا یعنے زمین پر اسکا نام و نشان نہیں
رہیگا تو ایک آدمی فارسیوں میں سے اپنا ہاتھ پھیلائیگا اور وہیں ثریا کے پاس سے
اسکو لے لیگا۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب
جہل اور بے ایمانی اور ضلالت جو دوسری حدیثوں میں دخان کے ساتھ تعبیر کیگئی
ہے دنیا میں پھیل جائے گی اور زمین میں حقیقی ایمانداری ایسی کم ہو جائیگی کہ گویا وہ آسمان پر
اٹھ گئی ہوگی اور قرآن کریم ایسا متروک ہو جائیگا کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کیطرف اٹھا لیا گیا ہوگا تب
ضرور ہے کہ فارس کی اصل سے ایک شخص پیدا ہو اور ایمان کو ثریا سے لیکر پھر زمین پر نازل ہو سو یقیناً سمجھو کہ نازل

ہونیوالا ابن مریم یہی ہے جسنے عیسیٰ ابن مریم کیطرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا
جو اُسکی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا تب خدا تعالیٰ خود اُسکا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا
اور اس اپنے بندہ کا نام ابن مریم رکھا کیونکہ اُس نے مخلوق میں سے اپنی روحانی والدہ کا تو منہ دیکھا
جسکے ذریعہ سے اُس نے قالب اسلام کا پایا لیکن حقیقت اسلام کی اُسکو بغیر انسانوں کے ذریعہ
کے حاصل ہوئی تب وہ وجود روحانی پاکر خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا گیا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے
ماسوا سے اُسکو موت دیکر اپنی طرف اُٹھا لیا اور پھر ایمان اور عرفان کے ذخیرہ کے ساتھ خلق اللہ
کیطرف نازل کیا سو وہ ایمان اور عرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لایا اور زمین جو سنسان پڑی
تھی اور تاریک تھی اسکے دشمن اور آباد کرنیکے فکر میں لگ گیا۔ پس مثالی صورت کیطور پر
یہی عیسیٰ بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اسکا کوئی والد روحانی ہے کیا
تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے پھر اگر یہ

ابن مریم نہیں تو کون ہے۔

اور اگر اب بھی تمہیں شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ مسلمانوں کے ساتھ جزئی اختلافات
کیوجہ سے لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں مومن لعّان نہیں ہوتا لیکن ایک طریق بہت
آسان ہے اور وہ درحقیقت قائم مقام مباہلہ ہی ہے جس سے کاذب اور صادق اور مقبول
اور مردود کی تفریق ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے جو ذیل میں موٹی قلم سے لکھتا ہوں۔

اے حضرات مولوی صاحبان! آپ لوگوں کا یہ خیال کہ ہم مومن

ہیں اور یہ شخص کافر اور ہم صادق ہیں اور یہ شخص کاذب اور ہم متبع اسلام

ہیں اور یہ شخص ملحد اور ہم مقبول الٰہی ہیں اور یہ شخص مردود اور ہم جنتی

ہیں اور یہ شخص جہنمی اگرچہ غور کرنے والوں کی نظر میں قرآن کریم
کی رو سے بخوبی فیصلہ پا چکا ہے اور اس رسالہ کے پڑھنے والے
سمجھ سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ لیکن ایک
اور بھی طریق فیصلہ ہے جس کی رو سے صادقوں اور کاذبوں اور مقبولوں
اور مردودوں میں فرق ہو سکتا ہے عادت اللہ اسی طرح پر جاری
ہے کہ اگر مقبول اور مردود اپنی اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ سے کوئی آسمانی
مدد چاہیں تو وہ مقبول کی ضرور مدد کرتا ہے اور کسی ایسے امر سے جو انسان کی
طاقت سے بالاتر ہے اُس مقبول کی قبولیت ظاہر کر دیتا ہے سو چونکہ آپ لوگ
اہل حق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ کی جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو ملہم ہونے
کے مدعی ہیں جیسے مولوی محی الدین و عبد الرحمان صاحب لکھو والے اور
میاں عبد الحق صاحب غزنوی جو اس عاجز کو کافر و جہنمی ٹھہراتے ہیں لہٰذا

آپ پر واجب ہے کہ اس آسمانی ذریعہ سے بھی دیکھ لیں کہ آسمان پر مقبول کس کا نام ہے اور مردود کس کا نام۔ میں اس بات کو منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلہ کیلئے احکم الحاکمین کیطرف توجہ کریں تا اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی جو راستبازوں کو ملتی ہے آپ کو دیجائے ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کرونگا اور مجھے خداوند کریم و قدیر کیطرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے سطور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی میں اس مقابلہ میں کسی پر لعنت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کرونگا اور آپکا اختیار ہے جو چاہیں کریں لیکن اگر آپ لوگ اعراض کر گئے تو گریز پر حمل کیا جائیگا میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمن صاحب لکھو والے اور میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہیں کے زیر اثر آجائیں گے۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا | آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل | کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

مسیح موعود ہونیکا ثبوت

اسمیں تو کچھ شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے ہر ایک مسلمان کو یہ ماننا پڑیگا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مر گیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا اور قرآن کریم انہم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت کرتا ہے اور قصہ عزیر وغیرہ جو قرآن کریم میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم اور غشی بھی آیا ہے دیکھو قاموس اور جو عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ حقیقت میں ایک الگ بیان ہے جس میں یہ جتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالے ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈال دیتا ہے ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہوکر پھر بھی فوت ہوا پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوسری دنیوی زندگی نہیں تھی ورنہ بعد اس کے ضرور کہیں اس کی موت کا بھی ذکر ہوتا ایسا ہی قرآن کریم میں جو بعض لوگوں کی دوبارہ زندگی لکھی ہے وہ دنیوی زندگی نہیں ۔

اب حدیثوں پر نظر غور کرنے سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں ابن مریم اترنے والا ہے جس کی یہ تعریفیں لکھی ہیں کہ وہ گندم گون ہوگا اور بال اس کے سیدھے ہونگے اور مسلمان اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات دور کرنے کے لئے آئیگا اور مغز شریعت جسکو وہ بھول گئے ہونگے انہیں یاد دلائے گا ۔ اور ضرور ہے کہ وہ اس وقت نازل ہو جس وقت انتہا تک شرور اور فتن پہنچ جائیں اور مسلمانوں پر وہ تنزل کا زمانہ ہو جو یہودیوں پر ان کے آخری دنوں میں آیا تھا ۔

اس زمانہ کے بعض نوتعلیم یافتہ ایسے شخص کے آنے سے بھی شک میں ہیں جو ابن مریم کے نام پر آئیگا وہ کہتے ہیں کہ یہ عظیم الشان شخص جو حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے اگر واقعی طور پر ایسا آدمی آنیوالا تھا تو چاہئے تھا کہ قرآن کریم میں اسکا کچھ ذکر ہوتا جیسا کہ دابۃ الارض اور دخان اور یاجوج ماجوج کا ذکر ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ سراسر غلطی پر ہیں خداتعالےٰ نے اپنے کشف صریح سے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ قرآن کریم میں مثالی طور پر ابن مریم کے آنیکا ذکر ہے اور وہ یوں ہے کہ خداتعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اس آیت میں خداتعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ کی طرح اور کفار کو فرعون کی طرح ٹھہرایا اور پھر دوسری جگہ فرمایا وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون الجزو نمبر ۱۸ سورۃ النور۔ یعنی خداتعالےٰ نے اس امت کے مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان سے پہلوں کو بنایا تھا یعنی اسی طرز و طریق کے موافق اور نیز اسی مدت اور زمانہ کے مشابہ اور اسی صورت جلالی اور جمالی کی مانند جو بنی اسرائیل میں سنت اللہ گذر چکی ہے اس امت میں بھی خلیفے بنائے جائینگے اور ان کا سلسلہ خلافت اس سلسلہ سے کم نہیں ہوگا جو بنی اسرائیل کے خلفاء کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور ایسی طرز خلافت اس طرز سے مطابق و مشابہ ہوگی جو بنی اسرائیل کے خلیفوں کے لئے مقرر کی گئی تھی پھر آگے فرمایا ہے کہ ان خلیفوں کے ذریعہ سے زمین پر دین جما دیا جائیگا اور خوف کے دنوں کے بعد امن کے وقت آئیگا خالصًا اسی کی بندگی کرینگے اور کوئی اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے لیکن اس زمانہ کے بعد پھر کفر پھیل جائیگا۔ مماثلت تامہ کا اشارہ جو کما استخلف الذین من قبلھم سے سمجھا جاتا ہے۔ صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ مماثلت مدت ایام خلافت اور خلیفوں کی طرز اصلاح اور طرز ظہور سے متعلق ہے۔ سو چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں

خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت موسےٰ سے شروع ہوا اور ایک مدت
دراز تک نوبت بہ نوبت انبیاء بنی اسرائیل میں رہکر آخر چودہ سو برس کے پورے ہونے
تک حضرت عیسےٰ ابن مریم پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم ایسے خلیفۃ اللہ تھے کہ ظاہری
عنان حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی اور سیاست ملکی اور اس دنیوی بادشاہی سے ان
کو کچھ علاقہ نہیں تہا اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ اس ہتھیار سے کام
لیتے تھے جو اُنکے انفاس طیبہ میں تہا یعنی اُن سچے بیان سے جو اُنکی زبان پر جاری کیا گیا تہا جس کے
ساتھ بہت سی برکتیں تھیں اور جس کے ذریعہ سے وہ مرے ہوئے دلوں کو زندہ کرتے تھے اور بہرے
کانوں کو کھولتے تھے اور مادرزاد اندہوں کو سچائی کی روشنی دکہا دیتے تھے۔ اُنکا دم دلی کافر کو
مارتا تہا اور اُسپر پوری حجت کرتا تہا لیکن مومن کو زندگی بخشتا تہا وہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تھے اور
ظاہری اسباب اُن کے پاس نہیں تھے اور ہر بات میں خدا تعالےٰ اُن کا متولی
تہا وہ اس وقت آئے تھے کہ جب یہودیوں نے نہ صرف دین کو بلکہ انسانیت کی خصلتیں
بھی چھوڑ دی تھیں اور بے رحمی اور خود غرضی اور کینہ اور بغض اور ظلم اور حسد اور بیجا جوش نفس امارہ
کے انتہا ترقی کر گئے تھے اور نہ صرف بنی نوع کے حقوق کو انہوں نے چھوڑ دیا تہا بلکہ غلبہ شقاوت
کی وجہ سے حضرت محسن حقیقی سے عبودیت اور اطاعت اور سچے اخلاص کا رشتہ بھی توڑ بیٹھے تھے
صرف بے مغز استخوان کی طرح توریت کے چند الفاظ اُن کے پاس تھے۔ جو قہر الٰہی کی وجہ سے
انکی حقیقت تک وہ نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ ایمانی فراست اور زیرکی بالکل انمیں سے اُٹھ گئی تھی اور انکے
نفوس مظلمہ پر جہل غالب آگیا تہا اور سفلی مکاریاں اور کراہت کے کام اُن سے سرزد ہوتے تھے
اور جھوٹ اور ریاکاری اور غداری ان میں انتہا تک پہنچ
گئی تھی ایسے وقت میں ان کی طرف مسیح ابن مریم بھیجا گیا
تہا جو بنی اسرائیل کے مسیحوں اور خلیفوں میں سے آخری مسیح
اور آخری خلیفۃ اللہ تہا جو برخلاف سنت اکثر نبیوں کے بغیر

تلوار اور نیزہ کے آیا تھا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت موسوی مین خلیفۃ اللہ کو مسیح کہتے تھے اور حضرت داؤد کے وقت اور بیانُن سے کچھ عرصہ بعد یہ لفظ بنی اسرائیل مین شائع ہو گیا تھا۔ بہرحال اگرچہ بنی اسرائیل مین کئی مسیح آئے لیکن سب سے پیچھے آنیوالا مسیح وہی ہے جسکا نام قرآن کریم مین مسیح عیسیٰ بن مریم بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل مین مریمین بھی کئی تہین اور انکے بیٹے بھی کئی تھے لیکن مسیح عیسیٰ بن مریم یعنے ان تینون نامون سے ایک مرکب نام بنی اسرائیل مین اُس وقت اور کوئی نہین پایا گیا سو مسیح بن مریم یہودیون کی اُس خراب حالت مین آیا جسکا مین نے ابھی ذکر کیا ہے۔ آیات موصوفہ بالا مین ابھی ہم بیان کر چکے ہین کہ خدا تعالےٰ کا اس امت کیلئے وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل کی طرز پر ان مین بھی خلیفے پیدا ہونگے۔ اب ہم جب اُس طرز کو نظر کے سامنے لاتے ہین تو ہمین ماننا پڑتا ہے کہ ضرور تھا کہ آخری خلیفہ اس امت کا مسیح ابن مریم کی صورت مثالی پر آوے اور اس زمانہ مین آوے کہ جو اس وقت سے مشابہ ہو جس وقت مین بعد حضرت موسےٰ کے مسیح ابن مریم آئے تھے یعنے چودہوین صدی مین یا اس کے قریب اس کا ظہور ہو اور ایسا ہی بغیر سیف وسنان کے اور بغیر آلات حرب کے آوے جیساکہ حضرت مسیح ابن مریم آئے تھے اور نیز ایسے ہی لوگون کی اصلاح کیلئے آوے۔ جیساکہ حضرت مسیح ابن مریم اس وقت کے خراب اندرون یہودیون کی اصلاح کیلئے آئے تھے اور جب آیات ممدوحہ بالا کو غور سے دیکھتے ہین تو ہمین انکے اندر سے یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ ضرور آخری خلیفہ اس امت کا جو چودہوین صدی کے سر پر ظہور کریگا حضرۃ مسیح کی صورۃ مثالی پر آئیگا اور بغیر آلات حرب ظہور کریگا۔ دو سلسلون کی مماثلت مین یہی قاعدہ ہے کہ اول اور آخر مین اشد درجہ کی مشابہت ہوتی ہے کیونکہ ایک لمبے سلسلے اور ایک طولانی مدۃ مین تمام درمیانی افراد کا مفصل حال معلوم کرنا طول بلاطائل ہے۔ پس جبکہ قرآن شریف نے صاف صاف بتلا دیا کہ خلافت آسمانی کا سلسلہ اپنی ترقی و تنزل اور اپنی جلالی اور جمالی حالت کی

رو سے خلافت اسرائیلی سے بکلی مطابق ومشابہ ومماثل ہوگا ۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ نبی عربی امی مثیل
موسیٰ ہے تو اس ضمن میں قطعی اور یقینی طور پر بتلایا گیا کہ جیسے اسلام میں سر دفتر الٰہی خلیفوں کا
مثیل موسیٰ ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے
والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس سلسلہ
کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی
مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو
درحقیقت وہی بنا دیا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا ۔ اور اس آیت میں اسکا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی
اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور
عیسیٰ اپنی جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشراً
برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمدؐ ہی نہیں
بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنی جامع جلال وجمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد
جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا وہ حی وقیوم خدا جو اس بات پر قادر ہے جو انسان
کو حیوان بلکہ شر الحیوانات بنا دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے وجعلنا منہم القردۃ والخنازیر
اور فرمایا ہے کونوا قردۃ خاسئین کیا وہ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی پر نہیں بنا
سکتا؟ بلیٰ وھو بکل خلق علیم پھر جب کہ انسانیت کی حقیقت پر فنا طاری ہونے کے وقت میں ایک ایسے
ہی انسان کی ضرورت تھی جس کا محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تولد ہو تا جسکا آسمان پر ابن مریم نام ہے تو کیوں
خدا تعالیٰ کی قادریت اس ابن مریم کے پیدا کرنے سے مجبور رہ سکتی سو اس نے محض اپنے فضل سے بغیر وسیلہ
کسی زمینی والد کے اس ابن مریم کو روحانی پیدائش اور روحانی زندگی بخشی جیسا کہ اس نے خود اس کو اپنے الہام میں
فرمایا ۔ ثم احییناک بعد ما اہلکنا القرون الاولیٰ وجعلناک المسیح ابن مریم ۔ یعنی پھر ہم نے تجھے زندہ کیا بعد اس
کے جو پہلے قرنوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور تجھ کو ہم نے مسیح ابن مریم بنایا یعنی بعد اس کے جو عام طور پر مشائخ اور
علماء میں موت روحانی پھیل گئی ۔ انجیل میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح ستاروں کے گرنے کے بعد آئیگا ۔

اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی ۱۴۰۰ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے بہت سے اولیا بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت وانا علیٰ ذہاب بہ لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے اور یہ آیت کہ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ درحقیقت اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے کیونکہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں تھا وجہ یہ کہ یہی زمانہ ہے کہ جس میں ہزارہا قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور انواع اقسام کے عقلی حملے اسلام پر کئے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم یعنی ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر بقدر معلوم اور بقدر ضرورت ہم ان کو اتارتے ہیں سو جس قدر معارف وحقائق بطون قرآن کریم میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر ایک قسم کے ادیان فلسفیہ وغیر فلسفیہ کو مقہور و مغلوب کرتے ہیں ان کے ظہور کا زمانہ یہی تھا کیونکہ وہ بجز تحریک ضرورت پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے سو اب لفا زمانے جو نئے فلسفہ کی طرف سے ہوئے تو ان معارف کے ظاہر ہونیکا وقت آ گیا اور ممکن نہیں تھا کہ بغیر اس کے کہ وہ معارف ظاہر ہوں اسلام تمام ادیان باطلہ پر فتح پا سکے کیونکہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں اور چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو نصیب ہو رہی ہے بلا شبہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے حق میں ہے اور سلف صالح بھی ایسا ہی سمجھتے آئے ہیں یہ زمانہ درحقیقت ایک ایسا زمانہ ہے جو بالطبع تقاضا کر رہا ہے جو قرآن شریف اپنے ان تمام بطون کو ظاہر کرے جو اس کے اندر مخفی چلے آتے ہیں

کیونکہ بطنی معارف قرآن کریم کے جنکا وجود احادیث صحیحہ اور آیات بینہ سے ثابت ہے فضول طور پر کبھی ظہور نہین کرتے بلکہ یہ معجزہ فرقانی ایسے ہی وقت مین اپنا جلوہ دکھاتا ہے جبکہ اس روحانی معجزہ کی ظہور کی اشد ضرورت پیش آتی ہے سو اس زمانہ مین کامل طور پر یہ ضرورتین پیش آگئی ہین انسانون نے مخالفانہ علوم مین بہت ترقی کرلی ہے اور کچھ شک نہین کہ اگر اس نازک وقت مین بطنی علوم قرآن کریم کے ظاہر نہ ہوں گے تو مولی تعلیم جیسے حال کے علماء قائم ہین کبھی اور کسی صورت مین مقابلہ مخالفین کا نہین کرسکتے اور ان کو مغلوب کرنا تو کیا خود مغلوب ہوجانے کے قوی خطرہ مین پھنسے ہوئے ہین یہ بات ہر ایک فہیم کو جلدی سمجھ مین آسکتی ہے کہ اللہ جلشانہٗ کے کوئی مصنوع دقائق وعجائب خواص سے خالی نہین اور اگر ایک مکھی کے خواص اور عجائبات کی قیامت تک تفتیش وتحقیقات کرتے جائین تو بھی کبھی ختم نہین ہوسکتی تو اب سوچنا چاہئے کہ کیا خواص وعجائبات قرآن کریم کے اپنے قدر واندازہ مین مکھی جیتنے بھی نہین بلاشبہ وہ عجائبات تمام مخلوقات کے مجموعی عجائبات سے بہت بڑھکر ہین اور انکا انکار درحقیقت قرآن کریم منجانب اللہ ہونے کا انکار ہے کیونکہ دنیا مین کوئی بھی ایسی چیز نہین کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادر ہو اور اس مین بے انتہا عجائبات نہ پائے جائین۔ اب یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے اسرار دقائق ومعارف بھی مان لین جو پہلون سے دریافت نہین کئے تو اس مین اجماع کی کسر شان ہے گویا ہمین یہ ماننا پڑیگا کہ جو پہلے اماموں کو معلوم نہین ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کرلیا یہ خیال ان ملا لوگون کا بالکل فاسد ہے ان کو سوچنا چاہئے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ مین زمانہ حال مین کوئی ایسی خاصیت ثابت ہوجاوے جو پہلون پر بہ تحقیق نہ کھلی تو کیا ممکن نہین کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق ومعارف اب ایسے کھل جائین جو پہلون پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہین آئی ہاں ایمان اور عقائد کے متعلق جو ضروری باتے ہین جو شریعت سے علاقہ رکھتے ہین جو مسلمان بننے کے لئے ضروری ہین وہ تو ہر ایک کی

طباع کیلئے کھلے کھلے بیان کے ساتھ قرآن شریف میں درج ہیں۔ لیکن وہ نکات وحقائق جو معرفت کو زیادہ کرتی ہیں وہ ہمیشہ حسب ضرورت کھلتی رہتی ہیں اور نئے نئے فسادوں کے وقت نئے نئے پُرحکمت معانی بمنصۂ ظہور آتے رہتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بذاتِ خود معجزہ ہے اور بڑی بھاری وجہ اعجاز کی اس میں یہ ہے کہ وہ جامع حقائق غیر متناہیہ ہے مگر بغیر وقت کے وہ ظاہر نہیں ہوتے جیسے جیسے وقت کے مشکلات تقاضا کرتی ہیں وہ معارف خفیہ ظاہر ہوتے جاتے ہیں دیکھو دنیوی علوم جو اکثر مخالف قرآن کریم اور غفلت میں ڈالنے والے ہیں کیسے آجکل ایک زور سے ترقی کر رہے ہیں اور زمانہ اپنے علوم ریاضی اور طبعی اور فلسفہ کی تحقیقاتوں میں کیسی ایک عجیب طور کی تبدیلیاں دکھلا رہا ہے کیا ایسے نازک وقت میں ضرور نہ تھا کہ ایمانی اور عرفانی ترقیات کے لئے بھی دروازہ کھولا جاتا تا شرور محدثہ کی مدافعت کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی سو یقیناً سمجھو کہ وہ دروازہ کھولا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے کہ تا قرآن کریم کے عجائبات مخفیہ اس دنیا کے متکبر فلسفیوں پر ظاہر کرے۔ اب ہم نیم ملاں دشمن اسلام اس ارادہ کو روک نہیں سکتے اگر اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے تو ہلاک کئے جائینگے اور قہری طمانچہ حضرت قہار کا ایسا لگے گا کہ خاک میں مل جائیں گے ان نادانوں کو حالت موجودہ پر بالکل نظر نہیں۔ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم مغلوب اور کمزور اور حقیر سا نظر آوے لیکن اب وہ ایک جنگی بہادر کی طرح نکلے گا۔ ہاں وہ ایک شیر کی طرح میدان میں آئیگا اور دنیا کے تمام فلسفہ کو کھا جائیگا اور اپنا غلبہ دکھائیگا اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو پوری کر دیگا اور پیشگوئی ولیمکنن لہم دینہم کو روحانی طور سے کمال تک پہنچائیگا کیونکہ دین کا زمین پر بوجہ کمال قائم ہو جانا محض جبر اور اکراہ سے ممکن نہیں۔ دین اس وقت زمین پر قائم ہوتا ہے کہ جب اس کے مقابل پر کوئی دین کھڑا نہ ہو اور تمام مخالف سپر ڈالدیں سو اب وہی وقت آگیا اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رک نہیں سکتا اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا یہاں تک کہ لوگ قبول کرتے کرتے تھک جائینگے اور لا یقبلہ احد کا مصداق بن جائینگے

اور پھر ایک طبیعت سے ظرف کے مطابق پر ہو جائے گی وہ خلافت جو آدم سے شروع ہوئی تھی خدا تعالیٰ کامل اور بے تغیر حکمت نے آخر کار آدم پر ہی ختم کر دی یہی حکمت اس الہام میں ہے کہ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ یعنے میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کر دیا چونکہ استدارت زمانہ کا یہی وقت ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اُس پر ناطق ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے آخر اور اول کے لفظ کو ایک ہی کرنے کے لئے آخری خلیفہ کا نام آدم رکھا اور آدم اور عیسیٰ میں کسی وجہ سے روحانی مباینت نہیں بلکہ مشابہت ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے اگرچہ ایک طرز جدید سے قرآن کریم میں صاف طور پر بیان کر دیا کہ آخری خلیفہ اسلام کے اُن خلیفوں کا روحانی طور پر ایسے خلیفہ کا روپ اور رنگ لیکر آئے گا جو اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ تھا یعنے مسیح ابن مریم لیکن کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں مسیح ابن مریم کا بصراحت نام لیا گو مطلب وہی نکل آیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تا لوگ غلط فہمی سے بلا میں نہ پڑ جائیں کیونکہ اگر خدا تعالیٰ صاف طور پر نام لیکر بیان کر دیتا کہ اس امت کا آخری خلیفہ یہی مسیح ابن مریم ہی ہوگا تو نادان مولویوں کے لئے بلا پر بلا پیدا ہو جاتی اور غلط فہمی کی آفت ترقی کر جاتی۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے بیان میں دو مسلک اختیار کرنا پسند رکھا۔ ایک وہ مسلک جو حدیثوں میں ہے جس میں ابن مریم کا لفظ موجود ہے۔ اور دوسرا وہ مسلک قرآن کریم میں ہے جس کا ابھی بیان ہو چکا ہے۔ اب ثبوت اس بات کا کہ وہ مسیح موعود جس کے آنے کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے یہ عاجز ہی ہے اُن تمام دلائل اور علامات اور قرائن سے جو ذیل میں لکھتا ہوں ہر ایک طالب حق پر بخوبی کھل جائے گا۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ یہ عاجز ایسے وقت میں آیا ہے جس وقت میں مسیح موعود آنا چاہیئے تھا کیونکہ حدیث الآیات بعد المائتین

جس کے یہ معنے ہیں کہ آیات کبریٰ تیرہویں صدی میں ظہور پذیر ہونگی - اسی پر قطعی اور یقینی دلالت کرتی ہے کہ مسیح موعود کا تیرہویں صدی میں ظہور یا پیدائش واقع ہو بات یہ ہے کہ آیات صغریٰ تو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک سے ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئی تھیں پس بلاشبہ الآیات سے آیات کبریٰ مراد ہیں جو کسی طرح سے دو سو برس کے اندر ظاہر نہیں ہو سکتی تھیں لہذا علماء کا اسی پر اتفاق ہو گیا ہے کہ بعد المائتین سے مراد تیرہویں صدی ہے اور الآیات سے مراد آیات کبریٰ ہیں جو ظہور مسیح موعود اور دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ ہیں اور ہر یک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں ہاں عیسائیوں نے مختلف زمانوں میں مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا تھا اور کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ ایک عیسائی نے امریکہ میں بھی مسیح ابن مریم ہونیکا دم مارا تھا لیکن ان مشرک عیسائیوں کے دعوے کو کسینے قبول نہیں کیا ہاں ضرور تھا کہ وہ ایسا دعوے کرتے تا انجیل کی وہ پیشگوئی پوری ہو جاتی کہ بہتیرے میرے نام پر آئینگے اور کہینگے کہ میں مسیح ہوں - پر سچا مسیح ان سب کے آخر میں آئے گا اور مسیح نے اپنے حواریوں کو نصیحت کی تھی کہ تم نے آخر کا منتظر رہنا میرے آنیکا یہی میرے نام پر جو آئے گا اسکا نشان یہ ہے کہ اس وقت سورج اور چاند تاریک ہو جائیگا - اور ستارے زمین پر گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں سست ہو جائینگی تب تم آسمان پر ابن مریم کا نشان دیکھو گے یہ تمام اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اس وقت نور علم کا کم ہو جائے گا اور ربانی علما فوت ہو جائیں گے اور جہالت کی تاریکی پھیل جائیگی تب ابن مریم آسمانی حکم سے ظاہر ہوگا - یہی اشارہ سورۃ الزلزال میں ہے کہ اس وقت زمین پر سخت زلزلہ آئیگا اور زمین اپنے تمام خزائن اور دفائن باہر نکال دیگی یعنی علوم ارضیہ کی خوب ترقی ہوگی مگر آسمانی علوم کی نہیں یَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۔

از انجملہ ایک یہ ہے کہ مکاشفات اکابر اولیا بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی سے پہلے یا چودھویں صدی

کے سر پر ہوگا اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا چنانچہ ہم نمونہ کے طور پر
کسی قدر اس رسالہ میں لکھ بھی آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس وقت میں بجز اس
عاجز کے اور کوئی شخص دعوے دار اس منصب کا نہیں ہوا +

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مدت ہوئی کہ گروہ دجال ظاہر ہوگیا اور بڑے زور
سے اس کا ظہور ہو رہا ہے اور اس کا گدھا بھی جو درحقیقت اسی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ احادیث
صحیحہ کا منشا ہے مشرق و مغرب کا سیر کر رہا ہے اور وہ گدھا دجال کا بنایا ہوا ہونا جو حدیث
کے منشاء کے موافق ہے اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایسا گدھا معمولی طور پر کسی گدھی
کے شکم سے پیدا ہوتا تو اس قسم کے بہت سے گدھے اب بھی موجود ہونے چاہئے تھے کیونکہ
بچے کی مشابہت قد و قامت اور سیر و سیاحت اور قوت و طاقت میں اسکی والدین سے ضروری ہے پس حدیث
نبوی کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ وہ گدھا دجال کا بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں
تو اور کیا ہے ایسا ہی یاجوج ماجوج کی قومیں بھی بڑے زور سے خروج کر رہی ہیں دابة الارض
بھی جابجا نظر آتا ہے ایک تاریک دخان بھی آسمان سے نازل ہو کر دنیا کو ڈھانک لیا ہے پھر اگر ایسے وقت میں
مسیح ظاہر نہ ہوتا تو پیشگوئی میں کذب لازم آتا سو مسیح موعود جس نے اپنے تئیں ظاہر کیا وہ یہ عاجز ہے +

اگر یہ شبہ پیش کیا جائے کہ دجال کی علامتیں کامل طور پر ان انگریز پادریوں کی قوموں کہاں پائی جاتی ہیں
تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کامل طور پر اسی رسالہ میں ثابت کر آئے ہیں کہ درحقیقت یہی لوگ دجال معہود ہیں اور اگر غور سے
دیکھا جائے تو تمام علامات ان پر صادق آ رہی ہیں اور ان لوگوں نے بباعث اپنی صنعتوں اور تدبیروں
اور حکیمانہ بدطریقے اور وسعت مالی کے ہر یک چیز گویا اپنے قابو میں کر رکھی ہے اور یہ علامت
کہ دجال صرف چالیس دن رہیگا اور بعض دن برس کی طرح ہونگے یہ حقیقت پر محمول نہیں ہوسکتی
کیونکہ بعض حدیثوں میں بجائے چالیس دن کے چالیس سال بلکہ پینتالیس
برس بھی آیا ہے پھر اگر بعض دن برس کے برابر ہونگے تو اس سے
لازم آتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت بھی ہو جائے اور دجال ہنوز باقی رہے

لہذا اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سب الفاظ قابل تاویل ہیں۔ دجال کے فوت ہونے سے مراد اس قوم کا استیصال نہیں بلکہ اس مذہب کے دلائل و حجج کا استیصال ہے اور کچھ شک نہیں کہ جو مذہب دلائل یقینیہ کے رو سے کلی مغلوب ہو جائے اور اس کی ذلت اور رسوائی ظاہر ہو جائے وہ بلا شبہ میت کے ہی حکم میں ہوتا ہے۔

بعض یہ شبہ بھی پیش کرتے ہیں کہ ایک سوال کے جواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب دجال کے زمانہ میں دن لمبے ہو جائینگے یعنی برس کی مانند یا اس سے کم تو تم نے نماز دن کا اندازہ کر لیا کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو انہیں ظاہری معنوں پر یقین تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف فرضی طور پر ایک سوال کا جواب حسب منشاء سائل دیا گیا تھا اور اصلی واقع کا بیان کرنا مدعا نہ تھا بلکہ آپ نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ سایہ یلد کا یا کم ماسوا اس کے یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسے امور میں جو عملی طور پر سکھائے نہیں جاتے اور نہ ان کی جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے موجب ابتلا کا ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل در منزل طے کر کے اس بلدہ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اسی سفر میں ہی طواف میسر آ جائیگا اور بلا شبہ رسول اللہ صلعم کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنے سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا تبھی تو خدا جانے کئی روز تک متواتر سفر اٹھا کر مکہ معظمہ میں پہنچے اگر راہ میں متنبہ کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مدینہ منورہ میں واپس آ جاتے پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تھے تو آپ کو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہی رائے تھی کہ درحقیقت جس بیوی کے لمبے ہاتھ ہیں وہی سب

سے پہلے فوت ہوگئی سی وجہ سے باوجودیکہ آپ کے روبرو باہم ہاتھ ناپے
گئے مگر آپ نے منع نہ فرمایا کہ یہ حرکت تو خلاف منشاء پیشگوئی ہے اسطرح
ابن صیاد کی نسبت صاف طور پر وحی نہیں کھلی تھی اور آنحضرت کا اول اول یہی خیال تھا
کہ ابن صیاد ہی دجال ہے مگر آخر میں یہ رائے بدل گئی تھی ایسا ہی سورہ روم کی پیشگوئی کے متعلق
جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا کہ بضع کا لفظ
لغت عرب میں نو برس تک اطلاق پاتا ہے اور میں بخوبی مطلع نہیں کیا گیا کہ نو برس کے حد کے اندر
کس سال تک یہ پیشگوئی پوری ہوگی ایسا ہی وہ حدیث جسکے یہ الفاظ ہیں فذهب وهلی الی انه
الیمامة او الهجر فاذا هی المدینة یثرب صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا اور
حضرت مسیح کی پیشگوئیوں کا سب سے عجیب تر حال ہے بارہا انہوں نے کسی پیشگوئی کے معنے
کچھ سمجھے اور آخر کچھ اور ہی ظہور میں آیا۔ یہودا اسکریوطی کو ایک پیشگوئی میں بہشت کا بارہواں
تخت دیا لیکن وہ بکلی جنت سے محروم رہا اور پطرس کو کبھی بہشت کی کنجیاں دیں اور کبھی
اسکو شیطان بنایا اسیطرح انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں
تھا اور کئی پیشگوئیاں ان کی بہ سبب غلط فہمی کے پوری نہیں ہو سکیں مگر اپنے اصلی معنوں پر
پوری ہوگئیں بہرحال ان تمام باتوں سے اتفاقی طور پر یہ اصول قائم ہوتا
ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں جس
قدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں وہ تو بیشک اول درجہ کے سچے ہوتے ہیں
مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف
سے ان کی کسیقدر تفصیل کرتے ہیں اور چونکہ وہ انسان ہیں اس لئے تفسیر میں کبھی
احتمال خطا کا ہوتا ہے لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی
کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے اور وہ نبیوں

کو ظلی طور پر بھی سکھلائی جاتی ہیں چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہشت اور دوزخ بھی دکھایا گیا اور آیات متواترہ محکمہ بینہ سے جنت اور نار کی حقیقت بھی ظاہر کی گئی پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس کی تفسیر میں غلطی کرسکتے غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ جلشانہ خود اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے اور مسائل دینیہ سے ان کا کچھ علاقہ نہیں ہوتا یہ ایک نہایت دقیق راز ہے جسکے یاد رکھنے سے معرفت صحیحہ مرتبہ نبوت کی حاصل ہوتی ہے اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شان نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں مگر قرآن اور حدیث پر غور کرنے سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تو یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لیا تھا کہ وہ ابن مریم جو رسول اللہ نبی ناصری صاحب انجیل ہے وہ ہرگز دوبارہ دنیا میں نہیں آئیگا بلکہ اس کا کوئی مثیل آئے گا جو بوجہ مناسبت روحانی اس کے نام کو خدا تعالےٰ کی طرف سے پائے گا۔

اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں پائی جاتی ہیں وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ پر سپرد کی گئی ہیں کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا کہ جب مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسےٰ کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا تھا جو حضرت موسےٰ اور عیسےٰ کے درمیان میں زمانہ تھا۔

ازانجملہ ایک یہ کہ ضرور تہا کہ آنیوالا ابن مریم الف ششم کے آخر مین پیدا ہوتا کیونکہ ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث سے وہ روحانی طور پر ابوالبشر یعنے آدم کی صورت پر پیدا ہونے والا ہے اور بڑے علامات اور نشان اس کے وقت ظہور کے انجیل اور فرقان مین یہ لکھے ہین کہ اس سے پہلے روحانی طور پر عالم کون مین ایک فساد پیدا ہو جائیگا آسمانی نور کی جگہ دُخان لے لیگا اور ایک عالم پر دخان کی تاریکی طاری ہو جائے گی۔ ستارے گر جائینگے زمین پر ایک سخت زلزلہ آجائے گا مرد جو حقیقت سے طالب ہوتے ہین تہوڑے رہ جائینگے اور دنیا مین کثرت سے عورتین پہیل جائین گی یعنی سفلی لذات کے طالب بہت ہو جائین گے جو سفلی خزائن وردفائن کو زمین سے باہر نکالینگے مگر آسمانی خزائن سے بے بہرہ ہو جائین گے۔ تب وہ آدم جسکا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ باقون کے پیدا کیا جائے گا اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین مین درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت اٰدم یعنی مین نے ارادہ کیا جو اپنا خلیفہ بناؤن سو مین نے آدم کو پیدا کیا آدم اور ابن مریم درحقیقت ایک ہی مفہوم پر مشتمل ہے صرف اس قدر فرق ہو کہ آدم کا لفظ قحط الرجال کے زمانہ پر ایک دلالت تامہ رکھتا ہے اور ابن مریم کا لفظ دلالت ناقصہ مگر دونون لفظون کے استعمال کر حضرت باری کا مدعا اور مراد ایک ہی ہے اسی کی طرف اس الہام کا بھی اشارہ ہے جو براہین مین درج ہے اور وہ یہ ہے۔ ان السمٰوات والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما کنت کنزا مخفیًا فاحببت ان اعرف یعنی زمین وآسمان بند تھے اور حقائق ومعارف پوشیدہ ہو گئے تھے سو ہم نے ان کو اس شخص کے بھیجنے سے کھول دیا مین ایک چھپا ہوا خزانہ تہا سومین نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤن ⁕

اب جبکہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا کہ ضرور ہے کہ آخر الخلفاء آدم کے نام پر آتا اور ظاہر ہے کہ آدم کے ظہور کا وقت روز ششم قریب عصر ہے جیساکہ احادیث صحیحہ اور توریت سے بھی

ثابت ہوتا ہے اس لئے ہر یک منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن
مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس
عاجز کا یہ دعوےٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے اور براہین احمدیہ میں مدت سے یہ الہام
چھپ چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ آدم ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی
ایک باریک اور کامل حکمت ہے کہ اس طوفان نزاع کے وقت سے دس برس پہلے ہی اس نے
اس عاجز کا نام آدم اور عیسےٰ رکھ دیا تا غور کرنے والوں کے لئے نشان ہو اور تا اس تکلف
اور تاویل کا خیال دور ہو جاوے جو خام طبع لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا ہے سو اس حکیم مطلق نے
اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کی کھلی کھلی طور پر
براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں
اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھاویں اور مَنْ شَذَّ شُذَّ
فِی النَّار کی تہدید سے بچیں اور نیز یہ ظاہر ہو کہ خلافت کو سمجھیں لیکن حاسدوں نے کورانہ تکبر کا نام جماعت
رکھا اور حقیقی جماعت جو بنظر ظاہر چند انسان ایک فرقہ قلیلہ اور قلیل الاہم میں داخل ہے اس سے منہ پھیر لیا
اور اس عاجز کو جو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا اس کا یہ نشان رکھا کہ الف ششم میں جو قائم مقام
روز ششم ہے یعنی آخری حصہ الف میں جو وقت عصر سے مشابہ ہے اس عاجز کو پیدا کیا جیسا وہ فرماتا ہے اِنَّ یَوْمًا
عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی
نام رکھا گیا ہے وہ آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں ظہور کرے سو آدم اول کی پیدائش ہے الف ششم میں ظاہر ہونے
والا یہی عاجز ہے جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم
کی طرز ظہور پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے سو وہ یہی ہے جو پیدا ہو گیا فالحمد للہ
علیٰ ذالک۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مسیح کے نزول کی علامت یہ لکھی ہے
کہ وہ دو فرشتوں کے پروں پر اس نے اپنی ہتھیلیاں رکھی ہوئی ہوں گی

یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ اُسکا دائیاں اور بائیاں ہاتھ جو تحصیل علوم عقلی اور انوار باطنی کا ذریعہ ہے آسمانی موکلوں کے سہارے پر ہوگا اور وہ مکتب اور کتابوں اور مشائخ سے نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ سے علم لدنی پائیگا اور اُسکی ضروریات زندگی کا بھی خدا ہی متولی اور متکفل ہوگا جیسا کہ عرصہ دس سال سے براہین احمدیہ میں اس عاجز کی نسبت یہ الہام چھپ چکا ہے کہ انک باعیننا سمیتک المتوکل وعلمناہ من لدنا علما یعنے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ہم نے تیرا نام متوکل رکھا اور اپنی طرف سے علم سکھلایا۔ یاد رہے کہ اجنحہ سے مراد جو حدیث میں ہے صفات اور قوے ملکیہ ہیں جیسا کہ صاحب لمعات شارح مشکوٰۃ نے حدیث مندرجہ ذیل کی شرح میں یہی معنے لکھے ہیں عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طوبیٰ للشام قلنا لای ذالک یا رسول اللہ قال لان ملائکۃ الرحمٰن باسطۃ اجنحتھا علیھا رواہ احمد والترمذی - یہ بات بہت سی حدیثوں اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جو شخص کامل انقطاع اور کامل توکل کا مرتبہ پیدا کر لیتا ہے تو فرشتے اُس کے خادم کئے جاتے ہیں اور ہر یک فرشتہ اپنے منصب کے موافق اسکی خدمت کرتا ہے وقال اللہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وحملناھم فی البر والبحر یعنے اُٹھایا ہمنے انکو جنگلوں میں اور دریاؤں میں اب کیا اس کے یہ معنے کرنے چاہئیے کہ حقیقت میں خدا تعالیٰ نے اپنی گود میں لے کر اُٹھایا پھر سو اسی طرح ملائک کے پر دوں پر ہاتھ رکھنا حقیقت پر محمول نہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ عاجز ایسی علامت متذکرہ بالا کے ساتھ آیا ہے اور اجنحہ ملائکہ پر اس عاجز کے دونوں ہاتھ ہیں اور غیبی قوتوں کے سہارے سے علوم لدنی کھل رہی ہیں اگر کوئی شخص نابینا نہیں تو صریح اس علامت کو دیکھ لے گا اور دوسری میں اسکی نظیر نہیں پائیگا۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ مسیح کی علامت یہ لکھی ہے کہ اسکے دم سے کافر مریگا اسکا

مطلب یہ ہے کہ اُسکے مخالف ورمنکر کسی بات میں اُسکا مقابلہ نہیں کرسکیں گے کیونکہ اسکے
دلائل کاملہ کے سامنے مرجائیں گے سو عنقریب لوگ دیکھیں گے کہ حقیقت میں مخالف حجت
اور دلیل اور بینہ کے رو سے مرگئے۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مسیح جب آئیگا تو لوگوں کے عقاید اور خیالات کی غلطیاں نکالیگا جیسا کہ
بخاری میں یہی حدیث لکھی ہے کہ مسیح ابن مریم حکم اور عدل ہونے کی حالت میں نازل ہوگا
پس حکم اور عدل کے لفظ سے ہر یک دانا سمجھ سکتا ہے کہ مسیح بہتوں کے فہم اور سمجھ کے
مخالف حق اور عدل کے ساتھ حکم کریگا اور جیسے حکم عدل سے نادان لوگ ناراض ہوجاتے ہیں
ایسا ہی اس سے بھی ہونگے سو یہ عاجز حکم ہوکر آیا اور تمام غلط اوہام کا غلط اوہام ہونا ظاہر کردیا
چنانچہ لوگ اول یہ سمجھ رہے تھے کہ وہی مسیح ابن مریم نبی ناصری جو فوت ہوچکا ہے پھر دوبارہ دنیا
میں آجائیگا سو پہلے یہی غلطی اُنکی دور کردی گئی اور اُن لوگوں کو سچا ٹھہرایا گیا جو مسلمانوں میں سے
مسیح کی موت کے قایل تھے یا جیسے عیسائیوں میں سے یونی ٹیرین فرقہ جو اسی بات کا قائل
ہے جو مسیح مرگیا اور پھر دنیا میں نہیں آئیگا اور ظاہر کردیا گیا کہ قرآن کریم کی تیس آیتوں سے مسیح
ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی نبی کی وفات ایسی صراحت سے
قرآن کریم میں نہیں لکھی جیسی مسیح ابن مریم کی اور یہ وہ امر ہے جسکو ہم شرعی طور پر قرآن کریم کے رو سے
پیش کرسکتے ہیں اور ہم نے مسیح کی موت کا ثبوت دینے کے بعد یہ بھی ثابت کردیا کہ وعدہ
صرف یہ تھا کہ جب چودھویں صدی تک اس امت کے ایام پہونچ جائینگے تو خدا تعالیٰ اُس لُطف
واحسان کیطرح جو حضرت موسیٰ کی امت سے اُس امت کے آخری زمانہ میں کیا تھا مثیل موسیٰ کی
ایک غافل اُمت پر بھی اُن کے آخری زمانہ میں وہی احسان کریگا اور اسی امت میں سے
ایک کو مسیح ابن مریم بناکر بھیجے گا سو وہ مسلمانوں میں سے ہی آوے گا جیسا کہ اسرائیلی ابن مریم
نبی اسرائیل میں سے ہی آیا۔

ایسا ہی لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ مسیح وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں

دفن کیا جائیگا لیکن وہ اس بے ادبی کو نہیں سمجھتے تھے کہ ایسے نالایق اور بے ادب کون آدمی ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودینگے اور یہ کسقدر لغو حرکت ہے کہ رسول مقبول کی قبر کھودی جاوے اور پاک نبی کی ہڈیاں لوگوں کو دکھائی جاویں بلکہ یہ معیت روحانی کیطرف اشارہ ہے ایسا ہی بہت سی غلطیاں ہیں جو نکل رہی ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مسیح موعود جو آنیوالا ہے اُسکی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنے خداتعالیٰ سے وحی پانیوالا لیکن اسجگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مُہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مُراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰة نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دیگئی ہے اور اگرچہ ہر یک کو رویا صحیحہ اور مکاشفات میں سے کچھ قدر حصہ ہے مگر مخالفین کے دل میں اگر گمان اور شک ہو تو وہ مقابلہ کر کے آزما سکتے ہیں کہ جو کچھ اس عاجز کو رویا صالحہ اور کشف اور استجابت دعا اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافرہ نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے ہرگز نہیں دیا گیا اور یہ ایک بڑا محک آزمائش ہے کیونکہ آسمانی تائید کی مانند صادق کے صدق پر اور کوئی گواہ نہیں جو شخص خداتعالیٰ کی طرف سے آتا ہے بیشک خداتعالیٰ اُسکے ساتھ ہوتا ہے اور ایک خاص طور پر مقابلہ کے میدانوں میں اُسکی دستگیری فرماتا ہے چونکہ میں حق پر ہوں اور دیکھتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے میں بڑے اطمینان اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر میری ساری قوم کیا پنجاب کے رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم اور فارس کے کلمہ گو اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہل اسلام اور اُنکے علماء اور اُنکے فقراء اور اُنکے مشائخ اور اُنکے صلحاء اور اُنکے مرد اور اُنکی عورتیں مجھے کاذب خیال کر کے پھر میرے مقابل پر دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا اُنمیں اور آسمانی دروازے مجھ پر کھلے ہیں یا اُن پر اور وہ محبوب حقیقی اپنی خاص عنایات اور اپنے علوم لدنیہ اور معارف

روحانیہ کے القا کی وجہ سے میرے ساتھ ہے یا ان کے ساتھ تو بہت جلد اُنپر ظاہر ہو جائیگا کہ وہ خاص فضل اور خاص رحمت جس سے دل مورد فیوض کیا جاتا ہے اسی عاجز پر اسکی قوم سے زیادہ ہے کوئی شخص اس بیان کو تکبر کے رنگ میں نہ سمجھے بلکہ تحدیث نعمت کے قسم میں سے ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اسی کی طرف اشارہ ان الہامات میں ہے قل انی امرت وانا اول المومنین الحمد للہ الذی اذھب عنی الحزن واٰتانی مالم یؤت احد من العالمین ۔ احد من العالمین سے مراد زمانہ حال کے لوگ یا آئندہ زمانہ کے ہیں واللہ اعلم بالصواب ۔

ازانجملہ بعض مکاشفات مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم ہیں جو اس عاجز کے زمانہ ظہور سے پہلے گذر چکے ہیں چنانچہ ایک یہ ہے کہ آج کی تاریخ ۱۷ جون ۱۸۹۱ء سے عرصہ چار ماہ کا گذرا ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب جو ایک مرد صالح بے ریا متقی اور متبع سنت اور اول درجہ کے رفیق اور مخلص مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی ہیں وہ قادیان میں اس عاجز کے پاس آئے اور باتوں کے سلسلہ میں بیان کیا کہ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے کشف سے ایک پیشگوئی کی تھی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اُس سے محروم رہ گئی فقط ایک صاحب غلام نبی نارووالے نام اپنے اشتہار مرقومہ ۲۶ ذی قعدہ میں لکھتے ہیں کہ یہ افترا ہے اگر افترا نہیں تو اس راوی کا نام لینا چاہیئے جسکے روبرو مولوی صاحب مرحوم نے بیان کیا سو اب ہم نے بیان کردیا کہ وہ راوی کون اور کس درجہ کا آدمی ہے چاہیئے کہ حافظ صاحب سے دریافت کریں کہ افترا ہے یا سچی بات ہے ومن اظلم ممن افتریٰ او کذب وابیٰ ۔

ایسا ہی فروری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور منشی محمد یعقوب صاحب برادر حافظ محمد یوسف نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم سے ایک دن میں نے سنا کہ وہ آپکی نسبت یعنی اس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ مامور کئے جائینگے مگر مجھے یاد نہیں کہ

کہ منشی محمد یعقوب صاحب کے مونہہ سے یہی الفاظ نکلے تھے یا انہیں کے ہم معنے اور الفاظ تھے بہرحال انہوں نے بعض آدمیوں کے روبرو جنہیں سے ایک میاں عبد اللہ سنوری پٹیالہ کی ریاست کے رہنے والے ہیں اس مطلب کو انہیں الفاظ یا اور لفظوں میں بیان کیا تھا مجھے یاد ہے کہ اس وقت منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اور کئی اور صاحب میرے مکان پر جو شیخ مہر علی صاحب رئیس کا مکان تھا موجود تھے مگر یہ معلوم نہیں کہ اس جلسہ میں کون کون موجود تھا جب یہ ذکر کیا گیا مگر میاں عبد اللہ سنوری نے میرے پاس بیان کیا کہ میں اس تذکرہ کے وقت موجود تھا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا۔

ازانجملہ ایک کشف ایک مجذوب کا ہے جو اس زمانہ سے تیس یا اکتیس برس پہلے اس عالم بے بقا سے گذر چکا ہے جس شخص کی زبان سے میں نے یہ کشف سنا ہے وہ ایک معمر سفید ریش آدمی ہے جسکے چہرہ پر آثار صلاحیت وتقویٰ ظاہر ہیں جسکی نسبت اسکے جاننے والے بیان کرتے ہیں کہ یہ درحقیقت راست گو اور نیک بخت اور صالح آدمی ہیں یہانتک کہ مولوی عبد القادر مدرس جمالپور ضلع لدھیانہ نے جو ایک صالح آدمی ہے اس پیر سفید ریش کی بہت تعریف کی کہ درحقیقت یہ شخص متقی اور متبع سنت اور راست گو ہے اور نہ صرف انہوں نے آپ ہی تعریف کی بلکہ اپنی ایک تحریر میں یہ بھی لکھا کہ مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کہ جو گروہ موحدین میں سے ایک منتخب اور شریف اور غایت درجہ خلیق اور بردبار اور ثقہ ہیں جنکے والد صاحب مرحوم کا جو ایک باکمال بزرگ تھے یہ سفید ریش بڈھا قدیمی دوست اور ہم قوم اور پرانے زمانہ سے تعارف رکھنے والا اور انکے پرفیض صحبتوں کے رنگ سے رنگین ہے بیان فرماتے تھے کہ حقیقت میں میاں کریم بخش یعنے یہ بزرگ سفید ریش بہت اچھا آدمی ہے اور اعتبار کے لائق ہے مجھکو اسپر کسی طرح سے شک نہیں ہے۔

اب وہ کشف جس طرح سے میاں کریم بخش موصوف نے اپنی تحریری اظہار میں بیان کیا ہے اُس اظہار کی نقل معہ اُن تمام شہادتوں کی جو اس کاغذ پر ثبت ہیں ذیل میں ہم لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

میرا نام کریم بخش ولد کا نام غلام رسول قوم اعوان ساکن جمالپور اعوانہ تحصیل لودہیانہ پیشہ زمینداری

عمر تخمیناً چونسٹھ سال مذہب موحد اہل حدیث حلفاً بیان کرتا ہوں کہ عرصہ تخمیناً تیس یا اکتیس سال کا گذرا ہوگا یعنے سمت ۱۹۱۷ میں جب کہ سن سترہ کا ایک مشہور قحط پڑا تھا ایک بزرگ گلاب شاہ نام جس نے مجھے توحید کا راہ سکھلایا اور جو باعث اپنے کمالات فقر کے بہت مشہور ہوگیا تھا اور اصل باشندہ ضلع لاہور کا تھا ہمارے گاؤں جمالپور میں آ رہا تھا اور ابتدا میں ایک فقیر سالک اور زاہد اور عابد تھا اور اسرار توحید اسکے مونہہ سے نکلتے تھے لیکن آخر اُس پر ایک ربودگی اور بیہوشی طاری ہوکر مجذوب ہوگیا اور بعض اوقات قبل از ظہور بعض غیب کی باتیں اُسکی زبان پر جاری ہوتیں اور جسطرح وہ بیان کرتا آخر اُسی طرح پوری ہو جاتیں چنانچہ ایکدفعہ اُسنے سمت سترہ کے قحط سے پہلے ایک قحط شدید کے آنیکی پیشگوئی کی تھی اور پیش از وقوع مجھے ہی خبر دی تھی سو تھوڑے دنوں کے بعد سترہ کا قحط پڑ گیا تھا اور ایکدفعہ اُس نے تبلایا تھا کہ موضع رام پور ریاست پٹیالہ تحصیل پائل کے قریب جہاں اب نہر چلتی ہے ہم نے وہاں نشان لگایا ہے کہ یہاں دریا چلے گا پھر بعد ایک مدت کے وہاں اُسی نشان کی جگہ پر نہر جاری ہوگئی جو درحقیقت دریا کی ہی ایک شاخ ہے یہ پیشگوئی اُنکے ساکن جمالپور میں ہوتے ہوئے ہے ایسا ہی ایکدفعہ انہوں نے سمت سترہ کے قحط سے پہلے کہا تھا کہ اب بیوپاریوں کو بہت فائدہ ہوگا چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد قحط پڑا اور بیوپاری لوگوں کو اس قحط میں بہت فائدہ ہوا ایسی ہی انکی اور بھی کئی پیشگوئیاں تھیں جو پوری ہوتی رہیں۔

اس بزرگ نے ایکدفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال کا گذرا ہوگا مجھکو کہا کہ عیسیٰ اب جوان ہوگیا ہے اور لودہیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالیگا اور قرآن کی رو سے فیصلہ کریگا اور کہا کہ مولوی اس سے انکار کرینگے پھر کہا کہ مولوی انکار کرجائینگے تب میں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں قرآن تو اللہ کا کلام ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں ہوگئیں اور شاعری زبان پھیل گئی (یعنے مبالغہ پر مبالغہ کرکے حقیقتوں کو چھپایا گیا جیسے شاعر مبالغات پر زور دیکر اصل حقیقت کو چھپا دیتا ہے) پھر کہا کہ جب وہ عیسیٰ آئیگا تو فیصلہ قرآن سے کریگا پھر اس مجذوب نے بات کو دوہرا کر یہ بھی کہا تھا کہ فیصلہ قرآن پر کریگا اور مولوی انکار کرجائینگے

اور پھر یہ بھی کہا کہ انکار کرینگے اور جب وہ عیسیٰ لدہانہ میں آئیگا تو قحط بہت پڑیگا پھر میں نے پوچھا کہ عیسیٰ اب کہاں ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بیچ قادیان کے یعنی قادیاں میں تب میں نے کہا کہ قادیاں تو لدہانہ سے تین کوس ہیں وہاں عیسیٰ کہاں ہے (لودہیانہ کے قریب ایک گاؤں ہے جسکا نام قادیاں ہے) اسکا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور مجھے کچھ معلوم نہیں تہا کہ ضلع گورداسپور میں بھی کوئی گاؤں ہے جسکا نام قادیاں ہے پھر میں نے ان سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ آسمان پر اٹھائے گئے اور کعبہ پر اترینگے تب انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو مر گیا ہے اب وہ نہیں آئیگا ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ مر گیا ہے ہم بادشاہ ہیں جھوٹھ نہیں بولینگے اور کہا کہ جو آسمانوں والے صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چلکر نہیں آیا کرتے۔

المظـــــــــہر

میاں کریم بخش بمقام لدہیانہ محلہ اقبال گنج ۱۴ جون ۱۸۹۱ء روز شنبہ

نام ان صاحبوں کے جنہوں نے اپنے کانوں سے اس بیان کو سنکر میاں کریم بخش کے اظہار تحریری پر اسی وقت انکے روبرو اپنی اپنی گواہییں لکہیں۔

میرے سامنے میاں کریم بخش نے مضمون مذکورہ صدر حرف بحرف لکھوایا
میر عباس علی بقلم خود

میرے سامنے میاں کریم بخش نے یہ بیان حرف بحرف تحریر کرایا
احمد بخش بقلم خود ساکنہ لدہانہ

میرے روبرو میاں کریم بخش نے حرف بحرف حلفاً بیان مذکورہ بالا تحریر کرایا۔ عبد الحق خلف عبد السمیع ساکن لدہیانہ۔

میرے روبرو میاں کریم بخش تھگانی نے یہ بیان تحریر کرایا جو اوپر لکھا گیا ہے
عاجز رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس
۱۴ - جون سنہ

میرے سامنے میاں کریم بخش نے مضمون مذکورالصدر حرف بحرف لکھوایا
غلام محمد ازپکھووال بقلم خود

اس عاجز کے روبرو میاں کریم بخش نے یہ بیان تحریر کرایا اور یہ مضمون بلاکمی بیشی حرف بحرف لکہا گیا
عبد الصمد پٹواری غوث گڈہ

میرے روبرو بیان مذکورہ بالا میاں کریم بخش نے حرف بحرف لکھوایا۔
عطاء الرحمن ساکن دہلی

یہ بیان میاں کریم بخش نے حلفاً میرے روبرو لکھوایا ہے۔ عبد القادر مدرس جمالپورہ بقلم خود

اس عاجز کے روبرو میاں کریم بخش نے اظہار مذکورہ بالا حلفاً لکھوایا۔ سید فضل شاہ ساکن ریاست جموں

بیان بالا میری موجودگی میں حلفاً میاں کریم بخش سکنہ جمالپور نے لکھوایا ہے

گنیالال سیکنڈ ماسٹر راج سکول سنگرور ریاست جیند سکنہ لدہانہ

میرے روبرو بیان مذکورہ بالا حرف بحرف میاں کریم بخش نے حلفاً لکھوایا ہے۔

سید عنایت علی سکنہ لودہیانہ محلہ صوفیاں۔

میرے روبرو بیان مذکورہ بالا کی میاں کریم بخش نے تصدیق کی۔ ناصر نواب

میرے روبرو میاں کریم بخش نے بیان مذکورہ بالا کی تصدیق کی۔ قاضی خواجہ علی بقلم خود

میاں کریم بخش نے حلفاً بیان مذکورہ بالا لکھوایا ہے

مولوی تاج محمد

میرے روبرو یہ مضمون مسمی کریم بخش کو سنایا گیا اور اس نے تصدیق کیا۔

مراری لال کلرک نہر سرہند ڈویژن لودہانہ۔

میاں کریم بخش نے وہ تمام بیان جو اسکی زبان سے لکہا گیا حلفاً تصدیق کیا۔ مولوی نور الدین واعظ ساکن بہیرہ ریاست بہاولپور حال وارد لدہانہ

بیان مذکورہ بالا کو میاں کریم بخش نے میرے روبرو تصدیق کیا۔ محمد نجیب خاں دفتر نہر سرہند ڈویژن لدہانہ

اس بیان کے بعد پھر میاں کریم بخش نے بیان کیا کہ ایک بات میں بیان کرنے سے رہگیا اور وہ یہ ہے کہ اُس مجذوب نے مجھے صاف صاف یہ بھی بتلا دیا تہا کہ اُس عیسیٰ کا نام غلام احمد ہے۔

اب وہ گواہیاں ذیل میں لکھی جاتی ہیں جنہوں نے قسم کہا کر بیان کیا کہ درحقیقت میاں کریم بخش ایک مرد صالح اور نیک چلن آدمی ہے جس کا کبھی کوئی جھوٹھ ثابت نہیں ہوا یہ گواہ اُسی گانوں کے یا اُسکے قریب کے رہنے والے ہیں۔

ہم حلفاً بیان کرتے ہیں کہ میاں کریم بخش ایک ایسا آدمی ہے اور صوم و صلوٰۃ کا اعلیٰ درجہ کا پابند ہے اور ہم نے اپنی تمام عمر میں اسکی نسبت کوئی جھوٹ بات بولنے اور خلاف واقعہ بیان کرنے میں اتہام

نہیں سنا بلکہ آجتک ایک گناہ یا چغلی تک کسی شخص کی نہیں توڑی اور میاں گلاب شاہ بھی اس دیہ میں ایک مشہور مجذوب گذرا اور اس مجذوب کے انتقال کو عرصہ تخمیناً پچیس سال کا ہوا ہے اس مجذوب کی اکثر پیش از وقوع باتیں بتدلی ہوئی ہمارے روبرو پوری ہوئی ہیں۔

العبد
خیراتی نمبردار جمالپور

العبد
نورالدین ولد دتا سکنہ جمالپور

۲۹ جون ۱۸۹۱ء میں اسجگہ ملازم ہوں میں نے میاں کریم بخش کا کوئی جھوٹ آجتک نہیں معلوم کیا اور یہ شخص اول درجہ کا پابند صوم وصلوٰۃ اور راستباز آدمی ہے اور موحد ہے

العبد
عبدالقادر مدرس جمالپور بقلم خود

میاں کریم بخش سچا آدمی ہے اور پختہ نمازی ہے اور نماز جمعہ کا سخت پابند اور کم گو ہے۔

العبد
پیر محمد نمبردار بقلم خود سکنہ جمالپور

اور یہ کا لکھا ہوا نہایت صحیح ہے اور کریم بخش نہایت سچا آدمی ہے اور نماز روزہ اور جمعہ کبھی قضا نہیں کیا اور کوئی جھوٹ اور افترا کی بات اس کی نسبت ثابت نہیں ہوئی اور بہت کم گو آدمی ہے۔

العبد
نور محمد ولد عاد اسکنہ جمالپور

میاں کریم بخش بہت سچا آدمی ہے اور کبھی اس شخص نے جھوٹی گواہی نہیں دی اور نہ جھوٹ کی ہمت اسکو کسی میری ہوش میں لگائی ۔ العبد خیالی ولد گوہر کہہ کہان سکنہ جمالپور

میاں کریم بخش نیک آدمی ہے اور پکا نمازی ہے نیز اپنی تمام عمر میں اسکا کوئی جھوٹ نہیں سنا حافظ بیان کیا ہے اور میاں گلاب شاہ بہت اچھا فقیر تھا اس گلاب شاہ کو تمام زن ومرد اس دیہ کے جانتے تھے

العبد
نبی بخش راجپوت سکنہ جمالپور

میرے ہوش میں لگائی ۔

العبد
خیالی ولد گوہر کہہ کہان سکنہ جمالپور

کریم بخش سچا آدمی ہے اور نیک بخت ہے اور نمازی ہے فقط اور میاں گلاب شاہ بہت اچھا مجذوب تھا

العبد
بوٹا ولد احمد بقلم پیر محمد نمبردار

میاں کریم بخش بہت سچا اور بہت نیک اور نمازی ہے اور میں نے اپنی ہوش میں اسکا کوئی جھوٹ نہیں سنا

العبد
گلزار شاہ بقلم خود

کریم بخش نمازی ہے اور بہت سچا آدمی ہے

العبد
اللہ دتا سکنہ جمالپور

کریم بخش نہایت سچا اور نیک بخت اور کم گو اور پرہیزگار اور نمازی آدمی ہے اور سب عادتیں اسکی بہت اچھی ہیں۔

العبد
روشن لال ولد قاسا نمبردار جمالپور عمر ۵ سال

میاں کریم بخش کو میں بخوبی جانتا ہوں کہ یہ شخص نیک بخت ہے اور بہت سچا ہے سنہ ۱۸۶۲ء سے میں اسکا واقف ہوں اور اس شخص کی جھوٹ کوئی میں نے نہیں سُنا اور نہ کوئی بدچلنی اسکی سُنی گئی ہے اور یہ شخص نمازی ہے اور جمعہ پڑھنے بھی لدہیانہ آیا کرتا ہے۔

العبد

امیر علی ولد الٰہی بخش آوان ساکن لدہیانہ برادر مولوی محمد حسین صاحب رئیس اعظم بقلم خود

کریم بخش غلام رسول کا بیٹا بہت نیک آدمی ہے اور سچا ہے اور ہمیشہ جمعہ پڑھتا ہے اور کبھی اسنے جھوٹ نہیں بولا

العبد

کاکا ولد چوہڑ سکنہ جمالپور

کریم بخش پکا نمازی ہے اور سچا اور نیک بخت اور کبھی جھوٹی شہادت نے نہیں دی۔

العبد

بقلم خود امان علی ولد جان شاہ ٹھیکدار

مسمی کریم بخش بڑا سچا آدمی اور پختہ نمازی ہے رمضان کے روزے ہمیشہ رکھتا ہے اور کبھی اسکا جھوٹ ثابت نہیں ہوا اور نہایت نیک چلن ہے

العبد

بقلم غلام محمد پسر روشن ذات آرائیں ساکن جمالپور

میں مسمی کریم بخش کو بہت نیکبخت جانتا ہوں اور سچا ہے اور یہ شخص پکا نمازی ہے۔

العبد

غلام محمد نائب مدرس جمالپور سکنہ پکھووال بقلم خود

میاں کریم بخش بہت سچا اور نیک چلن آدمی ہے اور اس شخص نے کبھی جھوٹی شہادت نہیں دی اور نہ سنی

العبد

ہیرالال ولد ورسندھی سکنہ جمالپور بقلم خود

مسمی کریم بخش بہت سچا اور پکا نمازی اور نیک چلن آدمی ہے اور کبھی اسکا کوئی جھوٹ بولنا ثابت نہیں ہوا درگاہ شاہ بہت اچھا فقیر تھا اور اس ہمارے دیہہ میں بہت مدت تک رہے ہیں

العبد

اکبر ولد محمد پناہ سکنہ جمالپور

میاں کریم بخش بہت اچھا اور نیک چلن نمازی اور جمعہ پڑھنے والا اور سچا آدمی ہے

العبد

نظام الدین سکنہ جمالپور بقلم خود نظام الدین

میاں کریم بخش بہت اچھا اور نیک چلن اور نمازی اور جمعہ پڑھنے والا اور سچا آدمی ہے

العبد

شہرا ولد روشن گوجر از جمالپور

میاں کریم بخش بہت اچھا اور نیک چلن آدمی ہے اور
اس شخص نے کبھی جھوٹی شہادت نہیں دی اور سُنی

العبد

گوکل ولد مِتّا باسود از جمال پور

کریم بخش بہت اچھا نیک بخت آدمی ہے اور سچا
اور نمازی اور پرہیزگار ہے۔

العبد

لکھا ولد سوندھا راجپوت جمال پور

کریم بخش پکا نمازی ہے اور بہت سچا آدمی ہے
اور کبھی اس نے جھوٹی گواہی نہیں دی

العبد

گانزی ولد عالم گوجر چوکیدار جمالپور

العبد

پیر بخش تیلی سکنہ جمالپور

العبد

روشن سکنہ جمالپور رہیہ

العبد

عوث ولد نبی بخش سکنہ جمالپور اعوان

العبد

علی بخش ولد الہیا سکنہ جمال پور

العبد

شمس الدین گوجر سکنہ جمال پور

العبد

کاسو ولد اکو گوجر جمال پور

العبد

شاہ محمد سکنہ جمال پور آوان

العبد

جمال شاہ فقیر سکنہ جمالپور

العبد

مالی سکنہ جمالپور

میاں کریم بخش آدمی نمازی ہے اور بہت
سچا ہے۔

العبد

کریم بخش ولد غلام غوث آوان از جمال پور

کریم بخش بہت نیک بخت ہی اور سچے ہے اور
ہمیں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔

العبد

گنیتا مل سود جمال پور یہ بقلم لنڈے

العبد

کریم بخش ساکن جمالپور

العبد

پیر محمد سکنہ جمال پور اعوان

العبد

پلا چھیور سکنہ جمالپور

العبد

کاکا ولد علی بخش سکنہ جمال پور اعوان

العبد

محمد بخش ولد روشن سکنہ جمالپور اعوان

العبد

خدا بخش سکنہ جمال پور اعوان

العبد

شاہ کرداس چھوکری جمال پور

العبد

نیغا ولد ماد اسکنہ جمالپور آوان

العبد

کریم بخش ولد شمس الدین جمالپور رہیہ

العبد

نور محمد ولد عمر آوان سکنہ جمال پور

العبد
نہال ترکھان ساکنہ جمال پور
العبد
سوہا بھگت ساکنہ جمال پور
العبد
[illegible] ولد بہالی آوان ساکنہ جمالپور
العبد
[illegible] الٰہی بخش ولد غلام رسول آوان

العبد
کریم بخش ولد جیوا موچی ساکنہ جمال پور
العبد
عبد الحق ولد عمر ذات آوان جمالپور
کریم بخش اچھا نیک بخت اور باشرع آدمی نہایت سچا پرہیزگار ہے
العبد
نہال نمبردار (مہر)

اور کشف مذکورہ بالا کی مؤید ایک رؤیا صالحہ ذیل میں بیان کیجاتی ہے جسکو ایک بزرگ محمد نام خاص مکہ کے رہنے والے عربی مکی نے دیکھا ہے اور اس خواب کی مندرجہ ذیل عبارت خود انہیں کے منہ سے نکلی ہوئی بذریعہ انکی ایک خاص تحریر کے مجھکو ملی ہے اور وہ یہ ہے قول وانا محمد ابن احمد المکی من حارۃ شعب عامر انی رایت فی المنام فی سنۃ ۱۳۰۵ ان ابی قائم وانا معہ فنظرت الی جانب المشرق فرئیت عیسٰی علیہ السلام نزل من السماء وانا ارید ان اتوضأ فتوجھت الی البحر ثم توضأت ورجعت الی ابی فقلت یا ابی ان عیسٰی علیہ السلام قد نزل فکیف اصلی فقال لی ابی انہ نزل علی دین الاسلام ودینہ دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصل مثل ماکنت تصلی او لا فصلیت ثم استیقظت من منامی فقلت فی نفسی لابد ان شاء اللہ ان ینزل عیسٰی علیہ السلام فی حیاتی وانظرہ یعنی میں جو محمد ابن احمد مکی رہنے والا خاص مکہ معظمہ محلہ شعب عامر کا ہوں کہتا ہوں کہ میں نے ۱۳۰۵ھ میں خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ میرا باپ کھڑا ہے اور میں اسکے ساتھ ہوں اسوقت جو میں نے مشرق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عیسٰی علیہ السلام آسمان سے اتر آیا اور میں ارادہ کر رہا ہوں کہ وضو کروں سو میں نے دریا کیطرف رخ کیا پھر وضو کر کے اپنے باپ کیطرف چلا آیا تب میں نے اپنے باپ کو کہا کہ عیسٰی علیہ السلام تو نازل ہو گیا اب میں کس طور سے نماز پڑھوں سو میرے باپ نے مجھے کہا کہ وہ دین اسلام پر اترا ہے اور اسکا دین کوئی الگ دین نہیں بلکہ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی

دین رکھتا ہے سو تو اسیطرح نماز پڑھ جیسے پہلے پڑھا کرتا تھا تب میں نے نماز پڑھ لی پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دل میں کہا کہ انشاء اللہ عیسی علیہ السلام میری زندگی میں اُتر آئیگا اور میں اسکو اپنی آنکھ سے دیکھ لونگا۔

ازانجملہ اس عاجز کے مسیح موعود ہونے پر یہ نشان ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کی خصوصیت کے ساتھ یہ علامت ہے کہ دجال معہود کے خروج کے بعد نازل ہو کیونکہ یہ ایک واقعہ مسلمہ ہے کہ دجال معہود کے خروج کے بعد آنیوالا وہی سچا مسیح ہے جو مسیح موعود نام سے موسوم ہے جسکا مسلم کی حدیث میں وجہ تسمیہ مسیح ہونیکا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مومنوں کی شدت اور محنت اور ابتلا کا غبار جو دجال کی وجہ سے اُن کے طاری حال ہوگا اُنکے چہروں سے پونچھ دیگا یعنے دلیل اور حجت سے اُنکو غالب کر دکھائیگا سو اسلئے وہ مسیح کہلائیگا کیونکہ مسح پونچھنے کو کہتے ہیں جس سے مسیح مشتق ہے اور ضرور ہے کہ وہ دجال معہود کے بعد نازل ہو۔ سو یہ عاجز دجال معہود کے خروج کے بعد آیا ہے پس اسمیں کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دجال معہود یہی پادریوں اور عیسائی متکلموں کا گروہ ہے جس نے زمین کو اپنے ساحرانہ کاموں سے تہ و بالا کر دیا ہے اور جو ٹھیک ٹھیک اسوقت سے زور کے ساتھ خروج کر رہا ہے اور جو اعداد آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون سے سمجھا جاتا ہے یعنی ۱۸۵۷ء کا زمانہ* تو ساتھ ہی اس عاجز کا مسیح موعود ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور ہم پہلے ہی تحریر کر آئے ہیں کہ عیسائی واعظوں کا گروہ بلاشبہ دجال معہود ہے اگرچہ حدیثوں کے ظاہر

حاشیہ

* آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کیطرف اشارہ ہے جسمیں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپدید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے سو درحقیقت ضعف اسلام کا زمانہ ابتدائی یہی ۱۸۵۷ء ہے جسکی نسبت خدا تعالی آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئیگا تو قرآن زمین پر سے اُٹھا یا جائیگا۔ سو ایسا ہی ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی حالت ہو گئی تھی کہ بجز بدچلنی اور فسق و فجور کے اسلام کے رئیسوں کو کچھ یاد نہ تھا جسکا اثر عوام پر بھی بہت پڑ گیا تھا انہیں ایام میں اُنہوں نے ایک ناجائز اور ناگوار طریقے سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور

الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ دجال ایک خاص آدمی ہے جو ایک آنکھ سے کانا اور دوسری بھی عیب دار ہے لیکن چونکہ یہ حدیثیں جو پیشگوئیوں کے قسم سے ہیں مکاشفات کے نوع میں سے ہیں جن پر بموجب سنت اللہ کے استعارہ اور مجاز غالب ہوتا ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری نے بھی لکھا ہے اور جن کے معنے سلف صالح ہمیشہ استعارہ کے طور پر لیتے ہیں اس لئے بوجہ قرائن قویہ ہم دجال کے لفظ سے صرف ایک شخص ہی مراد نہیں لے سکتے رؤیا اور مکاشفہ میں اسی طرح سنت اللہ واقع ہے کہ بعض اوقات ایک شخص نظر آتا ہے اور اس سے مراد ایک گروہ ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے

بقیہ حاشیہ

اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا حالانکہ ایسا مقابلہ اور ایسا جہاد اُن کے لئے شرعاً جائز نہ تھا کیونکہ وہ اس گورنمنٹ کی رعیت اور اُس کے زیر سایہ تھے اور رعیت کا اُس گورنمنٹ کے مقابل پر سر اٹھانا جس کی وہ رعیت ہے اور جس کے زیر سایہ امن اور آزادگی سے زندگی بسر کرتی ہے سخت حرام اور معصیت کبیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے جب ہم ۱۸۵۷ء کی سوانح کو دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے مولویوں کے فتووں پر نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے عام طور پر مُہریں لگا دی تھیں جو انگریزوں کو قتل کر دینا چاہیئے تو ہم بحر ندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے اُن کے فتوے تھے جن میں نہ رحم تھا نہ عقل تھی نہ اخلاق نہ انصاف ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا ننھے ننھے بچوں اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا اور نہایت بے رحمی سے اُنہیں پانی تک نہ دیا کیا یہ حقیقی اسلام تھا یا یہودیوں کی خصلت تھی کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایسے جہاد کا کسی جگہ حکم دیا ہے پس اُس حکیم و علیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اُٹھایا جائیگا یہی معنے رکھتا ہے کہ مسلمان اُس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا خدا تعالیٰ پر یہ الزام لگانا کہ ایسے جہاد اور ایسی لڑائیاں اُس کے حکم سے کی تھیں یہ دوسرا گناہ ہے کیا خدا تعالیٰ ہمیں یہی شریعت سکھلاتا ہے کہ ہم نیکی کی جگہ بدی کریں اور اپنی

ایک عرب کے بادشاہ کو خواب میں دیکھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اس سے مراد ملک عرب ہے جو ایک گروہ ہے اور اس ہمارے بیان پر یہ قرینہ شاہد ناطق ہے کہ دجّال درحقیقت لغت کی رو سے اسم جنس ہے جس سے ایسے لوگ مراد ہیں جو کذّاب ہوں چنانچہ قاموس میں بھی یہ معنے لکھے ہیں کہ دجّال اس گروہ کو کہتے ہیں کہ جو باطل کو حق سے مشتبہ کرنے والا اور زمین کو نجس کرنے والا ہو۔ اور مشکوٰۃ کتاب الفتن میں مسلم کی ایک حدیث لکھی ہے جس میں دجّال کے ایک گروہ ہونے کی طرف صریح اشارہ کیا گیا ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ دجّال معہود کی بڑی علامتیں حدیثوں میں یہ لکھی ہیں۔

(۱) آدم کی پیدائش سے قیامت کے دن تک کوئی فتنہ دجّال کے فتنے سے بڑھ کر نہیں

محسن گورنمنٹ کے احسانات کا اسکو یہ صلہ دیں کہ انکی قوم کے معصوم بچوں کو بیدردی سے قتل کریں اور انکی محبوبہ بیویوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں بلاشبہ ہم یہ داغ مسلمانوں خاصکر اپنے اکثر مولویوں کی پیشانی سے دھو نہیں سکتے کہ وہ ۱۸۵۷ء میں مذہب کے پردہ میں ایسے گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے جسکی ہم کسی قوم کی تواریخ میں نظیر نہیں دیکھتے اور نہ صرف اسیقدر بلکہ انہوں نے اور بھی ایسے بُرے کام کئے جو صرف وحشی حیوانات کی عادات ہیں نہ انسانوں کی خصلتیں انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ اگر انکے ساتھ یہ سلوک کیا جائے کہ ایک ممنون منّت انکا انکے بچوں کو مار دے اور انکی عورتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرے تو اسوقت انکے دل میں کیا کیا خیال پیدا ہوگا باوجود اس کے یہ مولوی لوگ اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم بڑے متقی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ نفاق سے زندگی بسر کرنا انہوں نے کہاں سے سیکھ لیا ہے کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں بہت خراب کیا ہے اور انکے دلی اور دماغی قویٰ پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اسکی ایک نئی اور صحیح تفسیر کیجائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دیجاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔ کیوں مزاحم ہو رہی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ درحقیقت اپنے اکثر زوائد کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہیں قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر

سے یعنے جسقدر دین اسلام کے تخریب کے لئے فتنہ اندازی اُس سے ظہور میں آنیوالی ہے اور کسی سے ابتداء دنیا سے قیامت کے وقت تک ظہور میں نہیں آئیگی صحیح مسلم

(۲) دجال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کشف اور رویا میں دیکھا کہ دہنی آنکھ سے وہ کانا ہے اور دوسری آنکھ بھی عیب سے خالی نہیں یعنے دینی بصیرت انکو کلی نہیں دیگئی اور تحصیل دنیا کی وجود بھی حلال اور طیب نہیں۔ بخاری و مسلم

(۳) دجال کے ساتھ بعض اسباب تنعم اور آسائش جنت کی طرح ہوں گے اور بعض اسباب محنت اور بلا کے آگ یعنی دوزخ کیطرح ہونگے (بخاری و مسلم) جسقدر عیسائی قوم نے تنعم کے اسباب نئے سے نئے ایجاد کئے ہیں اور جو دوسری راہوں سے محنت اور بلا اور فقر اور فاقہ بھی انکے بعض انتظامات کی وجہ سے دین کے لوگوں کو پکڑتا جاتا ہے اگر یہ دونوں حالتیں بہشت اور دوزخ کے نمونے نہیں ہیں تو اور کیا ہے۔

(۴) دجال کے بعض دن برس کیطرح ہونگے اور بعض دن مہینہ کیطرح اور بعض دن ہفتہ کیطرح مگر یہ نہیں کہ دنوں میں فرق ہوگا بلکہ اسکے دن اپنے مقدار میں ایسے ہی ہونگے جیسے تمہارے۔ مسلم

(۵) دجال کے گدھے کا اس قدر جسم ہوگا کہ اسکے ایک کان سے دوسرے کان تک ستر باع کا فاصلہ ہوگا لیکن ظاہر ہے کہ اس جسامت کی گدھی خدا تعالیٰ نے پیدا نہیں کی تا امید کیجائے کہ انکی اولاد سے

بقیہ حاشیہ ۔ اٹھایا گیا ہو وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اُس سے لوگ بیخبر ہیں وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا اُس سے لوگ غافل ہوگئے ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن انکے حلق کے نیچے نہیں اُترتا انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اُٹھایا جائیگا۔ پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے لوکان الایمان معلقا عند الثریا لناله رجل من فارس۔ یہ حدیث درحقیقت اُسی زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو آیت انا علی ذهاب به لقادرون میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔ منہ

یہ گدہا ہوگا۔

(۶) دجال جب گدہے پر سوار ہوگا تو گدہا جس جلدی سے چلیگا اس کی یہ مثال ہے کہ جیسے بادل اس حالت مین چلتا ہے۔ جبکہ پیچھا سکے ہوا ہو۔ یہ ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ دجال کا گدہا کوئی جاندار مخلوق نہین ہوگا بلکہ وہ کسی ہوائی مادہ کے زور سے چلیگا

(۷) زمین اور آسمان دونون دجال کے فرمانبردار ہونگے یعنی خدا تعالے اس کی تدبیر کے ساتھ تقدیر موافق کر دیگا اور اس کے ہاتھ پر زمین کو اس کی مرضی کیموافق آباد کریگا۔

(۸) دجال مشرق کیطرف سے خروج کریگا یعنے ملک ہند سے کیونکہ یہ ملک زمین حجاز سے مشرق کیطرف ہے متفق علیہ

(۹) دجال جس ویرانہ پر گزریگا اسے کہیگا کہ تو اپنے خزانے باہر نکال سو وہ تمام خزانے باہر نکل لینگے اور دجال کے پیچھے پیچھے جائینگے۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ دجال زمین سے بہت فائدہ اٹھائیگا اور اپنی تدبیروں سے زمین کو آباد کریگا۔ اور ویرانے کو خزانے کر کے دکھائیگا پھر آخر باب لد پر قتل کیا جائیگا۔ لد ان لوگونکو کہتے ہین جو بیجا جھگڑنے والے ہون۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب دجال کے بیجا جھگڑے کمال تک پہنچ جائینگے تب مسیح موعود ظہور کریگا اور اس کے تمام جھگڑونکا خاتمہ کر دیگا۔

(۱۰) دجال خدا نہین کہلائیگا بلکہ خدا تعالے کا قائل ہوگا بلکہ بعض انبیاء کا بھی مسلم۔

ان دس علامتون مین سے ایک بھاری علامت دجال کی جو دکی یہ لکھی ہے کہ اس کا فتنہ تمام ان فتنوں سے بڑھکر ہوگا جو ربانی دین کے مٹانے کے ابتدا سے لوگ کرتے آئے ہین اور ہم اسی رسالہ مین ثابت کر چکے ہین کہ یہ علامت عیسائی مشنون مین بخوبی ظاہر و متحقق ہے۔ پھر ایک بڑی بھاری علامت دجال کی اس کا گدہا ہے جس کے بین الاذنین کا اندازہ ستر باع کیا گیا ہے۔ اور ریل کی گاڑیون کا اکثر اسی کیموافق سلسلہ طولانی ہوتا ہے اور اسمین بھی

کچھ شک نہیں کہ وہ دخان کے زور سے چلتی ہیں جیسے بادل ہوا کے زور سے تیز حرکت کرتا ہے اسجگہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے طور پر ریل گاڑی کیطرف اشارہ فرمایا ہے چونکہ یہ عیسائی قوم کا ایجاد ہے جنکا امام اور مقتدا یہی دجالی گروہ ہے اس لئے ان گاڑیوں کو دجال کا گدھا قرار دیا گیا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا۔ کہ علامات خاصہ دجال کے انہیں لوگوں میں پائے جاتے ہیں انہیں لوگوں نے مکروں اور فریبوں کا اپنے وجود پر خاتمہ کر دیا ہے اور دین اسلام کو وہ ضرر پہنچایا ہے جسکی نظیر دنیا کے ابتدا سے نہیں پائی جاتی اور انہیں لوگوں کے متبعین کے پاس وہ گدھا بھی ہے جو دخان کے زور سے چلتا ہے جیسے بادل ہوا کے زور سے۔ اور انہیں لوگوں کے متبعین زمین کو آباد کرتے جاتے ہیں اور جو ملک ویران پر قبضہ کرتے ہیں۔ اسکو کہتے ہیں کہ اپنے خزانے باہر نکال۔ تب ہزارہا وجوہ تحصیل مال کی اسی ملک سے نکال لیتے ہیں زمین کو آباد کر دیتے ہیں۔ اس کو قائم کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ تمام خزائن انہیں کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور انہیں کے ملک کے طرف وہ تمام روپیہ کھنچا ہوا چلا جاتا ہے۔ انہوں کو نہیں جانتا کہ مثلاً ملک ہند کے خزانے یوروپ کیطرف حرکت کر رہے ہیں یوروپ کے لوگ آپ ہی ان خزائن کو نکالتے ہیں اور پھر اپنے ملک کی طرف روانہ کرتے ہیں ؛

غرض ان تمام احادیث پر عمیق غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے لئے یہ پیشگوئی فرمائی ہے اور انہیں لوگوں کا نام دجال رکھا ہے اور قرآن کریم میں اگرچہ بتصریح کسی جگہ دجال کے نکلنے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ قرآن کریم نے دخان کا ذکر کر کے اسی کے ضمن میں دجال کو داخل کر دیا ہے اور پھر اس زمانہ کا بیان بھی قرآن میں ہے کہ جب دنیا میں دخان کے بعد نور اللہ پھیلے گا اور اس نورانی زمانہ سے مراد وہی زمانہ ہے کہ جب مسیح موعود کے ظہور کے بعد پھر دنیا نیکی کیطرف رخ کریگی کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو ہنوز دخانی زمانہ ہے سچائی کے حقیقت کو بہت دور چھوڑ گیا اور دجالی علامات نے دنیا کو سخت تنزل دیا اور کروڑہا مخلوقات شیاطین الانس کے اغواء سے توحید اور راستی [illegible]

باہر ہوگئی ہے اب اگر فرض کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دجال کی جو عیسائی
پادریوں کا گروہ ہے خبر نہیں دی جسکی نظیر دنیا کی ابتدا سے آج تک نہیں پائی جاتی تو آنحضرة
صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کشفیہ پر سخت اعتراض ہوگا کہ ایسا بڑا فتنہ جو انکی امت کے لئے درپیش
تھا جس میں نہ ستر ہزار بلکہ ستر لاکھ سے زیادہ متفرق ملکوں میں لوگ دین اسلام سے انحراف کر چکے ہیں
اُسکی آنحضرة نے خبر نہیں دی لیکن اگر جیسا کہ تقاضا انصاف ہے ہم تسلیم کرلیں کہ آنجناب نے اس
دجال کی خبر دی ہے اور اسکے گدھے کی بھی خبر دی ہے جو خشکی اور تری دونوں کو چیرتا ہوا دور
دور ملکوں تک نہیں پہنچاتا ہے اور ان کے بچشم ہونے سے بھی اطلاع بخشی ہے اور ان کی
بہشت اور دوزخ اور روٹیوں کے پہاڑ اور خزانوں سے بھی مطلع فرمایا ہے تو پھر ان حدیثوں
کے سوا جو دجال کے حق میں ہیں وہ کونسی حدیثیں ہمارے پاس ہیں جو اس دعوی کی تائید
میں ہم پیش کریں اور اگر ہم موجودہ حدیثوں کو ان پر وارد نکریں بلکہ وہمی اور فرضی طور پر کوئی اور دجال
اپنے دل میں تراش رکھیں جو کسی اور زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ تو پھر نئے سے حدیثیں کہاں سے لاویں
اور ظاہر ہے کہ موجود کو چھوڑ کر وہم اور خیال کیطرف دوڑنا بلاشبہ حق پوشی ہے کیونکہ جو موجود ہو گیا ہے
اور جسکو ہم نے بچشم خود دیکھ لیا ہے اور اس کے بے مثل فتنوں کو مشاہدہ کر لیا ہے اور تمام پیشگوئیوں کا اس کو
مصداق بھی سمجھ لیا ہے اگر پھر بھی ہم اسکو ان پیشگوئیوں کا حقیقی مورد نہ ٹھہراویں تو گویا یہ ہماری مرضی نہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو۔ حالانکہ سلف صالح کا یہ طریق تھا کہ اس بات
پر سخت حریص تھے کہ پیشگوئی پوری ہو جاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی نسبت
کہ حرم کعبہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا جائیگا۔ وہ لوگ مینڈھے کے ذبح ہونیکے منتظر رہتے
بلکہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے تو انہوں نے یقیناً سمجھ لیا کہ یہی مینڈھا ہے حالانکہ
حدیث میں انسان کا نام نہیں۔ وہاں تو صاف مینڈھا لکھا ہے اور اس پیشگوئی کے متعلق بھی
جو بخاری و مسلم میں درج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جسکے
لمبے ہاتھ ہوں گے انہوں نے زینب کی وفات کے وقت یقین کر لیا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی حالانکہ یہ بات اجماعی طور پر

تسلیم ہو چکی تھی کہ سودہ کے لمبے ہاتھ ہیں وہی پہلے فوت ہو گی ان بزرگوں نے جب دیکھا کہ پیشگوئی کے الفاظ
کو حقیقت پر حمل کرنے سے پیشگوئی ہی ہاتھ سے جاتی ہے تو لمبے ہاتھوں سے ایثار اور صدقہ کی صفت مراد لے لی
لیکن ہمارے زمانہ کے علما کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ باوجود قرائن قویہ کے بھی کسی حدیث کے ظاہری معنے
کو چھوڑ سکیں اور قرآن اور حدیث کو باہم تطبیق دیکر ابن مریم سے روحانی طور پر ابن مریم کا مصداق مراد
لے لیں اور دجال یکچشم سے روحانی یکچشمی کی تعبیر کریں اور قرآن کے انکار سے اپنے تئیں بچا لیں نہیں
سوچتے کہ ابن مریم یا یکچشم کا لفظ بھی اسی پاک منہ سے نکلا ہو جس سے لمبے ہاتھ کا لفظ نکلا تھا۔ بلکہ لمبے ہاتھ کے
حقیقی اور ظاہری معنے مراد ہونے پر تو تصدیق نبوی بھی ہو چکی تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو
ہی سرگرمی کیساتھ ہاتھ ناپے گئے تھے۔ اور سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے تھے اور یہی قرار پایا تھا کہ
سب سے پہلے سودہ فوت ہو گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کے ناپنے دیکھ کر بھی منع نہیں
فرمایا تھا جس سے اجماعی طور پر سودہ کی وفات تمام بیویوں سے پہلے یقین کی گئی لیکن آخر کار ظاہری معنے
صحیح نہ نکلے جس سے ثابت ہوا کہ اس پیشگوئی کی اصل حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم

اگر حال کے علما ذرا سوچیں اور تواریخ کے صفحہ صفحہ پر نظر ڈالیں اور آدم کے وقت سے
آج تک جو قریب چھ ہزار برس کے گذرا ہے جسقدر دین حق کے مقابلہ پر فتنہ اندازیاں ہوئی
ہیں۔ انکا حال کے فتنہ اندازیوں اور کوششوں سے موازنہ کریں تو خود انہیں اقرار کرنا پڑیگا جو
باطل کو حق کیساتھ ملانے کے لئے جسقدر منصوبہ اس عیسائی قوم سے ظہور میں آئے اور آرہے
ہیں اسکا کروڑم حصہ بھی کسی دوسری قوم سے ہرگز ظہور میں نہیں آیا۔ اگرچہ ناحق کے خون کرنیوالے
کتابوں کے جلانیوالے۔ راستبازوں کو قید کرنیوالے بہت گذری ہیں مگر انکے فتنے دلوں کو تہ و بالا کرنیوالے
نہیں تھے بلکہ مومن لوگ دکھ اٹھا کر اور بھی زیادہ استقامت میں ترقی کرتے تھے لیکن ان لوگوں
کا فتنہ دلوں پر ہاتھ ڈالنے والا اور ایمان کو شبہات سے ناپاک کرنیوالا ہے جو اعتقادوں کے بگاڑنے کے لئے
زہر ہلاہل کا اثر رکھتا ہے خیال کرنیکا مقام ہے کہ جس قوم نے چھ کروڑ کتاب وساوس اور شبہات کے
پھیلانے کے لئے ابتک تقسیم کردی اور آئندہ بھی بڑی سرگرمی سے یہ کارروائی جاری ہے

اس قوم کے مقابل پر کس زمانہ مین کوئی نظیر مل سکتی ہے۔ بلکہ چھ ہزار برس کی مدت پر نظر ڈالنے سے کوئی نظیر پیدا نہین ہوئی۔ تو پھر کیا ابھی تک منشاء حدیث کے موافق ثابت نہیں ہوا کہ ان لوگون کی فتنہ اندازی بے مثل و مانند ہے زمانہ نے آخر کار جس فتنہ عظیمہ کو ظاہر کیا وہ یہی فتنہ ہے جس سے لاکھون مسلمانونکو گرجاؤن مین بٹھادیا کروڑہا کتابین رد اسلام مین تالیف ہوگئین سو اس موجودہ فتنہ کو کان لم یکن سمجھنا انہین سودیوں کا کام ہے جنکے دل مین ہرگز یہ خیال نہین کہ اپنی زندگی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی دیکھلین +

بعض نافہم مولوی بطور جرح یہ عذر پیش کرتے ہین کہ مسیح ابن مریم کی یہ علامت لکھی ہے کہ دجال معہودہ کو وہ قتل کریگا اور تمام اہل کتاب اسپر ایمان لے آوینگے اور اس خیال کی تائید مین یہ آیت پیش کرتے ہین وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہٖ قبل موتہٖ۔ مین کہتا ہون کہ اگر اس آیت کے یہی معنے ہین کہ مسیح کے نزول کیوقت تمام اہل کتاب ایمان لے آوینگے۔ تو پھر ہم ہرگز نہین کہہ سکتے کہ دجال کفر کی حالت مین ہی قتل کیا جائیگا۔ ماسوا اسکے مسلم کی حدیث مین صاف لکھا ہے کہ دجال کیساتھ ستر ہزار اہلکتاب شامل ہوجائینگے اور اکثر کی انہین سے کفر پر موت ہوگی اور مسیح کی وفات کے بعد بھی اکثر لوگ کافر اور بیدین باقی رہجائینگے جنپر قیامت آئیگی اور قرآن کریم بھی صریح اور صاف طور پر اس پر شہادت دیتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے

یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یعنے مین تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر یعنی یہود پر قیامت تک غلبہ دونگا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے دن تک یہود کی نسل تھوڑی بہت باقی رہ جائیگی اور پھر فرماتا ہے کہ اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنی ہم نے یہود اور نصارٰی مین قیامت کے دن تک عداوت اور بغض ڈالدیا ہے اس آیت سے بھی صاف طور پر ثابت ہوکہ یہود قیامت کے دن تک رہینگے کیونکہ اگر وہ پہلے ہی حضرت عیسٰی پر ایمان لے آوینگے تو پھر سلسلہ عداوت اور بغض کا قیامت تک کیونکر ممتد ہوگا لہذا ماننا پڑا کہ ایسا خیال کہ حضرت مسیح کے نزول

کی یہ علامت ہے کہ تمام اہل کتاب اسپر ایمان لے آوینگے صریح نص قرآن اور حدیث سے مخالف

خُلاصۂ فیصلہ

ہمارا دعویٰ جو الہام الٰہی کے رو سے پیدا ہوا اور قرآن کریم کی شہادتوں سے اپکا اور احادیث صحیحہ کی
مسلسل تائیدوں سے ہر ایک دیکھنے والی آنکھ کو نظر آنے لگا وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح عیسیٰ
بن مریم رسول اللہ جن پر انجیل نازل ہوئی تھی وہ اس عالم سفلی سے انتقال کر گئے اور اس جہان
فانی کو چھوڑ کر جہان جاودانی کے لوگوں میں جا ملے اور اس جسد عنصری کے خواص اور لوازم
کو ترک کر کے اُن خواص اور لوازم سے متمتع ہو گئے جو صرف ان لوگوں کو ملتے ہیں جو فوت ہو جاتے
ہیں اور وہاں لذات سے بہرہ یاب ہو گئے جو محض اُن لوگوں کو دی جاتی ہیں جو موت کے پل سے
گذر کر محبوب حقیقی کو جا ملتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص اس عالم کے لوگوں کو چھوڑتا ہے
اور عالم ثانی کے لوگوں سے جا ملتا ہے اور اس عالم کے لوازم اور خواص چھوڑتا ہے اور عالم
ثانی کے لوازم اور خواص قبول کر لیتا ہے اور اس عالم کے لذات قطعاً چھوڑتا ہے اور عالم
ثانی کے لذات پالیتا ہے اور اس عالم کے موثرات ارضی و سماوی چھوڑتا ہے اور عالم ثانی کی غیر
متبدل زندگی حاصل کرتا ہے اور اس عالم سے بکلی گم اور ناپدید ہو جاتا ہے اور اس عالم میں
ظہور فرما ہوتا ہے وہی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں کہتے ہیں کہ مر گیا اور اس بات میں کچھ
بھی شبہ نہیں کہ یہ تبدیلی جو بہ تغییر الفاظ موت کے نام سے موسوم ہے حضرت مسیح کی دنیوی زندگی
پر وارد ہو چکی ہے اور اس تبدیلی کے ضروری لوازم میں وہ اپنے ان دوسرے بھائیوں سے کسی بات
میں کم نہیں ہیں جو دنیا و مافیہا کو چھوڑ گئے۔ اُس عالم کے لوگ جو مرنے کے بعد اُس جگہ پہنچتے ہیں
ان کی یہ علامات خاصہ ہیں کہ وہ نہ سوتے ہیں اور نہ اس عالم کی روٹی کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے
ہیں اور نہ وہ بیمار ہوتے ہیں اور نہ انہیں پاخانہ اور پیشاب کی ضرورت ہوتی ہے نہ بالوں اور
ناخنوں کے کٹانے کی انہیں حاجت پڑتی ہے اور نہ روشنی کے لئے وہ سورج اور چاند کے محتاج

ہوتے ہین اور نہ اُنپر زمانہ اثر کرتا ہے۔ اور نہ ہوا کے ذریعہ سے وہ دم لیتے ہین اور نہ کسی
روشنی کے ذریعہ سے وہ دیکھتے ہین ایسا ہی وہ ہوا کے ذریعہ سے سنتے بھی نہین۔ اور نہ
سونگھتے ہین اور نہ توالد تناسل پر قادر ہوتے ہین غرض ایک پورا انقلاب انکی ہستی پر وارد
ہو جاتا ہے جسکا نام موت رکھا گیا ہے۔ انکو جسم تو دیا جاتا ہے مگر وہ جسم اس عالم کے خواص
اور لوازم نہین رکھتا۔ ہان وہ بہشت مین کہاتے پیتے بھی ہین مگر وہ اس عالم کا طعام و شراب
نہین جسکا جسم عنصری محتاج ہے بلکہ وہ ایسی نعمتین ہین۔ جو نہ آنکھون نے دیکھین اور نہ
کانون نے سنین اور نہ ذہن کبھی گذرین۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح مرے نہین۔ و اسی
دنیوی زندگی کیساتھ کسی آسمان پر بیٹھے ہین تو کیا تمام لوازم جسم خاکی کے اُن مین خصوصیت
کیساتھ موجود ہین جو دوسرون مین نہین پائے جاتے۔ کیا وہ کبھی سوتے اور کبھی جاگتے
ہین اور کبھی اُٹھتے اور کبھی بیٹھتے ہین اور کبھی دنیوی شراب و طعام کو کھاتے پیتے ہین
اور کیا وہ اوقات ضروریہ مین پاخانہ پھرتے اور پیشاب بھی کرتے ہین اور کیا وہ ضرورتون کے
وقت ناخنون کو کٹاتے اور بالون کو منڈواتے یا قصر شعر کراتے ہین۔ کیا انکے لیٹنے کیلئے کوئی
چارپائی اور کوئی بستر بھی ہے کیا وہ ہوا کے ساتھ دم لیتے اور ہوا کے ذریعہ سے سونگھتے اور
ہوا ہی کے ذریعہ سے سنتے اور روشنی کے ذریعہ سے دیکھتے ہین اور کیا وہ زمانہ کے اثر سے
اب بڈھے ہوگئے ہین تو بلاشبہ اسکا جواب یہی دیا جائیگا کہ دنیوی ہستی کے لوازم اور خواص اُن
مین باقی نہین رہے بلکہ وہ ہریک حالت مین اُن لوگون کے ہمرنگ ہین جو اس دنیا کو فوت ہونے
کی وجہ سے چھوڑ گئے ہین اور نہ صرف ہمرنگ بلکہ اُس فوت شدہ جماعت مین داخل ہین سو
اس جواب سے تو ان کی موت ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جبکہ انہون نے فوت شدہ لوگون کی
طرح عالم ثانی کی زندگی کے تمام لوازم اختیار کر لئے جو فوت شدہ لوگون کی علامات مین سے ہین
اور نہ صرف اختیار ہی کئے بلکہ اُس جماعت مین جا ملے اور فرمان اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ کا قبول
کر کے وَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کا مصداق ہوگئے تو پھر اگر انکو فوت شدہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جاوے ظاہر ہے

کہ عالم دو ہی ہین +

ایک یہ دنیا کا عالم جبتک انسان اس عالم مین ہوتاہے اور اس عالم کے لوازم جیسے
کہانا۔ پینا۔ پہننا دم لینا جاگنا سونا اور بدنی نشوونما یا تحلیل کیوجہ سے معرض تغیر مین ہونا اس
کے شامل حال ہوتے ہین اسوقت تک اسکو زندہ کہا جاتاہے اور جب لوازم کلی اس سے
دور ہوجاتے ہین تب سب بول اُٹھتے ہین کہ مرگیا اور پہر بعد موت کے عالم ثانی کے لوازم اس مین
پیدا ہوجاتے ہین۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ جس جماعت مین انسان داخل ہوتاہے۔ اُسی
جماعت کے حالات پر اس کے حالات کا قیاس کیا جاتاہے جو شخص اس دنیا کے لوگون مین داخل ہے
وُہ اسی دنیا مین سے سمجھا جائیگا اور جو شخص اس دنیا کو چھوڑ گیا اور عالم ثانی کی جماعت مین
جا ملا وہ اُسی جماعت مین سے خیال کیا جائیگا اب دیکھ لینا چاہئے کہ مسیح کس جماعت مین داخل ہے
جس جماعت مین داخل ہوگا اسی جماعت کے احکام اُسپر وارد ہونگے خدا تعالے قرآن کریم مین فرماتا
ہے کہ کوئی شخص فوت شدہ جماعت مین بغیر فوت ہونیکے داخل نہین ہوسکتا لیکن یہ بات صحیح
بخاری سے بھی معلوم ہوچکی ہے کہ مسیح ابن مریم فوت شدہ جماعت مین داخل ہے اور یحییٰ بن زکریا
کے ساتھ دوسرے آسمان مین موجود ہے اور خدا تعالے یہ بھی فرماتاہے کہ کوئی شخص میری طرف بغیر مرنیکے
آنہین سکتا لیکن کچھ شک نہین کہ مسیح اس کی طرف اٹھایا گیا سو وہ ضرور مرگیا خدا تعالی نے اپنی
پاک کلام مین اُسکو انی متوفیک ورافعک الی سے پکاراہے سو لفظ متوفی جن عام معنون سے تمام
قرآن اور حدیثون مین مستعمل ہے وہ یہی ہے کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو معطل چھوڑ دینا۔ یہ بڑے
تعجب کی بات ہے کہ تمام جہان کے لئے تو توفی کے یہی معنے روح قبض کرنیکے ہون لیکن مسیح ابن مریم کے
لئے جسم قبض کرنیکے معنے لئے جاوین کیا ہم خاص عیسی کے لئے کوئی نئی لغت بنا سکتے ہین جو کبھی اللہ اور
رسول کے کلام مین مستعمل نہین ہوئے اور نہ عرب کے شعرا و زبان دان کبھی اس کو استعمال مین لائے پھر جس
حالتین توفی کے یہی شایع متعارف معنی ہین کہ روح قبض کیا گیا خواہ بطور نا قص یا بطور تام تو پھر رفع سے
رفع جسد کیون مراد دیا جاتاہے ظاہر ہے کہ جس چیز پر قبضہ کیا جائیگا رفع بھی اسی کا ہوگا نہ یہ کہ قبض

روح کا ہو اور جسم کا رفع کیا جاوے غرض برخلاف اُس متبادر و مستعمل معنوں کے جو قرآن شریف سے توفی کے لفظ کی نسبت اول سے آخر تک سمجھے جاتے ہیں ایک نئے معنے اپنی طرف سے گھڑ لینا یہی تو الحاد اور تحریف ہے خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچاوے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ توفی کے معنے تفسیروں میں کئی طور سے کئے گئے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ وہ مختلف اور متضاد اقوال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان سے نہیں لئے گئے ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ بیان جو چشمہ وحی سے نکلا ہے اُس میں اختلاف اور تناقض رہ پا سکتا۔ بلکہ وہ مفسرین کے صرف اپنے اپنے بیانات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کبھی انکا کسی خاص معنے پر اجماع نہیں ہوا۔ اگر انہیں سے کسی کو وہ بصیرت دیجاتی جو اس عاجز کو دی گئی تو ضرور اسی ایک بات پر اُن کا اجماع ہو جاتا لیکن خدا تعالیٰ نے اس قطعی اور یقینی علم سے انکو محروم رکھا تا اپنے ایک بندہ کو کامل طور پر علاوہ دیگر آدم صفی اللہ کیطرح اُس کی علمی فضیلت کا ایک نشان ظاہر کرے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اکثر مفسرین مسیح ابن مریم کی موت کے تو قائل ہیں لیکن یہ بھی تو کہتے ہیں کہ بعد اس کے پھر زندہ ہو گئے اسکے جواب میں کہتا ہوں کہ جن بزرگوں کو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے کے بعد اُس کے زندہ ہو جانیکا اعتقاد ہے وہ ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ مسیح کو مرنیکے بعد دنیوی زندگی ملی تھی بلکہ وہ خود مانتے ہیں کہ مسیح کو مرنیکے بعد ایسی زندگی ملی تھی جو دنیوی زندگی سے بالکل مبائن اور معاد اور عالم ثانی کی زندگی کے قسم میں سے تھی۔ اور اس زندگی کے قسم میں تھی جو فوت ہونیکے بعد حضرت یحییٰ کو ملی۔ حضرت ادریس کو ملی۔ حضرت یوسف کو ملی۔ حضرت ابراہیم کو ملی۔ حضرت موسیٰ کو ملی۔ حضرت آدم کو ملی۔ اور جو سب سے زیادہ تر ہمارے سید و مولے نبی عربی ہاشمی امی کو ملی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اخوانہ اجمعین ✦

اور اگر کوئی کہے کہ نہیں حیات وہ زندگی جو مسیح کو مرنیکے بعد ملی وہ حقیقت میں دنیوی زندگی تھی تو ایسے قائل کو ساتھ اس کے ماننا لازم ہوگا کہ مسیح میں دنیوی زندگی کے لوازم موجود ہیں اور وہ اس عالم کے انسانوں کی طرح ہوا کے ذریعہ سے دم لیتا ہے اور ہوا کے ذریعہ سے آوازیں سنتا اور کھاتا پیتا اور تمام مکروہات

پیشاب اور پاخانہ وغیرہ سب اسکو لگے ہوئے ہیں لیکن قرآن شریف تو ان سب کی اسکی ذات سے نفی کرتا ہے اور حدیثیں صاف اور بلند آواز سے کہہ رہی ہیں کہ مسیح کی زندگی تمام گذشتہ اور فوت شدہ نبیوں کی زندگی سے بالکل ہمرنگ ہے چنانچہ معراج کی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اور عیسائی لوگ بھی باوجود اس کے کہ انکو مسیح کو فوت ہونے کے بعد زندہ اٹھائے جانے پر بڑا اصرار ہے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ آسمانوں میں دنیوی زندگی سے عمر بسر کرتے ہیں بلکہ محض موسیٰ اور داؤد اور دوسرے نبیوں کی زندگی کی مانند مسیح کی زندگی خیال کرتے ہیں کیونکہ مسیح کو خود اس بات کا اقرار ہے۔

اس جگہ یہ بھی ظاہر رہے کہ توفی کے معنے وفات دینے کے صرف اجتہادی طور پر ہم نے معلوم نہیں کئے بلکہ مشکوٰۃ کے باب الحشر میں بخاری اور مسلم کی حدیث جو ابن عباس سے ہے صریح اور صاف طور پر اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت فلما توفیتنی کی یہی تفسیر فرماتے ہیں کہ درحقیقت اس سے وفات ہی مراد ہے بلکہ اُسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سوال حضرت مسیح سے عالم برزخ میں اُنکی وفات کے بعد کیا گیا تھا نہ یہ کہ قیامت میں کیا جائے گا۔ پس جس آیت کی تفسیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی کھول دیا پھر اگر کوئی تفسیر نبوی کو بھی سنکر شک میں رہے تو اس کے ایمان اور اسلام پر افسوس اور تعجب نہ کریں تو اور کیا کریں دیکھو اس حدیث کو امام بخاری انہیں معنوں کیطرف اشارہ کرنے کی غرض سے اپنی صحیح کے کتاب التفسیر میں لایا ہے دیکھو صفحہ ۶۶۵ بخاری۔

بعض صاحب ان سب دلائل شافیہ کو سنکر حضرت مسیح کی وفات کے قائل تو ہو جاتے ہیں مگر پھر وہ دوبارہ یہ وہم پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ انکو زندہ کرکے پھر قبر میں سے اٹھا دے ہم اس وہم کے جواب میں کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں وعدہ کر چکا ہے کہ جو شخص ایکدفعہ مر چکا اور واقعی موت جو اسکے لئے مقدر تھی اُسپر وارد ہو چکی پھر دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائیگا اور نہ دنیا میں دو موتیں اُسپر وارد کیجائیں گی اس جواب کے سننے کے بعد پھر وہ ایک اور وہم پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے جیسے وہ مردہ جسکا خون بنی اسرائیل نے چھپا لیا تھا

جسکا ذکر اس آیت میں ہے واذ قتلتم نفسًا فادّارأتم فیہا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون
اسکا جواب یہ ہے کہ ایسے قصوں میں قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی
مردہ زندہ ہوگیا تھا اور واقعی طور پر کسی قالب میں جان پڑ گئی تھی بلکہ اس آیت پر نظر غور کرنے سے
صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کر کے چھپا دیا تھا اور بعض
بعض پر خون کی تہمت لگاتے تھے سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجھائی تھی
کہ تم ایک گائے کو ذبح کر کے اسکی بوٹیاں اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے ان
بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو
لاش سے ایسی حرکات صادر ہونگی جس سے خونی پکڑا جائے۔۔

اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بعض کا خیال ہے
کہ یہ صرف ایک دہمکی تھی کہ تا چور بیدل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر
ہوتا ہے اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جنکو عالم الملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں اصل حقیقت
یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جسکے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ
جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول
امور کا پتہ لگ سکتا ہے ہمیں چاہیئے کہ کسی سچائی کو ضائع نہ کریں اور ہر یک وہ حقیقت یا خاصیت
جو عین صداقت ہے اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھیں علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے
جو طبیعی کا ایک روحانی حصہ ہے جس میں بڑے بڑے خواص و عجائبات پائے جاتے ہیں اور
اس کی اصلیت یہ ہے کہ انسان جسطرح باعتبار اپنے مجموعی وجود کے تمام چیزوں پر خلیفۃ اللہ
ہے اور سب چیزیں اس کے تابع کر دی گئی ہیں اسی طرح انسان
جس قدر اپنے اندر انسانی قویٰ رکھتا ہے تمام چیزیں ان قویٰ کی
کسی طرح پر تابع ہیں کہ شدت اثر مناسبہ کے ساتھ
اُنکا اثر قبول کر لیتی ہیں

کہ لیتی ہین انسان قوت فاعلہ کے ساتھ دنیا مین بھیجا گیا ہے اور دوسری چیزین قوت منفعلہ
رکھتی ہین ادنی اثر انسان کی قوت فاعلہ کا یہ ہے کہ ہر ایک جاندار اسے ایسا ہی سکتا ہے کہ اسکے خلاف
مین اپنے تئین شمار کر لیتا ہے۔ اور اسکا مسخر ہو جاتا ہے نظر سے جن انسانون کو قوت فاعلہ کا بہت سا
حصہ دیا ہے اُن سے عمل الترب کے عجیب عجیب خواص ظاہر ہوتے ہین درحقیقت وہ ایک ایسا جانور ہے کہ اس کے
ظاہری اور باطنی قوے ترقی دینے سے ترقی پذیر ہو سکتے ہین اور انکی قوت فاعلی کا اثر بڑھ جاتا ہے
مثلاً جن لوگون کو ہمارے ملک مین ڈاین سمجھتے ہین انکی صرف اسقدر حقیقت ہے کہ انکی زہریلی
نظر سے ضعیف الخلقت لوگ بچے وغیرہ کسیقدر متاثر ہو جاتے ہین بعض لوگ اپنی زہریلی نظر سے
درندون کو مغلوب متاثر کر کے آسانی سے انکا شکار کر لیتے ہین بعض اپنے تصورات کی مشق
کی وجہ سے دوسرے کے دل مین ڈال دیتے ہین بعض اپنی کیفیت ذوقی کا اثر اپنے عمل کے زور
سے دوسرے کے دل تک پہنچا سکتے ہین بعض بیجان چیزون پر اثر ڈال کر انمین حرکت پیدا
کر دیتے ہین چنانچہ زمانہ حال مین بھی ان باتون مین مشق رکھنے والے بہت نظر آتے ہین
بعض کٹے ہوئے سر بکری وغیرہ کے عمل الترب کے زور سے ایسی حرکت مین لاتے ہین کہ وہ
ناچتے ہوئے دکھائی دیتے ہین بعض عمل الترب کے زور سے چور کا پتہ لگا لیتے ہین قرآن یا لوٹے
کو حرکت دیکر چور کا پتہ نکالتے ہین حقیقت مین یہ عمل الترب کی ایک شاخ ہے اگرچہ اس کی شرائط
ضروریہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے غلطی واقع ہو چنانچہ اسی وجہ سے بکثرت غلطی واقع ہوتی
بھی ہے لیکن یہ غلطی اس عمل کی عزت اور عظمت کو گھٹا نہین سکتی کیونکہ بہت سے تجارب صحیحہ سے
اس کی اصلیت ثابت ہو چکی ہے۔ بیشک انسانی حیات اور شعور کا اثر دوسری چیزون پر بھی
پڑ سکتا ہے اور انسان کی قوت کششی کا پرتوہ جمادات یا کسی مردہ حیوان پر پڑ کر اس کو بعض
مجہولات کے انکشاف کا آلہ بنا سکتا ہے چنانچہ قضیہ مذکورہ بالا جس کا آیت مذکورہ بالا مین ذکر ہے
اسی قسم میں سے ہے اور بعض یہ حجت پیش کرتے ہین کہ آیت یحی اللہ الموتی سے حیات حقیقی کا ثبوت نہیں
ملتا کیونکہ یہ قدرت ثابت ہونے سے دوسری قدرت کیطرف اشارہ ہے چنانچہ جابجا قرآن شریف مین

یہی طریق ہے یہانتک کہ نباتات کے اُگنے کو احیاء موتیٰ پر دلیل ٹھہرائی گئی ہے ۔ وہی آیت کذالک
یحیی اللہ الموتیٰ ان مقامات مین بھی لکھی گئی ہے ۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قرآن کریم مین چار پرندون
کا ذکر لکھا ہے کہ انکو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کرکے چار پہاڑیون پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے
آنگئے تھے یہ بھی عمل الترب کیطرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجربے تبلا رہے ہین کہ انسان مین
جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان
کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف
کھینچ لے ۔ فتدبر ولا تغفل ۔ اب پھر ہم اصل بحث کیطرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ تمام مقدس
لوگ جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے وہ دوسرے جہان مین زندہ ہین ۔ چنانچہ جب مسیح سے
قیامت کے منکرون نے سوال کیا کہ مردون کے جی اٹھنے پر کیا دلیل ہے تو مسیح نے یہی جواب دیا کہ
خداتعالیٰ توریت مین فرماتا ہے کہ ابراہیم کا خدا اسحاق کا خدا یعقوب کا خدا ۔ سو خدا زندون کا خدا ہوتا
ہے نہ مردون کا ۔ اس سے مسیح نے اسبات کا اقرار کر لیا کہ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب زندے ہین
اور عازر کے قصہ مین بھی مسیح نے ابراہیم کا زندہ ہونا مان لیا ہے اور آجتک عیسائی لوگ اس
بات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ مسیح کی زندگی کو ابراہیم کی زندگی پر کیا ترجیح ہے اور مسیح کی
زندگی مین وہ کونسے خاص لوازم ہین جو ابراہیم کی زندگی مین نہیں ظاہر ہے کہ اگر ابراہیم کو ایک
جسم نہ ملتا تو لعازر اس کی گود مین کیونکر بیٹھتا مسیح نے انجیل مین خود اقرار کر لیا کہ ابراہیم جسم کے
سمیت عالم ثانی مین موجود ہے پھر مسیح کے جسم مین کونسی انوکھی بات ہے تا کوئی منصف یقین کر لیوے
کہ مسیح تو جسم خاکی عنصری رکھتا ہے مگر ابراہیم کا نورانی جسم ہے ہان اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح کے
جسم مین خاکی جسم کے لوازم موجود ہین جیسے روٹی کھانا پانی پینا پیشاب کرنا ۔ پاخانہ پھرنا وغیرہ
وغیرہ اور ابراہیم کے جسم مین یہ لوازم موجود نہین تو بھلا پھر کون ہے کہ اس ثبوت کے بعد پھر بھی سر انکار
رہے لیکن بیشک یہ ثبوت نہ عیسائی لوگ پیش کر سکے اور نہ مسلمانون مین سے کسی نے پیش کیا
بلکہ دونون فریق کو صاف اقرار ہے کہ مسیح کی زندگی دوسرے نبیون کی زندگی سے صفحہ الحقیقت

اور ہم رنگ اور یک ذرہ مابہ الامتیاز درمیان نہیں پھر بھلا ہم کیونکر مان لیں کہ مسیح کسی نرالے جسم کے ساتھ آسمان پر بیٹھا ہے اور دوسرے سب بغیر جسم کے ہیں ہمکو محض جبر اور تحکم کی راہ سے یہ سنایا جاتا ہے کہ اسی بات پر تمام امت کا اجماع ہے لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سلف اور خلف کا تو کسی ایک بات پر اتفاق ہی نہیں تو ہم کیونکر قبول کر لیں کہ ہاں اجماع ہی ہے بھلا اگر مسیح کی زندگی پر کسی کا اجماع ہے تو ایک قول تو دکھلاؤ جس میں سلف کے لوگوں نے مسیح کی زندگی ایک دنیوی زندگی قرار دی ہو اور دنیوی زندگی کے لوازم اسمیں قبول کر لئے ہوں اور دوسروں کو اُس سے باہر رکھا ہو بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس بات پر تمام خلف و سلف کا اجماع معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے لوگوں میں جا ملا ہے اور بلاکم و بیش انہیں کی زندگی کے موافق اسکی زندگی ہے گو بعض نے نادانی سے مسیح کی موت سے انکار کیا ہے مگر باوجود اسکے قبول کر لیا ہے کہ وہ مرنے والے لوگوں کی طرح اس عالم کو چھوڑ گیا ہے اور اُس جماعت میں جا ملا جو مر گئے ہیں اور بکلی انکے رنگ میں ہو گیا بھلا کوئی دانشمند انسے پوچھے کہ اگر یہ موت نہیں تو اور کیا ہے جس نے دنیا کے عالم کو چھوڑ دیا اور دوسرے عالم میں جا پہونچا اور دنیا کے لوگوں کو چھوڑ دیا اور دوسرے جہان کے لوگوں میں سے ایک ہو گیا اگر اسکو فوت شدہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

اور ہم لکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم مسیح ابن مریم کو اپنی آیات کے تیس مقامات میں مار چکا ہے اور کیا عبارت النص کے طور پر اور کیا اشارۃ النص کے طور پر کیا فحوائے نص کے طور پر اُسکی موت کی شہادت دے رہا ہے اور ایک بھی ایسی آیت نہیں پائی جاتی جو اُسکے زندہ ہونے اور زندہ اُٹھائے جانے پر ایک ذرہ بھی اشارہ کرتی ہو ہاں بعض بے اصل اور بیہودہ اقوال تفسیروں میں پائے جاتے ہیں جنکی تائید میں نہ کوئی آیت قرآن کریم کی پیش کی گئی ہے اور نہ کوئی حدیث معرض بیان میں دی گئی ہے اور بااینہمہ اُن اقوال کی بنا یقین پر نہیں کیونکہ انہیں تفسیروں میں بعض اقوال کے مخالف بعض دوسرے اقوال بھی لکھے ہیں مثلاً اگر کسی کا یہ مذہب لکھا ہو کہ مسیح ابن مریم جسم عنصری کے

ساتھ زندہ ہی اٹھایا گیا تو ساتھ ہی اس کے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بعض کا یہ بھی مذہب ہے کہ مسیح فوت
ہوگیا ہے بلکہ ثقات صحابہ کی روایت سے فوت ہو جانے کے قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن عباس
رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے۔

رہی حدیثیں سو اُن میں کسی جگہ بیان نہیں کیا گیا کہ مسیح ابن مریم جو رسول اللہ تھا جس پر انجیل نازل
ہوئی تھی جو فوت ہو چکا ہے درحقیقت وہی عالم آخرت کے لوگوں میں سے نکل کر پھر اس دنیا کے لوگوں میں
آجائیگا بلکہ حدیثوں میں ایک ایسی طرز اختیار کی گئی ہے جس سے ایک دانا انسان صریح سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم
سے مراد مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ اُسکی صفات خاصہ میں کوئی اُسکا مثیل مراد ہے کیونکہ احادیث صحیحہ
میں دو پہلو قائم کرکے ایک پہلو میں ظاہر کرنا چاہا ہے کہ اسلام تنزل کرتا کرتا اُس حد تک پہنچ جائیگا
کہ اُس وقت کے مسلمان اُن یہودیوں کے مشابہ بلکہ بعینہٖ وہی ہو جائینگے جو حضرت مسیح ابن مریم کے وقت میں
موجود تھے پھر دوسرے پہلو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اُس تنزل کے زمانہ میں کہ جب مسلمان لوگ ایسے یہودی بن جائینگے
کہ جو عیسیٰ بن مریم کے وقت میں تھے تو اُس وقت اُنکی اصلاح کے لئے ایک مسیح ابن مریم بھیجا جائیگا۔ اب ظاہر ہے
کہ اگر اِس پیشگوئی کے وہ دونوں ٹکڑے اکٹھے کرکے پڑھے جائیں جو ایک طرف اس امت میں یہودیت کو قائم کرتے
ہیں اور دوسری طرف مسیحیت کو تو پھر اِس بات کے سمجھنے کے لئے کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا کہ یہ دونوں صفتیں
اسی امت کے افراد کی طرف منسوب ہیں اور ان حدیثوں کی قرآن کریم کے منشاء سے اسی صورت میں تطبیق ہوگی
کہ جب یہ دونوں صفتیں اسی امت کے متعلق کی جائیں کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں قرآن شریف
وعدہ فرما چکا ہے کہ خلافت محمدیہ کا سلسلہ باعتبار اول اور آخر کے بعینہٖ خلافت موسویہ کے سلسلہ
سے مماثل و مشابہ ہے یعنی اِس امت کے اعلیٰ اور ادنیٰ افراد کا بنی اسرائیل کی اُمت سے تشابہ قلوب ہے اعلیٰ
کے اعلیٰ سے اور ادنیٰ کی ادنیٰ سے اور یہ دونوں سلسلے اپنی ترقی اور تنزل کی حالتیں بالکل باہم مماثل اور مشابہ
ہیں اور جیسا کہ موسوی شریعت چودہ سو برس کے قریب عمر پاکر اس مدت کے آخری ایام میں اوج اقبال سے گر گئی تھی
اور ہر یک بات میں تنزل راہ پاگیا تھا کیا دُنیوی حکومت و سلطنت میں اور کیا دینی تقویٰ اور طہارت میں ایسا ہی
تنزل اسی مدت کے بعد اسلامی شریعت میں بھی راہ پاگیا اور موسوی شریعت میں تنزل کے ایام کا مصلح جو منجانب اللہ آیا وہ مسیح

ضرور تھا کہ دونوں سلسلہ میں پوری مماثلت دکہلانیکی غرض سے اسلامی تنزل کے زمانہ مین بھی کوئی مصلح
ابن مریم کے رنگ پر آتا۔ اور اسی زمانہ کے قریب قریب آتا جو موسوی شریعت کے تنزل کا زمانہ تھا۔
وہ تمام باتیں ہیں جو قرآن شریف سے مترشح ہوتی ہین جب ہم قرآن شریف پر غور کرین تو گویا وہ
دونوں ہاتھ پھیلا کر ہمیں بتلا رہا ہے کہ یہی سچ ہے تم اسکو قبول کرو لیکن افسوس کہ ہمارے علما سچائی
کو دیکھکر پھر اس کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہین کہ کیا پہلے علما میں یہ سمجھ اور فہم نہیں تہا جو تمہیں دیا
گیا اور آپ ہی کتابوں مین پڑھتے ہین کہ جب مسیح ابن مریم آئیگا تو وہ ایسے ایسے استنباط قرآن
سے کریگا جو علماء وقت کے نظر میں اجنبی معلوم ہونگے اور اسیوجہ سے وہ آمادہ مخالفت ہو جائینگے
دیکھو مجلد ثانی مکتوبات امام ربانی صفحہ ۱۰۷۔ اور کتاب آثار القیامت مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم
اب کیا ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ اور وہ قرائن جنسے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث کا ہرگز یہ منشا نہیں
کہ مسیح ابن مریم سے نبی اسرائیلی صاحب انجیل مراد ہے بتفصیل ذیل ہین ٭

اول یہی جو اوپر لکھا گیا کہ ایسا خیال قرآن کریم کی ان پیشگوئیوں کے مخالف ہے جن مین خلافت
موسویہ اور خلافت محمدیہ کی ترقی اور تنزل کا سلسلہ معہ اس کے تمام لوازم کے ایک ہی طرز پر واقع
ہونا بیان فرمایا گیا ہے اور صریح بلند آواز سے بتلایا گیا ہے کہ اسلامی شریعت کے تنزل کے زمانہ
کا تدارک اسیطرح اور نہج سے اور اسی رنگ کے مصلح سے کیا جائیگا جیسا کہ موسوی شریعت کے
تنزل کے زمانہ کیوقت کیا گیا تھا یعنی اللہ جلشانہٗ کا قرآن کریم میں منشاء یہ ہے کہ اسی شریعت
کے مصلح جو اس دین میں پیدا ہونگے شریعت موسوی کے مصلحین سے متشابہ اور متماثل ہونگے۔ اور
جو کچھ خدا تعالے نے موسوی شریعت کی ترقی اور تنزل کے زمانہ مین کارروائیاں کی تھین وہی
کارروائیاں اس امت کی ترقی اور تنزل کے زمانہ مین کریگا۔ اور جو اسکی مشیت نے تنزل
کے زمانہ میں یہودیوں پر کسل اور ضلالت اور تفرقہ وغیرہ کا اثر ڈالا تھا۔ اور پھر اس کی
صلاحیت کے لئے ایک بردبار اور دقیقہ رس اور روح سے تائید یافتہ مصلح دیا تھا یہی سنت اللہ
اسلام کے تنزل حالت مین ظہور مین آئیگی۔ اب اگر اس منشا کے مخالف حل

مسیح ابن مریم کو ہی دوبارہ زمین پر اتارا جائے تو قرآن شریف کی تعلیم سے صریح مخالفت ہے۔

دوم۔ قرآن شریف قطعی طور پر عیسیٰ ابن مریم کی موت ثابت و ظاہر کر چکا ہے صحیح بخاری جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب سمجھی گئی ہے اس میں فلما توفیتنی کے معنے وفات ہی لکھے ہیں اسی وجہ سے امام بخاری اس آیت کو کتاب التفسیر میں لایا ہے۔

سوم۔ قرآن کریم کئی آیتوں میں بتصریح فرما چکا ہے کہ جو شخص مر گیا پھر وہ دنیا میں کبھی نہیں آئے گا لیکن نبیوں کے ہمنام اس امت میں آئیں گے۔

چہارم۔ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

پنجم یہ کہ احادیث صحیحہ بصراحت بیان کر رہی ہیں کہ آنیوالا مسیح ابن مریم امتیوں کے رنگ میں آئے گا چنانچہ اسکو امتی کر کے بیان بھی کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے اور [illegible] جو کچھ اطاعت اور پیروی امت پر لازم ہے وہ سب اُسکے لازم حال ٹھہرائی گئی۔

ششم یہ کہ بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اصل مسیح ابن مریم کا اور حلیہ بتلایا گیا ہے اور آنیوالے مسیح ابن مریم کا اور حلیہ ظاہر کیا گیا ہے اب ان قرائن کے رو سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہے کہ آنیوالا مسیح ہرگز وہ مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ اسکا مثیل ہے اور اسوقت اُسکے آنیکا وعدہ تھا کہ جب کروڑہا افراد مسلمانوں میں سے یہودیوں سے مثیل ہو جائیں تا خدا تعالیٰ اس امت کی دونو قسموں کی استعدادیں ظاہر کرے نہ یہ کہ اس امت میں صرف یہودیوں کی نجس صورت قبول کرنے کی استعداد ہو اور مسیح بنی اسرائیل میں سے آوے بلاشبہ ایسی صورتیں اُس مقدس اور روحانی معلم اور پاک نبی کی بڑی ہتک ہے جس نے یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ اس اُمت میں مثیل انبیاء بنی اسرائیل پیدا ہونگے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جس حالت میں اصل عیسیٰ ابن مریم آنیوالا نہیں تھا بلکہ اُس کا

مثیل نہیں مانتا تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ مثیل آنیوالا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ عام محاورہ ہے کہ جب متکلم کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں مماثلت تام ہے تو مشبّہ کا مشبّہ بہ پر حمل کر دیتا ہے تا انکی فرق کی ہو جیسے امام بخاری کی نسبت ایک جلسہ میں کہا گیا کہ دیکھو یہ احمد حنبل آیا ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ یہ بہشت اور یہ فرشتہ والا ہے یہ حاتم ہے یا مثلاً جیسے کوئی کسی کو کہتا ہے کہ تو گدھا ہے یا بندر ہے اور نہیں کہتا کہ تو گدھے کی مانند ہے یا بندر کی مانند کیونکہ وہ مطلب مماثلت تامہ کا جو اس کے دل میں ہوتا ہے مانند کہنے سے فوت ہو جاتا ہے اور جس کیفیت کو وہ ادا کرنا چاہتا ہے وہ ان لفظوں سے ادا نہیں ہو سکتے فتدبر

اُمّت احمد نہاں دارد دو چندے صد یہود | بے تواند شد مسیحائے تواند شد یہود
زمرۂ زیشاں بہ بدطینتان وابستہ مثل | زمرۂ دیگر بجائے انبیاء دارد قعود

بعض جماعت سادگی سے کہتے ہیں کہ سلاطین کی کتاب میں جو لکھا ہے کہ ایلیا جسم کے سمیت آسمان پر اُٹھایا گیا تو پھر کیا مسیح ابن مریم کے اُٹھائے جانے میں کچھ جائے اشکال ہے تو انکو واضح ہو کہ درحقیقت ایلیا بھی خاکی جسم کے ساتھ نہیں اُٹھایا گیا تھا چنانچہ مسیح نے اُسکی وفات کیطرف اشارہ کردیا جبکہ اُس نے یہودیوں کی اس بیہودہ ترددی جو وہ اپنی خام خیالی سے باندھے ہوئے تھے اور کہدیا کہ وہ ہرگز نہیں آئیگا اور ظاہر ہے کہ اگر وہ جسم خاکی کے ساتھ اٹھایا جاتا تو پھر خاک کی طرف اسکا رجوع کرنا ضروری تھا کیونکہ لکھا ہے کہ خاکی جسم خاک کیطرف ہی عود کرتا ہے منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم کیا ایلیا آسمان پر ہی فوت ہوگا یا کل من علیہا فان سے باہر رہیگا اگر سوچ کر دیکھو تو ایلیا کی چادر گرنے والی وہی اسکا وجود تھا جو اُس نے چھوڑ دیا۔ روحانی چولا پہن لیا۔

کیوں جناب لوگو تمہیں حق کا خیال
ابن مریم مر گیا حق کی قسم
[illegible] فرقاں سربسر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے

دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال
داخل جنت ہوا وہ محترم
اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا	ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب	کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
سخت شورے اوفتاد اندر زمیں	رحم کن بر خلق اے جاں آفریں
کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا	تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الورا

آمین

بعض مبائعین کا ذکر اور نیز اس سلسلہ کے معاونین کا تذکرہ اور اسلام کو یورپ اور امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز

میں رسالہ فتح اسلام میں کسیقدر لکھ آیا ہوں کہ اسلام کے ضعف اور غربت اور تنہائی کیوقت میں خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تا میں ایسے وقت میں جو اکثر لوگ عقل کی بد استعمالی سے ضلالت کی راہیں پھیلا رہے ہیں اور روحانی امور سے رشتۂ مناسبت بالکل کھو بیٹھے ہیں اسلامی تعلیم کی روشنی ظاہر کروں میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اسلام اپنا اصلی رنگ نکال لائیگا اور اپنا وہ کمال ظاہر کریگا جسکی طرف آیت لیظہرہ علی الدین کلہ میں اشارہ ہے۔ سنت اللہ اسیطرح واقع ہے کہ خزائن معارف و دقائق اسیقدر ظاہر کئے جاتے ہیں جسقدر انکی ضرورت پیش آتی ہے سو یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے جو اپنے ہزارہا عقلی مفاسد کو ترقی دیکر اور بیشمار معقولی شبہات کو منصۂ ظہور میں لاکر بالطبع اس بات کا تقاضا کیا ہے کہ ان اوہام و اعتراضات کے رفع دفع کیلئے فرقانی حقائق و معارف کا خزانہ کھولا جائے۔ بیشک یہ بات یقینی طور پر ماننی پڑیگی کہ جسقدر حق کے مقابل پر اب معقول پسندوں کے دلوں میں اوہام باطلہ پیدا ہوئے ہیں اور عقلی اعتراضات کا ایک طوفان برپا ہوا ہے اسکی نظیر کسی زمانہ میں پہلے زمانوں میں سے نہیں پائی جاتی۔ لہذا ابتدا سے اس امر کو بھی کہ ان اعتراضات کا براہین شافیہ سے

بحوالہ آیات قرآن مجید بکلی استیصال کر کے تمام ادیان باطلہ پر فوقیت اسلام ظاہر کر دیجائیگی یہی زمانہ پر
چھوڑا گیا تھا کیونکہ پیش از ظہور مفاسد اُن مفاسد کی اصلاح کا تذکرہ محض بے محل تھا اسیوجہ سے حکیم
مطلق نے اُن حقایق اور معارف کو اپنی کلام پاک میں مخفی رکھا اور کسی پر ظاہر نہ کیا جب تک کہ انکے اظہار کا وقت
آگیا ہاں اُسوقت کی اُسنے پہلے سے اپنی کتاب عزیز میں خبر دے رکھی تھی جو آیت هو الذی ارسل
رسوله بالهدى میں صاف اور کھلے کھلے طور پر مرقوم ہے سو یہ وہی وقت ہے اور ہریک شخص روحانی روشنی کا
محتاج ہو رہا ہے سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص کو دنیا میں بھیجا **وہ کون ہے؟ یہی ہے**
جو بول رہا ہے۔ رسالہ فتح اسلام میں بتفصیل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایسے عظیم الشان کاموں کے لئے قوم کے
ذی مقدرت لوگوں کی امداد ضروری ہوتی ہے اور اس سے زیادہ اور کونسی سخت معصیت ہوگی کہ ساری
قوم دیکھ رہی ہے کہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور وہ وبائیں پھیل رہی ہیں جو کسی آنکھ نے پہلے
ایسی نہیں دیکھی تھیں اس نازک وقت میں ایک شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے اُٹھا اور چاہتا ہے کہ اسلام کا خوبصورت
چہرہ تمام دنیا پر ظاہر کرے اور اُسکی راہیں مغربی ملکوں کی طرف کھولے لیکن قوم اسکی امداد سے دستکش
ہے اور سوء ظن اور دنیا پرستی کی راہ سے بکلی قطع تعلقات کر کے چپ چاپ بیٹھی ہے افسوس کہ ہماری
قوم میں سے بہتوں نے سوء ظن کی راہ سے ہریک شخص کو ایک ہی مکر اور فریب میں داخل کر دیا ہے اور
کوئی ایسا شخص جو روحانی سرگرمی اور دیانت داری کا اثر اپنے اندر رکھتا ہو شاید انکے نزدیک ممتنع الوجود ہے
بہت سے انمیں ایسے ہیں کہ وہ صرف دُنیوی زندگی کی فکروں میں لگے ہوئے ہیں اور انکی نگاہ میں وہ
لوگ سخت بیوقوف ہیں جو کبھی آخرت کا بھی نام لیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ دین سے بھی کچھ دلچسپی رکھتے
ہیں مگر صرف بیرونی صورت اور مذہب کی بے اصل باتوں میں اُلجھے ہوئے ہیں وہ نہیں جانتے کہ نبوی
تعلیم کا اعلیٰ مقصد کیا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے جس سے ہم اپنے مولیٰ کی دائمی رضامندی میں
داخل ہو جائیں۔

میرے پیارے دوستو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی
ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان و عرفان کے لئے

مجھے عطا کی گئی ہے اُس معرفت کی آپکو اور آپکی ذریت کو نہایت ضرورت ہے سو میں اسیلئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموال طیبہ سے اپنے دینی مہمات کیلئے مدد دیں اور ہریک شخص جہاں تک خدا تعالیٰ نے اُسکو وسعت و طاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسول سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے اور پھر میں جہانتک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے اُن علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں۔ مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ امریکہ اور یورپ میں تعلیم اسلام پھیلانے کیلئے کیا کرنا چاہئے کیا مناسب ہے کہ بعض انگریزی خوان مسلمانوں میں سے یورپ اور امریکہ میں جائیں اور وعظ اور منادی کے ذریعہ سے مقاصد اسلام اُن لوگوں پر ظاہر کریں لیکن میں عموماً اسکا جواب ہاں کے ساتھ کبھی نہیں دونگا میں ہرگز مناسب نہیں جانتا کہ ایسے لوگ جو اسلامی تعلیم سے پوری طور پر واقف نہیں اور اسکے اعلیٰ درجہ کی خوبیوں سے بکلی بیخبر اور نیز زمانہ حال کی نکتہ چینیوں کے جوابات پر کامل طور پر حاوی نہیں ہیں اور نہ روح القدس سے تعلیم پانیوالے ہیں وہ ہماری طرف سے وکیل ہو کر جائیں میرے خیال میں ایسی کارروائی کا ضرر اُسکے نفع سے اقرب اور اسرع الوقوع ہے الا ماشاء اللہ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کرنیکا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے اور اُنکا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے جنہے دریافت کیا ہے کہ تین ہزار کے قریب حال کے زمانہ نے وہ مخالفانہ باتیں پیدا کی ہیں جو اسلام کی نسبت بصورت اعتراض سمجھی گئی ہیں حالانکہ اگر مسلمانوں کی لاپروائی کوئی بد نتیجہ پیدا نہ کرتی تو اُن اعتراضات کا پیدا ہونا اسلام کیلئے کچھ خوف کا مقام نہیں بلکہ ضرور تھا کہ وہ پیدا ہوتے تا اسلام اپنے ہر یک پہلو سے چمکتا ہوا نظر آتا لیکن ان اعتراضات کا کافی جواب دینے کیلئے کسی منتخب آدمی کی ضرورت ہے جو ایک دریا معرفت کا اپنے صدر منشرح میں موجود رکھتا ہو جسکے معلومات کو خدا تعالیٰ کے الہامی فیض نے بہت وسیع اور عمیق کر دیا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ کام ان لوگوں سے کب ہو سکتا ہے جنکی سطحی حالت پر بھی نظر محیط نہیں اور ایسے سفیر اگر یورپ اور امریکہ میں جائیں تو کس کام کو انجام دیں گے اور مشکلات پیش کردہ کا کیا حل کریں گے اور ممکن ہے کہ انکے جاہلانہ

جوابات کا اثر معکوس ہو جس سے وہ تھوڑا سا ولولہ اور شوق بھی جو حال میں امریکہ اور یورپ کے بعض منصف دلوں میں پیدا ہوا ہے جاتا رہے اور ایک بھاری شکست اور ناحق کی سبکی اور ناکامی کے ساتھ واپس ہوں۔ سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں اُن ملکوں میں بھیجی جائیں اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر انکے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسے اُس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے ہاں اسقدر مَیں پسند کرتا ہوں کہ ان کتابوں کے تقسیم کرنیکے لئے یا اُن لوگوں کے خیالات اور اعتراضات کو ہم تک پہونچانے کی غرض سے چند آدمی اُن ملکوں میں بھیجے جائیں جو امامت اور مولویت کا دعویٰ نہ کریں بلکہ ظاہر کر دیں کہ ہم صرف اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ تا کتابوں کو تقسیم کریں اور اپنے معلومات کے حد تک سمجھا دیں اور مشکلات و مباحث دقیقہ کا حل اُن اماموں سے چاہیں جو اس کام کیلئے ملک ہند میں موجود ہیں۔

اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسلام میں اس قدر صداقت کی روشنی چمک رہی ہے اور اسقدر اسکی سچائی پر نورانی دلائل موجود ہیں کہ اگر وہ بل تحقیق کے زیر توجہ لائی جاویں تو یقیناً وہ ہر یک سلیم العقل کے دل میں گھر کر جاویں لیکن افسوس کہ ابھی وہ دلایل اندرونی طور پر بھی اپنی قوم میں شائع نہیں چہ جائیکہ مخالفوں کے مختلف فرقوں میں شائع ہوں سو انہیں براہین اور دلائل اور حقایق اور معارف کے شائع کرنیکے لئے قوم کی مالی امداد کی حاجت ہے کیا قوم میں کوئی

ہے جو اس بات کو سُنے ؟

جب سے مَیں نے رسالہ فتح اسلام کو تالیف کیا ہے ہمیشہ میرا اسی طرف خیال لگا رہا کہ میری اس تجویز کے موافق جو میں نے دینی چندہ کے لئے رسالہ مذکورہ میں لکھی ہے دلوں میں حرکت پیدا ہوگی اسی خیال سے میں نے چار سو کے قریب وہ رسالہ مفت بھی تقسیم کر دیا تا لوگ اسکو پڑھیں اور اپنی

پیارے دین کی امداد کے لئے اپنے گذشتنی گذاشتنی مالوں میں سے کچھ حق مقرر کریں مگر افسوس
کہ بجز چند میرے مخلصوں کے جنکا ذکر میں عنقریب کروں گا کسی نے اسطرف توجہ نہیں کی میں
حیران ہوں کہ کن الفاظ کو استعمال کروں تا میری قوم پر وہ مؤثر ہوں۔ میں سوچ میں ہوں کہ
وہ کونسی تقریر ہے جس سے وہ میرے غم سے بھرے ہوئے دل کی کیفیت سمجھ سکیں۔ اے قادر خدا انکے
دلوں میں آپ الہام کر اور غفلت اور بدظنی کی زنگ آمیزی سے انکو باہر نکال اور حق کی روشنی دکھلا۔
پیارو یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور وہ اپنے دین کو فراموش نہیں کرتا بلکہ تاریکی کے زمانہ میں اسکی
مدد فرماتا ہے مصلحت عام کے لئے ایک کو خاص کر لیتا ہے اور اس پر علوم لدنیہ کے انوار نازل کرتا
ہے سو اسی نے مجھے جگایا اور سچائی کے لئے میرا دل کھول دیا میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں
ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اسکا اور اس کے
رسول کا اور اسکی کلام کا جلال ظاہر کروں مجھے کسی کے تکفیر کا اندیشہ نہیں اور نہ کچھ پرواہ میرے
لئے یہ بس ہے کہ وہ راضی ہو جس نے مجھے بھیجا ہے ہاں میں اسمیں دیکھتا ہوں کہ جو کچھ اُس نے مجھ پر ظاہر
کیا وہ میں سب لوگوں پر ظاہر کروں اور یہ میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ دوسروں کو بھی
دوں۔ اور دعوت مولیٰ میں اُن سب کو شریک کروں جو ازل سے بلائے گئے ہیں میں اس
مطلب کے پورا کرنے کے لئے قریباً سب کچھ کرنے کے لئے مستعد ہوں اور جانفشانی کے لئے راہ پر
کھڑا ہوں لیکن جو امر میرے اختیار میں نہیں میں خداوند قدیر سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ اسکو انجام دیوے
میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ دست غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگرچہ میں تمام فانی انسانوں کی طرح
ناتواں اور ضعیف البنیان ہوں تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے اور نفسانی قلق کو
دبانیوالا ایک صبر بھی عطا ہوتا ہے۔ اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد
کریں وہ بےصبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں ورنہ خدا
تعالیٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو
ضائع نہیں کرے گا اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کردیگا اب میں

ان مخلصون کا نام لکھتا ہون جنہون نے حتی الوسع میرے دینی کامون مین مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جنکو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہون ۔

(۱) حبی فی اللہ مولوی حکیم نوردین صاحب بھیروی مولوی صاحب ممدوح کا حال کسیقدر رسالہ فتح اسلام مین لکھ آیا ہون لیکن ان کی تازہ ہمدردیون نے پھر مجھے اسوقت ذکر کرنیکا موقع دیا ان کے مال سے جسقدر مجھے مدد پہنچی ہے مین کوئی ایسی نظیر نہین دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکون۔ مین نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتون مین جان نثار پایا۔ اگرچہ انکی روزمرہ کی زندگی اسی راہ مین وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے اسلام اور مسلمانون کے سچے خادم ہین مگر اس سلسلہ کے ناصرین مین سے وہ اول درجہ کے نکلے مولوی صاحب موصوف اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہین کہ قرار در کف آزادگان نگیرد مال۔ لیکن پھر بھی انہون نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتون کے وقت اس سلسلہ کی تائید مین دیا اور اب بیس روپیہ ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کردیا اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہین جو طرح طرح کے رنگون مین انکا سلسلہ جاری ہے مین یقیناً دیکھتا ہون کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہو جو محب کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراح صدر کسی مین پیدا نہین ہوسکتا ان کو خدا تعالے نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور طاقت بالائے خارق عادت اثر کیا ہے انہون نے ایسے وقت مین بلا تردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائین بلند ہونے کو تھین اور بہتیرون نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کردیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہوگئے تھے تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعوی کی تصدیق مین کہ مین ہی مسیح موعود ہون قادیان مین میرے پاس پہنچا جس مین یہ فقرات درج تھے امنا وصدقنا فاکتبنا مع الشاہدین۔ مولویصاحب موصوف کے اعتقاد اور اعلی درجہ کی قوت ایمانی کا ایک یہ بھی نمونہ ہے کہ ریاست جمون کے ایک جلسہ مین مولویصاحب کا ایک ڈاکٹر صاحب سے جنکا نام جگنا تھ ہے

اس عاجز کی نسبت کچھ تذکرہ ہو کر مولویصاحب نے بڑی قوت اور استقامت سے یہ دعویٰ
پیش کیا کہ خدا تعالےٰ آئندہ یعنی اس عاجز کے ہاتھ پر کوئی آسمانی نشان دکھلانے پر قادر ہے
پھر ڈاکٹر صاحب کے انکار پر مولویصاحب نے ریاست کے بڑے بڑے ارکان کی مجلس میں یہ شرط
قبول کی کہ اگر وہ یعنی یہ عاجز کسی مدت مستمر ولقین پر کوئی آسمانی نشان دکھلا نہ سکے تو مولوی
صاحب ڈاکٹر صاحب کو پانچ ہزار روپیہ بطور جرمانہ دینگے اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے
یہ شرط ہوئی کہ اگر انہوں نے کوئی نشان دیکھ لیا تو بلا توقف مسلمان ہو جائینگے اور ان تحریری
اقراروں پر مندرجہ ذیل گواہیاں ثبت ہوئیں *

خان بہادر جنرل ممبر کونسل ریاست جموں غلام محی الدین خان

سراج الدین احمد سپرنٹنڈنٹ وافسر ڈاکخانجات ریاست جموں

سرکار سنگھ سکرٹری راجہ امر سنگھ صاحب بہادر پریزیڈنٹ کونسل

مگر افسوس کہ ڈاکٹر صاحب ناقابل قبول انجازی صورتوں کو پیش کر کے ایک علت عملی سے گریز
کر گئے چنانچہ انہوں نے ایک آسمانی نشان یہ مانگا کہ کوئی مرا ہوا پرندہ زندہ کر دیا جاوے حالانکہ
وہ خوب جانتے ہونگے کہ ہمارے اصولوں سے یہ مخالف ہے ہمارا یہی اصول ہے کہ مُردہ کو زندہ
کرنا خدا تعالےٰ کی عادت نہیں اور وہ آپ فرماتا ہے حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا
یَرْجِعُوْنَ - یعنی ہم نے یہ واجب کر دیا ہے کہ جو مر گئے پھر وہ دنیا میں نہیں آئینگے - میں نے ڈاکٹر
صاحبکو یہ کہا تھا کہ آسمانی نشان کی اپنی طرف سے کوئی تعیین ضروری نہیں بلکہ جو امر انسانی طاقتوں
سے بالاتر ثابت ہو خواہ وہ کوئی امر ہو اسی کو آسمانی نشان سمجھ لینا چاہیئے اور اگر اس میں شک
ہو تو بالمقابل ایسا ہی کوئی دوسرا امر دکھلا کر یہ ثبوت دینا چاہیئے کہ وہ امر الہی قدرتوں سے
مخصوص نہیں لیکن ڈاکٹر صاحب اس سے کنارہ کر گئے اور مولویصاحب نے وہ صدق قدم دکھلایا جو
مولویصاحب کی عظمت ایمان پر ایک محکم دلیل ہے - دل میں از بس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی
صاحب کے نمونہ پر چلیں - مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں - جزاہم اللہ خیر الجزا

واحسن الیھم فی الدنیا والعقبٰی +

(۲) حبی فی اللہ حکیم **فضل دین صاحب بھیروی**۔ حکیم صاحب اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کے دوستون مین سے اور انکے رنگ اخلاص مین سے رنگین اور نہایت با اخلاص آدمی ہین مین جانتا ہون کہ انکو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہے اور اسیوجہ سے وہ اس عاجز کو خادم دین دیکھکر حب للہ کی شرط بجا لا رہے ہین معلوم ہوتا ہے کہ انہین دین اسلام کی حقانیت کے پھیلانے مین اُسی عشق کا وافر حصہ ملا ہی جو تقسیم ازلی سے میری پیارے بھائی مولوی حکیم نور دین صاحب کو دیا گیا ہے وہ اس سلسلہ کو بنظر غور دیکھکر ہمیشہ اسی فکر مین رہتے ہین کہ چندہ کی صورت پر کوئی انکا احسن انتظام ہوجائے چنانچہ رسالہ فتح اسلام مین جسمین مصارف دینیہ کی پنج شاخون کا بیان ہے انہین کی تحریک اور مشورہ سے لکھا گیا تہا انکی فراست نہایت صحیح ہے وہ بات کی تہ تک پہونچتے ہین اور انکا خیال ظنون فاسدہ سے مصفّٰی اور مزکّٰی ہے رسالہ ازالہ اوہام کے طبع کے ایام مین دو سو روپیہ انکی طرفسے پہنچا اور انکے گہر کے آدمی بھی انکے اس اخلاص سے متاثر ہین اور وہ بھی اپنے زیورات اس راہ مین محض للہ خرچ کر چکے ہین۔ حکیم صاحب موصوف نے باوجود ان سب خدمات کے جو انکی طرفسے ہوتی رہتی ہین خاص طور پر پنج روپے ماہواری اس سلسلہ کی تائید مین دینا مقرر کیا ہے جزاھم اللہ خیر الجزا واحسن الیھم فی الدنیا والعقبٰی۔

(۳) حبی فی اللہ مولوی **عبد الکریم صاحب سیالکوٹی**۔ مولوی صاحب اس عاجز کے یکرنگ دوست ہین اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہین اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہون نے تائید دین کے لیے وقف کر رکھا ہے انکے بیان مین ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے اخلاص اور نورانیت انکے چہرہ سے ظاہر ہے۔ میری تعلیم کی اکثر باتون سے وہ متفق الرائے ہین مگر میرے خیال مین ہے کہ شاید بعض سے نہین لیکن اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کی صحبت نے بہت سا نورانی اثر انکے دل پر ڈالا ہے اور نیچریت کی اکثر خشک باتون سے وہ بیزار ہوتے جاتے ہین اور درحقیقت مین بھی اس بات کو پسند نہین کرتا کہ الٰہی کتب کے واقعی اور سچے منشا کے مخالف

نیچر کے ایسے تابع ہو جائیں کہ گویا کامل ہادی ہمارا وہی ہے مین ایسے حصہ نیچریت کو قبول کرتا ہون جسکو مین دیکھتا ہون کہ میرے مولا و ہادی نے اپنی کتاب قرآن کریم مین اس کو قبول کر لیا ہے اور سنت اللہ کے نام سے اس کو یاد کیا ہے۔ مین اپنے خداوند کو کامل طور پر قادر مطلق سمجھتا ہون اور اسی بات پر ایمان لا چکا ہون کہ وہ جو چاہتا ہے کر دکہاتا ہے اور اسی ایمان کی برکت سے میری معرفت زیادت مین ہے اور محبت ترقی مین مجھے بچون کا ایمان پسند آتا ہے اور فلسفیون کے بودے ایمان سے مین متنفر ہون۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی محبت کے پاک جذبات کیوجہ سے اور بھی ہمرنگی مین ترقی کرینگے اور اپنے بعض معلومات مین نظر ثانی فرمائینگے ؛

(۴) حبی فی اللہ مولوی **غلام قادر صاحب فصیح**۔ جوان صالح خوش شکل اور اس عاجز کی بیعت میں داخل ہین با ہمت اور ہمدرد اسلام ہین قول فصیح جو مولوی عبدالکریم صاحب کی تالیف ہے اسی مرد با ہمت نے اپنے مصارف سے چھاپی اور مفت تقسیم کی۔ قوت بیانی نئی طرز کے موافق بہت عمدہ رکہتے ہین۔ اب ایک ماہواری رسالہ انکی طرف سے نکلنے والا ہے جسکا نام الحق ہوگا یہ رسالہ محض اس غرض سے جاری کیا جائیگا کہ تا اس مین وقتاً فوقتاً ان مخالفونکا جواب دیا جائے جو دین اسلام پر حملہ کرتے ہین خداتعالےٰ اس کام مین انکی مدد کرے۔

(۵) **سید حامد شاہ صاحب** سیالکوٹی۔ یہ سید صاحب محب صادق اور اس عاجز کے ایک نہایت مخلص دوست کے بیٹے ہین۔ جسقدر خداتعالےٰ نے شعر و سخن مین ان کو قوت بیان دی ہے وہ رسالہ قول فصیح کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی میر حامد شاہ کے بشرہ سے علامات صدق و اخلاص و محبت ظاہر ہین اور مین امید رکہتا ہون کہ وہ اسلام کی تائید مین اپنی نظم و نثر سے عمدہ عمدہ خدمتین بجالا وینگے انکا جوش سے بھرا ہوا خلاص ورانکی محبت صافی جس حد تک مجھے معلوم ہوتی ہے مین اسکا اندازہ نہین کر سکتا مجھے نہایت خوشی ہے کہ وہ میرے پیارے دوست میر حسام الدین صاحب رئیس سیالکوٹ کے خلف رشید ہین

(۶) حبی فی اللہ مولوی **سید محمد احسن صاحب امروہی مہتمم مصارف**

ریاست بہوپال - مولویصاحب موصوف اِس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص ومحبت رکہتے ہین - اُنکی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلےٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ مین فاضل ہین - بالخصوص علم حدیث مین ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال مین انہون نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید مین بکمال متانت و خوش اسلوبی لکہا ہے جسکے پڑہنے سے ناظرین سمجہ لینگے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ مین کس قدر محقق اور وسیع النظر اور مدقق آدمی ہین انہون نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ مین کئی قسم کے معارف بھر دئے ہین ناظرین اس کو ضرور دیکھو +

(۷) حبی فی اللہ مولوی عبد الغنی صاحب معروف مولوی غلام نبی خوشابی دقیق فہم اور حقیقت شناس ہین اور علوم عربیہ تازہ بتازہ انکے سینہ مین موجود ہین اوائل میں مولوی صاحب موصوف سخت مخالف الرائے تہے جب ان کو اس بات کی خبر پہنچی کہ یہ عاجز مسیح موعود ہونیکا دعوے کر رہا ہے اور مسیح ابن مریم کی نسبت وفات کا قائل ہے تب مولوی صاحب مین پورانے خیالات کے جذبہ سے ایک جوش پیدا ہوا اور ایک عام اشتہار دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد اس شخص کے رد میں ہم وعظ کرینگے شہر لودیانہ کے صدہا آدمی وعظ کیوقت موجود ہوگئے - تب مولوی صاحب اپنے علمی زور سے بخاری اور مسلم کی حدیثین بارش کیطرح لوگون پر برسانے لگے اور صحاح کا نقشہ پرانی لکیر کے موافق آگے رکہدیا اُنکے وعظ سے سخت جوش مخالفت کا تمام شہر مین پہیل گیا کیونکہ انکی علمیت اور فضیلت دلون مین مسلم تہی لیکن آخر سعادت ازلی کشان کشان انکو اس عاجز کے پاس لے آئے اور مخالفانہ خیالات سے توبہ کر کے سلسلہ بیعت مین داخل ہوئے اب انکے پورانے دوست اُنپر سخت ناراض ہین مگر وہ نہایت استقامت سے اس شعر کے مضمون کا ورد کر رہے ہین ؎ حضرت ناصح جو آوین دیدہ و دل فرش راہ + پر کوئی مجھکو تو سمجھا دو کہ سمجھاوینگے کیا

(۸) جی ٹی اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ - یہ نواب صاحب ایک معزز خاندان کے نامی رئیس ہین مورث اعلیٰ نواب صاحب موصوف کے شیخ صدر جہان ایک باخدا بزرگ تھے جو اصل باشندہ جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے ۱۴۶۹ء مین عہد سلطنت بہلول لودی مین اپنے وطن سے اس ملک مین آئے بادشاہ وقت کا اُنپر اس قدر اعتقاد ہوگیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح شیخ موصوف سے کردیا اور چند گانون جاگیر مین دیدئے - چنانچہ ایک گانون کی جگہ مین یہ قصبہ شیخ صاحب نے آباد کیا جسکا نام مالیر ہے - شیخ صاحب کے پوتے بایزید خان نامی نے مالیر کے متصل قصبہ کوٹلہ کو تقریباً ۱۵۷۳ء مین آباد کیا جس کے نام سے اب یہ ریاست مشہور ہے - بایزید خان کے پانچ بیٹوں مین سے ایک کا نام فیروز خان تھا اور فیروز خان کے بیٹے کا نام شیر محمد خان اور شیر محمد خان کے بیٹے کا نام جمال خان تھا جمال خان کے پانچ بیٹے تھے مگر انمین سے صرف دو بیٹے تھے جن کی نسل باقی رہی - یعنی بہادر خان اور عطاء اللہ خان - بہادر خان کی نسل مین سے یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم ہے جسکا عنوان مین ہم نے نام لکھا ہے خدا تعالےٰ اس کو ایمانی امور مین بہادر کرے اور اپنے جد شیخ بزرگوار صدر جہان کے رنگ مین لاوے - سردار محمد علی خان صاحب نے گورنمنٹ برطانیہ کی توجہ اور مہربانی سے ایک شائستگی بخش تعلیم پائی جسکا اثر انکے دماغی اور دلی قوٰی پر نمایان ہے ان کی خداداد فطرت بہت سلیم اور معتدل ہے اور باوجود عین شباب کے کسی قسم کی حدت و تیزی اور جذبات نفسانی انکے نزدیک آئی معلوم نہین ہوتی - مین قادیان مین جبکہ وہ ملنے کیلئے آئے اور کئی دن رہے پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہون کہ التزام ادائے نماز مین انکو خوب اہتمام ہے اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہین اور منکرات اور مکروہات سے بکلی مجتنب ہین مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی مین ایسا پرہیزگار معلوم ہوتا ہے

کہ انہوں نے بتوفیقہ تعالیٰ خود اپنی اصلاح پر آپ زور دیکر رئیسوں کے بیجا طریقوں اور چلنوں سے
نفرت پیدا کر لی ہے اور نہ صرف اسیقدر بلکہ جو کچھ ناجائز خیالات اور اوہام اور بے اصل بدعات
شیعہ مذہب میں طاری لگی ہیں اور جسقدر تہذیب اور صلاحیت اور پاک باطنی کے مخالف انکا
عملدرآمد ہے ان سب باتوں سے بھی اپنے نور قلب سے فیصلہ کرکے انہوں نے علیحدگی اختیار
کر لی ہے وہ اپنے ایک خط میں مجھکو لکھتے ہیں کہ ابتدا میں گو میں آپکی نسبت نیک ظن ہی تھا لیکن
صرف اس قدر کہ آپ اور علماء اور مشائخ ظاہری کیطرح مسلمانوں کے تفرقہ کے موید نہیں ہیں
بلکہ مخالفان اسلام کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ مگر الہامات کے بارے میں مجھکو نہ اقرار تھا اور نہ
انکار۔ پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا اور انپر غالب نہو سکا تو میں نے سوچا کہ آپ نے بڑے
بڑے دعوے کئے ہیں یہ سب جھوٹے نہیں ہو سکتے تب میں نے بطور آزمائش آپکی طرف
خط وکتابت شروع کی جس سے مجھکو تسکین ہوتی رہی اور جب قریباً اگست میں آپسے لودیانہ
ملنے گیا تو اسوقت میری تسکین خوب ہو گئی اور آپکو ایک باخدا بزرگ پایا اور بقیہ شکوک کا پھر بعد کی
خط وکتابت میں میرے دل سے بکلی دھویا گیا اور جب مجھے یہ اطمینان دی گئی کہ ایک ایسا شیعہ جو خلفائے
ثلثہ کی کسر شان نکرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو سکتا ہے تب میں نے آپسے بیعت کر لی اب میں اپنے
آپکو نسبتاً بہت اچھا پاتا ہوں اور آپ گواہ رہیں کہ میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کیلئے توبہ کی ہے مجھکو
آپکے اخلاق اور طرز معاشرت سے کافی اطمینان ہے کہ آپ ایک سچے مجدد اور دنیا کے لئے رحمت ہیں

(۹) حبی فی اللہ میر عباس علی لودیانوی ۔ یہ میرے وہ اول دوست ہیں جنکے دل میں خدا تعالیٰ
نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید
محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وہ یہی بزرگ ہیں میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا
کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر یک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں
اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ حالات کے آدمی اور اس عاجز
سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور انکے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ ایک دفعہ

اس عاجز کو انکے حق مین الہام ہوا تھا اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء وہ اس مسافر خانہ مین محض متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہین اپنے اوائل ایام مین وہ بیس برس تک انگریزی دفتر مین سرکاری ملازم رہے مگر باعث غربت و درویشی کے انکے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہین آتا کہ وہ انگریزی خوان بھی ہین لیکن دراصل وہ بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق الفہم ہین۔ مگر باایں ہمہ سادہ ہین اسیوجہ سے بعض موسوسین کے وساوس انکو دلکو غم مین ڈالدیتے ہین لیکن انکی قوت ایمانی جلد انکو دفع کردیتی ہے ✤

(۱۱) حبی فی اللہ **منشی احمد جان صاحب مرحوم**۔ اسوقت ایک نہایت غم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ دردناک قصہ مجھے لکھنا پڑا کہ اب یہ ہمارا پیارا دوست اس عالم مین موجود نہین ہے اور خداوند کریم و رحیم نے بہشت برین کیطرف بلالیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَاِنَّا بِفِرَاقِہٖ لَمَحْزُوْنُوْنَ حاجی صاحب مغفور و مرحوم ایک جماعت کثیر کے پیشوا تھے اور انکے مریدوں مین آثار رشد و سعادت و اتباع سنت نمایان ہین اگرچہ حضرت موصوف اس عاجز کے شروع سلسلہ بیعت سے پہلے ہی وفات پاچکے لیکن یہ امر انکے خوارق مین سے دیکھتا ہون کہ انہون نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو ایک خط بہ انکسار لکھا جس مین انہون نے درحقیقت اپنے تئین اپنے دل مین سلسلہ بیعت مین داخل کرلیا چنانچہ انہون نے اس مین بیعت صالحین پر بنا توبہ کا اظہار کیا اور اپنی مغفرت کیلئے دعا چاہی اور لکھا کہ مین آپ کی للّٰہی ربط کے زیر سایہ اپنے تئین سمجھتا ہون اور پھر لکھا کہ میری زندگی کا نہایت عمدہ حصہ یہی ہے کہ مین آپکی جماعت مین داخل ہوگیا ہون اور پھر کسر نفسی کے طور پر اپنے گذشتہ ایام کا شکوہ لکھا اور بہت سے رقت آمیز ایسے کلمات لکھے جن سے رونا آتا تھا۔ اس دوست کا وہ آخری خط جو ایک دردناک بیان سے بھرا ہے اب تک موجود ہے۔ مگر افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس آنے کے وقت پھر اس مخدوم پر بیماری کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ اس دور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہوا بلکہ چند روز کے بعد ہی وفات کی خبر سنی گئی اور خبر سنتے ہی ایک جماعت کے ساتھ قادیان مین نماز جنازہ پڑھی گئی حاجی صاحب مرحوم اظہار حق مین بہادر آدمی تھے بعض نافہم لوگون نے حاجی صاحب موصوف کو اس عاجز کے ساتھ تعلق ارادت رکھنے سے منع کیا

کہ اس میں آپ کی کسر شان ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ مجھے کسی شان کی پروا نہیں اور مریدوں کی حاجت آپکے صاحبزادہ کلاں حاجی افتخار احمد صاحب آپکے قدم پر اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اور آثار رشد و صلاح و تقوے انکے چہرہ سے ظاہر ہیں وہ باوجود متوکلانہ گذارہ کے اول درجہ کی خدمت کرتے ہیں اور دل و جان سے بخدمت اس راہ میں حاضر ہیں خدا تعالےٰ ان کو ظاہری اور باطنی برکتوں سے متمتع کرے +

(۱۱) حبی فی اللہ **قاضی خواجہ علی صاحب**۔ قاضی صاحب موصوف اس عاجز کے ایک منتخب دوستوں میں سے ہیں محبت و خلوص و وفا و صدق و صفا کے آثار انکے چہرہ پر نمایاں ہیں خدمت گذاری میں ہر وقت کھڑے ہیں وہ ان اولین سابقین میں سے ہیں جن میں اخویم میر عباس علی صاحب ہیں وہ ہمیشہ خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ایام سکونت لودیانہ میں جو چھ چھ ماہ تک بھی اتفاق ہوتا ہے ایک حصہ مہمانداری کا خوشی کیساتھ وہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں اور جہانتک ان کے قبضہ قدرت میں ہے وہ ہمدردی اور خدمت اور ہر ایک قسم کی غمخواری میں کسی بات سے فرق نہیں کرتے۔ اور اگرچہ وہ پہلے بھی مخلص با صفا ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ زیادہ تر قریب کھینچے گئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ثابت قدمی کی روشنی ایک بے غرضانہ خلوص اور للٰہی محبت میں دمبدم انکو ترقی دے رہی ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ان ترقیات کی وجہ سے اپنے حسن ظن کے حالات میں زیادہ سے زیادہ پاکیزگی حاصل کرتے جاتے ہیں اور روحانی کمزوری پر غالب ہوتے جاتے ہیں میرا دل ان کی نسبت یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ وہ دنیوی طور سے ایک صحیح اور باریک فراست رکھتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس عاجز کی روحانی شناسائی کا بھی ایک قابل قدر حصہ انہیں بخشا ہے اور اب عادت میں وہ صفائی حاصل کرتے جاتے ہیں اور قلت اعتراض اور حسن ظن کیطرف انکا قدم بڑھتا جاتا ہے اور میری دانست میں وہ ان مراحل کو طے کر چکے ہیں جن میں کسی خطرناک لغزش کا اندیشہ ہے +

(۱۲) حبی فی اللہ **مرزا محمد یوسف بیگ صاحب سامانوی** میرزا صاحب میرزا عظیم بیگ

صاحب مرحوم نے حقیقی بھائی ہیں جن کا حال رسالہ فتح اسلام میں لکھا گیا اور وہ تمام الفاظ اور اخلاص کے جو میں نے اخویم میرزا عظیم بیگ صاحب مغفور مرحوم کے بارے میں فتح اسلام میں لکھے ہیں ان سب کا مصداق میرزا محمد یوسف بیگ صاحب بھی ہیں ان دونوں بزرگوار بھائیوں کی نسبت میں ہمیشہ حیران رہا کہ اخلاق اور محبت کے میدانوں میں زیادہ کسکو قرار دوں میرزا صاحب موصوف ایک اعلیٰ درجہ کی محبت اور اعلیٰ درجے کا اخلاص اور اعلیٰ درجہ کا حسن ظن اس عاجز سے رکھتے ہیں اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے میں انکے خلوص کے مراتب بیان کرسکوں یہ کافی ہے کہ اشارہ کیطور پر میں اسی قدر کہوں کہ ھو رجل یحبنا ویحبہ ونسئل اللہ خیرہ فی الدنیا والاخرۃ میرزا صاحب نے اپنی زبان اپنا مال اپنی عزت اس الٰہی محبت میں وقف کر رکھی ہے اور انکا مریدانہ و محبانہ اعتقاد اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اب ترقی کے لئے کوئی مرتبہ باقی معلوم نہیں ہوتا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

(۱۳) حبی فی اللہ میاں عبد اللہ سنوری یہ جوان صالح اپنی فطرتی مناسبت کیوجہ سے میری طرف کھینچا گیا میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان وفادار دوستوں میں سے ہیں جن پر کوئی ابتلا جنبش نہیں لا سکتا وہ متفرق وقتوں میں دو دو تین تین ماہ تک بلکہ زیادہ بھی میری صحبت میں رہا اور میں ہمیشہ بنظر امعان اس کی اندرونی حالت پر نظر ڈالتا رہا ہوں سو میری فراست نے اس کی تہ تک پہنچنے سے جو کچھ معلوم کیا وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان درحقیقت اللہ اور رسول کی محبت میں ایک خاص جوش رکھتا ہے اور میرے ساتھ اس کے اس قدر تعلق محبت کے بجز اس بات کے اور کوئی بھی وجہ نہیں جو اس کے دل میں یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص محبان خدا و رسول میں سے ہے اور اس جوان نے بعض خوارق اور آسمانی نشان بھی اس عاجز کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بچشم خود دیکھے ہیں جن کی وجہ سے اس کے ایمان کو بہت فائدہ پہنچا الغرض میاں عبد اللہ نہایت عمدہ آدمی اور میرے منتخب محبوں میں سے ہے اور باوجود تھوڑے سے گذارہ ملازمت پٹواری کے ہمیشہ حسب مقدرت اپنی خدمت مالی میں بھی حاضر ہے اور اب بھی بلہ

روپے سالانہ چندہ کے طور پر مقرر کر دیا ہے بہت بڑا موجب میاں عبداللہ کے زیادت خلوص و محبت و اعتقاد یہ ہے کہ وہ اپنا خرچ بھی کر کے ایک عرصہ تک میری صحبت میں آ کر رہا اور کچھ آیات ربانی دیکھتا رہا۔ سو اس تقریب سے روحانی امور میں ترقی پا گیا کیا اچھا ہو کہ میرے دوسرے مخلص بھی اس عادت کی پیروی کریں ۔

(۱۴) حبی فی اللہ مولوی حکیم غلام احمد صاحب انجنیئر ریاست جموں مولوی صاحب موصوف نہایت سادہ وضع یکرنگ صاف باطن دوست ہیں اور علاوہ محبت اور اخلاص کے ان کا دل سطر بہ دینی امدادات میں پورے صدق سے حاضر ہیں مولوی صاحب اکثر علوم و فنون میں کامل لیاقت رکھتے ہیں اور ان کے چہرے پر استقامت و محبت کے انوار پائے جاتے ہیں اس سلسلہ کے چندہ میں دو روپیہ ماہواری انہوں نے اپنی مرضی سے مقرر کیا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

(۱۵) حبی فی اللہ سید فضل شاہ صاحب لاہوری اصل سکنہ ریاست جموں۔ نہایت صاف باطن اور محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے اور کامل اعتقاد کے نور سے منور ہیں اور جان و مال سے حاضر ہیں اور ادب اور حسن ظن جو اس راہ میں ضروریات سے ہے ایک عجیب انکسار کے ساتھ ان میں پایا جاتا ہے۔ وہ تہ دل سے سچے اور پاک اور کامل ارادت اس عاجز سے رکھتے ہیں اور للّٰہی تعلق اور حب میں اعلیٰ درجہ انہیں حاصل ہے اور یکرنگی اور وفاداری کی صفت صاف طور پر نمایاں ہیں اور ان کے برادر حقیقی ناصر شاہ بھی اس عاجز سے تعلق بیعت رکھتے ہیں اور ان کے ماموں منشی کرم الٰہی صاحب بھی اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں

(۱۶) حبی فی اللہ منشی محمد اروڑا نقشہ نویس مجسٹریٹی۔ منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل آدمی ہیں۔ سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں خدمات کو نہایت نشاط سے بجا لاتے ہیں بلکہ وہ تو دن رات اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔ عجیب منشرح الصدر اور جان نثار آدمی ہے میں خیال

کرتا ہون کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے شاید انکو اس سے بڑھکر اور کسی بات مین خوشی نہین ہوتی ہوگی کہ اپنی طاقتون اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہریک توفیق سے کوئی خدمت بجالاوین اور دل وجان سے وفادار اور مستقیم الاحوال اور بہادر آدمی ہین خدا تعالےٰ ان کو جزاے خیر بخشے آمین ؛

(۱۷) حبی فی اللہ میان **محمد خان** صاحب ریاست کپورتھلہ مین نوکر ہین نہایت درجہ کے غریب طبع صاف باطن دقیق فہم حق پسند ہین اور جسقدر انہین میری نسبت عقیدت وارادت ومحبت و نیک ظن ہے مین اس کا اندازہ نہین کرسکتا۔ مجھے انکی نسبت یہ تردد نہین کہ انکے اس درجہ ارادت مین کبھی کچھ خلل پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھجاوے وہ سچے وفادار اور جان نثار اور مستقیم الاحوال ہین خدا انکے ساتھ ہو۔ انکا نوجوان بھائی سردار علیخان بھی میرے سلسلہ بیعت مین داخل ہے یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کیطرح بہت سعید و رشید ہے خدا تعالیٰ انکا

(۱۸) حبی فی اللہ منشی **ظفر احمد صاحب** یہ جوان صالح کم گو اور خلوص سے بھرا دقیق فہم آدمی ہے۔ استقامت کے آثار و انوار اس مین ظاہر ہین وفاداری کے علامات و امارات اس مین پیدا ہین ثابت شدہ صداقتون کو خوب سمجھتا ہے اور ان سے لذت اٹھاتا ہے اللہ اور رسول سے سچی محبت رکھتا ہے اور ادب جس پر مدار حصول فیض کا ہے اور حسن ظن جو اس راہ کا مرکب ہے دونون سیرتین ان مین پائی جاتی ہین جزاہم اللہ خیر الجزا

(۱۹) حبی فی اللہ سید **عبد الہادی** صاحب اوورسیر یہ سید صاحب اخلاص اور ایمان اور حسن ظن اور للّٰہی اور سخاوت کی صفت مین حصہ وافر رکھتے ہین وفادار اور ثابت شعار ہین ابتلا کے وقت استقامت کو ہاتھ سے نہین چھوڑتے وعدہ اور عہد مین پختہ ہین حیا کی قابل تعریف صفت ان پر غالب ہے اس عاجز کے سلسلہ بیعت مین داخل ہونے سے پہلے بھی یہی ادب ملحوظ رکھتے تھے جو یہ اللہ جلشانہ کا ان پر یہ خاص احسان ہے کہ وہ نیک کامون کے کرنیکے لئے جانب اللہ توفیق پاتے ہین انکی ہمت خیر کے مناسب حال ہے انہون نے اس سلسلہ کیلئے دو روپیہ ماہواری چندہ مقرر

کیا ہے اگر اس چندہ پر کچھ موقوف نہیں وہ بڑی سرگرمی سے خدمت کرتے رہتے ہیں اور ملکی مالی خدمات کی اس جگہ تصریح مناسب نہیں کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ انکے مالی خدمات کے اظہار سے انکو رنج ہوگا وجہ یہ کہ وہ اس سے بہت پرہیز کرتے ہیں کہ انکے اعمال میں کوئی شعبہ ریا کا دخل کرے ان کو یہ وہم ہے کہ ہر کسی عمل کا اسکے اظہار سے ضائع ہو جاتا ہے

(۲۰) حبی فی اللہ مولوی محمد یوسف سنوری یعنی عبداللہ صاحب سنوری کے ماموں ہیں بہت راست طبع نیک ظن پاک خیال آدمی ہیں اس عاجز سے مستقل ارادت کے ساتھ خلوص و محبت رکھتے ہیں ÷

(۲۱) منشی حشمت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سنور اور منشی ہاشم علی صاحب پٹواری تحصیل ... اس عاجز کے یکرنگ مخلصین میں سے ہیں خدا تعالیٰ ان کا مددگار ہو ÷

(۲۲) حبی فی اللہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب ابو المعرفان محمد سراج الحق جمالی نعمانی ابن شاہ حبیب الرحمن ساکن سرساوہ ضلع سہارنپور زادہ و قطب الاقطاب شیخ جمال الدین احمد ہانسوی اکابر مخلصین اس عاجز سے ہیں صاف باطن یکرنگ دینی کاموں میں جوش رکھنے والے اور اعلاء کلمۂ حق کیلئے بدل و جان ساعی و سرگرم ہیں اس سلسلہ میں داخل ہونیکے لئے خدا تعالیٰ نے جو انکے لئے تقریب پیدا کی وہ ایک دلچسپ حال ہے جو انکے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ میں اس زمانہ کو ایک مدت ہوئی کہ علما اور فقرا سے ظہور حضرت مسیح ابن مریم موعود اور حضرت مہدی کی بشارتیں سنکر ہمیشہ دعا کیا کرتا تھا کہ خداوند کریم ان دونوں میں سے کسی کی زیارت کرا دے خواہ حالت جوانی میں ہی یا ضعیفی میں سو میری یہ دعائیں پہنچیں تو ان کا یہ اثر ہوا کہ مجھ کو عالم رؤیا میں وقتاً فوقتاً مقصد مذکورہ بالا کیلئے کچھ کچھ بشارتیں معلوم ہونے لگیں چنانچہ ایکدفعہ میں سفر کی حالت میں شہر جیند میں تھا تو عالم رؤیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک مسجد میں وضو کر رہا ہوں اور اس مسجد کے متصل ایک کوچہ ہے وہاں سے ہر قسم کے آدمی ہندو مسلمان نصاریٰ آتے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آتے ہو تو [illegible]

تھا کہ ہم حضرت رسول مقبول کی خدمت میں گئے تھے تب میں نے بھی جلد وضو کر کے اس کوچہ کی
راہ لی۔ ایک مکان میں دیکھا کہ فرش بچھا ہوا ہے اور حضرت رسول مقبول خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ
صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں سفید پوشاک پہنے ہوئے اور ایک شخص دو زانو انکے سامنے
باادب بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھنا چاہا کہ مرشد کے قدم چومنے میں علماء اور فقراء کو اختلاف ہے اصل
بات کیا ہے تب ایک شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تھا خود بخود بول اٹھا
کہ نہیں نہیں اسوقت میں بے تکلف اٹھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جا بیٹھا تب
حضرت نبی کریم نے مجھ کو دیکھا اور اپنا دہنا پائے مبارک میری طرف لمبا کر دیا۔ میں نے حضرت کے قدم
مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اس وقت حضرت نے ایک جوراب سوتی اپنے پائے مبارک
سے اتار کر مجھکو عنایت فرمائی۔ اس رویاء صادقہ سے میں بہت متلذذ رہا۔ پھر دو برس کے بعد ایسا
اتفاق ہوا کہ میں لودہیانہ میں آیا اور میں نے آپ کا یعنی اس عاجز کا شہرہ سنا اور رات کو آپ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور وہی جلسہ دیکھا اور وہی کثرت مخلوق دیکھی جو میں نے حضرت نبی کریم کی خواب میں دیکھی تھی اور جب میں نے آپکی صورت
دیکھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی صورت ہے کہ جس صورت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا تھا تب مجھے یقین
ہو گیا کہ میں نے آپ ہی کو خواب میں دیکھا تھا اور خدا تعالے نے آپکو نبی کریم کے پیرایہ میں میرے پر ظاہر کیا تا وہ
فیضیت جو برکت متابعت پیدا ہو جاتی ہے میرے پر منکشف ہو جاوے۔ پھر جب میں پانچ چھ
ماہ کے بعد آپکو قادیان میں ملا تو میری حالت اسقدر بہت ترقی کر گئی اور مجھکو کامل بکلی یقین
کہ عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا کہ بلاشبہ آپ مجدد الوقت اور غوث الوقت ہیں اور میرے پر پورے
عرفان کے ساتھ کھل گیا کہ میری خواب کے مصداق آپ ہی ہیں۔ پھر اسکے بعد اور بھی حالات خواب
اور غنودگی میں میرے پر کھلتے رہے۔ ایک دفعہ استخارہ کے وقت آپ کی نسبت یہ آیت نکلی
معہ ربیون کثیر تب میں بیعت سے بصدق دل مشرف ہوا۔ اور وہ حالات جو میرے
پر کھلے اور میرے دیکھنے میں آئے وہ انشاء اللہ ایک رسالہ میں لکھونگا ✦

(۲۳) حبی فی اللہ میر ناصر نواب صاحب۔ میر صاحب موصوف علاوہ رشتہ روحانی

کے جسمانی بھی اس عاجز سے رکھتے ہیں کہ اس عاجز کے خسر ہیں نہایت یکرنگ و صاف باطن
اور خداتعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور اللہ اور رسول کے اتباع کو سب چیز سے مقدم
سمجھتے ہیں اور کسی سچائی کے کھلنے سے پھر اسکو شجاعت قلبی کیساتھ بلاتوقف قبول کر لیتے ہیں
حب للہ اور بغض للہ کا مومنانہ شیوہ ان پر غالب ہے کسی کے راستباز ثابت ہونے سے
وہ جان تک بھی فرق نہیں کر سکتے اور کسیکو ناراستی پر دیکھ کر اس سے مداہنت کیطور
پر کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہتے اوائل میں وہ اس عاجز کی نسبت نہایت نیک گمان تھے مگر
درمیان میں ابتلا کیطور پر انکے حسن ظن میں فرق آگیا چونکہ سعید تھے اسلئے عنایت الٰہی
نے پھر دستگیری کی اور اپنے خیالات سے توبہ کر کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے انکا یکدفعہ
نیک ظنی کی طرف پلٹا کھانا اور جوش سے بھرے ہوئے اخلاص کے ساتھ حق کو قبول کر لینا غیبی جذبہ
سے معلوم ہوتا ہے وہ اپنے اشتہار ۱۲ اپریل ۱۸۹۱ء میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ میں انکے
حق میں بدگمان تھا و بتقاضائے نفس و شیطان نے خدا جانے کیا کیا مجھ سے انکے حق میں کہلایا
جسپر آج مجھکو افسوس ہے اگرچہ اس عرصہ میں کئی بار میرے دل نے مجھے شرمندہ کیا لیکن
اس کے اظہار کا یہ وقت مقدر تھا یہ جو کچھ میرزا صاحب کو فقط اپنی غلط فہمی کے سبب کہا
نہایت برا کیا اب میں توبہ کرتا ہوں اور اس توبہ کا اعلان اس لئے دیتا ہوں کہ میری پیروی کے
سبب سے کوئی وبال میں نہ پڑے اس کے بعد اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر کو چھپوا دے
اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہے تو میں عند اللہ بری ہوں اور اگر کبھی میں نے میرزا صاحب کی
نسبت اپنے کسی دوست سے کچھ کہا ہو یا شکایت کی ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب
میں معافی مانگتا ہوں ۔ ۔ ۔

(۲۱) حبی فی اللہ منشی **رستم علی** ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے یہ ایک جوان صالح
اخلاص سے بھرا ہوا میرے اول درجہ کے دوستوں میں سے ہے انکے چہرے پر ہی علامات
غربت و بے نفسی و اخلاص ظاہر ہیں کسی ابتلا کے وقت میں نے اس دوست کو متزلزل

نہین پایا اور جس روز سے ارادت کے ساتھ انہوں نے میری طرف رجوع کیا اُس ارادت
مین قبض اور افسردگی نہین بلکہ روز افزون ہے۔ دو روپیہ چندہ اس سلسلہ کے لئے دیتے
ہین جزاہم اللہ خیرالجزا ◆

(۲۵) حبی فی اللہ میان **عبدالحق** خلف عبدالسمیع۔ یہ ایک دل درندہ کا مخلص اور سچا ہمدرد
اور محض للہ محبت رکھنے والا دوست اور غریب مزاج ہے دین کو اہتمام سے غریبون سے
مناسبت ہے کیونکہ غریب لوگ تکبر نہین کرتے اور پوری پوری تواضع کے ساتھ حق کو قبول
کرتے ہین مین سچ سچ کہتا ہون کہ دولتمند ونہین ایسے لوگ بہت کم ہین کہ اس سعادت
کا عشر بھی حاصل کرسکین جسکو غریب لوگ کامل طور پر حاصل کر لیتے ہین۔ فطوبےٰ للغربا۔
میان عبدالحق باوجود اپنے افلاس اور کمی مقدرت کے ایک عاشق صادق کیطرح محض للہ
خدمت کرتا رہتا ہے اور اس کی یہ خدمات اس آیت کا مصداق اس کو ٹھہرا رہی ہین۔
یوثرون علیٰ انفسہم ولوکان بہم خصاصۃ

(۲۶) حبی فی اللہ **شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی**۔ شیخ رحمت اللہ جوان صالح یکرنگ
آدمی ہے انہین فطرتی طور پر مادہ اطاعت اور اخلاص اور حسن ظن اس قدر ہے جس کی برکت
سے وہ بہت سی ترقیات اس راہ مین کر سکتے ہین۔ نکی مزاج مین غربت اور ادب بھی
از حد ہے۔ اور انکی بشرہ سے علامات سعادت ظاہر ہین حتی الوسع وہ خدمات مین لگے رہتے ہین
ہین خداتعالے انکی کشش مکروہات سے انہین بچا کر اپنی محبت کی حلاوت سے حصہ وافر بخشے آمین

(۲۷) حبی فی اللہ میان **عبدالحکیم خان** جوان صالح ہے علامات رشد وسعادۃ اس کے چہرہ سے
نمایان ہین زیرک اور فہیم آدمی ہے انگریزی زبان میں عمدہ مہارت رکھتے ہین مین امید رکھتا ہون کہ
خداتعالے کئی خدمات اسلام انکے ہاتھ سے پوری کرے وہ باوجود زمانہ طالب علمی اور تفرقہ کی حالت
کے ایک روپیہ ماہواری بطور چندہ اس سلسلہ کیلئے دیتے ہین اور ایسا ہی انکا دوست رشید خلیفہ
رشید الدین صاحب جو ایک اہل آدمی اور انہیں کے ہمرنگ ہین اسیقدر چندہ محض الٰہی محبت کے جوش سے

ماہ بماہ ادا کرتے ہیں جزاہم اللہ خیر الجزاء ✤

(۲۸) حبی فی اللہ بابو کرم الٰہی صاحب ریکارڈ کلرک ماچھیوڑہ ریاست پٹیالہ۔ بابو صاحب متانت شعار مخلص آدمی ہین وہ اپنے ایک خط مین لکھتے ہین کہ اگرچہ آپکے رسالون کے پڑھنے کے بعد بعض علماء طرح طرح کے توہمات مین مبتلا ہوگئے ہین مگر الحمد للہ میرے دل مین ایک ذرہ بھی شک نہیں پایا سو مین اسکا شکریہ ادا نہیں کرسکتا کیونکہ ایسے طوفان کے وقت مین شکوک اور شبہات سے بچنا بشر کے اختیار مین نہیں میری تنخواہ بہت کم ہے مگر تاہم کم سے کم ایک روپیہ ماہواری آپکے سلسلہ کی امداد کیلئے بھیجا کرونگا کیونکہ تھوڑی خدمتمین شریک ہوجانا کلی محروم رہنے سے بہتر ہے فقط سو بابو صاحب نہایت اخلاص اور محبت سے ایک روپیہ ماہواری بھیجتے رہتے ہیں جزاہم اللہ خیر الجزاء

(۲۹) حبی فی اللہ مولوی عبد القادر جمال پوری مولوی عبد القادر جوان صالح متقی مستقیم الاحوال ہے اس ابتلا کے وقت مین جو علماء مین باعث نافہمی اور غلبہ سوء ظن ایک طوفان کیطرح اٹھا مولوی عبد القادر صاحب کی بہت استقامت ظاہر ہوئی اور اول اونہیں مین وہ داخل ہین بلکہ دعوت حق کرتے رہے انکا گذارہ ایک تھوڑی سی تنخواہ پر ہے تاہم اس سلسلہ کی امداد کے لئے ۲ر۶ پائی وہ ماہواری دیتے ہین ✤

(۳۰) حبی فی اللہ محمد ابن احمد مکی من حارہ شعب عامر یہ صاحب عربی ہین خاص مکہ معظمہ کے رہنے والے ہین صلاحیت اور رشد اور سعادت کے آثار انکے چہرے پر ظاہر ہین اپنے وطن خاص مکہ معظمہ سے زادہ اللہ مجداً و شرفاً بطور سیر و سیاحت اس ملک مین آئے اور ان دنون مین بعض بد اندیش لوگون نے خلاف واقعہ باتین بلکہ تہمتین اپنی طرف سے اس عاجز کی نسبت انکو سنائین اور کہا کہ یہ شخص رسالت کا دعوے کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے منکر ہے اور کہتا ہے کہ مسیح جسپر انجیل نازل ہوئی تھی وہ مین ہی ہون۔ ان باتون سے عربی صاحب کے دلمین بمقتضائے غیرت اسلامی ایک اشتعال پیدا ہوا تب انہون نے عربی زبان مین اس عاجز کی طرف ایک خط لکھا جس مین یہ فقرات بھی درج تھے ان کنت عیسیٰ ابن مریم فانزل علینا مائدۃ

ایھا الکذاب ۔ ان کنت عیسی ابن مریم فانزل علینا مائدۃ ایھا الدجال یعنی اگر تو عیسیٰ ابن مریم ہے تو اے کذاب اے دجال ہم پر مائدہ نازل کر لیکن معلوم نہیں کہ بے کس وقت کی دعا تھی جو منظور ہو گئی اور جس مائدہ کو دیکر خدا تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے ۔ آخر وہ قادر خدا انہیں اس طرف کھینچ لایا ۔ لودیانہ مین آئے اور اس عاجز کی ملاقات کی اور سلسلہ بیعت مین داخل ہو گئے فالحمد للہ الذی نجاہ من النار وانزل علیہ مائدۃ من السماء ان کا بیان ہے کہ جب مین آپکی نسبت بُرے اور فاسد ظنون مین مبتلا تھا تو مینے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہتا ہے کہ یا محمد انت کذاب یعنے اے محمد کذاب تو تو ہی ہے اور انکا یہ بھی بیان ہے کہ تین برس ہوئے کہ مین نے خواب مین دیکھا تھا کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہو گیا اور مین نے اپنے دل مین کہا تھا کہ انشاء اللہ القدیر مین اپنی زندگی مین عیسیٰ کو دیکھلونگا ؞

(۳۱) حبی فی اللہ صاحبزادہ افتخار احمد یہ جوان صالح میرے مخلص اور محب صادق حاجی حرمین شریفین منشی احمد جانصاحب مرحوم مغفور کے خلف رشید ہین اور بمقتضاے الولد سر لابیہ تمام محاسن اپنے والد بزرگوار کے اپنے اندر جمع رکھتے ہین اور وہ مادہ انمین پایا جاتا ہے جو ترقی کرتا کرتا فانیون کی جماعت مین انسان کو داخل کر دیتا ہے خدا تعالےٰ روحانی غذاؤن سے انکو حصہ وافر بخشے اور اپنے عاشقانہ ذوق وشوق سے سرمست کرے آمین ثم آمین

(۳۲) حبی فی اللہ مولوی سید محمد عسکری خان اکسٹرا اسسٹنٹ حال پنشنر سید صاحب موصوف الہ آباد کے ضلع کے رہنے والے ہین اس عاجز سے دلی محبت رکھتے ہین بلکہ ان کا دل عطر کے شیشہ کیطرح محبت سے بھرا ہوا ہے نہایت عمدہ صاف باطن بزرگ دوست ہین معلومات بہت وسیع رکھتے ہین ایک جید عالم فاضل متقدمین ان دنون مین بیمار ہین خدا تعالےٰ ان کو جلد شفا بخشے ۔ آمین ثم آمین ۔

(۳۳) حبی فی اللہ مولوی غلام حسن صاحب پشاوری ۔ اسوقت لودیانہ میں میرے پاس موجود ہین محض ملاقات کی غرض سے پشاور سے تشریف لائے ہین

میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وفادار مخلص ہیں اور کامیابیوں کو ملتے ہاتھ میں داخل ہیں۔ جوش ہمدردی کی راہ سے دو روپیہ ماہواری چندہ دیتے ہیں مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد للہی راہوں اور دینی معارف میں ترقی کرینگے کیونکہ فطرت نورانی رکھتے ہیں ✤

(۳۳) حبی فی اللہ شیخ حامد علی یہ جوان صالح ہو ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے گرچہ دقائق تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء اور صلحاء کا کام ہے مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباع سنت ورعایت تقویٰ میں مصروف ہے میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہو گیا تھا التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بیہوشی اور سخت کی حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا میں جانتا ہوں کہ انسان خدا ترسی کا اندازہ کرنے کیلئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہو کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بیشک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں اور چونکہ وہ سفر وحضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا کیونکر خدا تعالیٰ کی عنایتیں اس طرف رجوع کر رہی ہیں اور کیونکر دعائیں قبول ہو کر خارق عادت نشان ظہور میں آئے۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کی کے ابتلا اور نزول بلا کی خبر جو پورے چھ مہینے پہلے شیخ صاحب کو بذریعہ خط دی گئی تھی اور پھر انکے انجام بخیر ہونیکی بشارت جو حکم سزائے موت کی حالت میں انکو پہنچائی گئی تھی یہ سب باتیں حامد علی کی چشمدید ہیں بلکہ اس پیشگوئی پر بعض نادان اس سے لڑتے اور جھگڑتے تھے کہ اس کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ ایسا ہی دلیپ سنگھ کے

کے رد کئے جانے کی پیشگوئی اور کئی دوسری پیشگوئیاں اور نشان جو صبح صادق کی طرح ظاہر ہوگئیں اس شخص کو معلوم ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ نے اس کو گواہ بنا دیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جسقدر اس کو نشان دکھائے گئے وہ ایک طالب حق کا ایمان مضبوط کرنیکیلئے ایسے کافی ہیں کہ اس سے بڑھکر حاجت نہیں حامد علی بیشک ایک مخلص ہے مگر فطرتی طور پر اشتعال طبع اسمیں زیادہ پایا جاتا ہے صبر اور ضبط کی عادت ابھی اسمین کم ہے ایک غریب اور ادنیٰ مزدور کی سخت بات پر برداشت کرنا ہنوز اس کی طاقت سے باہر ہے غصہ کیوقت کسیقدر جبار کا رنگ و ریشہ نمودار ہو جاتا ہے کاہلی اور کسل بھی بہت ہو مگر متدین اور متقی اور وفادار ہے خدا تعالیٰ اس کی کمزوری کو دور کرے آمین۔ حامد علی صرف تین روپے مجھ سے تنخواہ پاتا ہے اور اس مین سے اس سلسلہ کے چندہ کیلئے ہر ماہ بطیب خاطر محض للہی شوق سے ادا کرتا ہے اور حبی فی اللہ شیخ چراغ علی چچا اس کا اس کی تمام خوبیوں مین اس کا شریک ہے اور نیک اور بہادر ہے

(۳۵) حبی فی اللہ شیخ شہاب الدین موحد شیخ شہاب الدین غریب طبع اور مخلص اور نیک خیال آدمی ہے نہایت تنگدستی اور عسر سے اس مسافر خانہ کے دن پورے کر رہا ہے افسوس کہ اکثر دولتمند مسلمانوں نے زکوٰۃ دینا بھی چھوڑ دیا اور شریعت اسلامی کا یہ پرحکمت مسئلہ کہ توخذ من الاغنیاء و ترد الی الفقراء یونہی معطل پڑا ہے اگر دولتمند لوگ کسی پر احسان نکرین صرف فریضہ زکوٰۃ کے ادا کرنیکی طرف متوجہ ہوں تاہم ہزار ہا روپیہ اسلامی اور قومی ہمدردی کے لئے جمع ہو سکتا ہے لیکن مال بخیل آنگاہ از خاک برآید کہ بخیل در خاک رود۔

(۳۶) حبی فی اللہ میران بخش ولد بہادر خان کیروی ایک مخلص اور پختہ اعتقاد آدمی ہے اس کے زیادت اعتقاد کا موجب اس نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مجذوب نے اسکو خبر دی تھی کہ عیسیٰ ہو آنیوالا تھا وہ یہی ہے جنے یہ عاجز اور یہ خبر اس عاجز کے اظہار دعوے سے کئی سال پیشتر وہ سن چکا تھا اور بعض ہندوستانیوں میں شہرت پا چکے تھے۔

(۳۷) حبی فی اللہ حافظ نور احمد صاحب لودیانوی۔ حافظ صاحب جوان صالح

بڑے محب اور مخلص اور اول درجہ کا اعتقاد رکھنے والے ہیں ہمیشہ اپنے مال سے خدمت کرتے رہتے ہیں جزاہم اللہ خیرالجزا۔

(۳۸) حبی فی اللہ مولوی محمد مبارک علی صاحب۔ یہ مولوی صاحب اس عاجز کے استاد زادہ ہین ان کے والد صاحب حضرت مولوی فضل احمد صاحب مرحوم ایک بزرگوار عالم باعمل تھے مجھکو ان سے از حد محبت تھی کیونکہ علاوہ استاد ہونے کے وہ ایک باخدا درعارف باطن اور زندہ دل اور متقی اور پرہیزگار تھے۔ مین نماز کی حالتین ہی اپنے محبوب حقیقی کو جاملے اور چونکہ نماز کی حالت ایک تبتل اور انقطاع کا وقت ہوتا ہے اس لئے انکا واقعہ ایک قابل رشک واقعہ ہی خدا تعالے ایسی موت سب مومنوں کو نصیب مولوی مبارک علی صاحب انکے خلف رشید اور فرزند کلان ہین سیرت اور صورت مین حضرت مولوی صاحب مرحوم سے بہت مشابہ ہین اس عاجز کے یکرنگ اور پرجوش دوست ہیں اور اس راہ مین ایک قسم کی ابتلا کی برداشت کر رہے ہین حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کے بارے مین ایک رسالہ انہون نے تالیف کیا ہے جو چھپکر شائع ہوگیا ہے جسکا نام قول جمیل ہے اس عاجز کا ذکر بھی اسمین کئی جگہ کیا گیا ہی چونکہ مولوی صاحب موصوف کی حدیث اور تفسیر پر نظر وسیع ہے اس لئے انہون نے محدثین کی طرز پر نہایت خوبی اور متانت سے اس رسالہ کو انجام دیا ہے مخالف الرائے مولوی صاحبان جنکو غور اور فکر کرنیکی عادت نہین اور جو انکھ بند کر کے فتوی پر فتوی لکھ رہے ہین انہین مناسب ہے کہ علاوہ اس عاجز کی کتاب ازالہ اوہام کے میرے دوست عزیز مولوی مبارک علی صاحب کے رسالہ کو بھی دیکھین اور نیز میرے دوست مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے رسالہ اعلام الناس کو بھی ذرہ غور سے پڑہین اور خدا تعالے کی ہدایت سے ناامید نہ ہون گو انکی حالت بہت خطرناک اور قریب یاس کے ہے لیکن اللہ تعالے ہر یک چیز پر قادر ہے مولویونکا حجاب کفار کے حجاب سے کچھ زیادہ نہین پھر کیون اس سرچشمہ رحمت سے نومید ہوتے ہین دھو علی کل شئی قدیر

(۳۹) حبی فی اللہ مولوی محمد تفضل حسین صاحب مولوی صاحب ممدوح میرے

ساتھ سچے دل سے اخلاص اور محبت رکھتے ہیں میں نے انکے دل کی طرف توجہ کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت نیک فطرت آدمی اور سعید نہیں سے ہیں اور قابل ترقی مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اگر وہ بشریت کی کمزوری کی وجہ سے کسی غلجان میں پڑیں تو میں امید نہیں رکھتا کہ سی میں وہ بند رہ جائیں کیونکہ انکی طینت صاف اور فراست ایمانی اور اسلامی نور کا انکو حصہ ہے اور کسی امر کے مشتبہ ہونے کیوقت قوت فیصلہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور اس لائق ہیں کہ اگر وہ کچھ عرصہ صحبت میں رہیں تو علمی اور عملی طریقوں میں بہت ترقی کر جائیں مولوی صاحب موصوف ایک بزرگ عارف باللہ کے خلف رشید ہیں اور پدری نور اپنے اندر مخفی رکھتے ہیں اور امید کیجاتی ہے کہ کسیوقت وہ روحانیت پھر غالب ہوجائے یہ عاجز جب علیگڈہ میں گیا تھا تو درحقیقت مولویصاحب ہی میری جانیکے باعث ہوئے تھے اور اس قدر انہوں نے خدمت کی کہ میں اس کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ کے چندہ میں بھی انہوں نے دو روپیہ ماہواری مقرر کر رکھے ہیں۔ مولویصاحب موصوف اگرچہ تحصیلداری کے عہدہ پر ہیں مگر ایک بھاری وجہ عیال کا نکو سر پر ہے اور وہ دور و نزدیک کے خویشوں اور اقارب بلکہ دوستوں کی بھی اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور بڑے مہمان نواز ہیں اور درویشوں اور فقیروں اور غریبوں سے باطلاق انس رکھتے ہیں اور سادہ طبع اور صاف باطن اور خیر اندیش آدمی ہیں باایں ہمہ ہمدردی اسلام کا جوش پورے طور پر ان میں پایا جاتا ہے جزہم اللہ خیراً ٭ باقی اسماء بعض مبائعین کے یہ ہیں ٭

حبی فی اللہ منشی محمد جلال الدین صاحب منشی — حبی فی اللہ عبد المجید خان اورنگ آبادی،

حبی فی اللہ منشی الہٰبخش صاحب — حبی فی اللہ میاں عبد الکریم خانصاحب

حبی فی اللہ منشی فیاض علی صاحب — حبی فی اللہ منشی حبیب الرحمان صاحب،

حبی فی اللہ مولوی عنایت علی صاحب — حبی فی اللہ مولوی حکیم محی الدین عربی

حبی فی اللہ میاں علی گوہر صاحب — حبی فی اللہ سردار خان برادر اخویم محمد خان

حبی فی اللہ سید خصیلت علی صاحب

حبی فی اللہ میر عنایت علی صاحب

حبی فی اللہ میاں عطاء الرحمٰن صاحب دہلوی

حبی فی اللہ مولوی تاج محمد صاحب ...

حبی فی اللہ مولوی محمد حسین صاحب متوطن علاقہ ریاست کپورتھلہ

حبی فی اللہ سید محمود شاہ صاحب سیالکوٹی

حبی فی اللہ شیخ فتح محمد صاحب جموں

حبی فی اللہ شیخ برکت علی صاحب

حبی فی اللہ منشی احمد شاہ صاحب نور پوری

حبی فی اللہ مولوی شیر محمد صاحب ہجن

حبی فی اللہ منشی محمد حسین صاحب مرادآبادی

حبی فی اللہ منشی ہاشم علی صاحب

حبی فی اللہ مولوی محمد حسین خان صاحب

حبی فی اللہ مولوی غلام حسین صاحب

حبی فی اللہ ... علی صاحب

حبی فی اللہ ... عبد الحق صاحب

حبی فی اللہ نقشی غلام محمد صاحب سیالکوٹی

حبی فی اللہ مولوی محمد دین صاحب

حبی فی اللہ مولوی نور الدین صاحب پوکہری

حبی فی اللہ منشی محمد صادق صاحب بہیروی

حبی فی اللہ شیخ چراغ علی صاحب تہوی

حبی فی اللہ شیخ احمد شاہ صاحب منصور پوری

حبی فی اللہ مولوی محی الدین بہوبری

حبی فی اللہ میاں عبد الحق صاحب پٹیالہ

حبی فی اللہ مولوی نور محمد صاحب مانگٹ ... یہ سب صاحب عاجز کے مخلص دوست

ہیں بعض انہیں سے اعلیٰ درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اسی اخلاص کے موافق جو اس عاجز

کے منتخب دوستوں میں پایا جاتا ہے اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جدا گانہ انکے مخلصانہ

حالات لکھتا انشاء اللہ القدیر کسی دوسرے مقام میں لکھونگا۔ اب میں اس تذکرہ کو دعا پر

ختم کرتا ہوں۔ اے قادر خدا میرے اس ظن کو جو ان تمام دوستوں کی نسبت رکھتا ہوں سچا کر کے

مجھے دکھا اور انکے دلوں میں تقوٰی کی سبز شاخیں جو اعمال صالحہ کے میووں سے لدی ہوئی ہیں

پیدا کر۔ انکی کمزوریوں کو دور فرما اور انکا سب کسل دور کر دے۔ اور انکے دلوں میں اپنی عظمت قائم کر

اور ہمیں اور انکے نفسوں میں دوری ڈال اور ایسا کر کہ وہ تجھ میں ہو کر بولیں۔ اور تجھ میں ہو کر سنیں

اور تجھ میں ہو کر دیکھیں اور تجھ میں ہو کر ہر یک حرکت سکون کریں۔ ان سب کو ایک ایسا

دل بخش جو تیری محبت کیطرف جھک جائے اور انکو ایک ایسی معرفت عطا کر جو تیری طرف کھینچ لیوے۔ اے بار خدایا یہ جماعت تیری جماعت ہے اس کو برکت بخش اور سچائی کی روح ان مین ڈال کہ سب قدرت تیری ہی ہے آمین

اور چندہ دہندون کے نام معہ تفصیل چندہ یہ ہین

نمبر	نام	سالانہ چندہ	نمبر	نام	چندہ
(۱)	میان عبداللہ پٹواری موضع غوث گڑھ	صہ	۱۶	اخویم سید عبدالہادی صاحب اورسیر مالیر کوٹلہ	عہ چندہ ماہواری
(۲)	مولوی محمد یوسف صاحب مدرس مدرسہ سنور	سہ	۱۷	مولوی سید تفضل حسین صاحب تحصیلدار علیگڑھ	عہ //
(۳)	منشی حشمت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سنور	سہ	۱۸	اخویم منشی ہاشم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر محکمہ پلوری	عہ //
(۴)	منشی ہاشم علی صاحب پٹواری تحصیل برنالہ	سہ	۱۹	اخویم منشی ظفر احمد صاحب	ایکبارگی //
(۵)	منشی ابراہیم صاحب پٹواری تحصیل بانگر	عہ	۲۰	اخویم میان محمد خان صاحب	ایکبارگی //
(۶)	منشی عبدالرحمن صاحب پٹواری تحصیل سنام	عہ	۲۱	منشی عبدالرحمن صاحب	//
(۷)	منشی احمد بخش صاحب پٹواری تحصیل بانگر	عمر	۲۲	منشی حبیب الرحمن صاحب	۸ر //
(۸)	منشی ابراہیم ثانی پٹواری تحصیل سرہند	سعہ	۲۳	منشی فیاض علی صاحب	۸ر //
(۹)	منشی غلام قادر صاحب پٹواری تحصیل	عہ	۲۴	مولوی عبدالقادر صاحب مدرس عربی مدرسہ اسلامیہ لودیانہ	۲ر ماہوار //
(۱۰)	منشی محمد فاضل صاحب سکنہ سنور	عمر	۲۵	منشی محمد بخش صاحب	۴ر //
(۱۱)	اخویم حکیم فضل دین صاحب بھیروی	عہ ماہوار	۲۶	شیخ چراغ علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی	۴ر ماہوار
(۱۲)	میان اللہ دین صاحب عرضی نویس معرفت حکیم فضل دین صاحب	عمر //	۲۷	منشی محمد کرم الٰہی صاحب ریکارڈ کلرک اجیرہ سیٹلمنٹ پٹیالہ	عصہ //
			۲۸	مولوی غلام حسن صاحب مدرس میونسپل بورڈ سکول پشاور	سے ماہوار
(۱۳)	میان نجم الدین صاحب عبدالرحمن سکنہ بھیرہ بنام مسجد ... نانوانی	عمر //			
(۱۴)	اخویم مولوی حکیم غلام احمد صاحب انجینئر ریاست جموں	؏ //	۲۹	قاضی محمد اکبر خان صاحب نائب تحصیلدار صوابی	عصہ //
(۱۵)	اخویم مکرم مولوی حکیم نوردین صاحب معالج ریاست جموں ...	؏			

خاتمہ

اُن دوستونکے لئے جو سلسلہ بیعت مین داخل ہین نصیحت کی باتین

عزیزان بے خلوص و صدق نکشا ئندراہے را * مصفا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو جو میرے سلسلہ بیعت مین داخل ہو خدا اس مین اور تمہین اُن باتون کی توفیق دے جنسے وہ راضی ہوجائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلا کا وقت تم پر ہے اُسی سنت اللہ کیمطابق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کہاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤگے اور طرح طرح کی باتین تمہین سننی پڑینگی اور ہر یک جو تمہین زبان یا ہاتھ سے دکھ دیگا وہ خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تمپر آئینگے تا تم ہر طرح آزمائے جاؤ سو تم اسوقت سن رکھو کہ تمہاری فتح مندی غالب جانیکی یہ راہ نہین کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتین کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہ راہین اختیار کین تو تمہارے دل سخت ہو جائینگے اور تم مین صرف باتین ہی باتین ہونگی جن سے خدا تعالے نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نکرو کہ اپنے پر دو لعنتین جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی *

یقیناً یاد رکھو کہ لوگونکی لعنت اگر خدا تعالے کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمین نابود کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہین ہو سکتے۔ لیکن اگر خدا ہمارا دشمن ہوجائے تو کوئی ہمین پناہ نہین دیسکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالے کو راضی کرین اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقوی سے۔ سو اے میری پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بنجاؤ بغیر عمل کے سب باتین ہیچ ہین اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہین سو تقوی یہی ہے کہ ان تمام نقصانون سے بچکر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھاؤ اور پرہیز گاری کی باریک راہونکی رعایت کرو

سب سے اول اپنے دلونمیں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلونکے حلیم اور سلیم
اور غریب بنجاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اگر تیرا دل شر سے خالی ہے
تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر یک نور
یا اندھیرا پہلے دلمین ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے سو اپنے دلونکو
ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کہانیوالا اپنے پانون کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑی کو کاٹتا ہے
اور باہر پھینکتا ہے اسیطرح تم بھی اپنے دلونکے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات
اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اُس
کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ
پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالےٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلون کے
پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام
قوے کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہون تا تمہاری نیکیان کمال تک پہنچین۔ کیونکہ جو بات
دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہین کسی مرتبہ تک نہین پہنچا سکتی خدا تعالےٰ کی عظمت اپنے
دلونمین بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھون کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم مین پانسو
کے قریب حکم ہین اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت
اور ہر یک عمر اور ہر یک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد و اجتماع کے لحاظ سے
ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر
کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہین وہ سارے کہاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو جو شخص ان سب
حکمونمین سے ایک کو بھی ٹالتا ہے۔ مین سچ سچ کہتا ہون کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا
اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنون پر
اُٹھاؤ کہ شریر ہوگا اور سرکش جہنم مین گرایا جائیگا پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت
سے بچ جائیگا دنیا کی خوشحالی کی شرطون سے خدا تعالےٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال

کے بیٹے گرو بادر پیش ہے۔ بلکہ تم اس لئے اُسکی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے چاہئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہوجاوے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہوجاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے خدا بڑی دولت ہے اُس کے پانیکے لئے مصیبتوں کیلئے طیار ہو جاؤ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنیکے لئے جانوں کو فدا کرو عزیزو!! خدا تعالےٰ کے حکموں کو بیقدری سے نہ دیکھو موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے ایک بچہ کی طرح بنکر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کرو تا تم پر رحم کیا جاوے سچائی اختیار کرو سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دیسکتا ہے کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی ÷

عزیزو!! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بیباکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون چرا کے حکموں کو ماننے والے ہوجاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے ÷

قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں۔ انکی طرف کان دھرو اور انکے موافق اپنے تئیں بناؤ ÷

قرآن شریف انجیل کیطرح تمہیں صرف یہی نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں کو یا ایسوں کو جو عورتوں کی طرح

محل شہوت ہو سکتی ہیں شہوت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ اس ذی کلام حکیم کا یہ منشا ہی کہ تو بغیر ضرورت نامحرم کیطرف نظر ست اُٹھا نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت بلکہ چاہیے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچا وے تا تیری دلی پاکیزگی مین کچھ فرق نہ آوے سو تم اپنے مولے کے اِس حکم کو خوب یاد رکھو اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ اور اُس ذات کے غضب سے ڈرو جسکا غضب ایکدم مین ہلاک کر سکتا ہے قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے کہ تو اپنے کان کو بھی نامحرم عورتونکے ذکر سے بچا اور ایسا ہی ہر ایک ناجائز ذکر سے ÷

مجھے اِسوقت اِس نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نکرو۔ کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق کے خون کی طرف قدم اُٹھاتا ہے مگر مین کہتا ہون کہ ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نکرو حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کیطرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اِجْتَنِبُوا الرِّجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور یعنی بتونکی پلیدی سے بچو اور جھوٹھ سے بھی کہ وہ بت سے کم نہیں جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ مین بت ہے سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپون یا بھائیون یا دوستونپر ہو چاہئے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہو÷

باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بیمہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہین ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزاسمہٗ دوسری ہمدردی اپنے بھائیون اور اپنے بنی نوع کی اور اِن حکمونکو اس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے جیسا کہ استعدادین بھی تین ہی قسم کی ہین اور وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی۔ پہلے طور پر اس آیت کے یہ معنے ہین کہ تم اپنے خالق کیساتھ اس کی اطاعت مین عدل کا طریق مرعی رکھو ظالم نہ بنو پس جیسا کہ درحقیقت بجز اس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں کوئی بھی محبت کے لائق نہیں کوئی بھی توکل کے لائق نہین کیونکہ بوجہ خالقیت اور قیومیت و ربوبیت خاصہ کے ہر ایک حق اُسیکا ہے اسیطرح تم بھی اس کے ساتھ کیکو

اس کی پرستش مین اوراس کی محبت مین وراس کی ربوبیت میں شریک مت کرو اگر تم نے اس قدر کرلیا تو یہ عدل ہے جس کی رعایت تمپر فرض تھی +

پھر اگراس پر ترقی کرنا چاہو تو احسان کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتونکے ایسے قائل ہو جاؤ وراس کے آگے اپنی پرستشون مین ایسے متادب بنجاؤ وراس کی محبت مین ایسے کھوے جاؤ کہ گویا تم نے اُس کی عظمت اور جلال اوراس کے حسن لازوال کو دیکھ لیا ہے۔

بعداس کے ایتاء ذی القربی کا درجہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلف اور تصنع دور ہو جائے اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپو نکو یاد کرتے ہو اور تمہاری محبت اس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی پیاری ماں سے محبت رکھتا ہے +

اور دوسری طور پر جو ہمدردی بنی نوع سے متعلق ہے۔ اس آیت کے یہ معنے ہین کہ اپنے بہائیون اور بنی نوع سے عدل کرو اور اپنے حقوق سے زیادہ اُن سے کچھ تعرض نکرو اور انصاف پر قائم رہو۔

اور اگراس درجے سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے بہائی کی بدی کیمقابل نیکی کرے اور اس کی آزار کی عوض مین تو اس کو راحت پہنچاوے اور مروت اور احسان کیطور پر دستگیری کرے +

پھر بعداس کے ایتاء ذی القربی کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو جس قدر اپنے بہائی سے نیکی کرے یا جسقدر بنی نوع کی خیر خواہی بجالاوے اُس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہو بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسے شدت قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کیساتھ نیکی کرتا ہے سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردی خلائق مین کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکرگذاری یا دعا یا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو

عزیزو اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب ...... مین درج ہین باستثنا اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالےٰ اسکو رد کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسیکو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تبتک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بد عہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا دوسا وس و حرکات مخالف عہد بیعت سے باز نہین آتا وہ اپنی بدعملی کیوجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے اُس کی پرواہ مت کرو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود مین نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں مین اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالےٰ کی بزرگی تم مین قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہالی عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول مت کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولا حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کیلئے سارے دکھ اٹھاؤ۔ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

بیرونی شہادتین

بعد ختم کتاب بعض شہادتین ہمکو مین مناسب سمجھ کر انکو کتاب کے ساتھ شامل کر دیا (۱) یہ کہ کوہ نور یکم اگست ۱۸۹۱ء اور نور افشان ۳۰ جولائی ۱۸۹۱ء مین بحوالہ اخبار عام لکھا ہے کہ حال مین امریکہ کے ایک بڑے پادری صاحب پر وہان کے لوگون نے کفر کا الزام لگایا ہے وجہ کفر یہ ہے کہ اسی مسیح کے معجزات اور جسمانی طور پر زندہ ہونے مسیح کا اعتقاد نہین ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک بڑا پادری اسی زمین سے ہے کہ جو عیسائیونکا اس عقیدہ سے پھر گیا ہے کہ مسیح زندہ ہے اور پھر دوبارہ دنیا مین آئیگا۔ سو یہ ایک بیرونی شہادت ہے جو خدا تعالےٰ نے اس عاجز کے دعوی پر قائم کی اور عیسائیون کے ایک محقق پادری سے جو درجہ کی رو سے ایک بڑا پادری ہے یہی اقرار کرایا جس کی نسبت اس عاجز کو الہامی خبر دی گئی فالحمد للہ علیٰ ذالک (۲) دوسری یہ کہ ایک بزرگ حاجی حرمین تمیز بغین عبد الرحمن نام جنہون نے دو حج کئے ہین مرید خاص حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور ساکن لودیانہ جو مرد پیر بعمر قریب اسی سال کے ہین اپنی ایک رویا بیان کرتے ہین کہ مین نے جس روز مولوی محمد حسین صاحب کی آپ سے یعنی اس عاجز سے بحث ہوئی تھی رات کو خواب مین دیکھا کہ میانصاحب مرحوم یعنی حاجی احمد جانصاحب نے مجھے اپنے مکان پر بلایا چنانچہ مین گیا اور ہم پانچ آدمی ہو گئے اور سب ملکر حضرت

خواجہ اویس قرنی کے پاس گئے اسوقت حضرت اویس قرنی خرقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنے ہوئے تھے پھر وہان سے ہم سب اور اویس قرنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مین پہنچے اور اویس قرنی نے وہ خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھدیا اور عرض کی کہ آج اس خرقہ کی توہین ہوئی اور اس کی حرمت آپکے اختیار مین ہے آپ ہی کیطرف سے تہا مین صرف ایلچی تہا تب مینے نظر اٹہا کر دیکہا تو گویا دیکھتا ہون کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ اور بائین طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے تھے اور سامنے آپ یعنی یہ عاجز کہڑا ہے اور ایکطرف مولوی محمد حسین کہڑا ہے اسوقت حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرۃ صلعم کی خدمت مین بیان کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہوتی کہ وہ فوت شدہ لوگونکو دوبارہ دنیا مین بہیجتا اور مین بہیجا جاتا تو مجہہ سے بھی دنیا کے لوگ یونہی پیش آتے جیسا کہ انکو ساتہ آئے (یعنی اس عاجز کے ساتھ) پھر میانصاحب مرحوم نے مجھے فرمایا کہ حضرۃ عیسیٰ کے بالونکو دیکھ تب مینے انکے سر کے بالونپر ہاتھ پہیرا تو وہ سیدہے ہو گئے اور جب ہاتہہ اٹہایا تو کنڈل پڑ گئے پہر میانصاحب نے فرمایا کہ دیکہو انکے آنکہونکی طرف جب مینے دیکہا کہ آنکہین تمتماتی تہین اور رنگ نہایت سفید جو نہین دیکہا جاتا تہا پہر میانصاحب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہی حلیہ ہے مگر وہ مسیح موعود جسکے آنیکا وعدہ تہا اس کا حلیہ وہی ہے جو تم دیکہتے ہو اور آپ کی طرف اشارہ کیا یعنی اس عاجز کیطرف پہر مین بیدار ہو گیا اور دلپر اس رویا کا اثر تا دیر تہا

(۳) تیسری یہ کہ حبی فی اللہ میان عبدالحکیم خانصاحب اپنے رسالہ ذکر الحکیم کے صفحہ ۳۴ مین لکہتے ہین کہ مین بماہ ستمبر ۱۸۹۱ء مین بموقعہ تعطیلات موسمی نراوڑی مین مقیم تہا اس جگہ مینے متواتر تین یا چار دفعہ عیسیٰ علیہ السلام کو خواب مین دیکہا اور ایکدفعہ ایسا ہوا کہ مینے خواب مین سنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہوئے ہین یہ خبر سنکر حضرۃ مسیح علیہ السلام کی زیارت کیواسطے چلا جب آپکی محفل مین پہنچا تو مین نے سب پر سلام کہا اور پوچہا کہ حضرۃ مسیح علیہ السلام کسجگہ تشریف رکہتے ہین وہان مرزا یوسف بیگ صاحب سامانوی جو مرزا صاحب کے مریدون مین سے ہین موجود تھے انہون نے مجھے بتلایا مین اب مسیح علیہ السلام کیطرف چلا مگر جب دوبارہ نظر اٹہا کر دیکہا تو مرزا غلام احمد صاحب ایک عجیب وجیہ

حسین اور شاندار صورتین تشریف رکہتے ہیں یہ خواب ہینے حافظ حامد غنی سے جو قادیان کی مسجد کا امام ہو بیان کی تھی اور میرزا صاحب نے ابہی مسیح ہونیکا دعوی مشتہر نہیں کیا تہا ✤

یہ شہادتین ہین جو رسالہ کے ختم ہونیکے بعد ہمکو ملین ایسا ہی ایک اعتراض بہی اس رسالہ کے ختم ہونیکے بعد پیش کیا گیا اور وہ یہ ہو کہ اگر مسیح دجال کے گدہے سے مراد یہی ریل گاڑی ہے تو اس ریل پر تو نیک و بد دونون سوار ہوتے ہین بلکہ جسکو مسیح موعود کا دعوی ہو وہ بہی سوار ہوتا ہو۔ پہر یہ دجال کا گدہا کیونکر ہو گیا جواب یہ ہو کہ بوجہ ملکیت اور قبضہ اور تصرف تام اور ایجاد دجالی گروہ کے یہ دجال کا گدہا کہلاتا ہے اور اگر عارضی طور پر کوئی اس سے نفع اُٹہاوے تو اس سے وہ اسکا مالک یا موجد ٹہر نہیں سکتا۔ غرض دجال کی اضافت ملکی ہو۔ پہر اگر خدا تعالے دجال کے مملوکات و مصنوعات مین سے بہی مومنون کو نفع پہنچاوے تو اس مین کیا حرج ہو کیا انبیاء کفار کی مملوکات و مصنوعات سے نفع نہین اُٹہاتے تہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خچر کی سواری کرتے تہے حالانکہ احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ گدہے سے گہوڑی کو ملانا ممنوع ہے ایسے ہی بہت نمونے پائے جاتے ہین ماسوا اس کے جبکہ مسیح موعود قاتل دجال ہے یعنی روحانی طور پر تو بموجب حدیث مَن قتل قتیلاً کے جو کچہ دجال کا ہے وہ مسیح کا ہے علاوہ اس کے مسلم کی حدیث جو ابو ہریرہ سے مروی ہے عیسیٰ کے آنیکی یہ نشانیان لکہی ہین لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا۔ یعنی عیسیٰ حکم اور عدل ہونیکی حالت میں اُتریگا اسطرح پر کہ مسلمانوں کے اختلاف پر حق کے ساتہ حکم کریگا صلیب کو توڑیگا خنزیرونکو قتل کریگا اور جزیہ کو اُٹہا دیگا اور اس کے آنیکا ایک نشان ہوگا جوان اونٹنیان جو بار برداری اور سواری کا خوب کام دیتی ہین چہوڑ دیجاینگی پہر انپر سواری نہین کی جاویگی اب واضح ہو کہ یہ ریل گاڑی کیطرف اشارہ ہو جس نے تمام سواریوں سے ذریعہ انوع انسان کو فارغ کر دیا۔ اور جو تمام دنیا کے ستر ہزار میل میں پہر گئی ہو اور ہندوستان کے سولہ ہزار میل میں۔ چونکہ عرب مین اعلیٰ درجہ کی سواری جو ایک عربی کے تمام گہر کو اُٹہا سکتی ہے اونٹنی کی سواری ہے جو بار برداری اور مسافت

کے طے کرنے میں تمام سواریوں سے بڑھکر ہے اس لئے آنحضرت صلعم نے اسی کیطرف اشارہ کیا تا اعلیٰ
کے ذکر کرنے سے ادنےٰ خود اس کے ضمن میں آجاوے پس فرمایا کہ مسیح موعود کے ظہور کیوقت میں
سب سواریاں بیقدر ہو جائینگی اور کوئی اُنکی طرف التفات نہیں کریگا یعنی ایک نئی سواری دنیا میں پیدا
ہو جائیگی جو دوسری تمام سواریوں کی وقعت کھو دیگی اب اگر فرضاً تمام لوگ اس ریل گاڑی پر سوار
نہوں تو یہ پیشگوئی ناقص رہتی ہے ؛

اسجگہ یہ بھی ظاہر ہے کہ مسلم کی حدیث سے جو فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے ثابت ہوتا ہے جو دجال
ہندوستان سے نکلنے والا ہے جس کا گدیا و خان کے زور سے چمکیگا جیسے بادل جسکے پیچھے ہوا ہوتی
ہے اور ایسا ہی مسیح بھی اسی ملک میں اول ظہور کریگا گو بعد میں مسافرانہ طور پر کسی اور ملک دمشق
وغیرہ میں نزول کرے ۔ نزول کا لفظ جو دمشق کیساتھ لگایا گیا ہے خود دلالت کر رہا ہے جو دمشق
میں اس کا آنا مسافرانہ طور پر ہوگا اور اصل ظہور کسی اور ملک میں ۔ اور ظاہر ہے کہ جس جگہ دجال
ظہور کرے اسیجگہ مسیح کا آنا ضروری ہے کیونکہ مسیح دجال کیلئے بھیجا گیا ہے اور یہ بھی اسی حدیث
سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال خود نہیں نکلیگا بلکہ اس کا کوئی مثیل نکلیگا اور حدیث کے لفظ یہ ہیں
الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما ھو واومی بیدہ الی المشرق
رواہ مسلم یعنی خبردار ہو کیا دجال بحر شام میں ہو یا بحر یمن میں نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا نہیں
یعنی وہ نہیں نکلیگا بلکہ اسکا مثیل نکلیگا اور مشرق کیطرف اشارہ کیا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تمیم
داری کا خیال تو یہ تھا کہ دجال بحر شام میں ہے یعنی اس طرف کسی جزیرہ میں کیونکہ تمیم نصرانی ہونیکے زمانہ میں اکثر
ملک شام کیطرف جاتا تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو رد کر دیا اور فرمایا کہ وہ مشرق
کی کسی خاص طرف سے نکلیگا اور ممالک مشرقیہ میں ہندوستان داخل ہے اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ اس خبر تمیم داری کی
تصدیق کے بارے میں ایسے الفاظ آنحضرت صلعم کے منہ سے ہرگز نہیں نکلے جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں جو آنحضرت
صلعم نے اس تمیم داری کے دجال کا وجود یقین کر لیا تھا بلکہ اس بات کی تصدیق پائی جاتی ہے کہ دجال مدینہ
منورہ اور مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوگا ۔ ماسوا اس کے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ تصدیق وحی کی رو
سے ہے اور جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم جو اخبار و حکایات بیان کریں

تصدیق کرتے تھے اس کے لئے یہ ضرور نہیں ہوتا تھا کہ وہ تصدیق وحی کی رو سے ہو بلکہ بسا اوقات محض مخبر کے اعتبار کے خیال سے تصدیق کر لیا کرتے تھے چنانچہ کئی دفعہ یہ اتفاق ہوا ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے کسی مخبر کی خبر کو صحیح سمجھا اور بعد ازاں وہ خبر غلط نکلی بلکہ بعض وقت ایک مخبر کے اعتبار پر یہ خیال کیا گیا کہ دشمن چڑھائی کرنیوالا ہے اور پیشقدمی کے طور پر اس پر چڑھائی کر دی گئی لیکن آخر کار وہ خبر غلط نکلی انبیاء لوازم بشریت سے بالکل الگ نہیں کئے جاتے ہاں وحی الٰہی کے پہنچانے میں محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں سو یہ قصہ تمیم داری والا جو آنحضرت صلعم نے سنا ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وحی کی رو سے آنحضرت صلعم نے اس قصہ کی تصدیق کی اور حدیث میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہ اس خیال پر دلالت کر سکے پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کے الفاظ سے جس قدر تصدیق اس قصہ کی پائی جاتی ہے وہ تصدیق وحی کی رو سے ہرگز نہیں بلکہ محض عقلی طور پر اعتبار راوی کے لحاظ سے ہے کیونکہ تمیم داری اس قصہ کے بیان کرنیکے وقت مسلمان ہو چکا تھا اور بوجہ مشرف باسلام ہونیکے اس لائق تھا کہ اس کے بیان کو عزت اور اعتبار کی نظر سے دیکھا جاوے ۔ واللہ اعلم بالصواب وھذا آخر ما اردنا فی ھذا الباب والحمد للہ اولہ و آخرہ والیہ المرجع والمآب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

گذارش ضروری بخدمت ان صاحبوں کے جو بیعت کرنیکے لئے مستعد ہیں

اے اخوان مومنین ایدکم اللہ بروح منہ آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصاً للطلب اللہ بیعت کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں واضح ہو کہ باقتضائے ربِّ کریم و جلیل جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو انواع و اقسام

اطلاع

تاریخ ہذا سے جو ۴ مارچ ۱۸۹۱ء ہے ۲۵ مارچ تک یہ عاجز لودیانہ محلہ جدید میں مقیم ہے اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودیانہ میں ۲۰ تاریخ کے بعد آجاویں اور اگر اس جگہ آنا موجب حرج و دقت ہو تو ۲۵ مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنیکے لئے حاضر ہو جاوے مگر جس مدعا کے لئے بیعت ہے یعنی حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننے کیلئے کوشش کرنا اس مدعا کو خوب یاد رکھے اور اس وہم میں نہیں پڑنا چاہئے کہ اگر تقویٰ اور سچا مسلمان بننا پہلے ہی سے

کے اختلافات اور غل و حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے انکو بے برکت و نکما کر دیا ہے نجات دیکر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا مصداق بنا دے) مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد و منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کیلئے مقدر ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارک ایک کتاب میں بقید ولدیت و سکونت مستقل و عارضی طور معہ کسیقدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پاویں اور پھر جب اسماء مندرجہ کسی تعداد موزون تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست طیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اس کی تمام بیعت کرنیوالوں کی خدمتمیں

شرط ہے تو پھر بعد اس کے بیعت کی کیا حاجت ہے بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقوی کہ جو اول حالتمیں تکلف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے۔ دوسرا رنگ پکڑے اور ببرکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اس کا جز بن جائے اور وہ مشکواتی نور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جسکو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح بھی کہتے ہیں جسکے پیدا ہونیکے بعد خدا تعالی کی نافرمانی ایسی بالطبع بری معلوم ہوتی ہے جیسی وہ خود خدا تعالے کی نظر میں بری و مکروہ ہے اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر یک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے سو اس روح کے پیدا ہونیکے لئے ابتدائی اتقا جسکو [illegible] لاتا ہے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنیمیں فرمایا ہے هُدًی لِّلْمُتَّقِیْن یہ نہیں فرمایا کہ هُدًی لِّلْفَاسِقِیْن یا هُدًی لِّلْکَافِرِیْن ابتدائی تقوی جسکے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے وہ ایک فطرتی حصہ ہے کہ جو سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولی اس کی مربی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے مگر وہ [illegible] نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثُمَّ اَنْشَاْنَاہُ خَلْقًا آخَر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے ۔ فتدبر ۔

منہ

بھیجی جاوے اور پھر جب دوسرے وقت مین نئی بیعت کرنیوالونکا ایک معتدبہ گروہ ہو جاوے تو ایسا ہی انکے اسماء
کی بھی فہرست طیار کرکے تمام مبائعین یعنی داخلین بیعت مین شائع کیجاوے اور ایسا ہی ہوتا رہے
جبتک ارادہ الٰہی اپنے اندازہ مقدر تک پہنچ جاوے۔ یہ انتظام جس کے ذریعہ سے راستبازونکا گروہ کثیر ایک ہی
سلک مین منسلک ہوکر وحدت مجموعی کے پیرایہ مین خلق اللہ پر جلوہ نما ہوگا اور اپنی سچائی کے
مختلف المخرج شعاعون کو ایک ہی خط ممتد مین ظاہر کریگا خداوند عزوجل کو بہت پسند آیا مگر چونکہ یہ کارروائی
بجز اس کے باسانی و صحت انجام پذیر نہیں ہو سکتی کہ خود مبائعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھکر
اپنا تمام پتہ و نشان بتفصیل مندرجہ بالا بھیجدین اس لئے ہر ایک صاحب کو جو صدق دل اور خلوص تام سے
بیعت کرنیکو لئے مستعد ہین تکلیف دیجاتی ہے کہ وہ بتحریر خاص اپنے پورے پورے نام و ولدیت و سکونت
مستقل و عارضی سے اطلاع بخشین یا اپنے حاضر ہونیکے وقت یہ تمام امور درج کرادین اور ظاہر ہے
کہ ایسی کتاب کا مرتب و شائع ہونا جس مین تمام بیعت کرنیوالونکے نام و دیگر پتہ و نشان درج ہون انشاء اللہ
القدیر بہت سی خیر و برکت کا موجب ہوگا ازانجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنے
والون کا بہت جلد باہم تعارف ہوجائیگا اور باہم خط و کتابت کرنے اور اتفاق استفادہ کے وسائل نکل آئینگے
اور غائبانہ ایکدوسریکو دعائے خیر سے یاد کرینگے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رو سے ہر ایک محل و موقعہ پر
ایک دوسرے کی ہمدردی کرسکینگے اور ایک دوسرے کی غمخواری مین یاران موافق و دوستان صادق کیطرح
مشغول ہوجائینگے اور ہر ایک کو انمین سے اپنے ہم ارادت لوگونکے نامون پر اطلاع پانے سے معلوم
ہوجائیگا کہ اس کے روحانی بھائی دنیا مین کسقدر پھیلے ہوئے ہین اور کن کن خداداد فضائل سے متصف ہین
سو یہ علم ان پر ظاہر کریگا کہ خداتعالے نے کس خارق عادت طور پر اس جماعت کو طیار کیا ہے اور کس سرعت
اور جلدی سے دنیا مین پھیلایا ہے اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص
اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے اور حقیقی بھائیون سے بڑھکر انکا قدر کرے ان سے جلد
صلح کرلیوے اور دلی غبار کو دور کردیوے اور صاف باطن ہوجاوے اور ہرگز ایک ذرہ کینہ اور
بغض ان سے نہ رکھے لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے جو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مین
مندرج ہین جو اپنی بیباکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاویگا۔ یہ سلسلہ

بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقوی شعار لوگون کی جماعت کے جمع کرنیکیلئے ہے تا ایسے متقیون کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے* اور انکا اتفاق اسلام کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونیکے اسلام پاک و مقدس خدمات مین جلد کام آسکین اور ایک کاہل و بخیل و بیمصرف مسلمان نہون اور نہ ان نالائق لوگون کیطرح جنہون نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کیوجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اسکے خوبصورت چہرہ کو اپنے فاسقانہ حالتون سے داغ لگادیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشون اور گوشہ گزینون کیطرح جنکو اسلامی ضرورتون کی کچھ بھی خبر نہین اور اپنے بھائیون کی ہمدردی سے کچھ غرض نہین اور بنی نوع کی بھلائی کیلئے کچھ جوش نہین بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہون کہ غریبونکی پناہ ہوجائین یتیمون کیلئے بطور باپون کے بنجائین اور اسلامی کامونکے انجام دینے کے لئے عاشق زار کیطرح فدا ہونیکو طیار ہون اور تمامتر کوشش اسبات کے لئے کرین کہ انکی عام برکات دنیا مین پھیلین اور محبت الہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہریک دل سے نکلکر اور ایک جگہ اکٹھا ہوکر ایک دریا کیصورت مین بہتا ہوا نظر آوے خدا تعالے نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرم خاص سے اس عاجز کی دعاؤن اور اس ناچیز کی توجہ کو انکی پاک استعدادون کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا مین ان طالبون کی تربیت باطنی مین مصروف ہوجاؤن اور ان کی آلودگی کے ازالہ کیلئے رات دن کوشش کرتا رہون اور انکے لئے وہ نور مانگون جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے اور بالطبع خدا تعالے کی راہون سے محبت

* اس جماعت کے نیک اثر سے جیسا اسلام مستفیض ہوگا ویسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کیلئے انواع اقسام کے فوائد متصور ہین جنسے اس گورنمنٹ کو خداوند عزوجل کا شکرگذار ہونا چاہئے ازانجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیرخواہ اور دعاگو ہونگے کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جسکی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھکر کوئی گندی بات اور خبیث اور ظلم اور پلید راہ نہین کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ باامن و عافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی و دنیوی مقاصد مین بآزادی کوشش کرسکے اسی کا بدخواہ و بداندیش ہو بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکرگذار نہ ہو تب تک خدا تعالی کا بھی شکرگذار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو

منہ

کرنے لگتا ہے اور انکے ذریعہ روح قدس طلب کردن جو ربوبیت اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی
ہے اور اس روح خبیث کی تخلیص سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم
لیتی ہے سو میں بتوفیق تعالٰے کاہل اور سست نہیں رہونگا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں
نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہونگا بلکہ ان کی زندگی کیلئے موت
تک دریغ نہیں کرونگا اور انکے لئے خدا تعالٰے سے وہ روحانی طاقت چاہونگا جس کا اثر برقی مادہ
کیطرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انکے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہوکر
صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ خدا تعالٰے نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنیکے
لئے اور اپنی قدرت دکھانیکیلئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح
اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے سو یہ گروہ اس کا ایک
خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دیگا اور انہیں گندی زیست سے صاف
کریگا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشیگا وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں
وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائیگا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کریگا وہ خود اس
کی آبپاشی کریگا اور اس کو نشوونما دیگا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائیگی
اور وہ اس چراغ کیطرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے۔ دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائینگے
اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہرینگے وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم
کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دیگا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے
لوگ پیدا ہوتے رہینگے جنکو قبولیت اور نصرت دیجائیگی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے
جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فالحمد لہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً
اسلمنا لہ ہو مولٰنا فی الدنیا والآخرۃ نعم المولٰے ونعم النصیر ○

خاکسار

غلام احمد — لودیانہ۔ محلہ جدید متصل مکان اخویم منشی حاجی احمد جانصاحب مرحوم مغفور
۴ مارچ ۱۸۸۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

تکمیل تبلیغ

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مین شائع کیا ہے جس مین بیعت کیلئے حق کے طالبون کو بلایا ہے اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے **اول** بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر مین داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے **دوم** یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر یک فسق اور فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقون سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشون کیوقت انکا مغلوب نہین ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے **سوم** یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کی پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہون کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے مین مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانون کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا **چہارم** یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانون کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشون سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہین دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے **پنجم** یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا مین خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر یک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اس کی راہ مین طیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہین پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا **ششم** یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ مین دستور العمل قرار دیگا **ہفتم** یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا **ہشتم** یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا **نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی مین محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتون اور نعمتون سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا **دہم** یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھکر اس پر تاوقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت مین ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتون اور تعلقون اور تمام خادمانہ حالتون مین پائی نہ جاتی ہو

یہ وہ شرایط ہیں کہ جو بیعت کرنیوالوں کے لئے ضروری ہیں جن کی تفصیل بحکم وحی ششماہ کے اشتہار میں شہیر
لکھی گئی اور الہامات جو اس بارہ میں آج تک ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک
باعیننا ووحینا الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم یعنی جب تو نے اس
خدمت کیلئے قصد کر لیا تو خدا تعالی پر بھروسا کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے
بیعت کرینگے وہ تجھ سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کرینگے خدا کا ہاتھ ہوگا جو انکے ہاتھوں پر ہوگا۔ پھر ان دنوں کے بعد
جب لوگ مسیح موعود کے دعوے سے سخت ابتلا میں پڑ گئے یہ الہامات ہوئے۔ الذین تابوا واصلحوا اولئک
اتوب علیہم وانا التواب الرحیم۔ امم یسرنا لہم الہدی وامم حق علیہم العذاب ویمکرون
ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ ولکید اللہ اکبر۔ وان یتخذونک الا ہزوا اھذا الذی بعث اللہ
قل ایہا الکفار انی من الصادقین۔ فانتظروا آیاتی حتی حین سنریہم آیاتنا فی الآفاق
وفی انفسہم حجۃ قائمۃ وفتح مبین۔ ان اللہ یفصل بینکم ان اللہ لا یہدی من
ہو مسرف کذاب۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ
ولو کرہ الکفرون۔ نرید ان ننزل علیک اسرارا من السماء ونمزق الاعداء کل ممزق
ونری فرعون وہامان وجنودہما ما کانوا یحذرون۔ سلطنا کلابا علیک
وغیظنا سباعا من قولک وفتناک فتونا فلا تحزن علی الذی قالوا ان ربک
لبالمرصاد۔ حکم اللہ الرحمن لخلیفۃ اللہ السلطان یؤتی لہ الملک العظیم و
یفتح علی یدہ الخزائن وتشرق الارض بنور ربہا ذالک فضل اللہ وفی اعینکم
عجیب۔

یعنی جو لوگ توبہ کرینگے اور اپنی حالت کو درست کر لینگے تب میں بھی انکی طرف رجوع کرونگا۔ اور میں تواب
اور رحیم ہوں بعض گروہ وہ ہیں جنکو ہم نے ہدایت کو آسان کر دیا اور بعض وہ ہیں جنپر عذاب ثابت
ہوا مکر کر رہے ہیں اور اللہ تعالے بھی مکر کر رہا ہے اور وہ خیر الماکرین ہے اور اس کا مکر بڑا ہے اور تجھے ٹھٹھوں میں اڑاتے
ہیں کیا یہی ہے جو مبعوث ہوکر آیا ہے۔ انکو کہدے کہ اے منکرو میں صادقوں میں سے ہوں اور کچھ عرصے کے بعد
تم میرے نشان دیکھوگے ہم انہیں انکے اردگرد اور خود انہیں میں اپنے نشان دکھائینگے حجت قائم کی جائیگی اور
فتح کھلی کھلی ہوگی خدا تم میں فیصلہ کر دیگا وہ کسی جھوٹے حد سے بڑھنے والے کا رہنما نہیں ہوتا۔ چاہتے
ہیں کہ اللہ تعالے کے نور کو بجھا دیں مگر خدا اسے پورا کریگا اگرچہ منکر لوگ کراہت ہی کریں ہمارا ارادہ
یہ ہے کہ تجھ پر اسرار تیرے پر آسمان سے نازل کریں اور دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور فرعون اور
ہامان اور انکے لشکر کو وہ باتیں دکھا دیں جن سے وہ ڈرتے ہیں۔ ہم نے کتوں کو تیرے پر مسلط کیا اور درندوں کو
تیری باتوں سے غصہ دلایا اور سخت آزمایش میں تجھکو ڈالدیا۔ سو تو انکی باتوں سے کچھ غم نہ کر تیرا رب گھات
میں ہے وہ خدا جو رحمان ہے وہ اپنے خلیفہ سلطان کیلئے مندرجہ ذیل حکم صادر کرتا ہے کہ اس کو ایک ملک
عظیم دیا جائیگا اور خزائن علوم و معارف اس کے ہاتھ پر کھولے جائینگے اور زمین اپنے رب کے نور سے

روشن ہو جائے گی۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ اس جگہ بادشاہت سے مراد دنیا کی بادشاہت نہیں اور نہ خلافت سے مراد دنیا کی خلافت بلکہ جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جنکو بفضلہ تعالےٰ اسقدر دونگا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائینگے۔

اکتیس جولائی ۱۸۹۱ء کا بمقام لودھیانہ مباحثہ

اور

حضرت مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا واقعات کے برخلاف اشتہار

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اشتہار مورخہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میری نظر سے گذرا جسکے دیکھنے سے مجھے سخت تعجب ہوا کہ مولوی صاحب نے کیسی بیباکی سے اپنے اُس اشتہار کو سراسر افترآت اور اکاذیب سے بھر دیا ہے وہ نہایت چالاکی سے شرائط شکنی کا الزام میرے ذمہ لگاتے ہیں لیکن اصل حقیقت جسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ ہے کہ وہ ایکدن بھی شرائط مقررہ پر قائم نہیں رہ سکے چنانچہ وہ اکثر برخلاف شرط قرار یافتہ کے اول مضمون مباحثہ اپنے ہاتھ سے لکھکر پھر دوسرے سے لکھوا کر اور جابجا کم و بیش کر کے تحریر ثانی کو دیتے رہے ہیں اور اگر انکی اول تحریر اور ثانی کا مقابلہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ تحریر ثانی میں بہت کچھ تصرف ہے جو طریق دیانت اور امانت سے بالکل بعید تھا۔ یہ انکی پہلی عہد شکنی ہے جو اخیر تک اُنسے ظہور میں آتی گئی۔ پھر دوسری عہد شکنی یہ کہ انھوں نے پہلے ہی سے یہ عادت ٹھہرالی کہ سنانے کے وقت تحریر سے تجاوز کر کے بہت کچھ وعظ کے طور پر صرف زبانی کہتے رہے جس کا کوئی نام و نشان تحریر میں نہیں تھا جب اُنھوں نے اپنی وہ تحریر جو ۲۰ صفحہ کی تھی سنائی تو بکلی شرطوں کو توڑ کر زبانی وعظ شروع کر دیا اور اُن زبانی کلمات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں حدیثوں کے تعارض کو ایکدم میں رفع کر سکتا ہوں ابھی رفع کر سکتا ہوں اور ساتھ اسکے بہت سی تیزی اور خلاف تہذیب اور چالاکی کی باتیں تھیں جنمیں بار بار یہ جتلانا انھیں منظور تھا کہ یہ شخص نافہم ہے نادان ہے جاہل ہے لیکن اس عاجز نے ان کے ان تمام دل آزار باتوں پر صبر کیا اور انکی اس عہد شکنی پر بھی

تعرض کرنا مناسب سمجھا تا گریز اور التواء بحث کے لیے انکو کوئی حیلہ ہاتھ نہ آجاوے وہ قسم کھا کر بیان
کرچکے ہیں قبول کرادیا تھا کہ کیا انکی اس عہد شکنی سے پہلے کوئی ایک ذرہ خلاف عہد بات مجھ سے بھی ظہور
میں آئی اور اگرچہ مجھے خوب معلوم تھا کہ ایک غیر ضروری بحث طول پکڑتی جاتی ہے اور باوجودیکہ تو
مستفسرہ کا جواب شافی کافی دیا گیا ہے پھر بھی مولوی صاحب صرف اصل بحث کو ٹالنے کی غرض سے
تمہیدی امور کی بیہودہ دُم کھینچتے چلے جاتے ہیں لیکن میں اجابت سے ڈرتا ہی رہا کہ اگر میں نے کچھ بھی
بات کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مولوی صاحب ایک بہانہ تراش کر اپنے گھر کی طرف سدھاریں گے
حاضرین مجلس جو میرے اور مولوی صاحب کے مباحثات کو دیکھتے رہے محض للہ شہادت دے سکتے ہیں کہ
میں نے انکی سخت زبانیوں پر بھی جو میرے بالمواجہ اُن سے ظہور میں آتی رہیں بہت صبر کیا اور ہر ایک
وقت جو اُنھوں نے میرا نام جاہل یا نادان رکھا تو میں نے اپنے دل کو سمجھایا کہ سچ تو ہے بجز خداوند علیم
مطلق کے کون ہے جو دانا کہلا سکتا ہے اور اگر انھوں نے مجھے مفتری کہا تو میں نے اپنے دل کو تسلی دی
کہ پہلے بھی خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو بھی کہا گیا ہے اور اگر اُنھوں نے مجھے کاذب کر کے پکارا
تو میں نے دل پر قرآن کریم کی آیتیں عرض کیں کہ دیکھ پہلے راستباز بھی کاذب کر کے پکارے گئے ہیں
غرض اسی طرح صبر سے گیارہ روز گذارے اور شہر میں اُنکی بدزبانی کا شور پڑ گیا اور جس روز اُنھوں نے
چہتر ۷۴ صفحہ کا جواب سنایا اور بہت کچھ بدزبانی اور چالاکی کی باتیں خارج از تحریر بیان کیں تو اُس وقت
میں نے ایک مجمع کثیر کے روبرو جس میں اُن کے خاص دوست مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودھیانہ بھی تھے
اُنھیں کہہ دیا کہ آج پھر آپ نے عہد شکنی کی اور خارج از تحریر زبانی وعظ کرنا شروع کر دیا اب مجھ کو بھی حق
حاصل ہے کہ میں بھی اپنے مضمون سنانے کے وقت کچھ زبانی وعظ بھی کروں لیکن باوجودیکہ مجھے
یہ حق حاصل ہو گیا تھا پھر بھی میں نے جواب سنانے کے وقت اُس حق سے بجز ایک دو کلمہ کے کچھ
فائدہ نہیں اُٹھایا۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو جب میں جواب سنانے کے لیے گیا تو جاتے ہی مولوی محمد حسین
صاحب کے طور بدلے ہوئے نظر آئے انکی ہر ایک بات میں کجی معلوم ہوتی تھی اور بد اخلاقی کا کچھ انتہا نہ تھا
جب میں مضمون حاضرین کے روبرو پڑھنے لگا تو اُنھوں نے دخل بیجا شروع کیا یہاں تک کہ ایک مرتبہ

خواہ نہ خواہ فضولی کے طور پر یوں اُٹھے کہ تم نے کسی کتاب کا نام غلط پڑھا ہے اور ہنسی اڑائی جاتی ہے کہ اس عاجز نے کوئی نام غلط نہیں پڑھا تھا مولوی صاحب کو صرف اپنی شیخی اور علمیت ظاہر کرنا منظور تھا جس کے جوش میں آکر انہوں نے ترک گفتگو زبانی کا عہد کئی بار توڑا اور جیسے پل ٹوٹنے سے پانی زور سے نکلتا ہے ایسا ہی انکا صبر ٹوٹکر نفسانی جذبات کا سیلاب جاری ہوا ہر چند کہا گیا کہ حضرت مولوی صاحب آپ ہی یہ شرط ہے کہ آپ میری تقریر کے وقت خاموش رہیں جیسا میں خاموش رہا لیکن انہوں نے صبر نہ کیا کیونکہ سچائی کے رعب سے اُنپر حق پوشی کے لیے ایک قلق جاری ہو رہا تھا آخر دیکھتے دیکھتے انکی حالت خوفناک ہو گئی مگر شکر ہے کہ اس عرصہ میں تمام مضمون سنا گیا اور آخری یہ مضمون یہ تھا کہ اب یہ تمہیدی بحث ختم کی گئی کیونکہ امر مستفسرہ کا بہ بسط تمام جواب ہو چکا اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر مولوی صاحب کے دل میں اور بھی خیالات باقی ہیں تو بذریعہ اپنے رسالہ کے شائع کریں اس تمہیدی بحث کے ختم کرنے کی وجہ یہی تھی کہ فریقین کے بیانات نہایت طول تک بلکہ دس جزو تک پہنچ چکے تھے اور برابر باراں دن اس ادنی اور تمہیدی مباحثہ میں خرچ ہوئے تھے اور اس تمام بحث میں مولوی صاحب کا صرف ایک ہی سوال بار بار تھا کہ کتاب اللہ اور حدیث کو ملتے ہو یا نہیں جس کا کئی دفعہ مولوی صاحب کو کھول کھول کر جواب دیا گیا کہ کتاب اللہ کو بلا شرط اور حدیث کو بشرط مانتا ہوں اور مکرر استفسار پر اصل منشا ظاہر کر دیا گیا کہ حدیث کا وہ حصہ جو اخبار اور مواعید اور قصص اور واقعات گذشتہ سے متعلق ہے اس شرط سے قبول کیا جائے گا کہ قرآن کریم کے اخبار وغیرہ سے معارض نہ ہو لیکن پھر بھی مولوی صاحب بار بار اپنے پرچہ میں یہی لکھتے رہے کہ ابھی میرا جواب نہیں آیا کبھی جواب نہیں آیا حالانکہ اُن کا حق صرف اتنا تھا کہ میرا مذہب دریافت کریں اور جب میں اپنا مذہب بیان کر چکا تو پھر اُن کا ہرگز استحقاق نہ تھا کہ ناحق وہی بات بار بار پوچھیں جس کا میں پہلے جواب دے چکا ہوں اور اسطرف لوگ بہت تنگ آگئے تھے اور بعض لوگ جو دور سے اصل بحث سننے کے لیے آئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ باراں دن تک اصل بحث کا نام و نشان ظاہر نہیں ہوا تو وہ نہایت دل شکستہ ہو گئے تھے کہ ہمنے یونہی دن ضائع کیے لہذا بر ظن حدیث من حسن اسلام

المرء ترکہ مالا یعنیہ سخت ناچار ہوکر اس فضول بحث کو بند کرنا پڑا اگرچہ مولوی صاحب
کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ اصل بحث کیطرف آویں اور اس فضول بحث کو ختم کریں بلکہ کہا کرتے
تھے کہ ابھی تو میرے اصول موضوعہ اور بھی ہیں جنکو میں بعد اس کے معرض بحث میں ڈالونگا اور
لوگ جلتے تھے کہ خدا آپ کے اصول موضوعہ کا ستیاناس کرے آپ کیوں اصل بحث کیطرف نہیں
آتے اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب کی یہ شکایت کسقدر ہیچ ہے کہ مجھے جواب لکھنے کے
لیئے اپنا معروض نہیں دیا ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ عاجز حسب رائے عام یہ بحث تمہیدی ختم کرچکا تھا
تو پھر مولوی صاحب کو تحریری جواب کا کیوں موقع دیا جاتا اگر وہ جواب تحریر کرتے تو پھر میری طرف سے
بھی جواب الجواب چاہیئے تھا اس صورت میں یہ تسلسل کب اور کیونکر ختم ہوسکتا تھا جنہنے بیوقت
اس تمہیدی بحث کو ختم نہیں کیا بلکہ بارہ دن ضائع کرکے اور مضمون بحث کو دس جزو تک پہنچا کر
اور اکثر لوگوں کا واویلا اور شکایت سنکر بدرجہ ناچاری مباحثہ کو ختم کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا
کہ اب اصل بحث شروع کریں میں حاضر ہوں لیکن وہ اصل بحث سے تو ایسا ڈرتے تھے جیسا کہ ایک
بچہ شیر سے اور چونکہ پہلا سوال مولوی محمد حسین صاحب کی طرف سے تھا اسلیئے یہ میرا حق بھی تھا کہ میرے
جواب پر ہی بحث ختم ہوتی نہ یہ کہ پیچھے اُنکے اور پیچھے میرے بھی ہو جاتے چونکہ مولوی صاحب
کی نیت نیک نہیں تھی اس لیئے اُنھوں نے اس بحث کا خاتمہ سنکر جس قدر جوش دکھلایا اور
جس قدر خشونت وحشیانہ ظاہر کی اور جس قدر خلاف تہذیب کلمات اُس جوش کی حالت میں اُنکے
منہ سے نکلے وہ اُن سب پر ظاہر ہیں جو اُسوقت حاضر تھے اُنھوں نے ایک یہ بھی چالاکی اختیار
کی کہ اپنی جماعت کے لوگوں کے نام بطور گواہوں کے اپنے اشتہار پر لکھدیئے تا لوگوں کو یہ خیال
پیدا ہو کہ وہ فی الحقیقت سچے ہیں جبھی تو اتنے گواہ اُن کے بیان کے مصدق ہیں لیکن یہ کس قدر
بددیانتی ہے کہ اپنی ہی جماعت کو جو اپنے حامی اور انصار اور ایک ہی مدعا میں شریک ہوں بطور
گواہوں کے پیش کیا جائے آخر اس جلسہ میں ثالث آدمی بھی تو موجود تھے جنکو فریقین سے کچھ
تعلق نہ تھا جیسے حضرت خواجہ احسن شاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم لودھیانہ جو اس شہر کے ایک
نامی معزز اور منتخب رئیس اور صادق اور راستباز آدمی ہیں اور ایسا ہی منشی میراں بخش صاحب
اکونٹنٹ جو ایک معزز عہدہ دار اور متانت شعار اور اپنے عہدہ اور تنخواہ کی رو سے اکسٹرا

اسسٹنٹوں کے ہم مرتبہ ہیں ایسا ہی حاجی شہزادہ عبد المجید خان صاحب ڈاکٹر مصطفیٰ علی صاحب خواجہ محمد مختار شاہ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ خواجہ عبد القادر شاہ صاحب ماسٹر چراغ الدین صاحب منشی محمد قاسم صاحب ماسٹر قادر بخش صاحب میاں شیر محمد خان صاحب جھجھر والہ اور کئی اور معزز بھی موجود تھے ان تمام معزز رئیسوں اور عہدہ داروں اور بزرگوں کو کیوں گواہی سے باہر رکھا گیا اور کیوں انکی شہادتیں درج نہ ہوئیں حالانکہ فقط جناب خواجہ احسن شاہ صاحب رئیس اعظم کی گواہی ہزار عوام الناس کی گواہی کے برابر تھی اسکا سبب یہی تھا کہ ان بزرگوں کے بیان سے اصل حقیقت کھلتی تھی افسوس کہ مولوی محمد حسین صاحب نے علاوہ ان اکاذیب کے جو بحث کے متعلق بیان کیے ایک بازاری جھوٹ ہے جو بحث سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ ناحق اپنے اشتہار میں لکھدیا چنانچہ وہ اس عاجز کی نسبت اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گاڑی میں جو پہلی دروازہ پر کھڑی تھی ایسے جلد کھڑی ہوا ہو کر بھاگے کہ آپ کے ہمراہی پیدل گاڑی پر دوڑ کر سوار ہوئے اس افترا کا میں کیا جواب دوں بجز اس کے کہ علی الکاذبین کہوں یا آپ ہی کا قول مندرجہ اشتہار آپ کی خدمت میں واپس دوں کہ جھوٹے پر اگر ہزار لعنت نہیں تو پانچسو بھی حضرت وہ گاڑی منشی میراں بخش صاحب اکونٹنٹ کی تھی جو دروازہ پر کھڑی تھی اور وہ خود جلسہ بحث میں تشریف رکھتے تھے اور وہی اسپر سوار ہو کر آئے تھے تمام بازاری اسبات کے گواہ ہیں منشی صاحب موصوف سے دریافت کیجئے کہ برخاست جلسہ بحث کیوقت اسپر کون سوار ہوا تھا۔ ورنہ میں اپنے مکان تک آہستہ چال سے پیادہ آیا تھا یا اس گاڑی پر ایک قدم بھی رکھا تھا۔ میرے ساتھ اسوقت شاید قریب تیس آدمی کے ہونگے جو سب پیادہ آئے تھے اور جب ہم اپنے مکان کے قریب پہنچ گئے تو منشی میراں بخش صاحب گاڑی پر سوار آپہونچے اور عذر کیا کہ میں سوار آیا اور آپ پیادہ آئے۔ اسقدر افترا کیا اندھیر کی بات ہے کیا جھوٹھ مولویوں کے ہی حصہ میں آگیا میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ آپ کی عہد شکنی نہایت قابل افسوس ہے۔ آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ آپسے یہ شرط ہو چکی تھی کہ زبانی گفتگو ایک کلمہ تک نہ ہو جو کچھ ہو بذریعہ تحریر ہو جیسا کہ آپنے اپنے اشتہار میں بھی لکھدیا ہے لیکن آپکو معلوم ہے کہ آپ نے عمداً اس شرط کو توڑ دیا اور جب آپ

توڑ چکے اور عہد شکنی کے طور پر مضمون سنانیکے محل میں زبانی وعظ بھی کرچکے تب میں نے آپکو کہا کہ
زبانی وعظ کرنا میرا بھی حق ہوگا پس اگر میں نے مضمون سنانیکے وقت میں چند کلمے زبانی بھی کہے تو کیا
یہ عہد شکنی تھی یا آپ کی عہد شکنی کا عوض معاوضہ تھا جسکی نسبت میں وعدہ کرچکا تھا حضرت مولوی
محمد حسن صاحب جو رئیس اور آپکے دوست ہیں جنکے مکان پر آپنے یہ عہد شکنی کی تھی اگر قسم کھا کر
[illegible] اس بیان کا انکار کریں تو پھر میں اس الزام سے دست بردار ہو جاؤنگا ورنہ
آپ ناراض نہ ہوں آپ بلاشبہ جرمیہ عہد شکنی کے کئی دفعہ مرتکب ہوئے اور نخوت سے بھرا ہوا جوش
آپکو اس جرم کا مرتکب بناتا رہا۔ آخری روز میں بھی آپسے یہی حرکت صادر ہوئی اور وحشیانہ
بیجا غضب [illegible] ہوا جسکی وجہ سے آپکو بحکم آیت کریمہ عرض بھی اعراض لازم آیا اور
آپکو نقل جواب نہ دیگئی۔ حضرت! آپکے لفظ لفظ میں نخوت اور تکبر بھرا ہوا ہے اور فقرہ فقرہ
سے انا خیر منه کی بدبو آرہی ہے بھلا ایک کتاب کے نام کی غلطی کا الزام دینا کیا ہی تہذیب
تھی اور وہ بھی سفلہ طبع ملاؤں کیطرح سراسر دروغ۔ اگر میں چاہتا تو آپکی صرف ونحو بھی
اُسیوقت لوگوں کو دکھلا دیتا لیکن یہ کمینگی کی خصلت مجھ سے صادر نہیں ہوسکتی تھی میں دیکھتا
ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ اپنے اس غضب اور پست خیالی سے تائب نہیں ہونگے
تو خدا تعالیٰ جیسا کہ قدیم سے اسکی سنت ہے آپکے علم کی پردہ دری کریگا اور آپکو آپکا
اصلی چہرہ دکھلا دیگا۔ جسوقت آپ اس عاجز کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص جاہل اور نادان اور
جاہل اور مفتری ہے تو آپکا ایسی چالاکیوں سے صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ تا لوگوں کے ذہن نشین
کریں کہ میں بڑا عالم اور دانا اور صاحب علم اور معرفت اور نیز صادق آدمی ہوں لیکن اپنے منہ سے
کوئی مرتبہ شان کو نہیں مل سکتا جبتک آسمانی نور اُسکے ساتھ نہ ہو اور جس علم کے ساتھ آسمانی
نور نہیں وہ علم نہیں وہ جہل ہے وہ روشنی نہیں وہ ظلمت ہے وہ مغز نہیں وہ استخوان ہے
ہمارا دین آسمان سے آیا ہے اور وہی اسکو سمجھتا ہے جو وہ بھی آسمان سے ہی آیا ہو کیا خدا تعالیٰ نے
نے نہیں فرمایا لا یمسه الا المطهرون۔ میں قبول نہیں کرونگا اور ہرگز نہیں مانونگا

کہ آسمانی علوم اور اُن کے اندرونی بھید اور اُن کے دورتہ چھپے ہوئے اسرار زمینی لوگوں کو خود بخود
آسکتے ہیں زمینی لوگ دابۃ الارض ہیں مسیح السماء نہیں ہیں۔ مسیح السماء آسمان سے اُترا ہے
اور اُسکا خیال آسمان کو مسخ کرکے آتا ہے اور روح القدس اُسپر نازل ہوتا ہے اسلیے وہ آسمانی
روشنی ساتھ رکھتا ہے لیکن دابۃ الارض کے ساتھ زمین کی غلاظتیں ہوتی ہیں اور نیز وہ انسان
کی پوری شکل نہیں رکھتا بلکہ اُس کے بعض اجزا مسخ شدہ بھی ہوتے ہیں اسیوجہ میں نے کہا تھا
کہ آپ ناراض نہ ہوں آپ دین کے حقیقی علم سے بے خبر ہیں خدا تعالےٰ آپ کے ہر یک تکبر کو توڑ دیگا
ورنہ آپ کا چہرہ آپکو دکھلا دیگا۔ افسوس کہ آپکی کچی باتیں آپکو شرمندہ نہیں کرتیں اور باوجود سخت
لاجواب ہونیکے پھر بھی علم حدیث کا دعوی چلا جاتا ہے آپ نے کہا تھا کہ اَلدَّجَّال سے مراد
خاص مسیح الدجال نہیں پایا۔ دوسرے دجالوں کی نسبت بھی صحاح میں اَلدَّجَّال بولا گیا ہے
لیکن جب آپکو کہا گیا کہ یہ سراسر آپکی غلطی ہے آپکو حدیث رسول اللہ کا حقیقی علم نصیب نہیں اگر
آپ بجز دجال معہود کے کسی اور کی نسبت یہ لفظ صحاح ستہ میں اطلاق پانا ثابت کریں تو آپکو پانچ
روپے بطور تاوان ملیں گے تو آپ ایسے چپ ہوئے کہ کوئی جواب آپ سے بن نہ پڑا۔ یہ غرور اور تکبر
کی سزا ہے کیا بیعلمی اسی کا نام ہے یا کسی اور چیز کا کہ آپ نے اَلدَّجَّال کے متعلق حدیث رسول
کے اُلٹے معنے کیے اور محض افترا کے طور پر کچھ کا کچھ گھڑ کے سنا دیا یہی حدیث دانی ہے؟ پھر
آپ نے دعوی کیا تھا کہ میں صحیحین کی حدیثوں کا تعارض دور کرسکتا ہوں اسکے جواب میں آپکو
کہا گیا کہ اگر آپ قبول کریں تو چند منصف مقرر کرکے چند متعارض حدیثیں آپ کے سامنے بغرض
تطبیق و توفیق پیش کی جائینگی اگر آپ اپنی علمی لیاقت سے تعارض دور کرکے دکھلا دینگے تو
پچیس روپے آپکو انعام ملیں گے اور آپکی علمیت مسلم ٹھہر جائیگی اور اگر آپ چپ رہیں تو آپکی بیعلمی ثابت ہوگی
[illegible]
ہوں کہ ہر چند جہل مرکب کیوجہ سے آپکو دعوی علم دین بہت ہے مگر آپ خوب یاد رکھیں کہ جب
تک ان تمام آزمائشوں میں آپ صادق نہ نکلیں تب تک یہ دعوی بے اصل و بے دلیل ہے اور پھر
یہ بھی یاد رکھیں کہ ان آزمائشوں میں ہرگز آپ عزت کے ساتھ اپنا انجام نہیں دیکھیں گے یہ سزا اُس کبر

کی ہے کہ خدا تعالےٰ ہر ایک متکبر کو دیتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اور آپکا
وہ جوش جسکی وجہ سے شرطی طور پر آپ نے دونوں بیویوں کو طلاق دیدی ہر ایک دانا کی نظر میں
قابل ہنسی ہے کیونکہ آپ کو تلویح کی عبارۃ کا ایک حصہ سُنا دیا گیا تھا جس کے حوالہ سے وہ حدیث
بیان کی گئی تھی اور ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دیکر بیان کیا ہے کہ
وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے اب اس کے مقابل پر یہ
عذر پیش کرنا کہ نسخجات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں اُنمیں یہ حدیث موجود نہیں سراسر
ناسمجھی کا خیال ہے کیونکہ علم محدود کے عدم سے کلّی عدم شئے لازم نہیں آتا۔ جسحالت میں ایک
سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویت سے اُس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے اور
آپکو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخجات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے
ہیں پھر کسقدر فضول ہے کہ صرف چند نسخوں پر بھروسا کر کے بیگناہ عورتوں کو طلاق دیجائے
اگر ثانی الحال کوئی قلمی نسخہ نکل آوے جسمیں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو مومن کی
شہادت عند الشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی شہادت رویت ماہ رمضان سے
تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے اس صورت میں علامہ تفتازانی صاحب
تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور لغو نہیں ہو سکتی بخاری کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ
کا اختلاف موجود ہے پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے پس آپکی یہ دلیل
نفی بیہودہ ہے حضرت مثبت کے بیان کو قواعد تحقیق کی رو سے ترجیح ہوتی ہے کیونکہ اسکے
ساتھ زیادت علم ہے اب اس شہادت کے مقابل پر جو عند الشرع قابل قبول ہے جبتک آپ
سارے زمانہ کے قلمی نسخے نہ دکھا دیں اور صاحب تلویح کا کذب ثابت نہ کر لیں تب تک احتمالی
طور پر طلاق واقعہ ہو گئی ہے علماء کو پوچھکر دیکھ لیں صاف ظاہر ہے کہ اگر صاحب تلویح اپنی
رویت میں کاذب ہوتا تو اسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اسکی تشنیع کیجاتی اور اُس سے جواب
پوچھا جاتا اور جبکہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا تو یہ دوسری دلیل اثبات پر ہے کہ درحقیقت اسکی
رویت صحیح تھی اور اُن سب کا سکوت بطور شواہد ملکر اس امر کو اور بھی قوت دیتا ہے کہ درحقیقت
وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری میں دیکھی تھی اور جسحالت میں صاحب بخاری تین لاکھ حدیثیں

یاد رکھتے تھے اس صورت میں کیا قرین قیاس نہیں کہ بعض حدیثوں کے لکھنے میں نسخوں میں کمی بیشی ہو اور اس طلاق کے مقابل پر میرا اشتہار لکھنا محض فضول تھا اس سے اگر کچھ ثابت ہو تو فقط یہ ثابت ہوگا کہ بیوجہ نکتہ چینیاں آپ کی عادت ہے حضرت! آپ جانتے ہیں کہ یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی کو نافرمان یا سرکش یا بدزبان بالکل ناہموار اور ناموافق پاکر اسکو طلاق دیدیوے اسطرح تو پیغمبر بھی دیتے رہے ہیں لیکن ایک شخص بحث اور جھگڑا تو لوگوں سے کرے اور ناحق اپنی بیخبر اور بیگناہ بیویوں کو غصہ میں آکر طلاق دیوے یہ امر وحشیانہ اور سراسر خلاف تہذیب ہے کیا مناسب ہے کہ گناہ کسی کا ہو اور مارا جاوے کوئی۔ کیا سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اسکا کوئی نمونہ پایا جاتا ہے۔ آپ کا یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے **امام ابو حنیفہ** کی تحقیر نہیں کی اگر آپکو ایک بات میں نادان کہا جائے تو آپکو کیسا غصہ آتا ہے مگر آپ نے تو امام صاحبکو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب قریب محروم مطلق کے ظاہر کیا کیا یہ تحقیر نہیں۔ ہمارے اور آپ کے حنفی علماء منصف رہو۔ پھر آپ اپنے اشتہار میں میرے اس قول کو اکا ذیب میں داخل قرار دیتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر صحابہ کا اجماع تھا۔ خدا تعالےٰ آپ کے حال پر رحم کرے کیا خود ابن صیاد کے بیان سے جو بعد مشرف باسلام ہونے کے اس نے کیا تھا جو صحیح مسلم میں موجود ہے ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ اسکو دجال معہود کہتے تھے کیا اس حدیث میں کوئی صحابی باہر بھی رکھا ہے جو اسکو دجال معہود نہیں سمجھتا تھا یا کیا اس خبر کے مشہور ہونے کے بعد کسی صحابی کا انکار مروی ہے اسکا ذرہ نام تو لو۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ اصول فقہ کی رو سے اجماع کی قسموں میں سے ایک سکوتی اجماع بھی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قسم کھائی جس پر خود آنجناب نے انکار کیا اور نہ صحابہ حاضرین میں سے کوئی منکر ہوا کیا یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے اور آپ کا یہ عذر کہ الدجّال دجال معہود کا خاص نام نہیں ہے آپکی عناوت اور کم علمی پر اول درجہ کی شہادت ہے حضرت مولوی صاحب! اگر آپ صحیح بخاری یا مسلم یا کسی اور صحیح سے یہ مجھے ثابت کرکے دکھلا دیں کہ الدجال کا لفظ بجز دجال معہود کے کسی اور پر بھی

صحابہ کے منہ سے اطلاق پایا ہے تو میں بجائے پانچ روپے کے پچاس روپے آپکی نذر کرونگا آپ کیوں
اپنی پردہ دری کراتے ہیں چپکے رہیں حقیقت معلوم شد

پھر ایک اور جھوٹ اور افترا میرے پر آپ نے اپنے اشتہار میں یہ کیا ہے کہ گویا میں [illegible]
علم یقینی اور قطعی سے بخاری اور مسلم کی بعض احادیث کو موضوع سمجھتا ہوں۔ حضرت میرا یہ قول نہیں
معلوم نہیں کہ آپ کیوں اور کس وجہ سے اس قدر افترا میرے پر تھاپ رہے ہیں اور کب سے جعلسازی
کی مشق آپ کو ہوگئی ہے میں تو صرف اسقدر کہتا ہوں کہ اگر بخاری اور مسلم کے بعض اخباری حدیثوں کے
اس طرز پر معنے نہ کیے جاویں جو قرآن کے اخبار سے مطابق و موافق ہوں تو پھر اس صورت میں وہ حدیثیں
موضوع ٹھہرینگی کیونکہ اصول فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ انما یرد خبر الواحد من معارضة الکتاب۔
میں نے کب اور کس وقت کہا تھا کہ درحقیقت قطعی اور یقینی طور پر فلاں فلاں حدیث بخاری یا مسلم کی میرے
نزدیک موضوع ہے مولوی صاحب حیا اور شرم شعبہ ایمان ہے فاتقوا اللہ وکونوا من المؤمنین
پھر آپ اپنی ٹانگ خشک ہونیکی خواب سے نیم انکار کرکے لکھتے ہیں کہ یہ نقل کذب و افترا سے خالی نہیں
آپکا یہ متشابہ فقرہ صاف دلالت کر رہا ہے کہ کسیقدر اس بیان کی صداقت کا آپکو اقرار ہے کیونکہ آپکا
چھپا ہوا یہ منشا ہے کہ اس خواب کو جیسا کہ نقل کیا گیا ہے وہ صورت نقل افترا سے خالی نہیں کیونکہ
آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ یہ نقل سراسر افترا ہے بلکہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نقل افترا سے خالی نہیں جس سے
معلوم ہوتا کہ دال میں کالا ہے اور ضرور آپ نے اس قسم کی خواب دیکھی ہے گو انہیں ٹانگ خشک
ہو یا حافظہ خشک ہو رہا اور امور زائدہ ساتھ لگے ہوئے ہوں حضرت آپ نے یہ خواب ضرور دیکھی ہے
آپ کا یہ پہلو دار فقرہ ہی دلالت کر رہا ہے کہ ضرور آپ نے ایسی خواب دیکھی ہے بھلا ذرہ قسم تو کھا دیں
کہ ہم نے کچھ نہیں دیکھا اور میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ آپ کبھی قسم نہ کھا دینگے کیونکہ یہ دعوی سراسر
دروغ ہے آپ اگر سچے ہیں تو لاہور میں ایک جلسہ مقرر کرکے حاضرین کے سامنے قسم کھالیں کہ میں نے
کچھ نہیں دیکھا اور حاضرین میں وہ لوگ بھی ہوں گے جنکو ایسی روایت سے تعلق ہے جس وقت
آپ مجھے قسم کھانے کے لیے اطلاع دینگے میں حاضر ہو جاؤں گا تا آپ کی ایمانداری اور صداقت شعاری

دیکھلوں کہ کہاں تک آپکو کذب اور افترا سے پرہیز ہے تب تسلی بخش کہ ساری حقیقت کھل گئی اور آپ کی راستگوئی کا آپ کے شاگردوں پر بھی نمونہ ظاہر ہو جائے گا اور جو آپ نے اس عاجز کی نسبت اپنی چند خواہیں تحریر کی ہیں اگر وہ صحیح بھی ہیں تب بھی وہ انکی تعبیر نہیں جو آپنے سمجھی بلکہ لبا اوقات انسان دوسرے کو دیکھتا ہے اور اُس سے مراد اپنا نفس ہی ہوتا ہے معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً کسی نبی کو خواب میں نابینا یا مجذوم یا کسی حیوان کی شکل میں دیکھے تو اُسکی یہ تعبیر ہوگی کہ یہ دیکھنے والا خود ان آفتوں میں مبتلا ہے مثلاً اگر اُس نے کسی مقدس آدمی کو یک چشم دیکھا ہے تو اُسکی یہ تعبیر ہوگی کہ دین میں آپ ہی ناقص ہے اور اگر مجذوم دیکھا ہے تو اُس کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ آپ ہی فساد میں پڑا ہوا ہے اور اگر اُس نے نبی کی مسخی صورت دیکھی ہے تو اُسکی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ آپ ہی اپنے دین میں مسخی صورت رکھتا ہے کیونکہ مقدس لوگ آئینہ کی طرح ہوتے ہیں انسان جو کچھہ اُنکی شکل اور وضع میں اپنے رویا میں فرق دیکھتا ہے درحقیقت وہ عیب اُسکے اپنے وجود میں ہی ہوتا ہے اور جس بدعملی میں اسکو مشاہدہ کرتا ہے درحقیقت اُسکا آپ ہی مرتکب ہوتا ہے تعبیر رویت ابرار میں یہ اصول محکم ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ایکمدت کی بات ہے کہ ایک نے میرے پاس بیان کیا کہ مینے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نعوذ باللہ نابینا تھا مینے کہا کہ تو ابراہیم کی سنت کا منکر اور اُسکے دیکھنے سے نابینا ہے ایسا ہی ایک ہندو بڈھے نے بیان کیا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح کو مینے مجذوم دیکھا ہے مینے اُسکی یہ تعبیر کی کہ تیری بد دینی ناقابل علاج ہے تو کسی مسیحی دم سے اچھا نہیں ہوگا ایک نے میرے پاس بیان کیا کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیلا تہ بند باندھا ہوا ہے اور باقی بدن سے ننگے ہیں اور دال روٹی کھا رہے ہیں مینے اُسکی یہ تعبیر کی کہ دیکھنے والے کو غم اور فقر و فاقہ آئے گا اور اُسکا کوئی دستگیر نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایکمرتبہ میرے اُستاد مرحوم مولوی فضل احمد صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کوٹھڑی میں اسیر وں کی طرح بیٹھے ہیں جسمیں آگ اور بہت سا دھواں ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ گرداگرد اُس کوٹھڑی کے پہرہ داروں

کی طرح عیسائی کھڑے ہیں اور مولوی صاحب بہت متوحش تھے کہ اسکی کیا تعبیر ہے تب خدا تعالیٰ نے
فی الفور میرے دل پر القا کیا کہ یہ سب دیکھنے والے کا حال ہے جو اسپر ظاہر کیا گیا وہ بے ایمان ہو کر مرے گا
اور آخر جہنم اسکا ٹھکانہ ہوگا. ور عیسائیوں میں ملجائے گا مولوی صاحب اس تعبیر کو سنتے ہی باغ باغ
ہوگئے اور مارے خوشی کے چہرہ روشن ہوگیا اور فرمانے لگے کہ خواب پوری ہوگئی اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے
کہ وہ شخص اس خواب کے دیکھنے کے بعد عیسائی ہوگیا * غرض ان باتوں میں میں صاحب تجربہ ہوں
مولوی صاحب کو چاہیئے کہ ڈریں اور توبہ کریں کہ ان کے آثار اچھے نظر نہیں آتے یہ اُنکی ساری خوابیں
اُنکی پہلی خواب کی مؤید ہیں ـ رہا یہ عاجز تو میری صداقت یا عدم صداقت کا امتحان آسان ہے صرف
بیہودہ خوابوں سے میرے پر کوئی الزام نہیں آسکتا اگر فرض کے طور پر مولوی صاحب کی خوابیں میری
طرف منسوب کی جائیں تب بھی ظاہر ہے کہ ہر یک دشمن اپنی دشمنی کے جوش میں اپنے مخالف کو خواب
کی حالت میں کبھی سانپ کی شکل میں دیکھتا ہے اور کبھی کسی اور درندہ کی شکل میں اور یہ قانون قدرت
ہے جو اُسپر طاری ہوتا ہے ممکن ہے کہ ایک اُسکا دشمن اُسکو سانپ کی شکل میں نظر آوے یا کسی درندہ
وغیرہ کی شکل میں کیونکہ عداوت کی حالت میں ایسے تمثلات خود طبیعت عدوانہ اپنے جوش سے پیدا کرلیتی
ہے یہ نہیں کہ اس مقدس کی اصل شکل یہی ہوتی ہے ـ بعض اوقات حیوانی شکل قابل اعتراض بھی نہیں
ہوتے حضرت مسیح بعض پہلے نبیوں کو برہ کی شکل پر نظر آئے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے
صحابہ کو گائیوں کی شکل پر دیکھا اور یہ بات یعنی جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میری صداقت یا عدم
صداقت کا امتحان آسان ہے اسکی زیادہ تفصیل یہ ہے کہ میرا تو خدا تعالے کے اعلام و افہام سے
یہ دعویٰ ہے کہ اگر دنیا کے تمام لوگ ایکطرف ہوں اور ایکطرف یہ عاجز ہو اور آسمانی امور کے انکشاف

---

* **نوٹ** رسالہ کامل التعبیر کے صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے کہ اگر کسی بیند کہ اندامی از اندامہا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کم بود آں نقصان نقصان دین بیننده باشد ابن سیرین رحمہ گوید کہ اگر کسے
بیند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را ناقص بیند آں نقصان به بیننده باز گردد ـ دیکھو رسالہ کامل التعبیر صفحہ ۵۹ ـ

کے لیے ایک دوسرے کے قرب اور وجاہت عند اللہ کا امتحان کریں تو میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے پورا یقین ہے کہ میں ہی غالب آؤں گا خداوند علیم و حکیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج تک صدہا نشان آسمانی میرے پر ظاہر ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگ اُن نشانوں کے دیکھنے والے موجود ہیں جیسے ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کے خاتمہ مضمون میں عام طور پر سنا دیا تھا کہ میرے نشانوں کے دیکھنے والے اسی مجلس میں موجود ہیں اگر چاہو تو حلفاً اُن سے تصدیق کرالو مگر آپ نے دم نہ مارا۔ پھر بآواز بلند تین سو آدمی کی مجلس میں جنہیں بعض عیسائی صاحبان بھی موجود تھے یہ بھی سنا دیا تھا کہ مولوی صاحب کو اگر اپنے اہل باطن ہونے کا گمان ہے تو چالیس دن تک میرے ساتھ مقابلہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی جناب میں توجہ کریں اگر میں آسمانی امور کے انکشافات اور نشانوں کے ظہور میں مولویصاحب پر غالب نہ آیا تو جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں لیکن آپ نے اس کے جواب میں بھی دم نہ مارا اگر آپ کو بھی سچی خوابیں آتی ہیں اضغاث احلام نہیں اور اعتماد کے لائق ہیں تو میرے مقابل پر آپ کیوں چپ رہے کیا آپ کے دروغ بے فروغ پر اس سے زیادہ کوئی اور دلیل ہوگی اور میں تو اب بھی حاضر ہوں۔ میدان میں کھڑا ہوں۔ یقیناً یاد رکھیں کہ وہ نور جو آسمان سے اُترا ہے آپ کے مُنہ کی پھونکوں سے بجھ نہیں سکتا آپ اپنے مُنہ کی فکر کریں ایسا نہ ہو کہ پھونکیں مارتے مارتے ایک شعلہ اُٹھے اور آپ کے مُنہ کی مسخی صورت بنا دے۔ مَنْ عَادٰی کی حدیث آپکو یاد نہیں جبکہ ارادت کی راہ سے میری طرف لکھا کرتے تھے اب آپ نے مجھے مفتری بنایا کاذب قرار دیا کافر نام رکھا دجال کے اسم سے موسوم کیا مگر اپنے ہی ریویو کی وہ عبارتیں آپ کو یاد نہ رہیں جو آپ براہین احمدیہ کے ریویو نمبر ۶ جلد ۷ میں لکھ چکے ہیں چنانچہ آپ بغرض تعریف و توصیف کتاب موصوف کے صفحہ ۲۸۴ میں لکھتے ہیں

مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلیں گے مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن بلکہ اوائل عمر کے ہمارے ہم مکتب ہیں اُس زمانہ سے آج تک خط و کتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری ہے (۲۸۴) مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے واللہ حسیبہ شریعت محمدیہ پر قائم اور پرہیزگار و صداقت شعار

۱۲۹

کتاب براہین احمدیہ (یعنی تالیف اس عاجز کی) ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور اسکا مؤلف اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلی کتابوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے ۔ اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر انکی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہان کے مشفقوں سے زیادہ رحم کر اور اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالدے اور اسکے برکات سے مالامال کر دے اور اس خاکسار شرمسار گنہگار کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کتاب کی خاص برکات سے فیضیاب کر آمین وللارض من کاس الکرام نصیب ۔ صفحہ ۳۴۸ ۔

اب حضرت سمجھکر اور سوچکر جواب دیں کہ یہ عبارتیں میرے حق میں آپ ہی کی ہیں یا کسی اور کی اور یقیناً سمجھیں کہ آپ کی دعا کے موافق سب سے زیادہ خدا تعالے کا میرے پر رحم ہے اور یاد رکھیں کہ وہ ہرگز مجھے ضائع نہ کرے گا آپ کی قسمت میں لغزش تھی سو وہ وقوع میں آگئی اور جو پیالہ ابتدا سے آپکے لیے مقدر تھا آپ کو وہ پینا پڑا کیا آپ کو مینے ان سب باتوں سے پہلے خبر نہیں دی تھی کہ آپکے لیے مقدر ہے کہ آپ مخالفت پر کھڑے ہو جائینگے اور صدق اور راستی کو چھوڑ دینگے حضرت بدقسمت وہ انسان ہے جو راستباز کو مکار سمجھے نہایت بدنصیب وہ شخص ہے جو صدیق کو کذاب خیال کرے ۔

آپ اپنے اشتہار کے اخیر میں پھر بات پر زور دیتے ہیں کہ گویا میں بخاری اور مسلم سے منکر ہوں اور دعوی کرتے ہیں کہ اشاعۃ السنہ میں یہ مخفی ظاہر کیا جائے گا سو میری طرف سے گذارش ہے کہ یہ تو مجھے اور ہر یک سمجھدار کو یہی امید ہے کہ آپ اسیطرح رفع وقت کے لیے زائد اور بے تعلق باتوں میں اپنے پرچہ اشاعۃ السنہ کو سیاہ کرتے رہینگے ۔ اور اصل بحث کیطرف ہرگز نہ آئینگے لیکن یہ بے بنیاد بہتان کھڑا کرنا کہ گویا میں صحیحین کا منکر ہوں آپ کے لیے کچھ بھی مفید نہیں ہوگا آپ ذرہ غور کریں کہ کیا کوئی عقلمند ایسی کتابوں سے منکر ہو سکتا ہے جو اُسکے دعوی کی اول درجہ پر مؤید ہوں جبکہ ایسا تو کوئی نادان بھی نہیں کر سکتا ۔ اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں

اپنے تائید دعویٰ میں کیوں بار بار انکو پیش کرتا چنانچہ اسی رسالہ ازالہ اوہام میں بہت سی حدیثیں
صحیح مسلم کی اپنے تائید دعویٰ میں پیش کر چکا ہوں ماسوا بخاری ہی سے میں نے کم لکھا ہے سو اب
آپ کی خاطر کچھ اور بھی لکھدیتا ہوں تا آپ پر واضح ہو کہ بخاری بھی اسی عاجز کی حامی اور ناصر ہے
اور اگر آپ ہزار جانکنی کریں بخاری کو بھی اپنے مؤید مطلب ہرگز نہ پائیں گے بلکہ قرآن کریم کیطرح
وہ بھی اس عاجز کے مدعا اور دعویٰ پر کامل دلائل پیش کرتی ہے حضرت یہی تو میرے گواہ ہیں جنسے
میرا دعویٰ ثابت ہوتا ہے ان سے اگر انکار کروں تو کہاں جاؤں اب لیجیے نمونہ کیطور پر کسی قدر
بخاری کے دلائل پیش کرتا ہوں اگر کچھ منکرانہ جوش ہے تو رد کر کے دکھلا دیں ورنہ اگر سعادت ہے
تو قبول کر لیں وَطُوْبیٰ لِلسُّعَدَآء۔

افادات البخاری

یہ عاجز پہلے اس سے اسی رسالہ میں بیان کر چکا ہے کہ عموم محاورہ قرآن شریف کا تَوَفّی کے لفظ کے
استعمال میں یہی واقع ہوا ہے کہ وہ تمام مقامات میں اول سے آخر تک ہر ایک جگہ جو توفّی کا لفظ آیا
ہے اُسکو موت اور قبض روح کے معنے میں لاتا ہے اور جب عرب کے قدیم و جدید اشعار و قصائد نظم و نثر
کا جہانتک ممکن تھا تتبع کیا گیا اور عمیق تحقیقات سے دیکھا گیا تو یہ ثابت ہوا کہ جہاں جہاں توفّی کے
لفظ کا ذوی الروح سے یعنی انسانوں سے علاقہ ہے اور فاعل اللہ جل شانہٗ کو ٹھیرایا گیا ہے ان تمام
مقامات میں توفّی کے معنے موت و قبض روح کیے گئے ہیں اور اشعار قدیمہ و جدیدہ عرب میں اور ایسا
ہی انکی نثر میں بھی ایک بھی لفظ توفّی کا ایسا نہیں ملے گا جو ذوی الروح میں مستعمل ہو اور جسکا فاعل
لفظاً یا معناً خدا تعالیٰ ٹھیرایا گیا ہو یعنی فعل عبد کا قرار نہ دیا گیا ہو اور محض خدا تعالیٰ کا فعل سمجھا گیا
ہو اور پھر اسکے معنے بجز قبض روح کے اور مراد رکھے گئے ہوں۔ لغات کی کتابوں قاموس صحاح
صراح وغیرہ پر نظر ڈالنے والے بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ ضرب المثل کے طور پر بھی کوئی فقرہ عرب

کے محاورات کا ایسا نہیں ملا جس میں توفّی کے لفظ کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اور ذوی الروح کے بارہ میں استعمال میں لا کر پھر اُسکے اور بھی معنے کیے ہوں بلکہ برابر ہر جگہ یہی معنی موت اور قبض روح کے کیے گئے ہوں اور کسی دوسرے احتمال کا ایک ذرہ راہ کھلا نہیں رکھا پھر بعد اسکے اس عاجز نے حدیثوں کی طرف رجوع کیا تا معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس لفظ توفّی کو ذوی الروح کی طرف منسوب کر کے کن کن معنوں میں استعمال کرتے تھے آیا یہ لفظ اُس وقت اُن کے روزمرہ محاورات میں کئی معنوں پر استعمال ہوتا تھا یا صرف ایک ہی معنی قبض روح اور موت کے لیے مستعمل تھا سو ان تحقیقات کے لیے مجھے بڑی محنت کرنی پڑی اور ان تمام کتابوں صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی ابن ماجہ ابو داؤد نسائی دارمی مؤطا شرح السنہ وغیرہ وغیرہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان تمام کتابوں میں جو داخل مشکوٰۃ ہیں تین سو چھیالیس[۳۲۶] مرتبہ مختلف مقامات میں توفّی کا لفظ آیا ہے اور ممکن ہے کہ میرے شمار کرنے میں بعض توفّی کے لفظ رہ بھی گئے ہوں لیکن پڑھنے اور زیر نظر آجانے سے ایک بھی لفظ باہر نہیں رہا اور جسقدر وہ الفاظ توفّی کے ان کتابوں میں آئے ہیں خواہ وہ ایسا لفظ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا ہے یا ایسا ہے جو کسی صحابی نے منہ سے نکالا ہے تمام جگہ وہ الفاظ موت اور قبض روح کے معنی میں ہی آئے ہیں اور چونکہ میں نے ان کتابوں کو بڑی کوشش اور جانکاہی سے سطر سطر پر نظر ڈالکر دیکھ لیا ہے اس لیے میں دعویٰ سے اور شرط کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہر یک جگہ جو توفّی کا لفظ ان کتابوں کی احادیث میں آیا ہے اُسکے بجز موت اور قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں اور ان کتابوں سے بطور استقراء کے ثابت ہوتا ہے کہ بعد بعثت اخیر عمر تک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توفّی کا لفظ بغیر معنی موت اور قبض روح کے کسی دوسرے معنی کیلیے ہرگز استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی دوسرے معنی کا لفظ زبان مبارک پر جاری ہوا اور کچھ شک نہیں کہ استقراء بھی ایک یقینی ذریعہ ہے بلکہ جس قدر حقائق کے ثابت کرنے کے لیے استقراء سے مدد ملی ہے اور کسی طریق سے مدد نہیں ملی مثلاً ہمارے ان یقینیات کی بنا جو عموماً تمام انسانوں کی کیا زبان؟

ہوتی ہے اور وہ اگلے اور عمر انسان کی عموماً اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتی اور اناج کی قسموں
میں سے چنا اس وزن کا ہوتا ہے اور گیہوں کا دانہ اس اندازہ کا یہ سب یقینیات استقراء کے
معلوم ہوئے ہیں پس جو شخص اس استقراء کا انکار کرے تو ایسا کوئی لفظ توفّی کا پیش
کرنا اُس کے ذمہ ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا ہو اور بجز موت اور قبض
روح کے اُسکے کوئی اور معنی ہوں اور امام محمد اسمٰعیل بخاریؒ اسجگہ اپنی صحیح میں ایک
لطیف نکتہ کیطرف توجہ دلاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفّی
کا لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک نکلا ہے اور ہر یک لفظ
توفّی کے معنے قبض روح اور موت تھی سو یہ نکتہ بخاری کا منجملہ اُن نکات کے ہے جنسے حق کے
طالبوں کو امام بخاری کا مشکور و ممنون ہونا چاہیئے۔

اور منجملہ افادات امام بخاری کے جس کا ہمیں شکر کرنا چاہیئے ایک یہ ہے کہ انہوں
نے مسیح بن مریم کی وفات کے بارہ میں ایک قطعی فیصلہ ایسا دیدیا ہے جس سے بڑھکر متصور نہیں
اور وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح کے کئی حصوں میں سے جنکا نام اُنہوں نے خاص غرضوں
کیطرف منسوب کر کے کتاب رکھا ہے ایک حصہ کو کتاب التفسیر کے نام سے نامزد کیا ہے کیونکہ
اس حصہ کے لکھنے سے اصل غرض یہ ہے کہ جن آیات قرآن کریم کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے آپ تفسیر و تشریح کی ہے یا اُنکی طرف اشارہ فرمایا ہے اُن آیات کی بحوالہ قول نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی تفسیر کر دیجائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی غرض سے آیہ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي
كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کو کتاب التفسیر میں لایا ہے اور اس ایراد سے اُسکا منشاء یہ
کہ تا لوگوں پر ظاہر کرے کہ توفّیتنی کے لفظ کی صحیح تفسیر وہی ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اشارہ فرماتے ہیں یعنی مار دیا اور وفات دیدی اور حدیث یہ ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ انّہ
يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي
فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔ صفحہ ۶۶۵ بخاری ۶۹۳ بخاری۔ یعنی قیامت کے دن میں بعض لوگ میری اُمت میں سے آگ کیطرف لائے جائیں گے تب میں کہوں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کیے سو اُس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندہ نے کہی تھی یعنی مسیح بن مریم نے جبکہ اسکو پوچھا گیا تھا کہ کیا تو نے تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات (جو میں ابن مریم کیطرح کہونگا) یہ ہے کہ میں جبتک ان میں تھا اُنپر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو اسوقت تو ہی اُن کا نگہبان اور محافظ اور نگران تھا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قصہ اور مسیح بن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دیکر وہی لفظ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کا اپنے حق میں استعمال کیا ہے جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے وفات ہی مراد لی ہے کیونکہ اسمیں کسیکو اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار شریف موجود ہے پس جبکہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کی شرح اور تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وفات پانا ہے ثابت ہوا اور وہی لفظ حضرت مسیح کے مُنہ سے نکلا تھا اور کھلے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن الفاظ کو مسیح ابن مریم نے استعمال کیا تھا وہی الفاظ میں استعمال کروں گا پس اس سے بکلی منکشف ہوگیا کہ مسیح ابن مریم بھی وفات پاگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پاگئے اور دونوں برابر طور پر اثر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے متاثر ہیں اسی وجہ سے امام بخاری اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کو قصداً کتاب التفسیر میں لایا تا وہ مسیح ابن مریم کی نسبت اپنے مذہب کو ظاہر کرے کہ حقیقت میں وہ اُسکے نزدیک فوت ہوگیا ہے۔ یہ مقام سوچنے اور غور کرنے کا ہے کہ امام بخاری آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کو کتاب التفسیر میں کیوں لایا۔ بہیں اونیٰ سوچ سے صاف ظاہر ہوگا کہ جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے اُسکا منشا یہ تھا کہ آیۃ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ

کے حقیقی اور واقعی معنے وہی ہیں جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے سو اُس کا مدعا اسبات کا ظاہر کرتا ہے کہ اس آیت کی یہی تفسیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر وارد کر کے آپ فرمائی ہے یہ بھی واضح رہے کہ اس طرز کو امام بخاری نے اختیار کر کے صرف اپنا ہی مذہب ظاہر نہیں کیا بلکہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے یہی معنی سمجھتے تھے تبھی تو اُنہیں الفاظ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کو بغیر کسی تبدیل و تغییر کے اپنی نسبت استعمال کر لیا۔ پھر امام صاحب نے اسی مقام میں ایک اور کمال کیا ہے کہ اس معنی کے زیادہ پختہ کرنے کے لیے اسی صفحہ ۶۶۵ میں آیت يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ* کے بحوالہ ابن عباس کے اسی کے مطابق تفسیر کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ (دیکھو وہی صفحہ ۶۶۵ بخاری) یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ جو آیت قرآن کریم میں ہے کہ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسٰی میں تجھے وفات دوں گا سو امام بخاری صاحب ابن عباس کا قول بطور تائید کے لائے ہیں تا معلوم ہو کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور پھر امام بخاری نے ایک اور کمال کیا ہے کہ اپنی صحیح کے صفحہ ۵۳۱ میں مناقب ابن عباس میں لکھا ہے کہ خود ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اپنے سینہ سے لگایا اور دعا کی کہ یا الٰہی اسکو حکمت بخش اسکو علم قرآن بخش چونکہ دعا نبی کریم کی مستجاب ہے اسلیے ابن عباس کا یہ بیان کہ توفی عیسٰی جو قرآن کریم میں آیا ہے امانت عیسٰی اُس سے مراد ہے یعنی عیسٰی کی وفات دینا یہ معنی آیت کریمہ کے جو ابن عباس نے کیے ہیں اس وجہ سے بھی قابل قبول ہیں کہ ابن عباس کے حق میں علم قرآن کی دعا مستجاب ہو چکی ہے۔

پھر امام بخاری نے اسی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کو کتاب الانبیاء صفحہ ۴۰۳ اور پھر صفحہ ۴۰۹ میں انہیں معنوں کے ظاہر کرنے کی غرض سے ذکر کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ اس قصہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح ابن مریم سے ایک مشابہت ہے چنانچہ صفحہ ۴۰۹

* فٹ نوٹ۔ اس آیت کا حاشیہ صفحہ ۶۲۱ پر لکھا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیئے۔

میں یہ حدیث بھی بروایت ابوہریرہ لکھدی ہے انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات اور اسی کی تائید میں امام بخاری نے کتاب المغازی میں ذیل کتاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم صفحہ ۶۴۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث لکھی ہے۔

و منجملہ افادات امام بخاری کے جنکا ہمیں شکر کرنا چاہیئے یہ ہے کہ انہوں نے صرف اسی قدر ثابت نہیں کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں بلکہ احادیث نبویہ کی رو سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے پھر دنیا میں آنہیں سکتا چنانچہ بخاری کے صفحہ ۶۴۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی گئی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو بعض آدمی گمان کرتے تھے کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے اور بعض کہتے تھے کہ فوت ہو گئے مگر پھر دنیا میں آئینگے اسحالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کے گھر گئے اور دیکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تب وہ چادر کا پردہ اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کیطرف جھکے اور چوما اور کہا کہ میرے ماں باپ تیرے پر قربان مجھے خدا تعالی کی قسم ہے کہ خدا تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کریگا پھر لوگوں میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فوت ہو جانا ظاہر کیا اور آنحضرت کے فوت ہونے اور پھر دنیا میں نہ آنے کی تائید میں یہ آیت پڑھی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی محمد اس سے زیادہ نہیں کہ وہ رسول اللہ ہے اور اس سے پہلے تمام رسول اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے گذر چکے ہیں یاد رہے کہ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا الف لام استغراق کا ہے جو رسولوں کی جمع افراد گذشتہ پر محیط ہے اور اگر ایسا نہو تو پھر دلیل ناقص رہجاتی ہے کیونکہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو پھر وہ استدلال جو مدعا قرآن کریم کا ہے اس آیت سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کو پیش کرتے سے حضرت ابوبکر صدیق نے اسبات کا ثبوت دیا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جو فوت نہ ہوا ہو۔ نیز اسبات کا ثبوت دیا کہ جو فوت ہو جائے پھر دنیا میں کبھی نہیں آتا کیونکہ لغت عرب اور محاورہ اہل عرب میں خَلَا یا خَلَتْ ایسے لوگوں کے گذرنے کو کہتے ہیں جو پھر آنیوالے نہوں پس تمام رسولوں کی نسبت جو آیت موصوفہ بالا میں خَلَتْ کا لفظ استعمال کیا گیا وہ اسی لحاظ سے

استعمال کیا گیا تا اسباب کی طرف اشارہ ہو کہ وہ لوگ ایسے گئے ہیں کہ پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئینگے
چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال یافتہ ہونیکی حالت میں
آپ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیکر کہا تھا کہ تو حیات اور موت میں پاک ہے تیرے پر دو موتیں ہرگز
وارد نہیں ہونگی یعنی تو دوسری مرتبہ دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا اسلیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
اپنے قول کی تائید میں آیت قرآن کریم کی پیش کی جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ سب رسول جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے گذر چکے ہیں اور جو رسول اس دنیا سے گذر گئے ہیں پھر اس دنیا میں
نہیں آئیں گے کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف میں اور فوت شدہ لوگوں کی نسبت خَلَوْا یا خَلَتْ
کا لفظ استعمال ہوا ہے ایسا ہی نبیوں کے حق میں بھی استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ موت
کے لفظ سے اخص ہے کیونکہ اسکے مفہوم میں یہ شرط ہے کہ اس عالم سے گذر کر پھر اس عالم میں نہ
آوے غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ فوت شدہ نبیوں کے دوبارہ نہ آنیکے بارہ میں
اول قول ابوبکر صدیق کا پیش کیا جسمیں یہ بیان ہے کہ خدا تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا
کیونکہ دوبارہ آنا دو موتوں کو مستلزم ہے اور پھر اس بارہ میں قرآن کریم کی آیت پیش کی اور یہ
ثبوت دیا کہ خَلَا اُس گذرنے کو کہتے ہیں کہ پھر اُس کے بعد عود نہ ہو سو اس تحقیق و تدقیق سے
کمالات امام بخاری ظاہر ہیں جزاہ اللہ خیر الجزا و ادخلہ اللہ فی الجنات العلیا۔

اور منجملہ افادات امام بخاری کے ایک یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی صحیح میں پانچ حدیثیں ذکر کرکے
متفرق طرق اور متفرق راویوں کے ذریعہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسیح ابن مریم بھی موت کے بعد
اموات میں جا ملا اور خدا تعالیٰ کے بزرگ نبی جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اُنمیں داخل ہو گیا اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں فوت شدہ جماعت میں اسکو پایا دیکھو بخاری صفحہ ۵
اور صفحہ ۴۵۵ وصفحہ ۴۷۱ وصفحہ ۴۸۴ ۵ و ۱۱۲۰ - اور ان احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ سب
نبی اگرچہ دنیوی زندگی کی رو سے مر گئے اور اس جسم کثیف اور اسکے حیات کے لوازم کو چھوڑ گئے
لیکن اُس عالم میں ایک نئی زندگی جسکو روحانی کہنا چاہیے رکھتے ہیں اور کیا مسیح اور کیا غیر مسیح

برابر اور مساوی طور پر اس نئی زندگی کے لوازم اپنے اندر جمع رکھتے ہیں یہی منشا انجیل میں پطرس کے پہلے خط کا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ وہ یعنی مسیح جسم کے حق میں تو مارا گیا لیکن روح میں زندہ کیا گیا یعنی موت کے بعد مسیح کو روحانی زندگی ملی ہے نہ جسمانی دیکھو پطرس کا پہلا خط ۳ باب ۱۹ آیت اور عبرانیوں کے خط ۹ باب ۲۷۔ آیت میں لکھا ہے کہ آدمیوں کے لیے ایکبار مرنا ہے ایسا ہی بائبل کے بہت سے مقامات میں موجود ہے کہ راستبازوں کے لیے ایک موت کے بعد پھر حیات ابدی ہے اب اسبات کے ثابت ہونیکے بعد کہ مسیح مرگیا اور روح اسکی فوت شدہ روحوں میں داخل ہے اگر فرض محال کے طور پر پھر اسکا زندہ ہو کر دنیا میں آنا قبول کر لیں تو آسمان سے اُترنا اُسکا بہر حال غیر مسلم ہوگا کیونکہ ثابت ہو چکا کہ آسمان پر مرنیکے بعد صرف اُسکی روح گئی جو دوسری روحوں میں شامل ہو گئی ہاں اس فرض کے بنا پر یہ کہنا پڑے گا کہ کسی وقت اُسکی قبر پھٹ جائیگی اور اس میں سے باہر آجائیگا اور یہ کسی کا اعتقاد نہیں ماسوا اس کے ایک موت کے بعد پھر دوسری موت ایک عظیم الشان نبی کے لیے تجویز کرنا خدا تعالے کی تمام کتابوں کے برخلاف ہے اور جو شخص ایک مرتبہ مسیح کو مار کر پھر قیامت کے قریب اسی دنیا میں لاتا ہے اُسکی یہ مرضی ہے کہ سب کے لیے ایک موت اور مسیح کے لیے دو موتیں ہوں جس نے دنیا میں کسی جسم اور صورت میں جنم لیا وہ موت سے بچ نہیں سکتا دیکھو خط دوم پطرس ۳ باب ۱۰ آیت۔

اور منجملہ افادات امام بخاری کے ایک یہ ہے کہ اُنھوں نے قطعی طور پر اسبات کا فیصلہ دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا اور فوت شدہ بندوں میں جا ملا پھر اُس پیشگوئی کی نسبت جو اُن کی صحیح میں درج ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا تین قوی قرینے قائم کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ آنیوالا ابن مریم ہرگز وہ مسیح ابن مریم نہیں ہے جسپر انجیل نازل ہوئی تھی چنانچہ اول قرینہ یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی صفحہ ۴۹۳ دوم قرینہ یہ ہے کہ آنے والے مسیح کی نسبت اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کا قول استعمال کیا گیا ہے

جس سے صاف طور پر جتلا دیا ہے کہ وہ مسیح آنے والا اصل مسیح نہیں ہے بلکہ وہ تمہارا ایک **امام ہوگا** اور **تم میں سے ہوگا** اور کسی اور امام کا مسیح کے ساتھ ہونا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ امامت کی وجہ سے ہی مسیح موعود کا نام حکم رکھا عدل رکھا مقسط رکھا اگر وہ امام نہیں تو یہ صفات جو امامت سے ہی تعلق رکھتے ہیں کیونکر اس کے حق میں بولے جا سکتے ہیں اور اگر کہو کہ امامت سے مراد نماز خوانی کی امامت ہے جیسا کہ ہر ایک مسجد میں ملّا ہوا کرتے ہیں تو یہ عجیب عقل کی بات ہے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن نہیں کہ بیس کروڑ مسلمانوں کے لیے جو مختلف بلاد میں جابجا سکونت رکھتے ہیں پنجوقت نماز ادا کرنے کے لیے ایک ہی امام کافی ہو بلکہ بڑے بڑے لشکروں کے لیے بھی جو جابجا حسب مصالح جنگی متفرق ہوں ایک امام کافی نہیں ہو سکتا سو نماز پڑھانے کی امامت جیسا کہ آجکل لاکھوں آدمی کر رہے ہیں یہی تعداد ہر یک زمانہ کے لیے لابدی اور لازمی ہے جو صرف ایک سے انتظام پذیر نہیں ہو سکتی بلکہ امام سے مراد رہنما اور پیشوا اور خلیفہ ہے جس کی صفات میں سے حکم اور عدل اور مقسط ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اب آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ یہ صفات بخاری کے سیاق سباق دیکھنے سے مسیح موعود کے حق میں اطلاق پاتے ہیں یا کسی اور کے حق میں۔ اے بندگان خدا کچھ تو ڈرو دیکھو تمہارا دل ہی تمہیں ملزم کرے گا کہ تم حق پر پردہ ڈال رہے ہو ڈرو۔ اے لوگو ڈرو اور خدا اور رسول کے فرمودہ سے عمداً انحراف مت کرو۔ اور الحاد اور تحریف سے باز آجاؤ۔ اللہ اور رسول کے کلمات کو اُنکے مواضع سے کیوں پھیرتے ہو۔ **وقد حرّفتم وانتم تعلمون۔**

سوم قرینہ جو امام بخاری نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ آنے والے مسیح اور اصل مسیح ابن مریم کے حلیہ میں جابجا التزام کامل کے ساتھ فرق ڈال دیا ہے ہر ایک جگہ جو اصل مسیح ابن مریم کا حلیہ لکھا ہے اسکے چہرہ کو احمر بیان کیا ہے اور ہر یک جگہ جو آنیوالے مسیح کا حلیہ بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمایا ہے اُسکے چہرہ کو گندم گوں ظاہر کیا ہے

اور کسی جگہ اس التزام کو ہاتھ سے نہیں دیا چنانچہ صفحہ ۴۸۹ میں دو حدیثیں امام بخاری لایا ہے ایک ابوہریرہ سے اور ایک ابن عمر سے اور ان دونو میں یہ بیان ہے کہ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسی کو جو اصل عیسی ہے دیکھا اور اسکو سُرخ رنگ پایا اور پھر اُس کے آگے ابی سالم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کو خواب میں دیکھا اور اُسکا گندم گوں حلیہ بیان کیا پھر صفحہ ۱۰۵ میں ابن عمر سے روایت ہے کہ آنیوالے مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا اور معلوم ہوا کہ وہ گندم گوں ہے اور دجال کو سُرخ رنگ دیکھا (جو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ سُرخ رنگ قوم سے پیدا ہوگا) اور صفحہ ۴۸۹ میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے ابن مریم کو گندم گون دیکھا اسی طرح امام بخاری نے اپنی کتاب میں یہ التزام کیا ہے کہ وہ اصل مسیح کے حلیہ کو بروایت ثقات صحابہ سرخ بیان کرتے ہیں اور آنیوالے مسیح کا حلیہ گندم گوں ظاہر کرتے ہیں جس سے اُنھوں نے ثابت کیا ہے کہ آنے والا مسیح اور ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب اللباس میں بھی آنے والے مسیح کا حلیہ گندم گوں لکھا ہے دیکھو صفحہ ۸۷۰ کتاب اللباس۔

اور منجملہ افادات امام بخاری کے یہ ہے کہ اُنھوں نے اس حدیث کو جو صحیح بخاری کے ۱۵۲ اور ۴۸۴ میں ہے یعنی حدیث ما من مولود یولد الا والشیطان یمسہ حین یولد الا مریم وابنہا۔ اور حدیث باصبعیہ ... غیر عیسیٰ کو ستارمن حدیثوں کے ساتھ ذکر کرکے اس بات کیطرف توجہ دلائی ہے کہ ابن مریم سے مراد ہر یک وہ شخص ہے جو انکی صفت اور رنگ میں ہو اور ستارمن حدیثیں یہ ہیں دیکھو صفحہ ۴۸۴۔ اور حدیث صفحہ ۷۷۰ جس کے اخیر ہے لم یضرہ شیطان۔ ماسوا اس کے آیت ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اور آیت سلام علیہ یوم ولد صاف دلالت کر رہی ہے کہ مس شیطان سے محفوظ ہونا ابن مریم سے مخصوص نہیں اور زمخشری کا یہ طعن کہ حدیث

خصوصیت ابن مریم درباره محفوظیت از مس شیطان جو امام بخاری اپنی صحیح میں لایا ہے تناقض سے خالی نہیں اور اُس کی صحت میں کلام ہے جیسا کہ خود اُس نے بیان کیا ہے فضول ہے کیونکہ عمیق نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بزرگ بخاری نے خود اشارہ کر دیا ہے کہ ابن مریم اور اُس کی والدہ سے مراد ہر ایک ایسا شخص ہے جو ان دونوں کی صفتیں اپنے اندر جمع رکھتا ہو فلا تناقض ولا تعارض اور جبکہ یہ ثابت ہوا کہ کلام نبوی میں غیر عیسیٰ پر عیسیٰ یا ابن مریم بولا گیا ہے تو یہ محاورہ اور بھی مؤید ہمارے مطلب کا ہوگا احادیث نبویہ میں یہ بھی ایک محاورہ شائع متعارف ہے بعض کا بعض صفات کے لحاظ سے ایک ایسا نام رکھا جاتا ہے جو بظاہر وہ کسی دوسرے کا نام ہے جیسا کہ صفحہ ۵۲۱ میں یہ حدیث ہے لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر بکبوہ بخاری۔ اب ظاہر ہے کہ محدثیت حضرت عمر میں محدود نہیں سو حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جو محدث ہوگا وہ اپنے روحانی صفات کے رو سے عمر ہی ہوگا ایسا ہی احادیث میں دابۃ الارض کو بھی ایک خاص نام بطلور بیان کیا ہے بلکہ احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی استعمال کے رو سے عام ہے اور دابۃ الارض کو صحیح مسلم میں ایسے پیرایہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک طرف تو اسکو دجال کی جساسہ ٹھہرا دیا گیا ہے اور اسی کی رفیق اور اسی جزیرہ میں رہنے والی جانور ہے اور ایک طرف حرم مکہ معظمہ میں صفا کے نیچے اسکو جگہ دے رکھی ہے گویا وہ اُس ارض مقدس کے نیچے ہے نہ دجال کے پاس اور بیان کیا گیا ہے کہ اُسی میں سے اُس کا خروج ہوگا اس استعارہ سے یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ دابۃ الارض درحقیقت اسم جنس ایسے علما کے لیے ہے جو ذو جہتین واقع ہیں ایک تعلق اُن کا دین اور حق سے ہے اور ایک تعلق ان کا دنیا اور دجالیت سے اور آخری زمانہ میں ایسے مولویوں اور ملاؤں کا پیدا ہونا کئی جگہ بخاری میں لکھا ہے چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ حدیث خیر البریہ پڑھیں گے اور قرآن کی بھی تلاوت کرتے ہوں گے لیکن قرآن اُن کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا سو وہی زمانہ ہے جنہیں لوگوں کی ملاقات سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دہرایا ہے اور فرمایا ہے فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک صفحہ ۵۰۹ بخاری یہی لوگ ہیں کہ باوجودیکہ اللہ جل شانہ اور اس کا مقدس رسول سراسر مسیح ابن مریم کی وفات ظاہر کر رہے ہیں مگر پھر بھی ان کو فرمودہ خدا و رسول پر اعتماد نہیں حالانکہ حکم یہ تھا فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل قضاء اللہ احق - بخاری صفحہ ۳۰۰ ما عندنا شیٔ الا کتاب اللہ بخاری صفحہ ۲۵۰ حسبکم القرآن - بخاری ۱۲۲۔

اب ہم بطور نمونہ امام بخاری کے افادات کے بیان کرنے سے فارغ ہو کے اور بیانات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ امام بخاری صاحب اول درجہ پر ہمارے دعاوی کے شاہد اور حامی ہیں اور ہمارے مخالفوں کے لیے ہرگز ممکن نہیں کہ ایک ذرہ بھر بھی اپنے خیالات کی تائید میں کوئی حدیث صحیح بخاری کی پیش کر سکیں سو درحقیقت صحیح بخاری سے وہ منکر ہیں نہ ہم۔

بالآخر میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ درخواست کی تھی کہ اگر آپ مجھے مکار اور غیر مسلم خیال کرتے ہیں تو آؤ اس طریق سے بھی مقابلہ کرو کہ ہم دونوں نشان قبولیت کے ظاہر ہونے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تا جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو جاوے اور قبولیت کے آسمانی نشان اس کے لیے خدا کی طرف سے ظاہر ہوں وہ اس علامت سے لوگوں کی نظر میں اپنی قبولیت کے ساتھ شناخت کیا جاوے اور جھوٹے کی ہر روزہ کشمکش سے لوگوں کو فراغت اور راحت حاصل ہو اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں کہ یہ درخواست اس وقت مسموع ہوگی کہ جب تم اول اپنے عقائد کا عقائد اسلام ہونا ثابت کردو گے یا مسلم (یعنی

جو مسلمان نہیں) خواہ کیسا ہی آسمانی نشان دکھاوے اہل اسلام اسکی طرف التفات نہیں کرتے۔ اب ناظرین انصافاً فرماویں کہ جس حالت میں اسی ثبوت کے لیے درخواست کی گئی تھی کہ تا ظاہر ہو جاوے کہ فریقین میں سے حقیقی اور واقعی طور پر مسلمان کون ہے پھر قبل از ثبوت ایک مسلمان کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور معتقد ہو غیر مسلم کہنا اور لکھنا مشتہر کر کے پکارنا کس قسم کی مسلمانی اور ایمانداری ہے ماسوا اس کے اگر یہ عاجز بزعم مولوی محمد حسین صاحب کافر ہے تو خیر وہ یہ خیال کر لیں کہ میری طرف سے جو ظاہر ہوگا وہ استدراج ہے۔ پس اس صورت میں بمقابل اس استدراج کے انکی طرف سے کوئی کرامت ظاہر ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ کرامت ہمیشہ استدراج پر غالب آتی ہے آخر مقبولوں کو ہی آسمانی مدد ملتی ہے اگر میں بقول ان کے مردود ہوں اور وہ مقبول ہیں تو پھر ایک مردود کے مقابل پر آنا کیوں ڈرتے ہیں اگر میں بقول ان کے کافر ہونے کی حالت میں کچھ دکھاؤں گا تو وہ بوجہ اولیٰ دکھلا سکتے ہیں مقبول جو ہوئے۔ کہ مقبول را رد نباشد سخن۔ من عادا لی ولیاً فقد اذنتہ للحرب۔ ابن صیاد نے اگر کچھ دکھایا تھا تو کیا اس کے مقابل پر معجزات نبوی ظاہر نہیں ہوئے تھے اور کیا دجال کے ساحرانہ کاموں کے مقابل پر عیسیٰ کے نشان ظاہر ہوئے نہیں۔ ففروا این تفرون!

سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی کا الہام کی نسبت خیال

اور

ہماری طرف سے جیسا کہ واقعی امر ہے اُس کا بیان

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ الجزو ۵۔ آیت موصوفہ بالا کا ترجمہ

یہ ہے کہ اے مسلمانو اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہو تو اس امر کو فیصلہ کے لیے اللہ اور رسول کے حوالہ کرو اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور احسن تاویل ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ سید صاحب نے الہام کے بارہ میں اپنے پرچہ علیگڈہ گزٹ میں قرآن اور حدیث کے برخلاف رائے ظاہر کی ہے چنانچہ اُن کی تحریر کا خلاصہ ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ جو بات یکایک دل میں آجاوے گو کسی امر سے متعلق ہو وہ الہام ہے بشرطیکہ کوئی تعلیم یا تعریف یا بیان اُس طرف کو لے جانے والا نہ ہو۔ اس قسم کے الہامات کوئی عجیب شے نہیں ہیں بلکہ اکثروں کو ہوتے ہیں منطقی کو منطق میں فلسفی کو فلسفہ میں طبیب کو علم طب اور تشخیص امراض میں اہل حرفہ کو اپنے حرفہ میں وغیر ذلک یہانتک کہ وہ اسلام اور غیر اسلام پر بھی منحصر نہیں بلکہ اس قسم کے الہامات ایک امر طبیعی انسان کا ہے جسمیں اسلام کی ضرورت نہیں ہاں ایسی خلقت کی ضرورت ہے کہ الہام ہونیکی قابلیت رکھتی ہو۔ الہام سے شاید بعض حالتوں میں اُس شخص کو جسکو الہام ہوا ہو کوئی طمانیت قلبی حاصل ہوتی ہو مگر اُس سے کوئی ایسا نتیجہ جو دوسرونکو فائدہ پہونچانے والا یقین دلانے والا تسکین بخشنے والا یا اُس واقعہ کی واقعیت اور اصلیت کو ثابت کرنیوالا ہو پیدا نہیں ہو سکتا سلسلہ الہامات کا زیادہ تر توہمات سے علاقہ رکھتا ہے جو محض تخیلات ہیں اور کوئی ثبوت اُن کے محقق اور واقعیہ ہونے کا نہیں صوفیہ کرام کے تمام الہامات بجز تخیلات نفسی کے زیادہ رتبہ نہیں رکھتے اور محض ہیچ بوچ اور بیکار ہیں نہ اُن سے خلق اللہ کو کچھ نفع ہے اور نہ ضرر۔ دین اسلام تو بموجب الیوم اکملت لکم دینکم کامل ہو چکا اب الہام میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کر سکتا جو لوگ کسی ملہم کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں وہ اسبات کا بھی تصفیہ نہیں کر سکتے کہ درحقیقت اُسکا دعوئی الہام صحیح ہے یا دماغ میں خدانخواستہ کچھ خلل ہے اور ملہم جو اپنے تئیں بوجہ الہام مطمئن سمجھتا ہے یہ اطمینان اسکے بھی اعتماد کے لائق نہیں کیا معلوم کہ وہ درحقیقت مطمئن ہے یا یونہی خیال باطل میں مبتلا ہے اس سے زیادہ ملہم یا

اور ان لوگوں میں جو صوفی اور اہل اللہ کہلاتے ہیں اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے ہی امور خیالیہ
پر جو بے اصل محض ہیں جم جاتے ہیں اور انکو صحیح خیال کرنے لگتے ہیں اور انکی ترقیات سلوک
صرف اوہام کی ترقی ہے الہام اور ملہم کی طرف نہ دین کے لیے اور نہ معاد کے لیے اور نہ تقرب
الی اللہ کے لیے اور نہ تمیز حق اور باطل کے لیے ہمیں کچھ حاجت ہے گو لوگ کسی ملہم کے گرد ایسے
جمع ہو جائیں جیسے بت پرست کسی بت کے گرد خلاصہ مطلب یہ کہ الہام بالکل بیہودہ ہے اور
اسکی صحت پر کوئی حجت نہیں فافہم ہذا ما الہمنی ربی تم کلامہ۔

یہ عاجز سید صاحب کے وساوس کے دور کرنے کے لیے سب سے اول اس بات کو ظاہر کرنا مناسب
سمجھتا ہے کہ جو کچھ سید صاحب نے الہام کے بارے میں سمجھا ہے یعنی یہ کہ وہ صرف امور خیالیہ
ہیں کہ فقط ملہمین کی دل ہی میں ان کا موجد ہوتا ہے یہ سید صاحب کی رائے اس بات پر دلالت کرتی
ہے کہ وہ ابتک اس تعلیم سے بیخبر ہیں کہ جو الہام یعنی وحی کے بارے میں اللہ جل شانہ اور اسکے
رسول نے فرمائی ہے سو واضح ہو کہ قرآن کریم میں اس کیفیت کے بیان کرنے کے لیے جو کلام
الٰہی سے تعبیر کی جاتی ہے الہام کا لفظ اختیار نہیں کیا گیا محض لغوی طور پر ایک جگہ الہام کا
لفظ آیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے **فالهمها فجورها وتقوٰها** سو اسکو ما نحن فیہ سے کچھ
تعلق نہیں۔ اس کے صرف اسی قدر معنے ہیں کہ خدا تعالےٰ بوجہ علۃ العلل ہونے کے بدوں کو انکی
مناسب حال اور نیکوں کو انکے مناسب حال ان کے جذبات نفسانی یا متقیانہ جوشوں
کے موافق اپنے قانون قدرت کے حکم سے خیالات و تدابیر وحیل مطلوبہ کے ساتھ تائید دیتا ہے
یعنی تخم خیالات وحیل مطلوبہ ان کو سمجھا دیتا ہے یا یہ کہ انکے ان جوشوں اور جذبوں کو بڑھاتا
ہے اور یا یہ کہ ان کے تخم مخفی کو ظہور میں لاتا ہے مثلاً ایک چور اس خیال میں لگا رہتا ہے کہ
کوئی عمدہ طریقہ نقب زنی کا اسکو معلوم ہو جائے تو اسکو سمجھایا جاتا ہے یا ایک متقی چاہتا ہے
کہ وجہ حلال کی قوت کے لیے کوئی سبیل مجھے حاصل ہو تو اس بارہ میں اسکو بھی کوئی طریق بتلایا
جاتا ہے سو عام طور پر اس کا نام الہام ہے جو کسی نیکبخت یا بدبخت سے خاص نہیں بلکہ تمام انواع انسان

اور جمیع افراد بشر اس حد تک حسب مناسب حال اپنے اس الہام سے مستفیض ہو رہے ہیں
لیکن اس سے بہت اوپر چڑھ کر ایک اور الہام بھی ہے جسکو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام
میں وحی کے لفظ سے یاد کیا ہے نہ الہام سے اور اسکی تعریف یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ایک تجلی
خاص کا نام ہے جو بکثرت انہیں پر ہوتی ہے جو خاص اور مقرب ہوں اور اسکی علت غائی یہ ہے
کہ شبہات اور شکوک سے نکالنے کے لیے یا ایک نئی یا مخفی بات کے بتلانے کے لیے یا خدا تعالیٰ کی
مرضی اور عدم مرضی اور اسکے ارادہ پر مطلع کرنے کے لیے یا کسی محل خوف سے مامون اور مطمئن
کرنے کے لیے یا کسی بشارت کے دینے کے لیے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ مخاطبہ اور ایک کلام لذیذ کے
رنگ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ وہ ایک یقینی الفاظوں کے ساتھ ہے
جس کا ادراک غائبانہ غیبت حس کی حالت میں سماع کے طور پر یا جریان علی اللسان کے طور پر
یا رویت کے طور پر ہوتا ہے اور اپنے نفس اور اپنے خیال کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ محض
الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے ایک قدرتی آواز ہے جسکو مورد وحی کی قوت حاسہ دریافت
کر لیتی ہے جب انسان کی روح نفسانی آلائشوں سے پاک ہو کر اور اسلام کی واقعی حقیقت سے
کامل رنگ پکڑ کر خدا تعالیٰ کی بے نیاز جناب میں رضا اور تسلیم کے ساتھ پوری پوری وفاداری
کو لیکر اپنا سر رکھ دیتی ہے اور ایک سچی قربانی کے بعد جو تمام نفس و مال و عزت و دیگر لوازم محبوبہ
نفس سے مراد ہے محبت اور عشق سے مولیٰ کے لیے کھڑی ہو جاتی ہے اور تمام حجب نفسانی جو اسمیں
اور اسکے رب میں دوری ڈال رہی تھی معدوم اور زائل ہو جاتے ہیں اور ایک انقلاب عظیم
در سخت تبدیلی اس انسان کی صفات اور اسکی اخلاقی حالت اور اسکی زندگی کے تمام جذبات میں پیدا
ہو کر ایک نئی پیدائش اور نئی زندگی ظہور میں آ جاتی ہے اور اسکی نظر شہود میں وجود غیر بکلی
معدوم ہو جاتا ہے تب ایسا انسان اس لائق ہو جاتا ہے کہ مکالمہ الٰہی سے بکثرت مشرف ہو
اور مکالمہ الٰہی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محدود اور مشتبہ معرفت سے انسان ترقی کر کے اس درجہ
شہود پر پہنچتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو اسنے دیکھ لیا ہے سو یہ وہ مقام ہے جس پر تمام مقامات

معرفت و خداشناسی کے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وہ آخری نقطہ کمالات بشریہ کا ہے جس سے بڑھ کر عرفان کے پیاسوں کے لیے اس دنیا میں ہرگز میسر نہیں آ سکتا اور نبیوں اور محدثوں کیلئے اس کے حصول کا اکثر طور پر قدرتی طریق یہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی پر اپنا کلام نازل کرے تو روحانی طور پر بغیر توسط جسمانی اسباب کے اُس پر ربودگی اور بیہوشی طاری کی جاتی ہے تب وہ شخص اپنے وجود سے بکلی گم ہو کر بلا اختیار جناب الٰہی کی ایک خاص کشش سے گہرے غوطہ میں چلا جاتا ہے اور ہوش آنے کے وقت ساتھ اپنے ایک کلام لذیذ لے آتا ہے وہی **وحی الٰہی** ہے۔

یہ کلام جو خدا تعالیٰ کے پیاروں اور مقدسوں پر نازل ہوتا ہے یہ کوئی وہمی اور خیالی بات نہیں ہوتی جس کو انسان کا نفس آپ ہی پیدا کر سکے بلکہ واقعی اور حقیقی طور پر اس ذات لا یدرک کا کلام ہوتا ہے جس کی ہستی کا انتہائی اور اعلیٰ درجہ کا ثبوت دینے کی غرض سے یہ تجلّیات ہیں اور اس بات کے ثبوت کے لیے کہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ اپنا کلام اپنے بندوں پر نازل کرے ایک مسلمان کے لیے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کافی ہیں خدا تعالیٰ کا اپنے نبیوں سے ہم کلام ہونا اور اولیاء میں سے حضرت موسیٰ کی والدہ پر اپنا کلام نازل کرنا حضرت خضر کو اپنے کلام سے مشرف کرنا مریم صدیقہ سے اپنے فرشتہ کی معرفت ہمکلام ہونا وغیرہ وغیرہ مفصل قرآن کریم میں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ حاجت بیان نہیں اور صحیح بخاری کے صفحہ ۵۲۱ باب مناقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ حدیث لکھی ہے **لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی منھم احد فعمر**۔ یعنی تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ گزرے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اُن سے کلام کیا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں سو اگر ایسے لوگ اس امت میں ہیں تو وہ عمر ہے۔

ایسا ہی جمیع مشاہیر اولیاء کرام جیسے [illegible] جناب سید احمد [illegible] سب کے سب اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اپنے اولیاء سے مکالمات و مخاطبات واقع ہوتے ہیں اور کلام لذیذ [illegible]

کی بوقت دعا اور دوسرے اوقات میں بھی اکثر وہ سُنتے ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ فتوح الغیب میں سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کس قدر جابجا اسبات کی شہادت دیتے ہیں کہ کلام الٰہی اُسکے مقرب اولیاء پر ضرور نازل ہوتا ہے اور وہ کلام ہوتا ہے نہ فقط الہام اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹۹ میں ایک مکتوب بنام محمد صدیق لکھتے ہیں جسکی یہ عبارت ہے۔

اعلم ایہا الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاہا وذلک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذلک لبعض الکمل من متابعیہم واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منہم سمی محدثا وھذا غیر الالہام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بہذا الکلام الانسان الکامل واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ یعنی اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالےٰ کے ہمکلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں اور کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اسکو محدّث بولتے ہیں اور یہ مکالمہ الٰہی از قسم الہام نہیں بلکہ غیر الہام ہے اور یہ القاء فی الروع بھی نہیں ہے اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے اس کلام سے وہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے جو انسان کامل ہو اور خدا تعالےٰ جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت الہام اور چیز ہے اور مکالمہ الٰہی اور چیز ہے اور سید صاحب اپنی کتاب تبئین الکلام کے صفحہ ۷ میں اس بیان مذکورہ بالا کا صاف اقرار کرتے ہیں ناظرین کو چاہیے کہ صفحہ ۷ تبئین الکلام کا ضرور پڑھیں تا معلوم ہو کہ سید صاحب آپ ہی پہلے ان تمام باتوں کا اقرار کر چکے ہیں اور اب بعد اقرار کسی مصلحت سے انکاری ہو بیٹھے ہیں۔

اور سید صاحب کا یہ فرمانا کہ الہام بیہودہ ہے خود بیہودہ ہے کیونکہ اگر وہ الہام بیہودہ ہے جس کی سید صاحب نے تعریف اپنے مضمون میں کی ہے تو ہوا کرے لیکن کلام الٰہی تو بیہودہ نہیں اور نعوذ باللہ

کیونکہ بیہودہ ہو وہی تو ایک ذریعہ کامل معرفت کا ہے جس کی وجہ سے انسان اس پرغبار دنیا میں صرف خودتراشیدہ خیالات سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل نہیں ہوتا بلکہ اُس حی وقیوم کے مُنہ سے انا الموجود کی آواز بھی سُن لیتا ہے اور صدہا خوارق اعادت پیشگوئیوں اور اسرار عالیہ کی وجہ جو اُس کلام کے ذریعہ منکشف ہوتے ہیں متکلم پر ایمان لانے کے لیے حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور ایسے شخص کا جلیس بھی ان روحانی منافع و فوائد سے محروم نہیں رہتا بلکہ رفتہ رفتہ یہاں تک اُسکو قوت یقین ملجاتی ہے کہ گویا خدائے عزوجل کو دیکھ لیتا ہے اگر سید صاحب ابیا تک کسی اخبار میں اعلان دیں کہ ہمیں اسبات پر ایمان نہیں کہ یہ مرتبہ خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کا انسان کو مل سکتا ہے اور ان تمام شہادتوں سے انکار ظاہر کریں کہ جو روحانی تجربہ کاروں رسولوں نبیوں اور ولیوں نے پیش کی ہیں تو اس عاجز پر فرض ہوگا کہ اُسی خوق العادۃ طریق سے جسکی بنیاد خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں نے ڈالی ہے آزمایش کے لیے سید صاحب کو بذریعہ کسی اخبار کے کھُلے کھُلے طور پر دعوۃ کرے اور اگر سید صاحب طالب حق ہونگے تو اس روحانی دعوۃ کو بسر وچشم قبول کرینگے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

توفی کے لفظ کی نسبت اور نیز الدجال کے بارہ میں ہزار روپے کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوگیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بطبق آیت فیہا تحیون وفیہا تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کرکے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لیے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لیے کوئی قانون وراثت موجود ہے باینہمہ بعض علماء وقت کو اسبات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اُٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بیباکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفی کا لفظ

جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اُس کے معنی وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا مگر ایسے معنی کرنا اُن کا سراسر افترا ہے قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر ایک جگہ اسکو استعمال کرتا ہے یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدا تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں کوئی کتاب لغت کی اسکے مخالف نہیں کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اسکی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا کوئی اُن کا ہمخیال یہ ثابت کر دیوے کہ الدجّال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان کے دوں گا چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرا لیں یا تمسک لکھا لیں اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور و تکبر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اسکے معنی پورے لینے کے ہیں یعنی جسم اور روح کو بہیئت کذائی

زندہ ہی اُٹھا لینا اور وجود مرکب جسم اور روح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا سو اسی معنی سے انکار کرکے یہ شرطی اشتہار ہے ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے الدجّال کے لفظ کی نسبت جو بخاری اور مسلم میں جا بجا دجال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے یہ دعوی کر دیا ہے کہ الدجال دجال معہود کا خاص طور پر نام نہیں بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لیے بھی مستعمل ہے اور اس دعوی کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعوی کیا ہے سو اس وسیع معنی الدجال سے انکار کرکے اور یہ دعوی کرکے کہ یہ لفظ الدجال کا صرف دجال معہود کے لیے آیا ہے اور بطور علم کے اُسکے لیے مقرر ہو گیا ہے یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے مولوی محمد حسین صاحب اور انکے ہمخیال علماء نے لفظ توفّی اور الدجال کی نسبت اپنے دعوی متذکرہ بالا کو مید یہ ثبوت پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھہرینگے اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شائع کر دیگا کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور اُن کے ہمخیال فاضل اور واقعی طور پر محدّث اور مفسر اور رموز اور دقائق قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں اگر ثابت نہ کر سکے تو پھر یہ ثابت ہو جائیگا کہ یہ لوگ دقائق و حقائق بلکہ سطحی معنوں قرآن اور حدیث کے سمجھنے سے بھی قاصر اور سراسر غبی اور بلید ہیں اور درپردہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں کہ محض الحاد کی راہ سے واقعی اور حقیقی معنوں کو ترک کرکے اپنے گھر کے ایک نئے معنے گھڑتے ہیں ایسا ہی اگر کوئی یہ ثابت کر دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی مردہ دنیا میں واپس نہیں آسکتا قطعیۃ الدلالت نہیں اور نیز بجائے لفظ موت اور امانت کے جو متعدد المعنی ہیں اور نیند اور بیہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے توفی کا لفظ کہیں دکھاوے مثلاً یہ کہ توفاہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ نقد دیا جاوے گا۔ ✻

المشتہر خاکسار غلام احمد از لودھیانہ محلہ اقبال گنج۔

✻ نوٹ فوت کے بعد زندہ کرنے کے متعلق جس قدر قرآن کریم میں آیتیں ہیں کوئی ان میں سے حقیقی موت پر محمول نہیں

بقیہ نوٹ ہے اور حقیقی موت کے ماننے سے نہ صرف یہی بگڈ یہ لازم آتا ہے کہ وہ آیتیں قرآن کریم کی اُن ۱۲ آیتوں اور اُن تمام حدیثوں سے مخالف ٹھہرتی ہیں جنہیں یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص مرنیکے بعد پھر دنیا میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ علاوہ اس کے یہ فساد بھی لازم آتا ہے کہ جان کندن اور حساب قبر اور رفع الی السماء جو مومن کیلئے ہونا چاہیئے تھا دو دفعہ ماننا پڑتا ہے اور خدا تعالے کا یہ وعدہ کہ اب شخص فوت شدہ حساب قبر کے بعد قیامت میں اُٹھیگا کذب صریح ٹھہرتا ہے ہاں اگر اُن آیتوں میں حقیقی موت مراد نہ لیں تو کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ موت کے مشابہ ایک مدت تک کسی پر کوئی حالت بیہوشی وارد کر کے پھر اسکو زندہ کردیوے مگر وہ حقیقی موت نہ ہو اور سچ تو یہ ہے کہ جبتک خدا تعالیٰ کسی جاندار پر حقیقی موت وارد نہ کرے وہ مر نہیں سکتا اگرچہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے الم تعلم ان اللہ علے کل شیءٍ قدیر وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ منہ

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۴۴۶

یہ آیت پوری یہ ہے یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔ اس آیۃ میں خدا تعالیٰ نے ترتیب وار اپنے تئیں فاعل ٹھہرا کر چار فعل اپنے یکے بعد دیگرے بیان کیے ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اُٹھانیوالا ہوں اور کفار کے الزاموں سے پاک کرنیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دینے والا ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ہر چہار فقرے ترتیب طبعی سے بیان کیے گئے ہیں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف بُلایا جاوے اور ارجعی الی ربک کی خبر اُسکو پہنچ جائے پہلے اُس کا وفات پانا ضروری ہے پھر بموجب آیۃ کریمہ ارجعی الی ربک اور حدیث صحیح کے اُسکا خدا تعالیٰ کیطرف رفع ہوتا ہے اور وفات کے بعد مومن کی روح کا خدا تعالیٰ کیطرف رفع لازمی ہے جس پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ ناطق ہیں پھر بعد اس کے جو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا جو میں تجھ کو کفار کے الزاموں سے پاک کرنیوالا ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہود چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر کے اُس الزام کے نیچے

داخل کریں جو توریت باب استثنا میں لکھا ہے جو مصلوب لعنتی اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے بے نصیب ہے جو عزت
کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا نہیں جاتا سو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اس آیت میں بشارت دی کہ تو
اپنی موت طبعی سے فوت ہوگا اور پھر عزت کے ساتھ میری طرف اٹھایا جائے گا اور جو تیرے مصلوب کرنے کیلئے
تیرے دشمن کوشش کر رہے ہیں ان کوششوں میں وہ ناکام رہیں گے اور جن الزاموں کے قائم کرنے کیلئے وہ فکر
میں ہیں اُن تمام الزاموں سے میں تجھے پاک اور منزہ رکھوں گا یعنی مصلوبیت اور اُسکے بد نتائج سے جو لعنتی
ہونا اور نبوت سے محروم ہونا اور رفع سے بے نصیب ہونا ہے اور اس جگہ توفّی کے لفظ میں بھی مصلوبیت
سے بچانے کے لیے ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ توفّی کے معنی پر غالب یہی بات ہے کہ موت طبعی سے وفات
دی جائے یعنی ایسی موت سے جو محض بیماری کی وجہ سے ہو نہ کسی ضرب سقطہ سے اسی وجہ سے مفسرین صاحب
کشّاف وغیرہ نے متوفیک کی یہ تفسیر لکھی ہے کہ انی ممیتک حتف انفک اور یہ اشارہ آیت کے تیسرے
فقرہ میں کہ مطھرک من الذین کفروا ہے اور بھی زیادہ ہے غرض فقرہ مطھرک من الذین کفروا جیسا کہ
تیسرے رتبہ پر بیان کیا گیا ہے ایسا ہی ترتیب طبعی کے لحاظ سے بھی تیسری مرتبہ پر ہے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کا
موت طبعی کے بعد نبیوں اور مقدسوں کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوگیا تو بلاشبہ وہ کفار کے منصوبوں اور
الزاموں سے بچائے گئے اور چوتھا فقرہ وجاعل الذین اتبعوک جیسا کہ ترتیبًا چوتھی جگہ قرآن کریم میں
ہے ایسا ہی طبعًا بھی چوتھی جگہ ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کے متبعین کا غلبہ ان سب امور کے بعد ہوا ہے سو یہ چاروں
فقرے آیت موصوفہ بالا میں ترتیب طبعی سے واقع ہیں اور یہی قرآن کریم کی شان بلاغت سے مناسب حال
ہے کیونکہ امور قابل بیان کا ترتیب طبعی سے بیان کرنا کمال بلاغت میں داخل اور عین حکمت ہے اسی وجہ سے ترتیب طبعی
کا التزام تمام قرآن کریم میں پایا جاتا ہے سورہ فاتحہ میں ہی دیکھو کہ کیونکر پہلے رب العالمین کا ذکر کیا پھر رحمٰن پھر رحیم
پھر مالک یوم الدین۔ اور کیونکر فیض کے سلسلہ کو ترتیب وار عام فیض سے لیکر اخص فیض تک پہنچایا
غرض موافق عام طریق کامل البلاغت قرآن کریم کی آیۃ موصوفہ بالا میں ہر چہار فقرے ترتیب طبعی سے بیان کیے
گئے ہیں لیکن حال کے متعصب ملا جنکو یہودیوں کی طرح یحرفون الکلم عن مواضعہ کی عادت ہے اور جو
مسیح ابن مریم کی حیات ثابت کرنے کے لیے بے طرح ہاتھ پیر مار رہے ہیں اور کلام الٰہی کی تحریف و تبدیل پر کمر

باندھی ہے وہ نہایت تکلف سے خدا تعالیٰ کی ان چار ترتیب دار فقروں میں سے دو فقروں کی ترتیب طبعی سے
منکر ہو بیٹھے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ اگرچہ فقرہ ومطہرک من الذین کفروا اور فقرہ وجاعل الذین اتبعوک ترتیب
طبعی واقع ہیں لیکن فقرہ انی متوفیک اور فقرہ ورافعک الیّ ترتیب طبعی پر واقع نہیں ہیں بلکہ دراصل فقرہ
انی متوفیک مؤخر اور فقرہ رافعک الیّ مقدم ہے افسوس کہ ان لوگوں نے باوجودیکہ کلام بلاغت
نظام حضرت ذات احسن المتکلمین جل شانہ کو اپنی اصل وضع اور صورت اور ترتیب سے بدلا کر مسخ کر دیا اور چار فقروں
میں سے دو فقروں کی ترتیب طبعی کو مسلم رکھا اور دو فقروں کو دائرہ بلاغت و فصاحت سے خارج سمجھ کر اپنی طرف
سے انکی اصلاح کی یعنی مقدم کو مؤخر کیا اور مؤخر کو مقدم کیا مگر باوجود اس قدر یہودیانہ تحریف کے پھر بھی کامیاب
نہ ہو سکے کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ فقرہ انی رافعک الیّ فقرہ انی متوفیک پر مقدم سمجھنا چاہیے تو پھر بھی اس
سے محرفین کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ اس صورت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے
والا ہوں اور وفات دینے والا ہوں اور یہ معنی سراسر غلط ہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی
آسمان پر ہی وفات ہو وجہ یہ کہ جب رفع کے بعد وفات دینے کا ذکر ہے اور نزول کا درمیان کہیں ذکر نہیں اس سے
صاف ثابت ہوتا ہے کہ آسمان پر ہی حضرت عیسیٰ وفات پائیں گے ہاں اگر ایک تیسرا فقرہ اپنی طرف سے گھڑا جائے
اور ان دونوں فقروں کے بیچ میں رکھا جائے اور یوں کہا جائے یعیسیٰ انی رافعک ومنزلک ومتوفیک
تو پھر معنی درست ہو جائیں گے مگر ان تمام تحریفات کے بعد فقرات مذکورہ بالا خدا تعالیٰ کا کلام نہیں رہیں گے بلکہ
بباعث دخل انسان اور صریح تغییر و تبدیل و تحریف کے اسی محرّف کا کلام متصور ہوں گے جس نے بیجا ایزاد اور کمی
کی راہ سے ایسی تحریف کی ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ ایسی کارروائی سراسر الحاد اور صریح بے ایمانی میں داخل ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہم یہ تحریفات و تبدیلات بلا ضرورت نہیں کرتے بلکہ آیات قرآنی کو بعض احادیث سے مطابق
و موافق کرنے کے لیے بوجہ اشد ضرورت اس حرکت بیجا کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آیۃ
اور حدیث میں باہم تعارض واقع ہونے کی حالت میں اصول مفسرین و محدثین یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حدیث کے
معنوں میں تاویل کر کے اس کو قرآن کریم کے مطابق کیا جائے جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب الجنائز صفحہ ۱۷۲ میں
صاف لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حدیث ان المیت یعذب ببعض بکاء اھلہ کو قرآن کریم کے

اس آیت سے کہ لا تزر وازرة وزر اخرٰی معارض و مخالف پاکر حدیث کی یہ تاویل کر دی کہ یہ مومنوں کے متعلق نہیں بلکہ کفار کے متعلق ہے جو متعلقین کے جزع فزع پر راضی تھے یا کہ وصیت کر جاتے تھے پھر بخاری کے صفحہ ۱۸۳ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ قال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کے سیدھے اور حقیقی معنے کے رو سے قبول نہیں کیا اس عذر سے کہ یہ قرآن کریم کے معارض ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے انک لا تسمع الموتیٰ اور ابن عمر کی حدیث کو صرف اسی وجہ سے رد کر دیا ہے کہ اس کے معنے معارض قرآن ہیں دیکھو بخاری صفحہ ۱۸۳۔ ایسا ہی محققوں نے بخاری کی اس حدیث کو جو صفحہ ۴۸۵ میں لکھی ہے یعنی یہ کہ ما من مولود یولد الا والشیطان یمسه حین یولد الا مریم وابنها قرآن کریم کی ان آیات سے مخالف پاکر کہ الا عبادک منهم المخلصین۔ وان عبادی لیس لک علیهم سلطان وسلام علیه یوم ولد۔ اس حدیث کی یہ تاویل کر دی کہ ابن مریم اور مریم سے تمام ایسے اشخاص مراد ہیں جو ان دونوں کی صفت پر ہوں جیسا کہ شارح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

قد طعن الزمخشری فی معنی هذا الحدیث وتوقف فی صحته وقال ان صح فمعناه کل من کان فی صفتهما لقوله تعالى الا عبادك منهم المخلصين یعنی علامہ زمخشری نے بخاری کی اس حدیث میں طعن کیا ہے اور اس کی صحت میں بھی اس کو شک ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث معارض قرآن ہے اور فقط اس صورت میں صحیح متصور ہو سکتی ہے کہ اس کے یہ معنی کیے جائیں کہ مریم اور ابن مریم سے مراد تمام ایسے لوگ ہیں جو ان کی صفت پر ہوں ماسوا اس کے سب آیت کریمہ فبای حدیث بعده یؤمنون اور بموجب آیۂ کریمہ فبای حدیث بعد الله وآیاته یؤمنون ہر یک حدیث جو صریح آیۃ کے معارض پڑے رد کرنے کے لائق ہے اور آخری نصیحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی کہ تم نے تمسک بکتاب اللہ کرنا جیسا کہ بخاری کے صفحہ ۷۵۱ میں یہ حدیث درج ہے کہ اوصی بکتاب الله اسی وصیت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے پھر اسی بخاری کے صفحہ ۱۰۸۰ میں یہ حدیث ہے وهذا الکتاب الذی هدى الله به رسولکم فخذوا به تهتدوا یعنی اس کتاب سے تمہارے رسول نے ہدایت پائی ہے سو تم بھی اسی کو اپنا رہنما پکڑو تا تم ہدایت پاؤ۔ پھر بخاری کے ؟ میں یہ حدیث ہے ما عندنا شیء الا کتاب الله یعنی کتاب اللہ کے سوا ہمارے پاس اور کوئی چیز نہیں

جس سے بالاستقلال تمسک پکڑیں پھر بخاری کے صفحہ ۱۰۳ میں یہ حدیث ہے حسبکم القرآن یعنی
تمہیں قرآن کافی ہے۔ پھر بخاری میں یہ بھی حدیث ہے حسبنا کتاب اللہ ما کان من شرط لیس
فی کتاب اللہ فھو باطل قضاء اللہ حق دیکھو صفحہ ۲۹۰ و ۳۷۷ و ۳۸۰ ۔ اور یہی اصول محکم
آئمہ کبار کا ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے انما یرد خبر الواحد من معارضۃ الکتاب یعنی جس صورت
میں خبر واحد جیسی احادیث بخاری و مسلم بھی داخل ہیں بحالت معارضہ کتاب اللہ رد کرنے کے لائق ہیں
تو پھر کیا یہ ایمانداری ہے کہ اگر کسی آیت کا کسی حدیث سے تعارض معلوم ہو تو آیت کے زیر و زبر کرنے کی فکر
میں ہو جائیں اور حدیث کی تاویل کی طرف رخ بھی نہ کریں ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ صحابہ کرام اور سلف صالح
کی یہی عادت تھی کہ جب کہیں آیت اور حدیث میں تعارض و تخالف پاتے تو حدیث کی تاویل کی طرف مشغول ہوتے
مگر اب یہ ایسا زمانہ آیا ہے کہ قرآن کریم سے حدیثیں زیادہ پیاری ہو گئی ہیں اور حدیثوں کے الفاظ قرآن
کریم کے الفاظ کی نسبت زیادہ محفوظ سمجھے گئے ہیں ادنیٰ ادنیٰ بات میں جب کسی حدیث کا قرآن کریم
سے تعارض دیکھتے ہیں تو معاً حدیث کی طرف ذرہ شک نہیں گذرتا یہودیوں کی طرح قرآن کریم کا بدلانا
شروع کر دیتے ہیں اور کلمات اللہ کو ان کے اصل مواضع سے پھیر کر کہیں کا کہیں لگا دیتے ہیں اور بعض فقرے
اپنی طرف سے بھی ملا دیتے ہیں اور اپنے تئیں یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق بنا کر
من لعنۃ اللہ حصہ لیتے ہیں جو پہلے اس سے یہودیوں پر ایسی کاموں کی وجہ سے وارد و نازل ہوئی تھی
بعض تحریف کی یہ صورت اختیار کرتے ہیں کہ فقرہ متوفیک کو مقدم ہی رکھتے ہیں مگر بعد اس کے
الی جمیعک کا فقرہ اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں وہ خیال نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ نے تحریف کرنے والوں
پر لعنت بھیجی ہے اور بخاری نے اپنی صحیح کے آخر میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کی تحریف یہی تھی کہ وہ پڑھنے
میں کتاب اللہ کے کلمات کو ان کے مواضع سے پھیرتے تھے (اور حق بات یہ ہے کہ وہ دونوں قسم
کی تحریف تحریری و تقریری کرتے تھے) مسلمانوں نے ایک قسم میں جو تقریری تحریف ہے ان سے
مشابہت پیدا کر لی اور اگر وعدہ صادقہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون تحریف تحریری
سے مانع نہ ہوتا تو کیا تعجب کہ یہ لوگ رفتہ رفتہ تحریر میں بھی ایسی تحریفیں شروع کر دیتے کہ فقرہ الی

کو مقدم اور ان منقولات کو مؤخر کہہ دیتے اور اگر اُن سے پوچھا جائے کہ پھر ایسی حدیث بخاری کی ہو کہ تم کتاب
اللہ کے زیر و زبر اور حرف حرف کرنے کی فکر میں لگ گئے تو اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ تا کسی طرح قرآن کریم ان حدیثوں کے مطابق
ہو جاوے جنکے بظاہر معارض و مخالف معلوم ہوتا ہے ان بیچاروں کو یہ بات کبھی خیال نہیں آتی کہ اگر درحقیقت
کوئی حدیث قرآن کریم سے معارض و مخالف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے نہ کہ قرآن کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ
جواہرات مرصع کی طرح اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں اور نیز قرآن کریم کا ہر یک لفظ و ہر یک نقطہ تصرف اور دخل انسان
سے محفوظ ہے برخلاف حدیثوں کے کہ وہ محفوظ الالفاظ بھی نہیں اور ان کے الفاظ کی یادداشت اور محل پر
رکھنے میں وہ اہتمام نہیں ہوا جو قرآن کریم میں ہوا۔ اسی وجہ سے انمیں تعارض بھی موجود ہے جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ مقامات متعارضہ میں راویوں کے حافظہ نے وفا نہیں کی سو ہم چند مقامات متعارضہ صحیح بخاری
کے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب خیال کی گئی ہے اور درحقیقت صحیح ہی لکھتے ہیں۔ از انجملہ وہی حدیث صفحہ ۴۸۶ بخاری
ہے جسمیں یہ لکھا ہے کہ مس شیطان سے محفوظ صرف ابن مریم اور اُسکی والدہ ہے لیکن حدیث صفحہ ۷۷۷ بخاری
میں اسکے برخلاف درج ہے جسمیں لکھا ہے کہ جو شخص صحبت کے وقت بسم اللہ اللہم الخ پڑھے اُسکی اولاد
مس شیطان سے محفوظ رہتی ہے ایسا ہی بخاری کے صفحہ ۴۶۳ اور صفحہ ۷۷ کی حدیثیں بھی اُسکے معارض
پڑی ہیں اور ایسا ہی بخاری کی وہ حدیث بھی جو صفحہ ۴۷۰ میں درج ہے جسمیں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا گیا کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے بنانے میں کسقدر فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ چالیس برس کا
حالانکہ روایت صحیح سے ثابت ہے کہ بانی کعبہ ابراہیم علیہ السلام اور بانی بیت المقدس حضرت سلیمان ہیں
اور ان دونوں کے زمانہ میں ہزار برس سے بھی زیادہ فاصلہ ہے اسی وجہ سے ابن جوزی نے بھی اس حدیث پر لکھا کہ
فیہ اشکال لان ابراھیم بنی الکعبۃ و سلیمان بنی بیت المقدس و بینہما اکثر من الف سنۃ
دیکھو صفحہ ۴۷۰ بخاری۔ ایسا ہی معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض واقع ہے۔ کتاب الصلوۃ صفحہ ۵
بخاری میں یہ حدیث ہے اسمیں یہ الفاظ ہیں کہ میں مکہ میں تھا کہ چھت کو کھول کر حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور میرے
سینہ کو کھولا اور آب زمزم سے اسکو دھویا پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جسمیں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا سو وہ
میرے سینہ میں ڈالا گیا پھر جبرئیل میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گیا مگر اسمیں نہیں لکھا کہ وہ طشت طلائی جو عین

بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالہ کیا گیا بہرحال آسمان پر پہنچے اور ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور سب سے اول آدم کو دیکھا پھر ادریس کو دیکھا پھر موسیٰ کو اور پھر ان سب کے بعد عیسیٰ کو دیکھا بعد اسکے ابراہیم کو دیکھا اور سب کے بعد بہشت کا مشاہدہ کیا اور پھر واپس آئے اور کتاب بدء الخلق صفحہ ۴۵۵ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان تھا کہ تین فرشتے آدمیوں کی صورت پر آئے اور ایک جانور بھی حاضر کیا گیا جسکا قد خچر سے کچھ کم مگر گدھے سے کچھ زیادہ تھا پھر میں آسمان پر گیا اور دوسرے آسمان پر یحییٰ اور عیسیٰ کو دیکھا پھر تیسرے میں یوسف کو دیکھا اور چوتھے میں ادریس کو دیکھا اور پانچویں آسمان میں ہارون کی ملاقات ہوئی اور چھٹے آسمان میں موسیٰ کو ملا اور جب میں موسیٰ کے مقام سے آگے نکل گیا تو وہ رو دیا پھر جب میں ساتویں آسمان میں گیا تو ابراہیم کو وہاں دیکھا۔

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۷۱ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ معراج کی رات ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور اس حدیث میں براق کا کوئی ذکر نہیں صرف اتنا لکھا ہے کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان پر لے گیا اور اس حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے آدم کو دیکھا اور پھر ادریس کو پھر موسیٰ کو پھر عیسیٰ کو پھر ابراہیم کو

پھر بخاری کی کتاب المناقب صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حطیم میں تھا یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنیوالا آیا اور اسنے میرا دل نکالا اسی اثنا میں ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں ایمان بھرا ہوا تھا اسکے ساتھ میرا دل دھویا گیا اور پھر میں براق پر سوار ہو کر آسمان پر گیا اور دوسرے آسمان پر یحییٰ اور عیسیٰ کو دیکھا اور تیسرے آسمان پر یوسف کو پایا اور چوتھے آسمان پر ادریس کو دیکھا اور پانچویں آسمان پر ہارون کو اور چھٹے پر موسیٰ کو اور ساتویں پر ابراہیم کو دیکھا۔

پھر بخاری کی کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ میں صفحہ ۱۱۲۰ میں لکھا ہے کہ مسجد کعبہ میں تین شخص پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہنوز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوۃ پر مامور نہیں ہوئے تھے یعنی وحی نازل ہونے اور مبعوث ہونے سے پہلے کا زمانہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے جو معراج ہوا لیکن اسی حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت مبعوث ہو چکے تھے جب معراج ہوا پھر بغیر براق کے آسمان پر گئے اور ادریس کو دوسرے آسمان میں دیکھا اور ہارون کو چوتھے میں اور ابراہیم کو چھٹے آسمان میں اور موسیٰ کو ساتویں میں

اور جب موسیٰ سے آگے ہو گذرے اور ساتویں آسمان سے عبور کرنے لگے تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب مجھے یہ گمان
نہیں تھا کہ مجھ سے بھی زیادہ کسی کا رفع ہوگا عربی عبارت یہ ہے قال موسیٰ رب لم اظن ان یرفع علی احد
(یہ وہی رفع ہے جس کی طرف آیہ ورفعنٰہ مکانا علیا میں اشارہ ہے) پھر اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ اس قدر واقعہ
دیکھ کر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور جاگ اٹھے۔ اور ان پانچوں حدیثوں میں بالالتزام لکھا ہے
معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پچاس سے تخفیف کرا کر پانچ
منظور کرائیں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ ان پانچ حدیثوں میں کس قدر اختلاف ہے کسی حدیث میں براق کا ذکر ہے اور
کسی میں یہ ہے کہ جبرئیل ہاتھ پکڑ کر لے گیا اور کسی میں بیداری اور کسی میں خواب لکھی ہے اور کسی میں لکھا ہے
کہ میں حجرہ میں لیٹا ہوا تھا اور کسی میں لکھا ہے کہ میں مسجد کعبہ میں تھا اور کسی میں لکھا ہے کہ صرف جبرئیل
آیا تھا اور کسی میں لکھا ہے کہ تین آدمی آئے تھے اور کسی میں لکھا ہے کہ آدم کے بعد عیسیٰ اور یحییٰ کو دیکھا
اور کسی میں لکھا ہے کہ عیسیٰ کو دوسرے آسمان میں دیکھا اور موسیٰ کو چھٹے آسمان میں اور کسی میں لکھا ہے
کہ پہلے موسیٰ کو دیکھا پھر عیسیٰ کو اور کسی میں یہ لکھا ہے کہ ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھا اور کسی میں لکھا
ہے کہ موسیٰ ساتویں آسمان میں دیکھا اور ابراہیم کو چھٹے میں غرض اسقدر اختلاف ہیں کہ جن کے مفصل
لکھنے کے لیے بہت سے اوراق چاہئیں اب کیونکر ممکن ہے کہ اگر ہر ایک راوی ان تمام الفاظ کو بصحت
تمام یاد رکھتا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے تھے تو اسقدر اختلاف اور تعارض ان کے
بیانات میں پایا جاتا بلاشبہ بعض راوی بوجہ کمزوری حافظہ بعض الفاظ کو بھول گئے یا محل بمحل کا فرق یاد
نہ رہا اسی وجہ سے صریح اختلافات پیدا ہو گئے ہیں جبکہ احادیث کے ضبط الفاظ کا یہ نمونہ ہے جو اس کتاب سے
ملتا ہے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے تو اس صورت میں اگر کوئی حدیث صریح کتاب اللہ کے معارض ہو یا ایسی بات کو
بیان کرے جو اشارات النص کے مخالف ہوں تو کیونکر ایسی حدیث کو معتبر مسلم رکھی جائیں جو قرآن کریم سے صریح
تعارض رکھتی ہیں جب کسی تعارض کے وقت حدیث کا لینا بمقابلہ بیان قرآن کریم کے چھوڑنا نفس پر شاق معلوم ہو تو
حدیثوں کے باہمی تعارض پر نظر ڈال کر خود انصاف کر لینا چاہیے کہ علاوہ اس کمال قصص قرآن کے کہ وہ وحی متلو ہے محفوظیت کی

سے بھی حدیثوں کو قرآن کریم سے کیا نسبت ہو قرآن کریم کی جیسا کہ اسکی بلاغت و فصاحت و حقائق و معارف کی رو سے کوئی چیز
مثل نہیں ٹھہر سکتی ایسا ہی اسکی صحت کاملہ اور محفوظیت اور لاریب فیہ ہونے میں کوئی چیز اسکی مثل نہیں کیونکہ اسکے الفاظ
و ترتیب الفاظ و محفوظیت تامہ کا اہتمام خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اور ماسوا اسکے حدیث ہو یا قول کسی صحابی کا ہو ان
سب کا اہتمام انسانوں نے کیا ہے جو سہو اور نسیان سے بری نہیں رہ سکتے اور ہرگز وہ لوگ محفوظیت تامہ میں حدیث کا مثل
بنا احادیث اور اقوال کو مثل قرآن نہیں بنا سکتے ہیں اور یہ عجز انکا اس آیۃ کریمہ کے اعجازات پیش کردہ میں داخل ہے قل
لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض
ظہیرا۔ جبکہ یہ کتاب ہی مثل قرآن ممتنع ہے تو کیونکر وہ لوگ احادیث کو صحت اور محفوظیت میں مثل قرآن بنا سکتے ہیں۔

بعض نے احادیث معراج کا جو صحیح بخاری میں ہیں تعارض دور کرنے کیلئے یہ جواب دیا ہے کہ حقیقت میں وہ صرف ایک ہی معراج نہیں
بلکہ پانچ معراج ہوئے تھے کوئی بیداری میں اور کوئی خواب میں اور کوئی بعد از زمانہ وحی اور کوئی قبل از زمانہ وحی اور کوئی
بیت اللہ میں اور کوئی اپنے گھر کے حجرہ میں اسی وجہ سے انبیاء کی رویت میں اختلاف پڑا کبھی کسی کو کسی آسمان میں دیکھا اور
کبھی کسی آسمان میں۔۔

لیکن واضح ہو کہ تعارض دور کرنے کیلئے یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر پانچ معراج ہی تسلیم کیے جاویں تو پھر بھی وہ اختلاف جو انبیاء کی
رویت کی نسبت پایا جاتا ہے کسی طرح دور نہیں ہو سکتا کیونکہ خود انہیں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کیلئے خاص خاص
مقامات آسمانوں میں مقرر ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے وہ حدیث معراج امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید میں لکھی ہے
جو بخاری مطبوعہ کے صفحہ ۱۱۲۰ میں موجود ہے با آواز بلند پکار رہی ہے کہ ہر یک نبی آسمان میں اپنے اپنے مقام پر قرار پا چکا ہے
جس سے بڑھ نہیں سکتا کیونکہ اس حدیث میں یہ فقرہ بھی درج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ کو ساتویں آسمان میں دیکھا
اور جب ساتویں آسمان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے جانے لگے تو موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب مجھے یہ گمان نہ تھا کہ مجھ سے بھی آگے
کسی کا رفع ہو گا اب ظاہر ہے کہ اگر موسیٰ کے اختیار میں تھا کہ کبھی پانچویں آسمان پر جا بیٹھے اور کبھی چھٹے پر اور کبھی ساتویں پر
اور پھر دیکھا گیا تھا جیسے پانچویں سے یا چھٹے سے ساتویں پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جا سکتے تھے اور قرآن کریم سے
بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص عروج میں اپنے نفسی نقطہ سے آگے قدم نہیں رکھ سکتا ماسوا اسکے پانچ معراج کے ماننے سے ایک
صعوبت پیش آتی ہے کہ قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کے احکام میں کمی بیشی یعنی دو دفعہ پر منسوخیت ماننی پڑتی ہے۔ دو دفعہ نماز کا

تبدیل اور سہمرہ کو فضول طور پر منسوخ ماننا پڑتا ہے اور حکیم مطلق کو ایک لغو اور بیعزتی نسخ کا مرتکب قرار دیکر پھر پشیمانی کیطرف
پر پہلے ہی حاکم کیطرف عود کرنیوالا اعتقاد کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر قصہ معراج پانچ مرتبہ وقوع پذیر ہو تو پہلی صورت میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ
پانچ ہی دفعہ اول نمازیں پچاس مقرر کیگئیں اور پھر پانچ منظور کیگئیں تثلیثاً یہی دفعہ کے معراج کیوقت میں پچاس نمازیں فرض کیگئیں اور ان
پچاس میں تخفیف کرانیکے لیے جیسا کہ بخاری کی یہ پانچ حدیثیں ظاہر کر رہی ہیں کئی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ
اور اپنے رب میں آمد و رفت کی یہانتک کہ پچاس نمازوں سے تخفیف کرا کر پانچ نمازیں منظور کرائیں اور خدا تعالیٰ نے کہدیا کہ
اب ہمیشہ کیلیے غیر مبدل یہ حکم ہے کہ نمازیں پانچ مقرر ہوئیں اور قرآن بھی پانچ کے لیے نازل ہو گیا اور حسب آیات محکمہ
قرآن کریم کے پانچ نمازوں پر عملدرآمد شروع ہو گیا اور سب فرقے لوگوں کو بھی سنا دیا گیا کہ اب ہمیشہ کیلیے پانچ نمازیں مقرر
ہوگئیں لیکن کچھ عرصے کے بعد جو دوسرا معراج ہوا تو تمام پہلا ساختہ پرداختہ اسمیں کالعدم کیا گیا اور وہی پرانا جھگڑا
از سر نو پیش آگیا کہ خدا تعالیٰ نے پھر نمازیں پچاس مقرر کر دیں اور قرآن میں جو حکم وارد ہو چکا تھا اُسکا بھی کچھ لحاظ نہ رکھا
اور منسوخ کر دیا مگر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ کیطرح تخفیف کرانیکی غرض سے کئی دفعہ اپنے رب میں اور موسیٰ
میں آمد و رفت کرکے نمازیں پانچ مقرر کرائیں اور جناب الٰہی سے ہمیشہ کیلیے یہ منظوری ہو گئی کہ نمازیں پانچ پڑھا کریں۔ اور
قرآن کریم میں یہ حکم غیر مبدل قرار پا گیا لیکن پھر تیسری دفعہ کے معراج میں وہی مصیبت پیش آگئی اور نمازیں پچاس مقرر
کی گئیں اور قرآن کریم کی غیر مبدل آیتیں منسوخ کیگئیں پھر بمشکل تمام بدستور مذکورہ بالا پچاس سے پانچ کرائیں مگر
چوتھی دفعہ کے معراج میں پھر پچاس مقرر کی گئیں پھر جیسا کہ بار بار لکھا گیا ہے بہ نہایت التجا اور کئی دفعہ کی آمد و رفت سے
پانچ مقرر کرائیں اور خدا تعالیٰ نے پختہ عہد کر لیا کہ اب پانچ رہیں گی لیکن پھر پانچویں دفعہ کے معراج میں پھر پچاس
مقرر کی گئیں پھر بہت سی آمد و رفت کے بعد پانچ نمازیں منظور کرائیں مگر منسوخ شدہ آیتوں کے بعد پھر کوئی نئی آیت نازل
نہ ہوئی۔ اب کیا سمجھ میں آسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام اسقدر کچے اور بے ثبات اور متعارض ہوں کہ پہلے تو یہی کہ اول
پچاس نمازیں مقرر ہو کر پھر پختہ طور پر ہمیشہ کیلیے پانچ نمازیں مقرر کیجائیں پھر تخلف وعدہ کرکے پانچ کی پچاس بنائی
جائیں پھر کچھ رحم فرما کر ہمیشہ کیلیے پانچ کر دیجائیں پھر بار بار وعدہ توڑ دیا جائے وعدہ، یہ قرآن کریم کی آیتیں منسوخ
کی جائیں اور حسب منشاء آیۂ کریمہ نأت بخیر منها او مثلها اور کوئی آیت ناسخ نازل نہ ہو۔ درحقیقت ایسا خیال
کرنا وحی الٰہی کے ساتھ ایک بازی ہے جن لوگوں نے ایسا خیال کیا تھا اُن کا یہ مدعا تھا کہ کسیطرح تعارض دور ہو جائیں لیکن

تو یاد رہے ہرگز تعارض روا نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا بھی اعتراض ان کا ذخیرہ بڑھاتا ہے اور کتاب التوحید کی حدیث جو بخاری کے صفحہ ۱۱۲۰ میں ہے جس میں قبل ان یوحیٰ الیہ لکھا ہے یہ خود اپنے اندر تعارض رکھتی ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ کہہ دیا کہ بعثت کے پہلے معراج ہوا تھا اور پھر اسی حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ نمازیں پانچ مقرر کر کے پھر آخر کار ہمیشہ کے لئے پانچ مقرر ہوئیں ایسا ہی ہے کہ جس حالت میں یہ معراج نبوت سے پہلے تھا تو اسکو نمازوں کی فرضیت سے کیا تعلق تھا اور قبل از وحی جبرئیل کیونکر نازل ہو گیا اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے۔ غرض ان احادیث میں بہت تعارض ہیں اگرچہ یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں بلکہ قدر مشترک ان کا بشرطیکہ قرآن سے معارض نہ ہو قابل تسلیم اور واجب العمل ہے ہاں یہ بھی ضرور کہنا ہے کہ نصوص بینہ قطعیہ قرآن کریم کو نیز مقدم رکھا جائے اور اگر ایک محدث جسکو خدا تعالیٰ سے بذریعہ متواتر تعلیمات ایک علم قطعی یقینی ملا ہے قرآن سے اپنی وحی کو ہمیشہ موافق و مطابق پا کر ان احادیث کو جو اخبار و قصص سے متعلق ہیں اور رجال کے سلسلہ سے باہر ہیں مقدم سمجھے اور ان ظنی امور کو اس یقین کے تابع کرے جو اسکو ایسے چشمہ فیض سے حاصل ہوا ہے جس سے وحی نبوت ہے تو یہ اسکا حق پہونچتا ہے کیونکہ ظن کو یقین کے تابع کرنا عین معرفت اور سراسر سیرت ایمان ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض جگہ قرآن میں بھی تعارض پایا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ یٰس کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے پھر دنیا میں کبھی نہیں آ سکتا اور دو موتیں کبھی کسی پر وارد نہیں ہو سکتیں لیکن بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کی فلاں قوم کو ہم نے مارا اور پھر زندہ کیا اور ایک نبی عزیر یا کسی اور کو سو برس تک مارا اور پھر زندہ کیا اور ابراہیم کی معرفت چار جانور زندہ کئے گئے وغیرہ وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہرگز تعارض نہیں پایا جاتا بلکہ یہ شبہ صرف قلت فہم اور جہالت سے پیدا ہوتا ہے یہ سچ ہے کہ قرآن کریم کی سو آیتوں*

---

* وہ آیات جن میں لکھا ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر دنیا میں نہیں آتے از انجملہ یہ آیت ہے وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انہم لا یرجعون الجزو نمبر ۱۷ سورۃ الانبیاء۔ حضرت ابن عباسؓ سے حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں پر واقعی طور پر موت وارد ہو جاتی ہے اور درحقیقت فوت ہو جاتے ہیں پھر وہ زندہ کر کے دنیا میں ہرگز نہیں بھیجے جاتے یہی روایت تفسیر معالم میں بھی زیر تفسیر آیت موصوفہ بالا حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے پھر دوسری آیت جو یہی مطلب قرآن کریم ظاہر کر رہا ہے یہ ہے حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ھو قائلہا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ الجزو نمبر ۱۸ سورۃ مومنون۔ یعنی جب کافروں میں سے ایک کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر دنیا میں بھیج تا میں نیک عمل کروں اور تدارک مافات

ضمیمہ عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش

چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہوگئے ہیں اور ابھی تک مطبع اور کاتب کا حساب بیباق کرنے کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے لہٰذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری کا بہت جلد مدد دیں جو صاحب ہنوز نسخہ خرید سکتے ہیں وہ بجائے ایک کے اسقدر نسخے خرید لیں جس قدر انکو خریدنیکی خداداد مقدرت حاصل ہو اور اسجگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انھوں نے کئی نوٹ اسوقت بھیجے قابل ذکر ہے خدا تعالیٰ انکو جزای خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ ان تین سو روپیہ کے جو پہلے بھیجی تھا اب اکسو روپیہ اور بھیجدیا نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل الدین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہوگئے ہیں کہ نہایت اولوالعزمی سے ایثار کے طور پر ان سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ ان سے ہوتے رہتے ہیں چنانچہ سو روپیہ بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اسجگہ اخویم مولوی محمد علی صاحب صدر محاسب دفتر سرکار نظام حیدرآباد دکن بھی ذکر کے لائق ہیں مولوی صاحب موصوف نے درخواست کی ہے کہ میرا نام سلسلہ بیعت کنندوں میں داخل کیا جاوے چنانچہ داخل کیا گیا ان کی تحریرات سے نہایت محبت و اخلاص پایا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میرے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر میں سے آپکے نام لگا دیئے ہیں خدا تعالیٰ میری عمر میں سے کاٹ کر آپکی عمر میں شامل کر دے سو خدا تعالیٰ اس ایثار کی جزا انکو بخشے اور انکی عمر دراز کرے بعد ازاں اخویم مولوی ظہور علی صاحب اور مولوی غضنفر علی صاحب نے نہایت اخلاص سے دو دو روپیہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے اور پیشتر روپیہ امداد کیلئے بھیجے ہیں جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

والصلوٰۃ والسلام علی نبینا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع عباد اللہ الصالحین۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ محلہ اقبال گنج۔

پھر قبض کیجاوے وہی اُٹھائی جاویگی اور یہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح کی توفی یعنی مسیح کی روح کا قبض کرنا بطور موت کے تھا نہ بطور خواب کے اور صحیح بخاری میں جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے تفسیر کے محل میں انی متوفیک کے معنی انی ممیتک لکھی ہے پس جبکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے صرف حضرت مسیح کی روح کا اُٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے تو حال کے اکثر علما کی حالت پر رونا آتا ہے کہ وہ کیوں اللہ و رسول کے فرمودہ سے تجاوز کرکے اپنی طرف سے بلا دلیل مسیح کے جسم کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا تجویز کرتے ہیں کیا قرآن اور حدیث کا بالاتفاق مسیح ابن مریم کی موت پر گواہی دینا انکی تسلی بخش نہیں ہے افسوس کہ یہ لوگ ذرہ خیال نہیں کرتے کہ وہ حدیثیں جو نزول مسیح کے بارہ میں آئی ہیں اگر ان کے یہی معنی کیے جاویں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہی درحقیقت وہی آسمان سے اُتر آئیگا تو اس صورۃ میں ان حدیثوں کا قرآن کریم اور ان دوسری حدیثوں سے تعارض واقع ہوگا جنکی رو سے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے تو کیا کتاب اللہ کی مخالفت کی وجہ سے وہ حدیثیں رد کے لائق ٹھہرینگی پھر کیوں نزول کے ایسے معنی نہیں کرتے جو کتاب اللہ کے مخالف و منافی نہ ہوں

اشتہار نور الابصار صداقت آثار عیسائی صاحبوں کی ہدایت کیلیے

یا ایّہا المتنصّرون ما کان عیسیٰ الا عبد من عباد اللّٰہ قد مات ودخل فی الموتیٰ فلا تحسبوہ حیًا بل ھو میت ولا تعبدوا میتًا وانتم تعلمون۔

اے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ اگر غور سے اس کتاب ازالہ اوہام کو غور سے پڑھینگے تو آپ پر نہایت واضح دلائل کے ساتھ کھل جائیگا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہوچکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جاملے ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیم کو ملی اسحاق کو ملی یعقوب کو ملی اسماعیل کو ملی اور بلحاظ نوع سب سے بڑھ کر ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی وہی زندگی بالتفاوت حضرت عیسیٰ کو بھی ملی اس بات پر انجیل سے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی بلکہ اُس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں ہاں باعتبار رفع درجے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سو اے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ ناحق کی ضد نہ کریں مسیح ایک عاجز بندہ تھا جو فوت ہوگیا اور فوت شدہ لوگوں میں جاملا آپ لوگوں کیلئے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور ایک عاجز مخلوق کو خدا کہکر اپنی عاقبت خراب نکریں آپ لوگ ذرہ سوچیں کہ مسیح اُس زندگی میں عام ہے اور بعض کی باتیں زیادہ ہے کیا انجیل اس بات کی گواہی نہیں دیتی کہ ابراہیم زندہ ہے؟ بلکہ لعازر بھی؟ پھر مسیح لعازر سے اپنی زندگی میں کس بات میں زیادہ ہے اگر آپ لوگ تحقیق سے ان نکتوں کو دیکھیں تو آپکو اقرار کرنا پڑیگا کہ کسی بات میں زیادہ نہیں اگر آپ لوگ اس بارہ میں میرے ساتھ بحث کرنا چاہیں تو مجھے اُس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس بحث میں مغلوب ہونگی حالت میں حتی الوسع اپنے ہر ایک تاوان کو جو آپ لوگ تجویز کریں دینے کو طیار ہوں بلکہ اپنی جان بھی اس راہ میں فدا کرنیکو حاضر ہوں خدا نے مجھ پر یہ کھولدیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگیا اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے سو آؤ دین اسلام اختیار کرو وہ دین اختیار کرو جس میں حی لایموت کی پرستش ہو رہی ہے نہ کسی مردہ کی جس پر کامل طور پر چلنے سے ہر یک محب صادق خود مسیح ابن مریم بن سکتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المشتہر غلام احمد قادیانی۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۱ء

الحمد للہ کہ رسالہ ازالہ اوہام از تصنیفات بہجت سرور دلہائے مرسل یزدانی مسیح الزمان جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان
[illegible] در مطبع ضیاء الاسلام قادیان باہتمام حکیم فضل الدین صاحب بھیروی زیور طبع پوشید

حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کا خط ایک سائل کے جواب میں

عزیز من - حفظک اللہ وسلم - ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مرزا جی کے دعاوی پر آپ نے مجھے ایک بہت بڑا لمبا خط لکھا ہے بجواب اسکے گذارش ہے کہ فلا تستعجلون و جلد باز نہ ہو، ایک الٰہی ارشاد ہے جو حضرت خاتم الانبیاء اصفی الاصفیا سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ (فداہ امی و ابی) صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے نام جاری ہوا تھا۔ ہم اسی ارشاد کو ظلی طور پر حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کے ظل اور نائب اور اُنکے دین کے خادم حضرت مجدد الوقت مرزا جی کے مخالفوں کو سناتے ہیں۔ مخالفت والو! صبر سے انتظار کرو - جلد باز نہ ہو۔

مرزا جی نے اپنے بعض احباب کو اس خاکسار کے سامنے فرمایا ہے کہ اگر لوگ تم سے مباحثہ پیش آویں تو یہ الٰہی حکم اُنکو سنادو۔ اِن یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف کذاب۔ عزیز من سنو اور اسپر غور کرو۔ دنیا میں ایک جماعت گذری اور اب بھی ہے جنہوں نے انا اللہ کہا اور کہتے ہیں۔ اسپر فقہا کی تکفیر و تفسیق سے بھی محتاط کف لسان پسند کرتے ہیں اور اس جماعت کو صلحا و اولیا کی جماعت کہتے ہیں۔ پس عزیز من! انا المسیح ابن مریم کہنے والے پر شور و غل کیوں؟ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

میرے پیارے ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے الدر الثمین میں فرمایا ہے بلغنی عن سیدی الوالد انہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فلم یزل یدنینی منہ حتی صرت نفسہ ایسا ہی ابن حزم ظاہری کی نسبت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمایا ہے۔ پنجاب میں نظارہ انا محمد کہنے کا ہے آہ پھر انا مسیح و انا ابن مریم الموعود پر طیش و غضب کیوں!!! - عزیز من ایمانی امور میں کسیقدر خفا کا ہونا ایک ضروری اور لازمی امر ہے اگر کوئی معاملہ بالکل عیاں ہو جاوے تو پھر اخفا کہاں۔ عیان و خفا میں مقابلہ ہے اسیواسطے شرعی احکام و امور جیسا کہ شمس و قمر کا ماننا ایمانی امور میں داخل نہیں اور اسی واسطے قیامت کے روز شرعیہ تکالیف علی العموم اُٹھ جاینگی۔ پس تم جنہیں گو ہمیں ایمان سے کام لو اُنکے فہم میں عرفان کے مدعی نہ ہو۔ ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا وہ ایک واقعہ قابل غور ہے جو قرآن کریم کے پندرہ سپارہ کے آخر اور سولہ سپارہ کے ابتدا میں مندرج ہے اس واقعہ کے بیان میں ایکطرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں جنکا اولوالعزم صاحب شریعت رسول ہونا۔ یہود و عیسائیو

اور محمدیوں میں مسلم ہے۔ اس مقدس نبی نے جیسے امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ وغیرہ نے ارقام فرمایا ہے کہیں انا اعلم
کہدیا۔ تب اللہ کی غیرت نے اپنے پیارے بندہ سیدنا خضر علیہ السلام کا انہیں پتہ دیا جب جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
ان عارف کے پاس گئے تو ان کے ہیچ علوم و اسرار کی تہ تک نہ پہنچے جناب خضر علیہ السلام نے انہیں فرمادیا تھا انک لن تستطیع
معی صبرا۔ اور فرمایا تھا وکیف تصبر علی مالم تحط بہ خبرا۔ بس نتیجہ آداب الٰہیہ یہ ادب ضروری تھا کہ الٰہی
کے معاملات میں کم سے کم خاموشی اختیار کی جاتی اُس وقت تک کہ لوگ مرزجی کے معاملہ میں صریح کفر کو دیکھ لیتے۔ سیدنا
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے صبری کو خیر دار حجت نہ پکڑتا! اور ہر گز حجت نہ پکڑتا کیونکہ سید ولد آدم
علیہ وسلم فرماتے ہیں لیت موسیٰ سکت حتی تقص اللہ علینا۔

میری ابیات پر کسی بدظنی سے کام نہ لینا۔ میں محمدی ہوں اور محمدیوں کو محمد سے کچھ ایسے انعامات عطا ہوئے ہیں اور
انہیں سے کوئی سرور ہیں۔ اگر اللہ کی پاک جناب میں انت عبدی وانا ربک کہے تو انشاء اللہ تعالیٰ جہنمی نہ ہو۔ اگرچہ ہیچ ہم ہی کہے

الٰہی انت ربی وانا عبدک

مجھے اس وقت ایک قصہ یاد آگیا جسکو قلائد الجواہر میں محمد بن یحییٰ تادفی نے ارقام فرمایا ہے اس پر غور کرو حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی فرماتے ہیں جاءنی ابو العباس الخضر علیہ السلام یمتحنی بما امتحن بہ الاولیاء من قبلی فکشف لی عن سریرتہ
علی ما خاطبنی بہ ثم قلت لہ وھو مطرق ان یا خضر ان کنت قلت لموسی انک لن تستطیع معی صبرا۔ فانک لن
تستطیع معی صبرا۔ یا خضر! ان کنت اسرائیلیا فانک اسرائیلی وانا محمدی۔ فھا انا وانت وھذا الکرۃ وھذا
المیدان۔ ھذا محمد۔ وھذا الرحمن۔ وھذا فرسی مسرج ملجم وقوسی موتر وسیفی شاھر رضی اللہ عنہ۔

سبحان اللہ کیا خوب ڈول ہے!! سنو! حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ تشریف آوری کا ذکر قرآن مجید میں تو بالکل نہیں
اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا بجسدہ العنصری زندہ رہکر آسمان کی طرف عروج کرنا قرآن شریف سے ثابت نہیں۔ پھر اگر یہ پوچھو کہ پھر یہ
کہاں سے ہے شاید جواب یہ ہو کہ احادیث میں مگر وہاں تو نہیں پھر کیا اناجیل میں مگر وہاں نہیں۔ پھر کہاں۔ تو جواب یہی ہوگا کہ عیسائیوں
کے بھولے بھالے خیالات میں کیونکہ متی اور یوحنا تو ساکت ہیں اور لوقا اور مرقس تابعی صحابی ہیں دیکھو انکلیس وغیرہ تے ہیں۔ پھر کیا
اسرائیلی مرویات و حکایات وغیرہ میں سانحہ تائید قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تو نہیں ہو سکتی! کیونکہ قرآن کریم تو مسیح
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی وفات کو مختلف جگہوں میں ذکر فرما چکا ہے اور احادیث صحیحہ میں نزول مسیح عیسیٰ بن مریم اسرائیلی نبی کا

الٰہی کلمات بیشک ہیں استعارات بکثرت ہوتے ہیں مگر اس امر کے باعث کیا ہم ہر جگہ استعارہ و مجاز لینے پر دلیر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں کیا عبادات یا معاملات میں۔ تمدن و معاشرت کے مسائل میں۔ اخلاق و سیاست کی احکام میں بھی ہم استعارات سے کام لیںگے؟ ہرگز نہیں ان باتوں کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ نے عملی طور پر کر کے ہمیں دکھا دیا۔ اُنکے تعامل و رواج نے وہ تصویر ہم تک پہنچا دی جزاہم اللہ احسن الجزا۔ مگر جو کچھ پیشین گوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیا علیہم السلام کو مکاشفات اور رویا صالحہ میں نظر آتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے ایسا ہی اُنکے بعض اخبار غیبیہ اور حقائق کونیہ اور عالم مثال کے اشکال و الوان عالم جسمانی کے الوان و اشکال سے بالکل نرالے ہوا کرتے ہیں۔ پس ایسے موقعہ پر علوم ضروریہ یقینیہ الہامات صادقہ مشاہدات و حقائق نفس الامر قواعد شرعیہ ان نصوص کو لا محالہ ظاہر سے اور معنی کیطرف لیجاینگے۔ چنانچہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج چاند و ستارے گیارہ اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا مگر جسمانی عالم میں وہ سورج و چاند و ستارے اُنکے ماں باپ اور بھائی تھے۔ قرآن کریم میں ایک بادشاہ کا قصہ لکھا ہے جسنے فربہ گائیں اور سبز بالیاں دیکھیں۔ جسمانی عالم میں وہ قحط اور ارزانی تھی۔ ہمارے سید و مولیٰ نے رویاء صالحہ میں دیکھا کہ آپکے کی خدمت مبارک میں سونیکے کنگن ہیں۔ اور آپنے انکو پھونک سے اُڑا دیا۔ وہ جسمانی عالم میں مسیلمہ اور اسود عنسی اور انکی تباہی تھی حضور علیہ السلام نے اپنی بیبیوں سے فرمایا اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا۔ لگی بیبیاں ہاتھوں کو ناپنے مگر واقعات نفس الامر نے بتا دیا اور مشاہدات نے دکھلا دیا کہ صحابیات کا فہم پیشین گوئی کے سمجھنے میں اُس پہلو پر غلط تھا جسپر اُنھوں نے سمجھا تھا پس جالی مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی میں کیوں ایمانی حد سے بڑھ کر لوگ عرفان کے مدعی ہو گئے ہیں اور عارف کی خلاف پر تعجب میں ہیں! ہمیں بڑا تعجب آتا ہے جب یہ کہتے سُنتے ہیں کہ مرزا اجماع کے خلاف کرتا ہے۔ حالانکہ وہی لوگ جنکو مرزا سے بہت بڑا بغض ہے امام احمد حنبل کے اس قول کو ہمیشہ سُناتے رہے کہ اجماع کا دعویٰ کذب ہے اور عقل و دنیا کا نظارہ اور علما کی حالت بھی کہ وہ شرق و غرب و جبال و بحار میں پھیلے ہوئے ہیں گواہی دیتی ہے کہ اجماع کا دعویٰ ایک خیال سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتا۔

عزیزمن۔ حضرت مرزا جی نے اپنے آپکو ابن مریم کہا ہے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے اور اپنے تئیں مثیل مسیح کا نام عمواً ذیل بتایا ہو۔ خود خاکسار نے جب مرزا جی کی حضور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک پیغام پہنچایا تو آپنے فرمایا ہے تو مثیل مسیح ہونیکا دعویٰ کیا ہو ممکن ہو کہ مثیل مسیح بہت آویں۔ اور کوئی ظاہری طور پر بھی مصداق ان پیشین گوئیوں اور نشانات کا ہو جنکو میں روحانی طور پر اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ الٰہی فیضان کی کوئی حد نہیں اور نہ وہاں کوئی کمی ہے تب میں نے عرض کیا کہ ایسی صورت میں احادیث کے باعث لوگ کیوں اشکال میں پھنسے ہوئے ہیں؟ تعجب ہے عزیزمن۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا

مضمون پڑھیاں کرو۔ سنو اور غور سے سنو! پیشین گوئیوں کے پورا ہونیکے واسطے اوقات مقدرہ ہوا کرتے ہیں جیسے پہلے تین سوالوں کے جواب میں مفصل لکھا ہے اور وہ جواب انجمن حمایت اسلام لاہور نے طبع کرایا ہے مثلاً حضور علیہ السلام کو مکہ کے کفار کہتے تھے لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا آپ کے منکرین نے یہ طلب کیوں کی تھی صرف اسی بنا پر کہ حضور سیدنا و مولٰنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی کے سمجھنے میں بالکل ظاہری الفاظ کے معنوں پر موٹی نظر کی تھی وہ پیشین گوئی یسعیاہ نبی کے ۴۳ باب ۱۹ کی ہے۔ یسعیاہ نبی نے حضرت خاتم الانبیا کے زمانہ کی نسبت فرمایا تھا کہ صحرا میں ندیاں بناؤں گا ظاہر ہے کہ سید و مولی کے وقت زبیدہ والی ندی مکہ میں اور نہر بنی زرقا مدینہ میں جاری نہیں ہوئی تھی اس پر بعض نے عاقبت نااندیشی سے ٹھوکر کھائی عزیزو! ترہیب اور ترغیب میں دلوں کے بڑھانے ہمت و توجہ کی ترقی دینے کو ایسے الہامات ہوتے ہیں جنکا بیان آیۂ ذیل میں ہے اذ یریکہم اللہ فی منامک قلیلا (حالانکہ بدر کی جنگ میں مکہ کے کفار مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے) مگر ایسا الہام کیوں ہوا؟ اللہ تعالے اسکی وجہ فرماتا ہے ولکن اللہ سلم سوچو اور غور کرو! عزیزو! مولوی محمد حسین صاحب پر رحم فرماؤ انکو اپنے علم و فضل پر بڑا گھمنڈ ہے اور اللہ کریم کو گھمنڈ پسند نہیں۔ الہامی جماعت کی مخالفت بھی انھیں ٹھوکر کا باعث ہے ازالہ اوہام میں اسکا عجیب و غریب جواب موجود ہے۔ اور نصیحتاً میں کہتا ہوں کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک اور تمنی بری آیۃ اذا تمنی القی الشیطٰن فی امنیتہ آپ ذکر کرتے ہیں۔ بھائیصاحب! مرزاجی اس صدی کے مجدد تھے اور مجددیا اپنے زمانہ کا مسیح اور اپنے زمانہ کے شدید مرض میں مبتلا مریضوں کا مسیح ہوا کرتا ہے اور یہ امر بالکل ہنسی ہے جیسے مرزاجی اپنی الہامی رباعی میں یا رقم فرماتے گیا لوگ سمجھنے ہیں تمھیں اس مسیح کو جسکی ماتم کو خدا نے بتا دیا رباعی حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی لقب خوبوں کا بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

میں اب اس خط کو ختم کرنا چاہتا ہوں مولوی محمد حسین صاحب کی اشاعۃ پر اللہ تعالے جو فیضان کریگا اسکا اظہار پھر ہو رہیگا۔ باقی صحبت باقی آخر میں یہ شعر تمھیں سنا کر اور ایک تحریک کرکے بس کرتا ہوں۔ عزیزو!

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی۔

ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبوں کا حوصلہ

خدا تعالیٰ نے پورے طور پر جلوۂ قدرت دکھلانے کے لیے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جنکی لیاقت علمی جنکی طاقت لسانی جنکی فصاحت بیانی شہرۂ پنجاب و ہندوستان ہے اور خدای علیم و حکیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انھیں جوش بخشا اور اسد بعد کی بڑھنی میں انھیں ڈالدیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفت و حملہ کا انھوں نے اٹھا نہیں رکھا تا اسکا وہ امر خارق عادت ظاہر ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے مولویصاحب نور اللہ کے بجھانے کے لیے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں دیکھیں اب سچ مچ وہ نور بجھ جاتا ہے یا کچھ اور کرشمۂ قدرت ظہور میں آتا ہے

۱۵ اپریل ۱۸۹۱ء کے خط میں جو اُنہوں نے میرے ایک دوست مولوی سید محمد احسن صاحب کے نام بھوپال میں بھیجا تھا عجیب
فقرات تحقیر کے استعمال کیے ہیں آپ سید صاحب موصوف کو لکھتے ہیں کہ آپ اس شخص پر جلدی سے کیوں ایمان لے آئے اس کو
ایک دفعہ دیکھ تو لیا ہوتا۔ مولوی صاحب نے اس فقرہ اور نیز ایک عربی فقرہ سے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ شخص محض نالائق
اور علمی اور عملی لیاقتوں سے بکلی بے بہرہ ہے اور کچھ بھی چیز نہیں اگر تم دیکھو تو سخت نفرت کرو۔ مگر بخدا یہ سچ اور بالکل سچ
اور قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ درحقیقت مجھ میں کوئی علمی اور عملی خوبی یا ذہانت اور دانشمندی کی بات
نہیں اور میں کچھ بھی نہیں ایک غیب میں ہاتھ ہے جو مجھے تھام رہا ہے اور ایک پوشیدہ روشنی ہے جو مجھے منور کر رہی ہے اور ایک
آسمانی روح ہے جو مجھے طاقت دے رہی ہے پس جس کو نفرت کرنی ہے کرے تا مولوی صاحب خوش ہو جائیں۔ بخدا میری نظر ایک ہی
پر ہے جو میرے ساتھ ہے اور غیر اس کے میرے ایک کیڑے کی برابر بھی میری نظر میں نہیں۔ کیا میرے لیے وہ کافی نہیں جس نے مجھے بھیجا
ہے میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اس تبلیغ کو ضائع نہیں کریگا جس کو لیکر میں آیا ہوں مولوی صاحب جہاں تک ممکن ہے لوگوں کو نفرت
دلانے کیلئے زور لگا لیں اور کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہ رکھیں اور جیسا کہ وہ اپنے خطوط میں اور اپنے [illegible] تقریروں
میں بار بار ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ شخص نادان ہے جاہل ہے گمراہ ہے مفتری ہے دوکاندار ہے بیدین ہے کافر ہے ایسا ہی کہتے
رہیں اور مجھ کو ذرہ مہلت نہ دیں مجھے بھی اُس ذات کی عجیب قدرتوں کے دیکھنے کا شوق ہے جس نے مجھے بھیجا ہے لیکن اگر کچھ تعجب
تو اس بات پر ہے کہ باوجودیکہ یہ عاجز مولوی صاحب کی نظر میں جاہل ہے بلکہ خط مذکورہ بالا میں یقینی طور پر مولوی
صاحب نے لکھ دیا ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں یعنی مفتری ہے اور یہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے مولوی صاحب کی نظر میں
بدیہی البطلان ہے جس کا قرآن و حدیث میں کوئی اثر و نشان نہیں پایا جاتا پھر مولوی صاحب پر کس قدر غالب ہو کر آپ
ہی بحث کے لیے بلاتے اور آپ ہی کنارہ کر جاتے ہیں ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب نے بڑے کروفر سے ۱۷ اپریل ۱۸۹۱ء
کو تار بھیجکر اس عاجز کو بحث کے لیے بلایا کہ جلد آؤ اور آکر بحث کرو ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے اُس وقت بڑی خوشی
ہوئی کہ مولوی صاحب نے اس طرف رخ تو کیا اور شوق ہوا کہ اب دیکھیں کہ مولوی صاحب حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ
مع الجسد اٹھائے جانے کا کونسا ثبوت پیش کرتے ہیں یا بعد موت کے پھر زندہ ہو جانے کا کوئی ثبوت قرآن کریم
یا حدیث صحیح سے نکالتے ہیں چنانچہ لودھیانہ میں ایک عام چرچہ ہو گیا کہ مولوی صاحب نے بحث کیلیے بلایا ہے [illegible]
ہیں ہی مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے خط بھیج کر بھی تار کے ذریعہ سے بلایا ہے لیکن جب اس عاجز کی طرف
سے بحث کے لیے طیاری ہوئی اور مولوی صاحب کو پیغام بھیجا گیا تو آپ نے بحث کرنے سے کنارہ کیا اور یہ
عذر پیش کر دیا کہ جب تک ازالہ اوہام چھپ نہ جائے ہم بحث نہیں کرینگے آپ کو اُس وقت یہ خیال نہ آیا کہ
ہمنے تو بلانے کے لیے تار بھی بھیجے تھے اور یہ بھی ایک خط میں لکھا تھا کہ ہمیں ازالہ اوہام کے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور یہ بھی
بار بار ظاہر کر دیا تھا کہ یہ شخص باطل پر ہے اب ازالہ اوہام کی ضرورت کیوں پڑ گئی تار کے ذریعہ سے یہ پیغام
بھیجنا کہ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اور اخی فی اللہ اخویم حکیم نور الدین صاحب پر یہ الزام
لگانا کہ وہ ہمارے مقابلہ سے بھاگ گئے اور پھر درخواست بحث پر ازالہ اوہام یاد آ جانا عجیب انصاف ہے
مولوی صاحب دعوی اس عاجز کا سن چکے تھے فتح اسلام اور توضیح مرام کو دیکھ چکے تھے اب صرف
قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے بحث تھی جس کو مولوی صاحب نے وعدہ کر کے پھر ٹال دیا +

اعلان

واضح ہو کہ اس رسالہ ازالہ اوہام میں ان تمام سوالات کا جواب ہے کہ جو اکثر لوگ کوتہ اندیشی کی رو سے حضرت مسیح کی حیات ممات سے متعلق کیا کرتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص اس کتاب کو اول سے خوب غور سے پڑھے گا اس کا کوئی شبہ باقی نہیں رہیگا سو اُسپر یہ فرض ہے کہ اگر خدا تعالی اس کتاب کے ذریعہ اسکو ہدایت بخشے اور اُسکے سینہ کو کھولدیوے تو وہ اپنے معلومات سے اوروں کو بھی فیض پہونچاوے ہر ایک جو اس کتاب کی ہدایت کو پورے پورے اخلاص سے قبول کرے اُسپر یہ بھی لازم ہوگا کہ اسکی عام اشاعت کے لئے کوشش فرماوے اور اس کتاب کے شائع ہونیکے بعد منکروں کے لئے انسب اور اولی طریق یہی ہے کہ زبانی مباحثات کا دروازہ بند رکھ کر اس کتاب کے مطالب کو غور سے پڑھیں پھر اگر ہدایت نصیب ہو تو اسکی دلایل کو رد کر کے دکھلاویں اور ہماری آخری نصیحت انکو متقیں یہی ہے کہ اللہ جلشانہ سے ڈریں ولمقت اللہ اکبر من مقتہم۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ المعلن

میرزا غلام احمد قادیانی از لودہانہ محلہ اقبال گنج۔

اطلاع

بعض دوستوں کے خط پہونچے کہ جیسے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بعد مباحثہ شہر لودہانہ سے نکالے گئے یہی حکم اس عاجز کی نسبت ہوا ہے سو واضح ہو کہ یہ افواہ سراسر غلط ہے ہاں یہ سچ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کئے گئے لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم اخراج صادر نہیں ہوا چنانچہ ذیل میں نقل مراسلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لودہانہ لکھی جاتی ہے۔

از پیشگاہ مسٹر ڈبلیو چیوس **صاحب** بہادر ڈپٹی کمشنر لدہیانہ

میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان سلامت۔ چٹھی آپکی مورخہ دیروزہ موصول ملاحظہ سماعت ہو کر بجواب تحریر ہے کہ آپکو بتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لدہیانہ میں ٹھہرنے کیلئے وہی حقوق